خذ ما صفا

نواب حاجی محمد اسمعیل خانصاحب فیلو الہ آباد یونیورسٹی

مختلف اخباروں سے مضامین لیکر بطور رسالہ کے از نام

(خذ ما صفا) اس غرض سے ترتیب دیئے ہیں کہ اس طرح

بہترین مضامین نہایت آسانی سے جمع کئے جا سکتے ہیں

باہتمام

خواجہ صدیق حسین

مطبع آگرہ اخبار میں چھپا
اور شائع ہوا

خذ ما صفا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
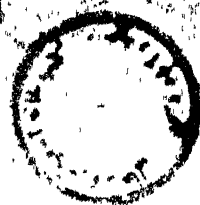
بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

بعد حمد خداوند ذو الجلال بے عیب و بے شریک اور نعت رسول خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و جمیع دیگر انبیا و رسولوں و منقبت ان سب کی آل اور سب کے اصحاب کے بندۂ ناچیز اسمٰعیل جمع و ترتیب کنندہ اوراق ہذا گزارش پرداز ہے کہ اس عرصہ میں مجھکو یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ علمی و تاریخی مضامین جو اخباروں میں چھپا کرتے ہیں (اور جو غالباً بوجہ اس کے کہ اخباروں کے فائل نہیں رکھے جاتے اور رکھے جاتے ہیں تو یہ مضامین بہت سے رطب و یابس تحریروں میں ناپدید رہتے ہیں) اگر ایک جگہ جمع کر دے جایا کریں تو بہت مفید اور کار آمد لٹریچر بآسانی مہیا ہو جایا کرے۔ لہذا چند مہینوں کے مختلف اردو اخبارات سے اور وہ بھی بالکل سرسری طور پر ان مضامین کو میں نے چن لیا ہے۔ میرا خیال ہے اگر چھاپے خانے والے حضرات ایسا ہی کیا کریں تو وہ اپنے واسطے ایک دلچسپ شغل اور پبلک کے واسطے ارزان رسالے کتابیں بغیر دماغ سوزی کے پیدا کر سکتے ہیں۔ بلکہ اگر ان مضامین سے یہ ماہی رسالے نکلے تو بہت سے اڈیٹروں کے لئے اس طریقہ سے پسندیدہ کام بھی ایک ڈھیر مل جائیگا۔

بہر حال ان ہی خیالات کی بنا پر میں یہ مجموعہ نمونتاً پیش کرتا ہوں اور نام اس کا خذ ما صفا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے بادشاہ ہز امپیریل مجسٹی جارج پنجم قیصر ہند و بادشاہ انگلستان کو اور ان کے اقبال میں ترقی دے۔ اور انگریزی سلطنت کا راج ہندوستان میں قائم و دائم رکھے۔

اسمٰعیل

۱۵ دسمبر [illegible]

اکرموا عزیز قوم ذلّ

ماخوذ از وکیل امرتسر، اپریل ۱۵ سنہ ۱۹ ع

(از مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر اڈیٹر دلگداز)

یہہ ایک فرمان رسالت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی معزز شخص ذلیل ہو جائے تو اس کی عزت کرو۔ انقلابات عالم نے صدہا ایسے واقعات پیش کئے ہین۔ جو مایۂ عبرت ہین اور جن کو دیکھ کے بڑے بڑے سنگدل لوگون کے دل تھرا اٹھتے ہین۔ مگر افسوس ہمارے دل ایسے سخت ہو گئے ہین کہ ہمین کسی چیز سے عبرت نہین ہوتی۔ ہم خاندان تیموریہ کی بیسیون یادگارون اور اگلے دولت مند گھرانون کے بہت سے باقیات الصالحات کو حد سے زیادہ تباہی و مفلوک الحالی اور انتہا سے گزری ہوئی ذلت و مسکنت مین دیکھتے ہین اور دل نہین پسیجتا۔

مگر ہم ہمیشہ ایسے بے حس نہ تھے۔ عبرت ناک واقعات کا ہم پر اثر ہوتا تھا اور نوعی فلاح اور قومی وقار کو شخصی جذبات پر ہم قربان نہین کیا کرتے تھے۔

جب بنی امیہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس بدنصیب خاندان کے تمام لوگ چن چن کے مار ڈالے گئے۔ نئی خلافت عباسیہ کے دو تاجدار کامرانی و اطمینان سے حکومت کرکے دنیا سے بھی رخصت ہو گئے اور بنی امیہ کا مشرق مین کہین نام و نشان نہ تھا تو تیسرے عباسی خلیفہ مہدی کے زمانے کا واقعہ ہے کہ اسکی لونڈی خیزران (جسے خاص محل کا رتبہ حاصل تھا۔ سارے حرم کی مالک اور ولی عہد سلطنت کی مان تھی) ایک دن محل مین شان و شوکت سے بیٹھی حکومت کر رہی تھی۔ کہ ایک لونڈی نے آکے ادب سے عرض کیا۔ خدا ملکۂ عالم کو سلامت رکھے۔ ڈیوڑھی پر ایک حسین عورت کھڑی ہے اور باریابی کی امیدوار ہے۔ ہزار پوچھا نہ اپنا نام و نشان بتاتی ہے نہ نسب و خاندان کا پتہ دیتی ہے اور نہ یہہ کہتی ہے کہ غرض کیا ہے،، عبد اللہ بن عباس کی پرپوتی زینب بنت سلیمان جو خاتونان بنی عباس رض مین صاحب ذہن رسا مانی جاتی تھین۔ پاس بیٹھی تھین۔ خیزران نے ان سے کہا۔ تم اس عورت کے بارے مین کیا کہتی ہو؟ آنے دون یا نہ آنے دون؟،، زینب نے کہا بلوا لیجئے۔ کوئی مفید ہی بات ہوگی۔ اس مشورے کے مطابق لونڈی کو حکم دیا گیا کہ جاؤ بلا لاؤ،،۔

چند منٹ گزرے ہونگے کہ اس لونڈی کے ساتھ ایک نہایت ہی حسین و صاحب جمال۔ مگر فلاکت زدہ اور شکستہ حال عورت شریف زادیون کے انداز سے آئی۔ مگر خیزران کا سامنا ہوتے ہی

دروازے کے دونوں پٹوں کے درمیان ہی ٹھٹھک کے کھڑی ہو گئی - اور وہیں سے کہا - اے ملکۂ عالم آپ کی خدمت میں آداب عرض کر کے التماس ہے کہ میں آخری تاجدار بنی امیہ مروان بن محمد کی بیٹی مزنہ ہوں" یہ نام سنتے ہی جیسے خیزران کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور جھنجھلا کے کہا تیرے لئے نہ مرحبا ہے اور نہ سلام کا جواب - خدا تجھے غارت کرے - وہ گھڑی بھی تجھے یاد ہے - جب ابراہیم بن محمد عباسی کی لاش بے گور و کفن پڑی تھی اور بنی عباس کی بوڑھی عورتوں نے تیری خدمت میں حاضر ہو کے اتنی التجا کی تھی کہ اپنے باپ سے سفارش کر کے ان کے دفن کی اجازت دلوا دے - لیکن بجائے ترس کھانے کے تو غصے سے انہیں مارنے کو دوڑی - انہیں گالیاں دیں اور اپنے محل سے نکلوا دیا؟ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس نے اپنی نعمت تجھ سے چھین لی - اور تجھے ذلیل و خوار کر کے اس دہاڑے کو پہنچا دیا - خیزران کی زبان سے یہ طیش کا جواب اور یہ کلمات غیظ اور غضب سنکے مزنہ نے بجائے اس کے کہ ڈرے یا کچھ مرعوب ہو - زور سے ایک قہقہہ لگایا - اور بولی "بہن آپے سے باہر نہ ہو - اچھا یہ تو بتاؤ کہ میری اس بدسلوکی پر خدا نے مجھے جو جو ایذائیں دی ہیں ان میں سے تمہیں کون سی سزا پسند ہے - جو میرا ہی سا سلوک تم بھی میرے ساتھ کر رہی ہو؟ تم جو کچھ کہتی ہو سچ ہے - خدا کی قسم میں نے یہی کیا تھا - اور اس کی سزا یہ ملی کہ خدا مجھے ذلیل و خوار اور ننگا بھوکا کر کے تمہارے سامنے لایا ہے کہ جو سلوک چاہو کرو - اس وقت تم نے میرے اس سلوک پر جو صبر و شکر کیا تھا اس کا انعام تمہیں یہ ملا کہ ملکۂ عالم ہو اور میں تمہارے سامنے عاجز و خوار بنی کھڑی ہوں" اتنا کہتے ہی مزنہ نے کہا "بہن خدا حافظ جاتی ہوں" اور پیٹھ پھیر کے چلی کہ جھٹ کے محل سے نکل جائے -

اس کی ان باتوں کا خیزران کے دل پر کچھ ایسا اثر پڑا تھا کہ بے تحاشا دوڑی - لپک کے روکا اور چاہا کہ گلے لگا لے - مگر مزنہ نے دونوں ہاتھوں سے الگ کر کے کہا - "میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ تم سی ملکہ مجھے گلے لگائے - جیتھڑے لگائے ہوں، اور ان کپڑوں میں ایسی تعفن آ رہی ہے کہ آپ کا دماغ خراب ہو جائیگا -" یہ سنکر خیزران نے لونڈیوں کو حکم دیا کہ فوراً انہیں حمام میں لیجا کے غسل کراؤ اس کے بعد پرتکلف جوڑا پہنا کے اور عطر میں بسا کے لے آؤ -"

یہ کہہ کے خیزران چلی آئی - اور محل کی لونڈیوں نے نہایت ہی تعظیم و تکریم سے مزنہ کو نہلایا - کپڑے پہنائے - عطر لگایا - اور خوب بنا چنا کے لے آئیں - صورت دیکھتے

ملی خیزران اس کے سینے سے لپٹ گئی۔ پھر اپنے برابر مسند پر جہاں خود خلیفہ مہدی آ کے بیٹھا کرتا تھا بٹھایا۔ اور پوچھا۔ "دستر خوان بچھواؤں؟" مزنہ نے صاف صاف کہا۔ آپ پوچھتی کیا ہیں؟ شائد مجھسے زیادہ بھوکا سارے اس محل میں کوئی نہو گا۔ فوراً دستر خوان بچھا قسم قسم کے کھانے لا کے چن دئے گئے۔ اور مزنہ نے خوب سیر ہو کے کھایا۔ خواصوں نے ہاتھ دھلوائے۔ اور جب ہر طرح کی خاطرداریوں سے فراغت ہولی۔ تو خیزران نے کہا۔ اب بہن بتاؤ تمہارا خبرگیران کون ہے؟ بولی خبرگیران! جو کچھ قرابت ہے اسی گھر سے ہے۔ اس کے سوا میں ساری دنیا میں کوئی عزیز قریب نہیں رکھتی" یہ جواب سن کے خیزران بولی۔ تو پھر تم یہیں رہو۔ چلو میں اپنے محل تمہیں دکھاتی ہوں۔ اُن میں سے جو محل پسند آئے لے لو اور اسمیں رہو۔"

اس تجویز کے مطابق خیزران نے اسے اپنے سارے محل دکھائے۔ جن میں سے ایک خوبصورت وسیع اور پر فضا قصر اس نے پسند کیا۔ خیزران نے وہیں کھڑے کھڑے فرنیچر سے اُسے خوب آراستہ کرایا اور ہر طرح کا سامان زندگی فراہم کرا کے کہا۔ لو بی تم یہاں آرام سے رہو سہو۔ آج سے مجھہ میں تم میں بہناپا ہو گیا۔ جب تک جیتے ہیں ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ مزنہ نے شکریہ ادا کیا۔ اور خیزران اُسے وہاں چھوڑ کے اپنے محل میں آئی۔ پھر دل میں کہنے لگی۔ کبھی اس عورت کی جو کچھ شان و شوکت تھی۔ لیکن زمانے نے سرد مہری کی۔ اور دل شکستہ ہو گئی۔ اب اس کے دل کی کلفت صرف دولت سے دور ہو سکتی ہے۔ یہ خیال کرتے ہی پانچ لاکھ درہم اس کے پاس بھجوا دئے۔

خیزران ان کاموں سے فارغ ہو کے بیٹھی ہی تھی کہ اس کا صاحب تاج و تخت شوہر خلیفہ مہدی آ گیا۔ اور حالات پوچھنے لگا۔ خیزران نے مسکرا کے کہا۔ آج عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک لونڈی دوڑتی آئی۔ اور کہا کہ کوئی عورت اندر آنا چاہتی ہے۔ میں نے بلوا لیا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک جوان اور خوب رو مگر نہایت ہی شکستہ حال عورت ہے۔ آتے ہی اس نے مجھے ملکۂ عالم کے لقب سے خطاب کر کے سلام کیا اور بتایا کہ مروان بن محمد کی بیٹی مزنہ ہے۔ نام سنتے ہی میں مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گئی۔ خوب گالیاں دیں۔ اور کہا۔ وہ وقت یاد کرو کہ ابراہیم بن محمد کی لاش پڑی تھی اور عباسی گھرانے کی بڑھیوں نے تجھہ سے تجہیز و تکفین کی اجازت دلوانے کی درخواست کی تو تو انہیں مارنے کو دوڑی۔ خوب ہوا۔ جو خدا نے تجھے

اس دہاڑے کو پہنچا دیا۔ یہ سُن کے وہ قہقہہ مار کے ہنسی اور کہا۔ مین نے بیشک یہی کیا تھا۔ اور خدا سے اس کا بدلہ بھی پا لیا۔ اب کیا تم بھی خدا سے ایسا ہی بدلہ لینا چاہتی ہو جو میرے ساتھ یہ سلوک کر رہی ہو؟" یہ کہہ کے وہ واپس چلی۔"

خیزران یہین تک کہنے پائی تھی کہ مہدی کو زیادہ سُننے کی تاب نہ رہی۔ بات کاٹ کے بولا۔ "افسوس۔ خدا نے تمھین ان نعمتون پر شکرگزار ہونے کا موقع دیا تھا۔ مگر تم نے غفلت کی اور ایسے اچھے موقعہ کو ہاتھ سے کھو دیا۔ میرے دل مین تمھاری اس قدر جگہہ نہ ہوتی تو قسم کھا کر کہتا ہون کہ تمھاری اس حرکت پر پھر کبھی زندگی بھر تم سے بات نہ کرتا۔"

خیزران نے کہا۔ "امیرالمومنین۔ آپ سُنیئن تو سہی۔ مین نے یہ سُن کے اُس سے بے انتہا معذرت کی۔ روک کے اُسے حمام مین نہلوایا۔ اچھے کپڑے پہنائے۔ عطر لگایا۔ کھلایا پلایا۔ پھر راضی کر کے اس سے بہناپا کر لیا۔ اور اپنے سارے محل دکھا کے جس محل کو اس نے پسند کیا۔ اس کے حوالہ کیا۔ اس کو آراستہ اور ضروری سامان سے مرتب کر دیا۔ یہ وعدہ کر کے آئی کہ اب زندگی بھر تمھارا ساتھ نہ چھوڑون گی اور یہان آتے ہی خرچ کے لئے اس کے پاس پانچ لاکھ درہم بھیج دیئے۔"

یہ سُن کے مہدی بہت خوش ہوا۔ خیزران کے حسن سلوک کی تعریف کی اور اپنے ایک خادم کو بلا کے حکم دیا کہ "اسی وقت جا کے اشرفیون کے سو توڑے میری طرف سے بھی اُسے دے آؤ۔ میرا سلام کہو۔ اور کہہ کہ تمھاری خدمت کرنے کی وجہ سے جس قدر خوش مین آج ہوا ہون کبھی زندگی بھر نہوا تھا۔ کہنا تمھاری قدر و منزلت کرنا امیرالمومنین پر واجب ہو گیا ہے۔ اور اگر تمھارے ناراض ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو وہ خود تمھارے سلام کو حاضر ہوتے۔" یہ پیام سُنتے ہی مزنہ خود چلی آئی۔ ادب سے سلام کیا۔ خیزران کے احسانات بیان کر کے اس کی محبت شرافت کی تعریف کی اور بولی "مین بھلا حضور سے کیا ناراض ہونگی؟ میری حیثیت ہی کیا ہے؟ محل کی لونڈیون مین سے ایک مین بھی ہون۔" مہدی اس پر بہت خوش ہوا اور مزنہ اپنے نئے قصر مین واپس گئی۔

اس کے بعد مزنہ ہمیشہ خیزران ہی کے ساتھ رہی۔ یہان تک کہ مہدی کے سفر آخرت کے بعد اس کے پہلے بیٹے ہادی کے عہد خلافت مین بھی اسی سے وابستہ تھی۔ پھر جب خیزران کے دوسرے اقبالمند فرزند ہارون رشید کا عہد شروع ہوا تو رشید بھی مزنہ کی

بھی خاطر داشت کرتا تھا۔ جو پاس خاطر تمام عباسیہ اور ہاشمیہ خاتونون کا تھا وہی اس کا بھی تھا اور خلافت رشید کے اوائل مین جب حضرت کا انتقال ہوا تو رشید اسکے جنازے پر زار و قطار رویا اور شاہانہ کر و فر سے جنازے کو قبرستان مین لے گیا۔

آہ! خدا کی نعمتون کا شکر ادا کرنے مین کبھی ہمارا یہ سلوک دشمنون کے ساتھ تھا۔ کاش اب اتنا نہین تو اس کا عشر عشیر دوستون ہی کے ساتھ ہوتا۔ مگر نہین۔ اب ہم نفس کے بندے ہین۔ صرف اپنے نفس کو دیکھتے ہین۔ اور نہین پتہ لگتا کہ ہم مین اور ہما یم مین کیا فرق رہ گیا ہے؟

سائنس کی بلند پروازی

ماخوذ از وکیل امرت سر، ۷ اپریل ۱۹۱۵ء

آج روئے زمین پر علم برق کا سب سے بڑا ماہر مسٹر ایڈیسن کا شاگرد نکولا ٹسلا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ بات بلا کسی شبہ کے عملی طور پر ممکن ہے کہ ہم بجلی کو اتنی دور بھیج سکین کہ آسمان کے قریبی ہمسائیون یعنی مریخ و عطارد وغیرہ۔ ان ستارون پر ظن غالب یہ ہے کہ ذی روح اور عقلمند مخلوق بستی ہے۔ ستارون کے باشندون سے بات چیت کر سکین ہم سیارون تک پیغام بھیج سکتے ہین۔ اور یہ امر ممکنات سے ہے اگرچہ یقینی نہین۔ کہ وہ ہمین جواب دین وہ یہ بھی کہتا ہے کہ آبشارون مین بجلی کی طاقت کا جو غیر محدود خزانہ ہے جیسا کہ ابھی بمبئی مین مسٹر ٹاٹا کا کارخانہ قوت برق مکمل ہوا ہے۔ جس سے بہت کارخانہ بلکہ ریل بھی چل سکے گی۔ لیکن ٹسلا کا خیال ہے۔ یہہ طاقت بغیر کسی تار کے دنیا کے ہر حصہ مین انسان کی خدمت کے لئے منتقل ہو سکتی ہے تارون کے ذریعہ تو اب بھی اس کو سو پچاس میل تک لے جا سکتے ہین۔ لیکن جس طرح خبرین بغیر تار کے بھیجی جاتی ہین۔ نکولا کا خیال ہے کہ اسیطرح برقی قوت جہان چاہین بغیر کسی تار کے پہنچا سکتے ہین۔ اور دور دراز کے فاصلے پر اس سے کام لے سکتے ہین۔ اس لئے جن ملکون مین آبشار زیادہ ہون گے۔ وہ مالا مال ہو جائیگا۔ کیونکہ وہ برقی قوت کو دوسرے ملکون کے ہاتھہ قیمتاً بیچین گے۔ اس خیال سے ہندوستان کی دولت بیشمار ہے۔ کیونکہ دریاؤن کی کثرت کی وجہ سے یہان متعدد آبشار ہین۔ پس چین۔ جاپان مین۔ کابل یا ایران مین بلکہ ممالک یورپ مین کارخانے چلانے اور روشنی کرنے اور آبپاشی کرنے یا پنکھے چلانے کے لئے

ہم کشمیر یا جنوبی ہند کے آبشاروں کی برقی طاقت کو ہوا کے ذریعہ بغیر تار کے بھیج سکتے ہین ہم یہان بیٹھے ہوئے سائبریا کے جنگلون۔ تاتار کی بنجر زمینون کو شاداب کر سکین گے۔ اور کنوؤن اور چشمون سے آبپاشی کرنا بہت آسان ہو جائیگا۔ ویران بیابان اور صحرا ہائے تختۂ گلزار بنجائین گے۔ اور انسانی زندگی زیادہ پرلطف ہوگی۔ ٹسلا کہتا ہے۔ بھاپ اور بجلی کی طرح شعاع آفتاب سے خدمت لینا بھی ممکن ہے۔ چنانچہ ایسے انجن بنائے گئے ہین جن مین آتشی شیشے لگے ہین اور حرارت آفتاب کے مجتمع ہونے سے چلتے ہین۔ چنانچہ مصر مین اس قسم کا ایک انجن امریکہ سے بھیجا گیا ہے۔ اس مین زیادہ ترقی ہونے سے ایک عنصری خدمتگار انسان کے ہاتھ آجائیگا۔ جس وقت حرارت شمس کا بڑا ذخیرہ حاصل ہونے لگا۔ تو بجلی کی طرح اس کا جہان دل چاہے منتقل کرنا آسان ہوگا۔ اور دنیا مین کوئلہ اور لکڑی کا خرچ نہ رہیگا۔ ٹسلا کہتا ہے کہ اس طرح سے انرجی (طاقت) اتنی سستی ہو جائیگی۔ کہ غریب سے غریب کارخانہ دار برائے نام خرچ پر جو سسٹم سے بہت ہی کم ہوگا۔ استعمال کر سکے۔ تمام ریلین اور جہاز آفتاب کی شعاعون سے چلین گے اور غریب سے غریب آدمی اس طاقت سے مستفید ہوگا کیونکہ کھانا پکانے۔ روشنی اور حرارت پہنچانے کا تمام کام دھوپ سے لیا جائیگا۔ لیکن یہ تمام دعاوی ٹسلا کے اس خواب کے سامنے کہ وہ دنیاؤن کا بنانا اور فنا کرنا انسان کے حیطہ امکان مین خیال کرتا ہے۔ محض بے حقیقت نظر آتے ہین۔ لارڈ کیلون کی تھیوری پر ٹسلا نے اپنے خیال کی بنیاد قائم کی ہے۔ اور اجرام فلکی کا پیدا کرنا وہ انسان کے لئے ناممکن نہین سمجھتا۔ لارڈ کیلون کا یہ خیال ہے کہ تمام مادہ کی اصلیت ایتھر ہے۔ جو ہوا سے بدرجہا زیادہ لطیف اور نظر نہ آنے والی شے ہے۔ ایتھر تمام غیر محدود خلا مین پھیلا ہوا ہے۔ دوسری چیزون اور ایتھر کے ذرون مین یہ فرق ہے کہ وہ ہر وقت گردش مین رہتے ہین۔ اور ایتھر کے ذرے ساکن رہتے ہین۔

مادہ متحرک ایتھر ہے۔ ایتھر مین قوت کے داخل ہونے سے اس کے ذرون مین حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اور حرکت سے ذرون مین اتصال نمودار ہوتا ہے۔ اور ذرون کے اجتماع سے بڑے بڑے اجرام فلکی بنجاتے ہین۔ جن مین پانی۔ ہوا معدنیات وغیرہ ظہور مین آجاتے ہین۔ مادہ کی تمام شکلین صرف تموج کی کمی بیشی کی وجہ سے مختلف صورتین اختیار کر لیتی ہین۔ ورنہ ہے اصل مین ایک ہی ایتھر اور اس کی بدلی ہوئی شکلین۔

جسوقت مادہ کے ذرون کی حرکت بند ہو جائے تو ہر ایک شے پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے

یعنی ایتھر نجاتی ہے اور اس کا نام قیامت ہے۔ پس اگر کسی آسمانی کرہ کی حرکت ذرون کو غایت درجہ کی سردی پہنچا کر بند کر دی جائے تو وہ ایتھر کی شکل مین ہو کر نظرون سے مخفی ہو جائیگی۔ اور اگر ایتھر مین حرکت پیدا کی جائے تو مادہ ظہور مین آئیگا اور طرح طرح کے کرے بنجائینگے۔ یعنی بجلی یا حرارت کا کافی ذخیرہ اگر انسان کے قبضہ مین ہو تو وہ ایتھر سے جس قدر چاہے اجرام فلکی ظہور مین لا سکتا ہے۔ اور جب دل مین آئے اسے مٹی کے کھلونے کی طرح توڑ پھوڑ کر غائب کر سکیگا۔ ٹسلا نے کہا کہ یہہ خیال اگرچہ حیرت انگیز ہے۔ لیکن اہل سائنس کے نزدیک مادہ کے غیر فانی ہونے کے اصول کے خلاف نہین اور ممکنات مین سے سمجھا جاتا ہے۔ یہہ بات ذہن مین لانے کے لئے تخیل سے زیادہ کام لینے کی ضرورت نہین کہ آفتاب کی حرارت پر قبضہ کرنے کے بعد عالمون کا ظہور مین آنا اور فنا ہونا شائد انسان کی دست اندازی کے بغیر خود بخود وقوع مین آئے۔ اگر انسان ایسا ہی کر سکا تو اس کی طاقتین فرشتون کی سی ہونگی۔ کیونکہ وہ ہر ایک قسم او رمقدار کا مادہ پردہ اخفا سے ظہور مین لا سکیگا۔ اور ہر ایک غیر مرئی شئے کو اس کی اصلی حالت مین منتقل کر سکیگا حکماے یونان کو طلسمات مین کہان تک دخل تھا۔ پرانی روایتون سے پتہ چلتا ہے۔ جن پر اب کوئی یقین نہین کرتا۔ ممکن ہے کہ وہ حرکت دیکر حسب دلخواہ باغ اور مکانات بنا لیتے ہون۔ اور جب دل چاہے غائب کر دیتے ہون۔ ممکن ہے کہ وہ علوم اب پھر ظاہر ہو جائین۔

کیا ہم نیند کے بغیر جی سکتے ہین

ماخوذ از اودہ اخبار مطبوعہ ۱۰ اپریل ۱۹۱۵ء

امریکہ کے مشہور و معروف موجد مسٹر اڈیسن کا قول ہے کہ عام طور پر آدمی اس سے دوگنا وقت سوتا ہے۔ جتنا کہ اُسے سونا چاہیئے۔ ۲۴ گھنٹون مین صرف چار گھنٹے ایک شخص کو نیند کی دیوی کے نذر کرنا چاہیئے۔ لیکن مستقبل مین ایک انسان بجلی کی روشنی کی مدد سے اس عادت کو آہستہ آہستہ کم کر کے ایسا بن جائیگا کہ وہ بالکل ہی نہ سوے۔ مسٹر اڈیسن کا یہہ حیرت انگیز خیال صرف وہمی نہین بلکہ ان کے اپنے تجربہ کی بنا پر ہے۔ کیونکہ سالہا سال سے وہ اس کوشش مین ہین کہ حتی الوسع کم از کم سولین۔ کیونکہ ان کی راے ہے کہ زیادہ سونا دماغ کو کند کر دیتا ہے۔ آپ فرماتے ہین کہ جو شخص بہت زیادہ سوتا ہے۔ اُس کا کئی طرح پر نقصان تو ثابت ہوتا ہے۔ لیکن نفع کچھ بھی نہین ہوتا جو اوسطاً سات یا آٹھ یا نو گھنٹے سوتا ہو وہ دن بدن

سست اور کاہل انوجود ہوتا جاتا ہے۔ مین ضرورت سے زیادہ کبھی نہین سویا اور جہان تک میری یادداشت کام کرتی ہے اپنی زندگی مین مجھے کبھی بُرا یا بھلا خواب نہین آیا۔ انسانی کمال کے لئے سونے سے زیادہ سوائے منشیات کے اور کوئی شے خطرناک نہین ہے۔

مسٹر ایڈیسن کا قول ہے کہ نیند کے بڑے اسباب مین سے ایک تو دور ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین کہ اتبک انسان روشنی مین تو کام کرتا تھا اور اندھیرے مین سوتا تھا لیکن بجلی کی روشنی اور بجلی کی ریلوے نے بنی نوع انسان کے دن کو وسیع کر دیا ہے۔ انسان نے اندھیرے مین سونے کی صرف اس لئے عادت ڈالی تھی کہ اندھیرے مین وہ کام نہین کر سکتا تھا لیکن بجلی نے آہستہ آہستہ لیکن یقینی طور پر رات کو دن کر دیا ہے کہ آئندہ زمانہ کا آدمی موجودہ زمانہ کے آدمی کی بہ نسبت بہت کم وقت بستر پر صرف کیا کریگا۔ جیسا موجودہ زمانہ کا آدمی گزشتہ زمانے کے آدمی کی بہ نسبت سونے مین کم وقت خرچ کرتا ہے

مالتھس کا مسئلہ اقتصاد

ماخوذ از وکیل امرتسر ۱۰- اپریل ۱۹۱۵ء

جناب شیونندن سنگھ بی- اے زمانہ مین لکھتے ہین۔

مالتھس صاحب فرماتے ہین کہ دنیا کے ہر متنفس مین قدرت نے یہ طاقت عطا کی ہے کہ اس کے لئے جتنی خوراک موجود ہو اس کی تعداد مین اس مناسبت سے زیادہ افزائش ہوتی ہے۔ خوراک چاہے کتنی ہی زیادہ کیون نہ پیدا کی جاے۔ لیکن کھانے والے اتنے زیادہ بڑھ جاتے ہین کہ وہ ان کے لئے کافی نہین ہوتی۔ اُن کی کثرت سے ہمیشہ کمی ہی رہتی ہے۔ المختصر خوراک تھوڑی اور کھانے والے زیادہ پیدا ہوا کرتے ہین۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ خلقت پر اس قانون کا کیا اثر پڑتا ہے

فرانکلن صاحب نے خوب غور و خوض کے بعد یہ طے کیا ہے کہ درختون اور پرندون کی ترقی کی کوئی حد نہین۔ جب وہ اتنے زیادہ ہو جاتے ہین کہ اُنہین کافی خوراک و جگہ نہین ملتی تو وہ خود ہی اپنی ترقی کے مانع ہو جاتے ہین۔ اگر اس روئے زمین پر مختلف انواع و اقسام کے درخت نہوتے اور قدرت نے صرف ایک ہی درخت پیدا کیا ہوتا تو زمین صرف اسی قسم کے درختون سے بھر جاتی بالآخر اُس کی بھی ترقی رک جاتی اور وہ اتنے گھنے ہو جاتے کہ زمین اُن کے خوراک کا بندوبست نہ کر سکتی

لینس صاحب فرماتے ہین کہ اگر ایک درخت مین صرف دو بیج ہر سال پیدا ہون (دنیا کے کسی درخت مین ہر سال دو سے کم بیج پیدا نہین ہوتے) تو محض ۲۰ سال مین اس ایک درخت سے

دس لاکھ درخت ہو جائینگے۔

دُنیا کے مشہور معروف ڈارون صاحب اپنی کتاب آوریجن آف سپیشز مین لکھتے ہین کہ بے شبہ اگر حیوانات کی ترقی نہ روکی جائے تو صرف ایک جوڑے جانور کے بچون سے تمام دُنیا بھر جائے۔

دُنیا کے تمام جانورون مین ہاتھی سب سے کم بچے پیدا کرتا ہے۔ ہاتھی کی عمر پانچسو سال کی ہوتی ہے۔ تیس سال کی عمر سے ۹۰ برس کی عمر تک تقریباً ۶ بچے ہوتے ہین۔ ۷۵۰ برس مین ایک جوڑے ہاتھی سے اٹھارہ کروڑ ہاتھی ہو جائینگے۔

آسٹریلیا و امریکہ کے جنگلی گھوڑے اس بات کا چشم دید ثبوت ہین۔ کچھ پالتو گھوڑے وہان کے جنگلون مین بھاگ گئے تھے۔ وہان خوراک وغیرہ کی سہولیت ہونے سے اُن کی اس قدر جلد ترقی ہوئی کہ اگر یہ آنکھون کی دیکھی بات نہ ہوتی تو عوام کو اس حیرت انگیز ترقی پر ہرگز یقین نہوتا۔

گلاب ملک فارس سے آلو امریکہ سے اور تمباکو یورپ سے لاکر ہندوستان مین لگائے گئے ہین۔ یہ تینون غیر ملک کی چیزین کوہ ہمالیہ سے راس کماری تک ہر جگہ خوب کثرت سے پیدا ہوتی ہین حیوانات کی ترقی نسبت ضعفی سے ہوتی ہے۔ یعنی ۱ سے ۲-۲ سے ۴-۴ سے ۸ اور ۸ سے ۱۶-اور نباتات کی ترقی نسبت عددی سے ہوتی ہے (یعنی ۱ سے ۲-۲ سے ۳-۳ سے ۴-اور ۴ سے ۵)

ڈاکٹر رسل لکھتے ہین-عام طور سے پرند سالانہ ۱۰ سے ۲۰ تک بچے پیدا کرتے ہین-اگر ۴ ہی بچے ہر برس رکھے جائین اور اگر وہ صرف ۴ سال تک بچے دین تو ایک جوڑہ پرند سے ۱۵ سال مین ایک کروڑ پرند ہو جائینگے۔

بعض جاندار ایک سال مین چوگنے ہو جاتے ہین-اگر ایک سال کے بجائے ۵ سال مین چوگنے ہون تو دوسو سال مین ایک جوڑے جانور سے ۲۵ لاکھ جانور ہو جائینگے۔ بہت سے اشجار ایسے ہین کہ جن مین ایک ہزار سے بھی زیادہ بیج پیدا ہوتے ہین-ان ایک ہزار بیجون سے اگر دوہی نئے پیڑ پیدا ہون تو ۱۴ سال مین ایک درخت سے ۱۶ ہزار درخت پیدا ہو جائینگے۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ دنیا کے تمام حیوانات اور نباتات مین افزایش نسل کی فطری طاقت ہوتی ہے۔

آدمی کی ترقی بھی قوانین مندرجہ بالا کی پابند ہے۔ مالتھس صاحب نے ثابت کیا ہے کہ اگر کھانے پینے کا معقول انتظام ہو تو ہر ملک کی مردم شماری ہر پچیسوین سال دوچند ہوتی جائے گی۔ ہندوستان کی موجودہ مردم شماری ۳۱ کروڑ ہے-اگر غذا کی بہم رسانی مین کوئی خلل نہ واقع ہو تو ۲۵ سال کے

آخر مین یہہ تعداد المضاعف ہو جائیگی۔ اسی طرح ۵۰ سال کے آخر مین ۲۴۰ کروڑ۔ ۷۵ سال کے بعد ۴۸۰ کروڑ۔

غلہ کی پیداوار نسبت خطی سے نہین بڑہتی۔ کوئی اچھا کہیت اگر نئے طریقہ سے جوتا بویا جائے اور اس مین کھاد وغیرہ بھی خوب ڈال جائے تو اس کی پیداوار کچھ بڑھ جائے گی۔ لیکن ہر پچیسوین برس دوچند ہرگز نہین ہو سکتی۔

کسی نے آج تک یہ نہ سنا ہو گا کہ جس ایک بیگہ کہیت مین ایک صدی پیشتر تیس من غلہ پیدا ہوتا تھا آج اس کہیت مین دو سو چالیس من غلہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر صرف ۲۵ سال کے زمانہ پر خیال کرین (جس کا ہمکو عملی تجربہ ہے) تو بھی کوئی نہین کہہ سکتا کہ پچیس سال قبل جس ایک بیگہ کہیت مین تیس من غلہ پیدا ہوتا تھا۔ آج اسی ایک بیگہ مین ساٹھ من غلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات خوب اچھی طرح پر سمجھ لینا چاہیئے کہ انسان جیامیٹریکل ریشیو۔ (نسبت خطی) سے بڑہتا ہے یعنی ۲ سے ۴-۴ سے ۸ و ۸ سے ۱۶ ہو جاتا ہے۔ لیکن غلہ کی پیداوار ارتھ میٹیکل ریشیو (نسبت عددی) سے ایک ایک کر کے بڑہتی ہے یعنی ۱ سے ۲-۲ سے ۳-۳ سے ۴-۴ سے ۵-۵ سے ۶-

متذکرہ صدر حساب۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے اچھی طرح سمجھ مین آجائیگا۔ فرض کیجیے کہ کسی ملک کی مردم شماری ۳ کروڑ ہے۔ اور وہان اشیاء خوردنی دو ارب من پیدا ہوتی ہین۔ جو کل آبادی کے لیئے فی الحال کافی ہوتی ہے۔ پس دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہان کی مردم شماری کی ترقی و نیز غلہ کی پیداوار مین کیا تفاوت واقع ہوتی ہے اور اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔

	سنہ ۱۹۰۰ع	سنہ ۱۹۲۵ع	سنہ ۱۹۵۰ع	سنہ ۱۹۷۵ع	سنہ ۲۰۰۰ع
مردم شماری	۳۰ کروڑ	۶۰ کروڑ	۱۲۰ کروڑ	۲۴۰ کروڑ	۴۸۰ کروڑ
پیداوار غلہ	۲ ارب من	۳ ارب من	۴ ارب من	۵ ارب من	۶ ارب من

اس نقشہ سے صاف ظاہر ہے کہ ۲۵ سال کے بعد ۹۰ کروڑ آدمیون کو غذا نہ مل سکے گی اور وہ بیماری یا اور کسی سبب سے بھوکون مر جائین گے۔ یعنی جب غذا کی کمی ہو گی تو لوگ انواع و اقسام کی بیماریون یا قحط وغیرہ مین مبتلا ہونگے۔ جن لوگون مین قوت بازو و مردانگی زیادہ ہو گی وہ کمزورون کو دبا کر زندہ رہین گے اور لاغر و نحیف پامال ہو کر اس جہان فانی سے کوچ کر جائین گے۔

ڈارون مسئلہ لقاء اصلح کا قائل ہے۔ اگر کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو تو ایک ہزار سال مین انسان کو ایک دوسرے کے سر پر کہڑا ہونے کی جگہ نہ ملے۔ آبادی کی ترقی ہر ایک ملک مین اسباب اور

ضروریات زندگی کی آسانی کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً امریکہ کو لیجئے اس ملک کی آبادی تقریباً ہر بیسوین یا پچیسوین سال دونی ہوتی چلی گئی ہے۔ یہان محنتی لوگ از سرنو جاکر بسے ہین۔ کاشت اور روزگار سے اچھا نفع ہے۔ ملک امریکہ کی سرکاری رپورٹ سے یہ امر بخوبی واضح ہوجائیگا

سنہ ۱۸۰۰ء مین ... ۳۹ لاکھ
سنہ ۱۸۱۰ء مین ... ۷۲ لاکھ
سنہ ۱۸۲۰ء مین ... ۹۶ لاکھ
یعنی ۲۰ سال مین ڈھائی گنی ہوگئی۔

سنہ ۱۸۳۰ء مین ... ۱۲۸ لاکھ
سنہ ۱۸۴۰ء مین ... ۱۷۰ لاکھ
سنہ ۱۸۵۰ء مین ... ۲۳۱ لاکھ
بیس سال مین دونی ہوگئی۔

سنہ ۱۸۶۰ء مین ... ۳۱۴ لاکھ
سنہ ۱۸۷۰ء مین ... ۳۸۵ لاکھ
سنہ ۱۸۸۰ء مین ... ۵۰۱ لاکھ
سنہ ۱۸۹۰ء مین ... ۶۲۹ لاکھ
۳۰ برس مین دونی ہوئی

سنہ ۱۹۰۰ء[۱] ۷۶۰ لاکھ
سنہ ۱۹۱۰ء ۹۱۲ لاکھ

یعنی تقریباً ہر پچیسوین سال ملک امریکہ کی آبادی برابر دونی ہوتی گئی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہر ملک کی آبادی مین ترقی ہوسکتی ہے۔ صرف اشیاء خوردنی کی آسانی ہونی چاہیئے۔ جس ملک مین اس کی کمی ہے۔ وہان کی آبادی بھی اسی حساب سے کم بڑھتی ہے۔ ڈاکٹر ڈرلیسڈیل صاحب کے حساب سے ملک ناروے کی آبادی ۸۳ سال مین۔ پروشیا کی ۴۲ سال مین۔ برطانیہ عظمیٰ کی ۵۲ سال مین۔ روس کی ۶۶ سال مین۔ فرانس کی ۱۶۰ سال مین اور آسٹریا کی ۱۹۴ سال مین دونی ہوجائیگی۔ پرانی دنیا کے مقابلہ مین نئی دنیا کی آبادی زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پرانی دنیا مین جس قدر کاشت کے قابل زمین تھی سب کھیت ہوچکی۔ اور وہان خورونوش و آرام و آسایش کا وہ سامان باقی نہ رہا۔ جو نئی دنیا والون کو میسر ہے۔ لیکن یہ رفتار ترقی نئی دنیا مین بھی ہمیشہ قایم نہین

[۱] اس مین نئے داخلون کا یہ حساب ہے: سنہ ۱۸۴۰ء سے سنہ ۱۹۱۰ء تک ۶۶ر۴۳ - ۴۳ - ۱۰ر۰۴ - ۱۰ر۸۳ - ۷ر۵۶ - ۷ر۲۹ - ۱۰ر۴۶ - ۵ر۶۶ -

رہ سکتی۔ وہ زمانہ نزدیک ہے۔ جب کل زراعت کے قابل زمین زیرکاشت ہو جائیگی۔ نئے جنگلوں کو کاٹ کر کھیت بنانے کی گنجایش نہ رہے گی۔ اس وقت وہان کی آبادی کی ترقی بھی پرانی دنیا کی طرح کم ہو جائیگی۔

اس سے یہ نتیجہ نکال لینا چاہیئے۔ کہ جس ملک کی آبادی زیادہ عرصہ مین ترقی کرتی ہے۔ وہان کے باشندون مین مردانگی۔ طاقت حیوانی یا اولاد پیدا کرنے کی قوت کم ہوتی ہے۔ یہ قوت ہر ملک کے باشندون مین قریب قریب یکسان پائی جاتی ہے۔ اگر جملہ ممالک مین خورونوش کی اشیاء کی آسایش یکسان ہو تو آبادی ایک ہی حساب سے اور ایک ہی وقت مین برابر دونی ہو جایا کرے گی۔ جس ملک کے باشندون کو غلہ میوے اور دودھ وغیرہ با فراغت میسر ہوتے ہین۔ اُن کی اولاد تندرست رہکر زمانہ دراز تک زندہ رہتی ہے۔ اور اس کے قواے جسمانی دماغی مضبوط ہوتے ہین۔ لیکن جس ملک مین خوراک کی کمی ہے اور لوازمات زندگی بمشکل تمام میسر ہوتے ہین۔ وہان اولاد تو ضرور پیدا ہوتی ہے مگر زیادہ دن تک زندہ نہ رہکر ایام طفولیت ہی مین ہر طرح کی پریشانی و تکلیف اُٹھا کر اُس جہان فانی سے کوچ کر جاتی ہے۔ جو بچے زندہ بھی رہتے ہین وہ نحیف۔ پستہ قد اور پست ہمت ہوتے ہین۔ اُن سے زیادہ قوت رکھنے والی قومین اُن پہ فتح حاصل کر کے اُنھین دبا ڈالتی ہین۔ رفتہ رفتہ اُن کے وجود کا نشان مٹ جاتا ہے۔ ملک آسٹریلیا بھی امریکہ طرح نوآبادشدہ ملک ہے۔ اور وہان کی آبادی کی رفتار ترقی بھی اتنی ہی تیز ہے۔ ہنری فاسٹ صاحب لکھتے ہین "اکثر ملکون کی آبادی ہر پچیسوین برس دوچند ہو گئی ہے۔ انسان مین افزایش نسل کی ایسی تیز قوت ہے۔ کہ اگر اس کی ترقی مین رکاوٹ نہ پڑجایا کرتی تو روے زمین کی آبادی موجودہ آبادی سے کہین زیادہ ہوتی۔ صرف ایک جوڑہ مرد و عورت کی اولاد سے ساری دنیا بھر جاتی۔

جان اسٹوارٹ مل فرماتے ہین کہ تیس سال قبل اس سریع ترقی کا یقین دلانے کے لئے نہایت پرزور دلائل پیش کرنے کی ضرورت پڑتی۔ لیکن اب اتنے زیادہ و چشم دید ثبوت موجود ہین کہ مالتھس کا اصول دربارۂ ترقی انسان بالکل صحیح مانا جاتا ہے۔

تمام دنیا کی مہذب قومین اسے راست مانتی ہین۔ اور ہنوز کسی لائق شخص نے اس اصول کو رد کرنے کی جرأت نہین کی اور نہ کسی عالم و فاضل نے اس پہ اعتراض یا شک و شبہ تک ظاہر کیا ہے حتی کہ اب یہ اصول بالکل اقلیدس کا اصول موضوعہ بنگیا ہے اس کو راست

ثابت کرنے کے لئے ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔
لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بالتھس صاحب کی تحریر کے مطابق نہ تو اس قدر حیوانات ہیں اور نہ انسان کہ انہیں ایک دوسرے کے سر پر کھڑا ہونے کی ضرورت ہو اس لئے اب غور اس بات پر کرنا ہے کہ قدرت نے ذی روحوں کی تعداد کو اعتدال پر رکھنے کے لئے کون کون سے ذرائع اختیار کئے ہیں۔ کون کون سے وجوہ حائل ہو جاتے ہیں۔ جن سے ترقی تعداد مسدود ہو جاتی ہے۔

بھامون

ماخوذ از اودھ اخبار ۱۳ اپریل ۱۹۱۵ء

ملک چین سے ملحق ایک مقام بھامون کے نام سے مشہور ہے۔ دریائے وادی کے اس پار گورنمنٹ برطانیہ کا راج ہے اور دریا کے اُس پار بادشاہ چین حکمران ہے۔ وہاں سے سو میل کے فاصلہ پر جنگل کے درمیان ایک غار ہے جس سے آٹھوں پہر دھواں نکلتا رہتا ہے۔ لیکن آج تک کسی شخص نے غار کا عمق معلوم نہیں کیا۔ کئی جانور مثلاً بکری۔ بلی کتا وغیرہ رسیوں سے باندھکر نیچے لٹکایا گیا۔ لیکن جب واپس باہر کھینچا گیا۔ تو جانور غائب ہوتا ہے۔ زیادہ تعجب اس بات کا ہے کہ گرہ ایسی معلوم ہوتی ہے۔ گویا کسی نے ہاتھ سے کھولی ہے۔ نہ معلوم وہ جانور کہاں جاتے ہیں کہ ان کی آواز سنائی نہیں دیتی اور ان کو کون کھول لیتا ہے۔

چاندگہن

چاندگہن کے متعلق ایک عجیب امر دریافت ہوا ہے کہ ہر ۱۹ سال گیارہ دن کے بعد چاندگہنوں کا نیا دورہ شروع ہوجاتا ہے۔ مثلاً آج سے لیکر ۱۹ سال گیارہ دن تک کے تمام چاندگہنوں کا وقت اور کیفیت نوٹ کرلی جائے تو آج سے اتنا ہی عرصہ پہلے روز اتنا ہی بعد کے چاندگہن اسی ترتیب و وقت کے مطابق ہونگے۔

جاپان

جاپان کے کاریگروں نے کاغذوں کے نہایت نفیس اور مضبوط برتن ایجاد کئے ہیں۔ جن پر آگ مطلقاً اثر نہیں کرتی۔ علاوہ ازین ہلکے دیرپا اور بہت سستے ہیں۔ دیکھنے میں بھی بہت خوبصورت ہیں۔

دنیا مین سب سے پرانی تاریخ

اٹلی کے ایک عجائب گھر مین سیاہ پتھر کا ایک صاف چکدار ٹکڑا رکھا ہے - پتھر جسمین بہت ہی چھوٹے حروف کھدے ہوئے ہین - حال مین ہی مصر سے ملا تھا - چنانچہ اس پتھر پر مصر کے نہایت قدیم زمانہ کی جو مصوری تحریر ہے - اس مین وہ تاریخ لکھی ہے - جو دنیا مین سب سے پرانی کہی جاسکتی ہے - کیونکہ یہہ کہانی تقریباً بارہ ہزار برس تک جاری رہی تھی - گویا یہہ تاریخ اس زمانے کے بھی بہت پہلے سے شروع ہوئی تھی - جبکہ مصر کے مشہور مینار بنے تھے اور حضرت موسیٰ کے وقت سے اتنے پہلے ختم ہوگئی تھی - جتنا زمانہ کہ اب حضرت موسیٰ کو گذر چکا ہے -

اس تاریخ کی خلاصہ کیفیت یہ ہے کہ اس مین سب سے پہلے تو اُن بادشاہون کے نام لکھے ہین جو مصر کی ایک قوم ہونے سے پہلے شمالی مصر مین حکومت کرتے تھے - لیکن جب سے تمام مصر ایک بادشاہ کے تحت مین آگیا تھا - اُس وقت سے اس مین ہر سال کے بڑے بڑے واقعات بھی لکھہ دے ہین - پھر اُن لڑائیون کا ذکر ہے - جو جشیون اور اُن لوگون مین ہوتی رہتی تہین - جو دریائے نیل کی دلدل مین رہتے تھے - پھر ایک قسم کے دریائی گھوڑون کے شکار کا مندرون کی عمارتون کے بننے کے اور اُن تہوارون کا ذکر ہے - جو مصری دیوتاؤن کے لئے منائے جاتے تھے - اس تاریخ مین شروع ہی سے دریائے نیل کے چڑھاؤ کا ٹھیک ٹھیک حساب بھی ہر سال کا لکھا ہوا ہے - پہلے پہل تو حساب انگلیون سے ہی لگایا گیا تھا - لیکن بعد مین اس قدر باریک کر دیا گیا کہ ایک انگلی کے ۱/۱۴ حصہ تک کا بھی حساب رکھا گیا - اس تاریخ سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے - کہ خراج جمع کرنے کی غرض سے ہر تیسرے سال مصر کے تمام مویشی کا باقاعدہ شمار ہوتا تھا - اور اس تاریخ کے آخری زمانہ مین - اور دوسری قیمتی چیزین بھی شمار مین آنے لگی تہین -

مصر مین جہازون کے بننے کا بھی ذکر ہے - چنانچہ لکھا ہے کہ ایک سال ۱۰۰ فیٹ یا اس سے کچھہ زیادہ لمبے ۱۰ جہاز بنائے گئے تھے اور ان جہازون مین سب سے بڑا جہاز ۱۷۰ فیٹ لمبا تھا - اور ۴۰ جہاز ملک شام سے مصر کو لائے گئے تھے - جنکے ذریعہ سے سوڈان مین ایک مہم بھیجی گئی تھی -

ابو نصر فارابی معلم ثانی

ماخوذ از ذو القرنین بدایون ۱۴ اپریل ۱۹۱۵ء

(مولانا راغب جیلانی - بدایونی کے قلم سے)

ابو نصر لقب اور محمدؒ ابن محمد ابن اوزلغ بن طرخان نام تھا۔ فاراب[1] اُس کا وطن آبائی تھا۔ یہ ایک کمانڈر کا ہونہار لڑکا تیسری صدی ہجری کے وسط مین پیدا ہوا۔ مدت تک بغداد مین رہا۔ پھر شام مین جا بسا اور مرتے دم تک وہین رہا۔ معلم ارسطو کے فلسفہ کو اسی نے اہل اسلام کے سامنے پیش کیا۔ اور اس صلہ مین علمی دربار سے خطاب معلم ثانی حاصل کیا۔

اگرچہ ابو نصر سے پہلے مسلمانون کو یونانی فلسفہ سے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی مگر ارسطو کی حکمت آفرینیون اور دقیقہ سنجیون کو ایک دوسری زبان درکار تھی۔ قدرت کے اسرار ایک ترجمان کی ضرورت محسوس کر رہی تھی۔ اُس وقت تک یونانی فلسفہ عربی مین نہایت بھدے اور ناموزون ترجمون کے لباس مین تھا۔ جن سے فائدہ اُٹھانا معلوم۔ بے جان الفاظ کے پیکرون مین۔ روح معانی کے جلوے نگاہ تصور کو بھی نظر نہ آتی تھی۔ تخیل ساذج تو کیا باریک بین عقول بھی مصنوعی فہم و ادراک کا دعوی کرنا اپنی موت سمجھتی تھین کہ یہ نامور وجود خاک پاک پارس سے اُٹھا اور حقائق اشیاء کے اظہار کا چمکتا آفتاب تمام عالم افکار مین روشن کر دیا۔ جس کی کرنین عرب و عجم بلکہ یورپ و امریکہ کے فلاسفرون کے خلوت کدہ تخیل مین پہونچ گئین۔ اُس نے فلسفہ کی تجلیون کو دیکھا اور وہ اس کے فیض نظر سے ایسی ہوگئین کہ آج ہم سب دیکھ سکتے ہین۔

ارسطو جو حقیقت مین یونانی فلسفہ کا موجد گزرا ہے۔ اگرچہ قدما کی طرح فلسفہ کی عام تعلیم کا مخالف تھا کہ سوا خاص شاگردون کے اور کسی کو ایسی قیمتی جواہر کی طرف نگاہ کرنے کی بھی اجازت نہ دیتا۔ اور ہمیشہ رموز و اشارات کے صندوقون مین محفوظ رکھتا۔ مگر اُس کے بسیط مضامین بھی معمولی ذہنون کی چار دیواری مین نہین سما سکتے تھے۔ اُس لئے گو افلاطون الٰہی کی طرح تعلیم فلسفہ کے لئے اپنی ہیکل کے دروازہ پر یہ نہین لکھدیا تھا کہ جو علم ہندسہ نہ جانتا ہو ہمارے پاس نہ آئے لیکن اُس کا تسلسل خیالات اور مقدمات تمہیدیہ کا سلسلہ بھی فہم و خرد مین ابھی نہ آنے پاتا تھا کہ مخاطب بکثرت غور و خوض سے مجنون ہو جاتا تھا۔

ابو نصر نے ارسطو کی کتابون پر بکثرت سے تعلیقات لکھے۔ اُس کے مجمل بیانون کی تشریح اور کندی وغیرہ مترجمین کی اغلاط کی تصحیح کر دی۔ جس سے عربی خزانہ افکار مین یونانی جواہر کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ یونانی فلسفہ عام ہوگیا۔ اور عام و خاص اُس سے مستفید ہونے لگے۔ ابو نصر ایک خود ساختہ غریب و فقیر تھا وہ ابتدا مین ایک باغ سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر اس پر بھی اُس نے اپنے تمام

[1] فاراب ترکستان مین نہر سیحون کے پرے بلاساغون کے قریب ایک شہر ہے جو طول مین ایک دن کی مسافت رکھتا ہے ۱۲

مشاغل فلسفہ کے لیئے وقف کر دئے تھے۔ ارسطو کی کتابین بڑی گران تھین۔ اور ابونصر تنگدستی
کی وجہ سے مول نہین لے سکتا تھا۔ کہ اتفاق سے ایک اجنبی ارسطو کی تمام کتابین اُس کے
پاس چھوڑ گیا۔ اب کیا تھا۔ ابونصر نے اُن کتابون کے دیکھنے کا حق ادا کر دیا۔ کثرت غور و خوض سے
وہ اُن کے تمام مطالب پر حاوی ہو گیا۔ وہ مطالعہ و تصنیف کی ضرورت سے رات بھر جاگتا رہتا تھا
اتنی استطاعت کہان تھی کہ ڈمڑی کا تیل چراغ مین ڈالتا اور ایک گوشہ مین بیٹھکر مطالعہ مین
مشغول ہوتا۔ غریب ساری رات اپنے گھر سے نکلکر چوکیدارون کی لالٹینون کی روشنی مین پڑھتا
پھرتا تھا۔ خدا نے اُسے ایسا ذہن کیا تھا کہ تھوڑے ہی دنون مین وہ فیلسوف اعظم شمار کیا جانے
لگا۔ فلسفہ مشک سے بڑھکر خوشبو ہے وہ اگرچہ فلسفی کی نافہ دماغ مین محفوظ رہتا ہے مگر فلاسفر
کی ہر نفس نفحات طیبہ بنکر مشام سامع کو معطر کرتے رہتے ہین۔ یہی سبب تھا کہ ابونصر تو ایک
گوشہ مین تھا۔ مگر اُس کی باتین جہان مین تھین۔

غرض اُس کے علم و فضل کے دور دور چرچے ہونے لگے۔ ہر وقت شاگردون کے جمگھٹے
رہتے تھے۔ حلقہ درس مین بڑے بڑے جلیل القدر امرا مسائل فلسفہ کی دلچسپ تقریرین سننے
کے لیئے شامل ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر امیر سیف الدولہ کو پہونچی سیف الدولہ بڑا جوہر
شناس اور علم دوست تھا۔ اوس کا دربار علم و فضل کا دربار تھا۔ جسنے متنبی کے دیوان مین
سیفیات کو پڑھا ہے۔ وہ سیف الدولہ کی عظمت و شان کا کچھہ اندازہ کر سکتا ہے غرض
سیف الدولہ نے ابونصر کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور قبیلہ تغلب کے اس مغرور امیر کو ابونصر کے
فضائل کا اعتراف کرنا پڑا۔ دربار کے اراکین ابونصر کو دیکھہ لینے اور اُس کے ساتھ گفتگو
کر لینے کو فخر سمجھنے لگے۔ ادہر سیف الدولہ کے خزانے ادہر ہی تاک مین تھے کہ جس طرح ہو اُس
کے نگہ بلند کو اجسام ترابیہ کی طرف مائل کرین اور فانی لذتین غلبہ پا کر اسے منازل النفوس یافتہ
دور کر دین۔ مگر وہ جو آزادانہ منظر اقدس کو دیکھہ رہا ہے اور عالم اعلی کی ورقا حریت کے نغمون
پر کان لگائے ہوئے۔ عناصر اربعہ کی چار دیواری کا ہو کر نہین رہ سکتا۔ دنیاء دنی کی پست
آوازین اُس کے عالم سامع تک نہین پہونچ سکتین۔

ابونصر نے بھی اپنے کمال بیرخی کو ظاہر کیا۔ اور ان مذموم علائق سے منہ پھیر لیا۔ اگرچہ ہموم
کونیہ سے مطلقاً نجات پاتا۔ اور اُن کے اسباب دفع سے قطعاً اغماض کرنا فطرت انسانیہ کے
خلاف ہے۔ ابونصر نے بقدر ضرورت صرف چار درم یومیہ لینا منظور کیا۔ اور سیف الدولہ کے

یہان سے یہی روزینہ مقرر ہوگیا - ابونصر فیشن کا دلدادہ یا دنیاوی طرز معیشت کا مقلد نہ تہا بلکہ وہ خود انسانی زندگی کا ایک کامل نمونہ تہا اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ایسی جد و جہد حیات کے نمونے آج ہمارے پیش منظر ہوتے تو ہم وہی تھے جو ہمین ہونا تہا - ابو نصر راہبون کی طرح ایک ہستی بیکار نہ تھا بلکہ اُس کا زہد اختیاری دنیاوی جاہ و منزلت کی نا قدری اور بے ثباتی کا بہت بڑا واعظ تہا - وہ اپنے قول و علم سے نہین بلکہ عمل و فعل سے ابناء دہر کا روحانی معلم تھا - وہ نہین بتاتا تھا -

(راغب) ۵

دنیا بدنی اور یہ شوق تحصیل کیون تم نے کیا ہے اپنی ہمت کو ذلیل

سمجھو تو سہی کس کے عوض بکتے ہو کہتا ہے خدا متاع دنیا ہے قلیل

ابو نصر کی زاہدانہ زندگی کی حد ہوگئی - اُس نے آخر دم تک کسی منزل و مکسب کی طرف مستقل توجہ نہین کی - وہ اگرچہ ابتداء ًا قاضی ہوگیا تھا - مگر جب اوس پر معارف کہل گئے - اُس نے فوراً استعفاء داخل کردیا - اور ہمہ تن تحصیل فلسفہ مین مشغول ہوگیا - اُس نے ایک شخص یوحنا بن جیلان نامی سے زمانہ خلافت مقتدر مین فلسفہ آخر کتاب البرہان تک پڑہا - کتاب البرہان کا آخری حصہ درس مین نہ تہا - مگر ابو نصر کے زمانہ سے درس مین داخل ہوگیا تھا - افسوس ہے آج برہان کا آخری حصہ تو کیا - البرہان بھی ہمارے درس فلسفہ مین داخل نہین - اور آج ہمارے طلبا سے فلسفہ اُس کی زیارت سے بھی محروم مین - ابو نصر کے زمانہ تحصیل فلسفہ مین ایک شخص ابو بشر متی بن یونان فلسفی بھی تہا - اس نے ابراہیم مروزی[۵] سے فلسفہ پڑہا تہا - متی اگرچہ بڑا ہوگیا تہا - مگر مسائل فلسفہ مین ابو نصر کی طرح ژرف نگاہی اُسے نصیب نہ تھی اور نہ وہ ابو نصر کی برابر ذہین و فہیم تہا - متی ایام خلافت راضی مین ۳۲۳ھ ہجری نہایت ۳۲۹ھ ہجری کے دوران مین انتقال کرگیا - پھر تو ہر جگہ ابو نصر ہی ابو نصر تھا - شروع شروع مین ابو نصر کو نحو اچھی نہین آتی تہی - اُس نے ابو بکر بن سراج نحوی سے نحو پڑہنا شروع کی - اور اس کے معاوضہ مین اُسے منطق کا درس دیا -

ایسے علم و فضل پر بھی اُس کا یہ عالم تہا کہ جب کسی نے پوچہا کہ تم زیادہ فلسفی ہو کہ ارسطو - تو اُس نے صاف الفاظ مین کہدیا کہ اگر میرے زمانہ مین ارسطو ہوتا تو مین اُس کے ایک شاگرد سے بڑہکر نہ تھا -

ابو نصر فلسفہ کا امام تھا - اور تمام متاخرین اُس کے مقتدی - اُس نے محققانہ بلکہ مجتہدانہ انداز سے فلسفہ کی تمام شعبون مین اپنے کمالات ادراک کا ثبوت دیا ہے - یہان تک کہ وہ موسیقی کا

۵ ابراہیم مروزی اور یوحنا ابن جیلان نے فلسفہ کی تحصیل ایک مرو کے رہنے والے نبلا سفر سے کی تھی ۱۲

بیمثال اوستاد تسلیم کیا گیا - اُس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا تھا - جسکے نغمے جذبات سامع مین آگ لگاتے
تھے - حلقہ سماع مین ہنسنا رونا سو جانا سُننے والے کے اختیار مین نہ تھا - بلکہ ابو نصر کے ارادہ
اور اُسکے آلہ کی الحان معجزہ کے اشارہ مین تھا - غلکان نے لکھا ہے کہ ابو نصر جب سیف الدولہ
کے علمی دربار مین پہونچا - ترکانہ انداز تھا - اور اسیطرح سیف الدولہ کے سامنے کھڑا ہو گیا -
سیف الدولہ نے کہا بیٹھو - فرمایا کس حیثیت سے - حیث آنا - ام حیث انت - سیف الدولہ
نے کہا حیث انت - سنتے ہی آگے بڑھا اور مسند شاہی تک پہونچکر سیف الدولہ سے بھڑ گیا - یہان
تک کہ وہان سے ہٹایا گیا - سیف الدولہ کے پیچھے اُس کے مسلح غلام کھڑے رہتے تھے - جن
کے اسلحہ آداب دربار کی بڑی زبردست نگران اور اُن کے ابروئے شمشیر بادشاہ کی ادا فہم
نگہبان تھے - سیف الدولہ ایک خاص زبان مین اونہین احکام دیتا تہا - اب بھی اُس نے
اُسی زبان مین اُن سے کہا کہ اگرچہ اس بڈھے نے آداب شاہی کا لحاظ نہین کیا مگر مین اس سے
کچھہ پوچھتا ہون - اگر جواب نہ دے سکے تو اس کے تم ٹکڑے اڑا دینا - ابو نصر نے یہ سُنکر فوراً بادشاہ
سے کہا کہ صبر کیجئے - مرد آخر بین مبارک بندہ ایست * سیف الدولہ یہ سنکر بڑا متعجب ہوا - اور
اُس سے کہا - کیون جی تم یہ بھی زبان جانتے ہو - اُس نے کہا جی ہان مین ستّر سے زیادہ زبانین
جانتا ہون - پھر علمائے حاضرین سے ابو نصر کی گفتگو ہوئی - اور اُس نے ہر فن مین علما کا ناطقہ بند
کر دیا - علما کو چپ کر دینے کے بعد اُس نے خود تقریر شروع کی اور لوگون نے قلم دوات سنبھالے
پھر سیف الدولہ نے پوچھا کہئیے کچھہ کھائیے گا - اُس نے کہا نہین - پینے کو پوچھا تو بھی انکار رہا
سیف الدولہ نے کہا اچھا کچھہ سنو گے - اب کا جواب اثبات مین تھا - سیف الدولہ کے
حکم سے محفل سماع منعقد ہوئی - اب کوئی سازندہ یا نوازندہ ایسا نہ تہا جسے ابو نصر نے نہ ٹوکا
ہو - اور اُن کے آلات طرب طبلہ سارنگی مین عیب نہ نکالا ہو - سب نے اپنا اپنا کان پکڑا اور ہاتھ
جوڑ کر یا اوستاد ٹھیک ہے - جی حضور بجا ہے - کہکر چپ ہو گئے - پھر ابو نصر نے خود ایک
تھیلی مین سے چند لکڑیان نکالین اور اُنہین ترکیب سے ایک آلہ بنا لیا - پھر جب اُسے بجایا تو
محفل کی محفل ہنستے ہنستے لوٹ گئی - پھر دوبارہ ترکیب دیا اور بجایا تو سارے دربار کا روتے روتے
غیر حال ہو گیا - تیسری دفعہ نئی ترکیب دیکر جب اُس نے بجایا ہے تو اہل مجلس خواب راحت مین
تھی - دربان تک سو گیا - اور ابو نصر سب کو سوتا چھوڑ کر چلدیا - غلکان نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابو نصر
شام کے آبشارون اور باغون مین اوقات بسر کرتا تھا اور وہین تصنیف و تدریس کا سلسلہ رہتا تھا -

وہین اُس کے حواری اُس سے فیض پاتے تھے۔ اسی بے سروسامانی کے باعث اُس کی کتابین اکثر ناقص رہ گئی ہین ۔ جب اسی برس کی عمر ہوئی ۳۳۹ھ ہجری مین دمشق مین وفات پائی سیف الدولہ نے چار ارکین کے ساتھ نماز پڑھی ۔ بیرون دمشق باب صغیر کے باہر دفن کیا گیا بعض بزرگون نے لکھا ہے کہ ابونصر نے ۳۳۸ھ ہجری مین مصر کا سفر کیا اور وہان سے لوٹ کر دمشق مین سکونت اختیار کی اور وہین رجب ۳۳۹ھ ہجری مین انتقال کیا۔ اس زمانہ مین خلافت عباسیہ پر خلیفہ راضی کا نام تھا سیف الدولہ نے پندرہ خواص کے ساتھ نماز پڑھی ۔ واللہ اعلم۔

آم مریضون کے لئے

ماخوذ از اودھ اخبار مطبوعہ ۱۵ اپریل ۱۹۱۵ء

آم کی فصل مین کوئی ایسا مریض نہین ملتا ۔ جسے ہم لوگون کو یہ مشورہ نہ دینا پڑے کہ تم آم کھا سکتے ہو یا نہین ۔

پکے آم کی کیمیائی نفع کے نہ جاننے کے باعث ہم کچھ نہین سکتے تھے کہ آم کا جسم پر کیا اثر ہوتا ہے ۔ اس لئے مریضون کو مشورہ دینے کے وقت ہمین ٹال مٹول کرنی پڑتی تھی۔

اس اصول پر اب ہم یقین کرتے ہین اور اپنے مریضون کو صاف طور پر مشورہ دیتے ہین اور دعا ہے خواص و عام فائدے کے لئے ہم اسی کو نیچے درج کرتے ہین۔

مشہور ڈاکٹر گھوسال مہاشہ نے کلکتہ کے بازار مین جو لنگڑا د بمبئی وغیرہ آم ملے۔ انہین لیکر کیمیاوی امتحان کیا ۔ اور ان ہی آمون کو آدمیون کو کھلا کر بھی دیکھا کہ اُن کے جسم پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے ۔ جن آمون کا امتحان کیا گیا تھا ۔ انہین ہم آیورویدک اصطلاح مین پال کا پختہ اور باسی پختہ کہہ سکتے ہین ۔ ان آمون کے غذائی جزو کو ۱۰۰ حصہ مان کر مندرجہ ذیل کل اجزا ملتے ہین ۔

(۱) حصہ گودا ۔ ۱٫۲۰ (۴) نمک ۔ ۱٫۲۳

(۲) " " روغن ۰٫۷۶ کیلسیم اکسیلیمنٹ بالکل نہ تھا ۔

(۳) چاول کا جزو ۱۶٫۵۸ (۵) پانی ۷۵٫۵۰

(الف) گلوکوس قسم میٹھا ۔ ۵٫۹ اور سیلولوز کم و بیش پایا گیا ۔ ۷۵٫۳

(ب) شکر ۱۱٫۶۸۰

پختہ آم میں جتنا زیادہ ریشہ ہوگا اُتنا ہی زیادہ سیلولوز اس میں ملیگا - ریشہ ہی آم کا فضلہ ہے - اس میں کسی قسم کی طاقت نہیں ہوتی - سوائے اس کے دانتوں میں اٹک رہے یا شکم میں گرانی پیدا کرے -
لنگڑا و بمبئی وغیرہ آموں میں ریشہ بہت کم ہوتا ہے - اس سے ہمارے امتحان میں سیلولوز کم ملا - دوسرا آم ہوتا تو غالباً زیادہ ریشہ پایا جاتا ہے -

ڈاکٹر کی عدم موجودگی میں طاعون کے مریض کا علاج

ماخوذ از وطن اخبار لاہور ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء

(۱) مریض کو گھر کے سب سے زیادہ کھلے اور ہوادار کمرے میں کھڑکیاں اور دروازے کھولکر باہر سایہ میں اگر مطلع صاف ہو نہایت آرام سے بستر پر لٹا دو اور اسے بالکل بستر سے اٹھنے نہ دو -
(۲) مریض کو ہلکی غذا دو - مثلاً دودھ - پتلی کھچڑی - مونگ کی دال کا پانی - چنے کا رس - جو اش وغیرہ
(۳) مریض کو جب پیاس لگے - سادہ اور ٹھنڈا پانی کثرت سے پلاؤ - پیاسے طاعون کے بیمار کو پانی نہ دینا غلطی ہی نہیں بلکہ ظلم ہے -
(۴) مریض کو ایک قطرہ ٹنکچر آیوڈین سکو اتولہ پانی میں ملا کر ہر دو گھنٹے کے بعد پلاتے جاؤ - سوئے ہوئے مریض کو دوائی پلانے کے لئے ہرگز نہ جگاؤ -
(۵) گلٹی کے اوپر ٹنکچر آیوڈین صبح و شام دو دفعہ لگاؤ - اور کوئی دوائی نہ دو - یہ دوائی پلیگ افسروں اور سب شفاخانوں سے مفت مل سکتی ہے -

طاعونی علاج کے متعلق وہ مختصر اور نہایت ہی سہل ہدایات اوپر درج ہیں جن کو لفٹننٹ کرنل ڈی - ٹی - لین صاحب چیف پلیگ و ملیریا میڈیکل افسر پنجاب نے انگریزی - اردو - گورمکھی و ہندی میں ایک لاکھ کی تعداد میں چھپوا کر صوبہ پنجاب میں تقسیم کیا ہے - بابو رام لال صاحب موصوف کے قابل و ہر دلعزیز اسسٹنٹ جناب ڈاکٹر بابا امر ناتھ سنگھ صاحب بھلا نے اخبارات سے بھی ان کو افادہ عام کے لئے شائع کر دینے کی خواہش کی ہے - بابا صاحب کا ذکر خیر چند ہفتہ ان کالموں میں ہو چکا ہے - لاہور کے باشندے بوقت ضرورت ان سے رجوع کریں تو مناسب ہوگا - ٹنکچر آیوڈین بہت سستی دوائی ہے - جہاں کوئی شفاخانہ

قریب نہ ہو وہان شہرون کے باشندے اسے احتیاطاً ۲ ر - ۴ ر کی خرید کر ہر وقت گھرون
مین رکھین اور اہل دیہات مین سے کم از کم نمبردار اور پٹواری بھی اول تو سرکاری افسرون سے
لیکر ورنہ روپیہ آٹھ آنہ کی دوائی کسی متصلہ قصبہ سے منگوا کر گاؤن مین موجود رکھا کرین - یہ دوائی
کئی مہینون تک خراب نہین ہوتی اور بفضلہ تعالیٰ اگر طاعون کا موسم بخیریت گذرجائے تو یہ
دوا درد - اور چوٹ کے موقعہ پر ملنے کا کام دیجائیگی - بیکار نہین جائیگی -

لاغالب الا اللہ

ماخوذ از وطن لاہور ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء

پچھلے ہفتہ مجھے برائٹن جانے کا اتفاق ہوا - اور اس ہفتہ لندن کے ایک بڑے گرجہ مین
لیکچر دینے کا - دونون کے متعلق چند سطور عرض کردیتا ہون -

مقام برائٹن جو جنوبی ساحل انگلستان پر واقع ہے - ہندوستانی زخمی سپاہیون کی
رہایش کے لئے پسند کیا گیا ہے - تین مختلف جگہون مین ہمارے بھائیون کا علاج معالجہ ہورہا
ہے - ان مین سے ایک بالخصوص قابل ذکر ہے - اس کا ذکر کرنے سے پیشتر یہ عرض کردون
کہ ان مقامات پر مستقل مسجدین نہین بنائی جاسکین - کیونکہ وہ جگہ اور زمین سرکاری نہین - بلکہ
پرائیوٹ ہین - اگر آج وہان مسجدین بنادی جاوین تو سپاہیون کے وہان سے چلے جانے پر وہ
مسمار کردی جاوینگی - اس لئے مین نے مناسب نہین سمجھا کہ مستقل مسجد کا معاملہ گورنمنٹ کے
سامنے پیش کیا جائے - ہان عارضی طور پر تینون ہسپتالون مین بطیب خاطر کمانڈنگ افسرون نے
مسلمانون کی نماز کا انتظام کرنے کا اقرار کیا ہے - جو انشاء اللہ چند روز مین ظہور پذیر ہوجائیگا -

وہ ہسپتال جو قابل ذکر ہے - وہ ایک شاہی محل ہے - جسمین اس وقت ہمارے بھائی
فروکش ہین - اس کی دل کش عمارتین - اس کا سہانا باغ - اس کی نازک دلفریب روشین
اس کی عجیب پھول و کیاریان - اس کی زندہ زمین جسکے قطعات پر قدرت نے مخمل سے زیادہ
خوبصورت سبز فرش بچھا رکھا ہے - نہایت پر فزا اور راحت بخش ہے - اور زخمیون کے اندمال کے
لئے خواہ جسم کے ہون یا دل کے نہایت موزون ہے - لیکن جس چیز نے مجھے وہان خوش کیا ہو وہ
لاغالب الا اللہ

کا کتبہ ہے جو شاندار طور سے وہان لکھا ہوا چلا آتا ہے - اس کو دیکھکر میرے دل مین وہی کیفیت

پیدا ہوئی - جو آپ لوگون کے دلون مین اس کے متعلق پڑہکر پیدا ہوگی - یہہ جملہ ایک دفعہ نہین دو دفعہ لکھا ہوا ہے اور سفید براق موٹے حروف مین اور سرخ زمین پر لکھا ہوا ہے - وہ اس لئے اور بھی روشن نظر آتا ہے - علاوہ برین لکھا ایسی جگہ ہے کہ نظر مجبور ہے کہ اسپر پڑے - دو بلند ستون ہین جن کا رنگ نہایت سرخ ہے - یہہ ستون کہان ہین اور کس عمارت کا جزو ہین؟ - یہہ اس حصہ شاہی محل مین جسپر اٹلی کو فخر ہے - اور جس حصہ کے نام سے وہ تمام جگہ موسوم ہے -

یہہ دو ستون منجملہ ان بیشمار ستونون کے ہین - جنپر ایک نہایت شاندار اور بلند گنبد یا قبہ کہڑا ہوا ہے - جسکے نیچے کا رقبہ سات ہزار مربع فیٹ ہے - اور جسکے نیچے تین ہزار آدمی کے بیٹھنے کا سامان ہے - ہر نو فٹ کے فاصلہ پر ایک سرخ رنگ ستون ہے اور ہر ستون کو ایک سنہری ہلال مثل مجلی ستارہ کے مزین کرتا ہے - لیکن وہ ستون جو قبلہ کی طرف کہڑے ہین - ان پر بڑے موٹے اور واضح الفاظ مین یہہ روشن کلمہ لکھا ہے "لاغالب الا اللہ" اس کی تاریخ مین نے پڑھی ہے - ہسپانیہ کے مسلمانون نے اس عمارت کو تعمیر کیا تھا - اب یہ عمارت شاہی قبضہ مین نہین ہے بلکہ فروخت ہو چکی ہے -

گرجا مین لیکچر کے متعلق یہہ عرض ہے کہ اس ملک مین فرقہائے موحدین کے گرجون مین اسلامی توحید کے لیکچر دن کا ہونا کوئی تعجب انگیز نہین - لیکن کانگری گیشنل چرچ جو چرچ آف انگلینڈ کی شاخ ہے - مجھے تکرار سے لکھنا ہے کہ ضرور بالضرور ہمارے گرجا مین لیکچر دو - یہہ کچھ کم اچنبھے اور خوشی کی بات نہین - اس گرجا کا ہال طول مین ایک سو پچاس فیٹ کے قریب ہے اور اوپر تین طرف ڈہلان دار گیلری ہے - وعظ ممبر پندرہ فیٹ سے زیادہ اونچا ہے - اس پر بندہ کہڑا ہوا اور قرآن کریم کی آیات بینات کی تلاوت کی - نہایت بلند آواز کے ساتھ - پس پہلی خوشی کی غائت قرآن کریم کا وہان پڑھا جانا تھا - مضمون اسلام کا عالمگیر مذہب ہونا تھا -

مجمع اعلی طبقہ کے لوگون کا تہا - ان کی نکتہ چینی سے بھی لطف آیا - نکتہ چینی اور اعتراضات کے جوابات کے لئے تیس منٹ مجھے دئے گئے - اس کے بعد مجمع برخواست ہوا - گرجا کے دونون افسر نہایت ادب اور فراخ دلی سے پیش آئے - ان مین سے ایک نے یہ وعدہ کیا ہے کہ مسجد ووکنگ مین مزید گفتگو کے لئے آؤنگا - اللہ تعالی اپنے کام مین خود برکت دے -

اور ان قلوب مین اسلام کی پاک اور معقول تعلیم کی محبت پیدا کرے - آمین-

امریکہ کی سربلندی کا راز

شاہان زر کے بچے مزدوری کرتے ہین

ماخوذ از وکیل امرتسر - ۲۱ اپریل ۱۹۱۵ء

ہندوستان مین دولت ہندوون کے گھر پیدا ہونا - دولت کو پانی کی طرح بے حقیقت سمجھنا اور کاہلی کے مدرسے مین تعلیم پاتا ہے - اگرچہ دولت مند لوگون کی تقسیم اوقات تمام ملکون مین قریباً یکسان ہی ہوا کرتی ہے - تاہم مہذب ممالک کی راحت اور غیر مہذب یا نیم مہذب ممالک کی راحت مختلف ہے -

مہذب ممالک کے امیر ایسے کامون مین لگے رہتے ہین - جو خود ان کے اور ان کے اہل وطن کے لئے منفعت بخش ہوتے ہین - مثلاً غیر ممالک کی سیر - کتابین پڑھنا - یا تصنیف کرنا - قابل دید مقامات کی سیر کرنا - سائنٹیفک ایجادین کرنا - مفید عام کامون مین امداد دینا وغیرہ - لیکن نیم مہذب ممالک کے امرا ایسے کامون مین راحت محسوس کرتے ہین - جو بہت قلیل عرصہ تک سکھ دیتے ہین - اور جن سے مستقل فائدہ کچھہ نہین ہوتا - مہذب اور غیر مہذب ممالک مین راحت و شادمانی کے معیار مین جو اختلاف نظر آیا ہے اس کا سب سے بڑا سبب تعلیم ہی ہے ہندوستان مین امیر لوگ عموماً بیوپاری سدپارسی - مارواڑی - گجراتی - بھاٹئے - بنئے - بوہرے وغیرہ) - سردار - زمیندار - راجا - مہاراجہ وغیرہ ہوتے ہین - ان لوگون کی تعلیم نسلاً بعد نسل ایک ہی طریق پر ہوا کرتی ہے - البتہ پارسی اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہین - مغربی ممالک کے لوگ غیر ممالک کی سیر کے ساتھہ ہی مختلف ممالک کے روپیہ کمانے کا ڈھنگ بھی سیکھہ لیتے ہین - لیکن ہندوستان کے بیوپاری غیر ممالک مین رہ کر بھی کچھہ نہین سیکھتے - اور اگر کچھہ سیکھتے بھی ہین تو بہت مشکل سے اور بری طرح -

اقتصادی ترقی کے لئے سست رفتار تعلیم حاصل کرنا کسی ملک کے لئے بھی باعث فخر نہین رہ سکتا - ہندوستان کے بیوپاریون کو مغربی ممالک کے بیوپاریون کی طرح تمام دنیا کے طریق ہائے تجارت سے واقف ہونا چاہیئے - اگر ہندوستان کی مفلسی دور کرنی منظور ہے - تو تجارتی کامون مین ترقی ہونی چاہیئے - چنانچہ اس وقت ہندوستان کو تجارتی اور

صنعتی تعلیم کی ازحد ضرورت ہے -
پانڈورنگ کھان کھوجے - امریکہ سے لکھتے ہین کہ ان امور کی تعلیم دینے کے لئے امریکہ کے
گاؤن گاؤن مین تجارتی کالج کھلے ہوئے ہین - دیگر قسم کے کالجون اور اسکولون مین بھی یہ تعلیم دی
جاتی ہے - امریکن امیرون کے لڑکے انہی کالجون اور سکولون مین تعلیم حاصل کرتے ہین - تعلیم
حاصل کرنے کے بعد وہ چھوٹے چھوٹے کامون مین لگ جاتے ہین - اور اپنی لیاقت اور قابلیت
سے خود امیر ہوجاتے ہین - ایک اور امر قابل غور ہے کہ امریکہ مین راجون مہاراجون کی کوئی علیحدہ
جماعت نہین ہے - یہان جتنے دولت مند لوگ ہین - سب بیوپاریون مین ہی شامل ہین - اس
ملک مین کوئی شخص نوکری کرکے دولتمند یا صاحب جائداد نہین ہوسکتا - ہندوستان کی طرح
اس ملک مین دولت مندون کی کوئی جماعت نہین ہے - بلکہ دولت مند ہونا ایک شخص کی قابلیت
پر منحصر ہے - آج جو شخص مفلس ہے - کل کو وہ امیر ہوسکتا ہے - مشہور منعم و فیاض کارنیگی - راک
فیلر ٹامس اڈیسن وغیرہ اشخاص پہلے مفلس ہی تھے - لیکن اس وقت وہ اپنی دولت
کی وجہ سے یوروپ کے راجون اور مہاراجون پر بھی اپنا رعب وداب جما سکتے ہین - مانا کہ ہندوستان
اس وقت مفلس ہے - لیکن اس مین شک نہین کہ اگر ہم لوگون کو تجارت و صنعت کی مناسب تعلیم
حاصل ہو تو ہم بھی امیر ہوسکتے ہین - یہ تعلیم عملی ہونی چاہیئے - کیونکہ جن ذرائع سے دولت کمائی جاسکتی
ہے اور اچھی طرح پیٹ بھرا جاسکتا ہے - اس کا سبب تعلیم ہی ہے - خواہ بڑھئی کا کام ہو - خواہ
کاریگری اور کسان کا کام ہو - تمام کامون مین تعلیم کی ضرورت ہے - سکولون اور کالجون مین دیگر
ممالک کے کالجون کی نسبت تجارتی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ کی جاتی ہے - لیکن اس ملک کے امیر آدمی
اپنے لڑکون کو تجارتی تعلیم مین ماہر بنانے کا بندوبست خود ہی کرلیتے ہین - جونہی لڑکے تجارتی
کالجون کی تعلیم پوری کرکے اپنے گھر آتے ہین - فوراً ہی انہین چھوٹے چھوٹے تجارتی کام سونپ
دئے جاتے ہین - اس طرح عملی تجربہ حاصل کرکے تجارتی کامون مین بہت جلد نہایت قابل
ہوجاتے ہین - کوئی کام ہو اسے اپنے ہاتھ سے اچھی طرح کرسکنا ہی تجارتی علم کا بڑا بھاری
نشان ہے - ہندوستان کے بیوپاریون کے لڑکون کو نہ تو سائنٹفک تعلیم ملتی ہے اور نہ اقتصادی
و تجارتی امور کی تعلیم ہوتی ہے - البتہ نسلاً بعد نسل جو طریقہ تعلیم چلا آتا ہے اسی کے مطابق صرف
برائے نام کچھ تعلیم مل جاتی ہے - عوام مین تو منطق تعلیم کی ہی قدر کی جاتی ہے - بی - اے
اور ایم - اے ہی کو لوگ قدر کی نگاہون سے دیکھتے ہین - لیکن یہ تعلیم نوکری کے سوا اور کچھ کام کی

نہین - ہندوستانیون کو تجارتی اور صنعتی تعلیم کی طرف خاص طور پر توجہ مبذول کرنی چاہیئے - اِس
مین شک نہین کہ اس وقت ملک کو عالم اور تعلیم یافتہ لوگون کی بہت ضرورت ہے لیکن زیادہ ضرورت
تجارتی اور صنعتی تعلیم کی ہے -

اب کچھہ ایسی مثالین دیجاتی ہین - جن سے معلوم ہوسکیگا - کہ امریکہ کے امرا اپنے لڑکون کو کس
طرح عملی تعلیم دیتے ہین - اور امید ہے کہ ان مثالون سے ہندوستان کے امیرون کو کچھہ نہ کچھہ فائدہ
ضرور ہوگا -

(۱) سنہ ۱۹۰۹ء مین گرمی کی چھٹیون مین ایک دیہاتی لکڑی کے کارخانہ مین ایک امیرزادہ مزدوری
کرتا تھا - وہان مجھے وزنی بورے اپنے کندھون پر اُٹھا کر ایک اونچی جگہ پر رکھنے پڑتے تھے - میرے ساتھ
امریکہ کا ایک نوجوان بھی اسی کارخانہ مین مزدوری کرتا تھا - کچھہ دنون تک اکھٹے کام کرنیکے باعث ہم
دونون مین واقفیت ہوگئی تھی - تب معلوم ہوا کہ یہ نوجوان اسی کارخانہ کے مالک کا لڑکا ہے - مین حیران
ہوگیا - آہستہ آہستہ ہم دونون مین دوستی ہوگئی - آخر کارخانہ کے مالک کو یہ معلوم ہوا - کہ مین یونی
ورسٹی کا طالب علم ہون تو وہ بہت خوش ہوا - ایک دن موقعہ پاکر مین نے مالک سے پوچھا - صاحب آپ
جیسے امیر آدمی کا لڑکا میرے ساتھ کارخانہ مین مزدوری کا کام کرتا ہے - یہ کیا بات ہے ؟ آپ اس
سے یہ کام کیون کراتے ہین - مالک نے جواب دیا کہ لڑکے کو جس قدر آرام چاہیئے اتنا دیا گیا ہے -
ہائی اسکول کا امتحان وہ اعلیٰ درجہ مین پاس کر چکا ہے - لیکن اسکول کی پڑھائی سے لڑکے نازک
ہوجاتے ہین اور انہین کاروباری علم حاصل نہین ہوتا - اس لئے ہر سال چھٹیون مین مین اپنے
لڑکے کو کارخانہ کا کام سکھاتا ہون - سخت مزدوری کرتے کرتے اُسے جسمانی تعلیم کے ساتھ ساتھ
کاروباری علم بھی حاصل ہوجائیگا - اب مین اسے انجنیئرنگ کا کام سیکھنے کیلئے کالج بھیجونگا - کالج کی
تعلیم اور کارخانے کے عملی کام مزدوری سے انجنیری تک اُسے بہت فائدہ دین گے اور وقت مناسب
پر اس کو کارخانہ کا حصہ دار ہو جائیگا - کیا ہمارے ہندوستانی امیر اس طریقہ تعلیم کی طرف متوجہ ہونگے ؟

(۲) ایک دفعہ مین شہر کارنوالس مین چولے کارخانے مین کام کرتا تھا - یہان کا کام متذکرہ بالا کارخانے
کے کام سے بھی زیادہ مشکل تھا - یہان بھی میرے ساتھ ایک لڑکا مزدوری کرتا تھا - یہ لڑکا مشقت
پسند ہی اور کاریگری مین مجھسے کہین بڑھکر تھا - یہ بھی اسی کارخانہ کے مالک کا بیٹا تھا - جب مین نے
مالک سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میرا لڑکا ہائی اسکول کا امتحان پاس کر چکا ہے - وہ کالج مین
پڑھنے کی نسبت چولے کا کارخانہ [illegible] زیادہ بہتر سمجھتا ہے - اس لئے وہ کام بہت جلدی اور اچھی

طرح سیکھ رہا ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ منیجر کا کام کرنے لگے گا۔ اگر وہ اس کام میں کامیاب ہوا تو میں مالی امداد کر کے اسے دوسرا کارخانہ کھول دونگا۔ جس سے ہماری دولت دگنی چوگنی ہو جائیگی اور لڑکا آزاد ہو کر کاروبار کریگا۔

(۳) کالج کا امتحان پاس کرنے کے بعد میں نے واشنگٹن کے زراعتی کالج میں دو سال تک بطور ریسرچ کے کام کیا۔ یہاں کام کرنے کے باعث امریکہ کے کئی کسانوں سے میری واقفیت ہو گئی۔ اس کالج میں ایک رئیس کسان (بڑے زمیندار) کا لڑکا پڑھتا تھا۔ اس کے ذریعہ اس کے باپ سے میری جان پہچان ہو گئی۔ ایک دن باپ بیٹے نے مجھے اپنے گاؤں میں مدعو کیا۔ میرے جانے پر تمام اہل دیہہ میرے استقبال کو آئے۔ کھانا کھانے کے بعد ادھر اُدھر کی باتوں کے سلسلہ میں زراعت کے متعلق گفتگو ہوئی۔ کسان نے کہا مجھے افسوس ہے کہ مجھے آپ لوگوں کی طرح زراعت کا سائنٹیفک علم حاصل نہیں۔ لیکن یہ بات میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ میرا بیٹا سب سے اعلیٰ کسان ہوگا۔ وہ اس وقت آپ کے کالج میں فن زراعت کی سائنٹیفک تعلیم حاصل کر رہا ہے اور عام تعلیم میں نے اسے اپنے کھیتوں میں ہی دیدی ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے اپنے کالج کی تعلیم سے بڑا فائدہ اُٹھایا۔ اس نے ہمارے ہاں کئی منفعت بخش اصلاحیں کی ہیں۔ اب ہم کرز در گھوڑوں کی ٹمٹم کے بجائے موٹر پر سوار ہوتے ہیں۔

ہندوستانیوں کے کرنے کے کام

صنعتی کانفرنس گورکھپور کے فاضل میر مجلس کی تقریر کے بعض ضروری مضمون پر ہم اس سے پیشتر تبصرہ کر چکے ہیں۔ ذیل میں چند نہایت ضروری مضمون مثلاً شکر سازی۔ کاغذ سازی شیشہ گری وغیرہ کے متعلق اُن کے خیالات درج کئے جاتے ہیں۔

"بعض حرفتیں ایسی ہیں جو ہماری خاص توجہ کی مستحق ہیں۔ ان میں سے ایک شکر سازی ہے یہ ایک طرفہ تماشہ ہے کہ ہندوستان ایسا ملک اور خصوصاً یہ صوبجات جو نیشکر کی کاشت کا گھر ہیں۔ شکر کے لئے غیر ممالک سے درآمد کے محتاج ہو جائیں۔ حرفت شکر پر جنگ کا بہت زیادہ اثر پڑا ہے۔ اور یہ اثر اس وقت تعجب خیز نہیں رہتا جب یہ تحقیق ہوتا ہے کہ دنیا بھر کی ضرورتوں کی نصف شکر اُن ملکوں میں بنتی ہے۔ جو آج کل ہمارے حریف پیکار ہیں۔ پس اس وقت ہندوستان میں شکر سازی کو فروغ دینے کا یہ بےنظیر موقع ہے۔ ہمیں اس کام کے لیئے نہ صرف بہترین گاؤں کا

استعمال کرنا چاہیئے۔ بلکہ نیشکر بھی عمدہ اور بہتر قسم کا پیدا کرنے کا گر سیکھنا چاہیئے۔ ان صوبجات مین اس وقت کم از کم نیشکر کے دو فارم پوری قوت کے ساتھ کام کر رہے ہین۔ ایک اور ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت صرف نیشکر ہی کی غور و پرداخت کے لئے مقرر ہوئے ہین۔ اور خاص گورکھپور مین نیشکر ایک فارم عنقریب قایم کیا جائیگا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ چھوٹا سا جزیرہ جاوا قریباً ۴۰ لاکھ ایکڑ زمین مین نیشکر بوتا ہے اور ہمارے اس اکیلے صوبہ ہی مین ۱۵ لاکھ ایکڑ رقبہ مین نیشکر بویا جاتا ہے۔ اور باایں ہمہ جاوا کی شکر نے ہندوستان کی شکر کو مات دی ہے تو ہمین بجز آنکھین ملنے کے اور کچھہ نہین سوجھتا۔ اب وقت ہے کہ گورنمنٹ اور رعایا باہم ملکر اس حرفت کو فروغ دینے کی کوشش کرین۔

حرفت کاغذ سازی کا معاملہ کسی قدر مختلف بنیاد پر مبنی ہے۔ ہندوستان مین کاغذ کا کل خرچ ۷۰۰۰۰ ٹن سالانہ ہے۔ اور اس مقدار مین تعلیمی ترقی اور نئی تہذیب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس مقدار مین سے صرف ۲۵۰۰۰ ٹن کاغذ ہندوستان مین بنتا ہے اعلیٰ قسم کا کاغذ خط نویسی۔ بنک اور بل کا کاغذ۔ پارچہ کا کاغذ بہی کھاتہ کا کاغذ۔ روغنی کاغذ۔ ریشے کا کاغذ۔ نقشہ دار۔ لفافے۔ پیکیٹ کا کاغذ وغیرہ وغیرہ تمام اقسام کے کاغذ اور قلم یورپ سے آتے ہین۔ ذیل مین شمار و اعداد دیئے جاتے ہین۔ جن سے معلوم ہو جائیگا کہ سنہ ۱۹۱۲ع مین آسٹریا۔ اور جرمنی سے کس کس قسم کا کتنا کتنا کاغذ آیا تھا۔

نام کاغذ	جرمنی		آسٹریا ہنگری	
	مقدار	قیمت	مقدار	قیمت
	ہنڈرویٹ	پونڈ	ہنڈرویٹ	پونڈ
پیکیٹ بنانے کا کاغذ	۳۰۳۱۷	۱۷۵۵	۱۴۷	۱۳۳
چھپائی کا کاغذ	۹۳۰۸۶	۶۵۴۶۳	۳۹۰۵۱	۱۸۶۱۴
خط نویسی و لفافہ	۰۰۰۰	۲۵۳۷۹	۰	۳۸۴۴۰
دیگر اقسام	۶۶۴۲۲	۵۹۷۰۶	۱۵۰۳۰	۱۶۶۰۳

آب یہ کاغذ اس منڈی مین نہین آتا اور ہماری کوشش یہہ ہونا چاہیئے کہ اگر ہم مقدار بالا تمام تر

نہ سہی تو کم از کم اس کا ایک جزو تو ضرور بنانے لگین۔ آغاز جنگ سے ہندوستانی ملون نے بلاشبہ اس تجارت کے ایک حصہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ان کے راستہ مین ایسی ایسی مشکلات حایل ہین جن کو وہ خود بہ کامیابی رفع نہین کر سکتی تھین۔ مثلاً وہ کیمیائی مرکبات اور رنگون کی کافی مقدار مہیا نہین کر سکین۔ حالانکہ یہ رنگ کاغذ کی صنعت مین لازمی جزو ہین۔ اور ان رنگون کا اس ملک مین بنانا تو خارج از بحث ہے۔ اگر گورنمنٹ ضروری امداد دے تو اس شعبہ کی ترقی کا وسیع میدان موجود ہے۔ ہم اس کی ابتدا اپنے نوجوانون کو غیر ملکون مین اس فن کے سیکھنے کے لئے بھیجنے سے شروع کرنا چاہتے ہین۔ وہ وہان جا کر نہ صرف کاغذ بنانا اور اس کے مختلف اجزاے ترکیبی کا تیار کرنا سیکھین۔ بلکہ یہ بھی سیکھین۔ کہ غیر ملکی کاغذ کو ہندوستان سے کس طرح خارج کر سکتے ہین۔ ہمارے سرمایہ دارون اور متمول لوگون کو ان طلبہ کی تعلیم و تربیت مین مالی امداد کرنا چاہیئے۔ اگر گورنمنٹ ہماری دیسی حرفتون کو مدد دینے کی خواہشمند ہے تو ہمین گورنمنٹ سے فریاد و التجا کرنا چاہیے۔ کہ وہ اپنی آزاد تجارت کی پالسی مین ضروری ترمیمات کرے۔ اب بجای کاغذسازی اور کارخانے بڑہانے کے ضروری یہ ہے کہ ہندوستان مین ان جنگلون کے قریب پلپ (لگدی) کے کارخانے قائم کئے جائین۔ جہان بابُب گھاس اور لکڑی کی لگدی کا مصالحہ وافر دستیاب ہوتا ہے۔ ہمین گورنمنٹ سے یہ بھی درخواست کرنا چاہیئے کہ وہ ماہرین فن کو اس بات کی تحقیقات کرنے کے لئے متعین کرے کہ آیا ہندوستان مین کاغذسازی کے دیگر اجزا بھی کفایت سے بن سکتے ہین یا نہین*

جنگ مین سفید جھنڈی کی اہمیت

ماخوذ از وکیل امرتسر ۱۲ راپریل ۱۹۱۵ء

عوام الناس مین یہ خیال کس قدر غلط پھیلا ہوا ہے کہ دوران جنگ مین اگر طرفین مین سے ایک فریق سفید جھنڈا کھڑا کر دے تو تخاصمین عارضی صلح پر آمادہ ہو جاتے ہین۔ ناظرین کو واضح رہے کہ یورپ کے بین الاقوامی قانون مین علم سفید ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ برطانیہ کے بحری اور بری قوانین مین سفید جھنڈا کھڑا کرنا جبکہ دشمن سامنے ہو جرم قرار دیا گیا ہے۔ اور ایسے مجرم کا نہایت سنگین کورٹ مارشل کیا جاتا ہے۔

عام طور پر سفید جھنڈا بلند کرنا ذلت آمیز شکست سے کم متصور نہین ہوتا۔ اور اس کی سزا

موت سے کم نہین۔ لیکن اگر کسی افسر کے پاس کافی وجوہات ہون کہ کسی خاص قلعہ۔ چوکی۔ جنگی پوزیشن کی محافظت ہر نقطۂ نگاہ سے ناممکن ہوگئی ہے۔ اور اس پر دشمن ملک الموت کی طرح یلغار کرتا آرہا ہے۔ اس حالت مین سفید جھنڈے کو بلند کر دینے مین کوئی جرم نہین سمجھا جاتا۔ لیکن اس قلعہ یا جنگی چھاؤنی کی تسخیر کے بعد افسر کو ثابت کرنا ہوگا کہ سفید جھنڈے کا استعمال انتہائی ضرورت کے وقت ہی کیا گیا تھا۔

جنگ روس و جاپان کے دوران مین جب جاپانی افواج قلعہ پورٹ آرتھر کے نواح مین منڈلا رہی تھین اور قلعہ کا چارج بہادر روسی جرنیل سٹوسل کے ہاتھ مین تھا۔ اس وقت سفید جھنڈے کا استعمال کیا گیا تھا۔ علم بلند کرنے کے ساتھ ہی جرنیل سٹوسل نے مع محصورین کے ہتھیار ڈال دیئے۔ جب تسخیر قلعہ کے بعد اس اصلیت کا انکشاف ہوا کہ قلعہ مین ابھی تین چار ماہ کے لئے سامان رسد و آلات حرب موجود تھے تو جرنیل سٹوسل کا کورٹ مارشل کیا گیا اور وہ اسی سزا مین مرگیا۔ وہ سائبیریا کی کانون مین قلیون کا کام کرتا رہا۔

جب جھنڈا بلند کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہین کہ ایک فریق اپنے فریق مخالف سے پوچھنا چاہتا ہے کہ کیا تم ہمارا پیغام موصول کرنے کے لئے رضامند ہو۔ یہ ضروری نہین سفید جھنڈا دیکھتے ہی فریق مخالف اپنی نقل و حرکت بند کر دے۔ لیکن سفید جھنڈا بلند کرنے والی جماعت کے لئے لازمی ہے کہ وہ متحرک توپخانہ کو ساکن کر دے اور تمام سپاہی جواب آنے تک اپنے ہتھیارون کو سرنگون رکھین۔ ورنہ جھنڈا بلند کرنے کا کچھ اثر نہوگا۔ سنہ ۱۹۰۴ عیسوی مین معرکہ پورٹ آرتھر کے دوران مین جب ایک قلعہ سے سفید جھنڈا نمودار ہوا تو بھی جاپانی جرنیل بیرن نوگی نے گولہ باری کو جاری رکھا اور جب تک ایک مستحکم پوزیشن پر نہین جا پہنچا۔ اس نے فریق مخالف کو کوئی جواب نہین دیا۔ اگر طرفین کو اپنے اپنے مجروح سپاہی اٹھانے منظور ہون اس وقت بھی جھنڈا ہر دو فریق کی طرف سے نمودار کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ایسے حالات مین جو فریقین کی کارزاری نقل و حرکت مین مخل ہون۔ مثلاً شدید سردی مسلسل برف باری یا خوفناک طوفان وغیرہ۔ اس وقت بھی اس جھنڈے کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اور جب تک حالات معمولی روش پر نہ آجائین۔ دونون طرف سے سفید جھنڈا لہراتا رہتا ہے۔

اس کے بعد پھر متخاصمین مصروف پیکار ہو جاتے ہین۔

کیا مساجد کی زینت ایثار کے منافی ہے؟

لا واللہ

ماخوذ از علی گڈھ انسٹیٹوٹ گزٹ ۱۲ اپریل ۱۹۱۵ء

آج کل علیگڈھ کالج کی مسجد پر بعض اطراف سے اعتراضات ہونے شروع ہوئے ہین اس کے بیرونی دالان کے دروازون پر جو کوارٹین چڑھانے کی تجویز ہے۔ اس کو خلاف شرع بتلایا جاتا ہے (جسکی نسبت اسی اشاعت مین دوسری جگہ کسی قدر زیادہ تفصیل سے لکھا گیا ہی) اس سے بھی بڑھکر کچھ حضرات ایسے بھی ہین۔ جن کا خیال ہے کہ کالج کے اندر ایسی عمارتون کے ہونے سے جیسے کہ اُس کے اکثر بورڈنگ ہوس وغیرہ ہین۔ اور یا جیسی کہ اب اس کی مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ مسلمانون کی نوخیز نسلون مین ایثار کا مادہ پیدا نہین ہو سکتا۔ مگر یہہ ایک ایسا دعوی ہے۔ جسکو نہ درایت تسلیم کرتی ہے۔ نہ روایت اس کی موید ہے۔

تمام اقوام کی قدیم وجدید تاریخ کی سیر کر جائیے۔ مسلمانون اور صرف مسلمانون کی ایک واحد مثال ایسی ملے گی۔ جن کی حقیقی ترقی کی بنیاد مذہب کی مستحکم چٹان پر قائم ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مسلمان نہ صرف بہت سے علوم کو زندہ کرنے اور زندہ رکھنے والے ہین۔ بلکہ وہ متعدد مستقل علوم کے موجد ہین۔ مگر ابتدا مین یہ ساری کدوکاوش محض اس لیئے تھی کہ اُن کو قرآن پاک کا صحیح علم حاصل ہو سکے۔ جو اسلام کی بنیاد اول ہے۔ علی ہذا انہون نے نہ صرف وہ عمارتین بنائین۔ جو آج تک سیاحان عالم کو محو حیرت کیئے ہوئے ہین بلکہ انہون نے ایک ایسے طرز تعمیر کی بنیاد ڈالی۔ جو بعد کی تعمیرون کے لیئے ایک نمونہ قرار پائی۔ ساتھ یہہ بتانے کی غالباً ضرورت نہین ہے۔ کہ اس طرز تعمیر کی خشت اول جہان نصب کی گئی تھی وہ مسجد تھی۔

اگرچہ مسلمانون کا خدا ایسا بے نیاز ہے کہ اسے اپنی مخلوق کی عبادت کی مطلق [illegible] نہین ہے۔ اگرچہ اُس کی نظر اس قدر تیز ہے کہ وہ تاریک سے تاریک تہخانون کا حال بھی معلوم کر سکتا ہے اگرچہ وہ خود اس قدر منزہ اور پاک ہے کہ عبادت گاہون کی رونق وصفائی اس کی ان صفات کے اندر ایک ذرہ بے مقدار کے برابر بھی فرق نہین ڈال سکتی۔ اگرچہ وہ اس قدر قوی ہے کہ مخلوق کا کوئی بڑے سے بڑا اجتماع بھی اس کو مرعوب نہین کر سکتا۔ تاہم

اس غنی اور بصیر و خبیر اور منزہ اور قوی و قدیر خدا نے انسان کو اس فطرت کا نہایت شدت کے ساتھ پابند کر دیا ہے۔ جو خود اسی کی بنائی ہوئی ہے۔ "فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ۔ ذلک الدین القیم"

اور فطرۃ انسانی کا عین مقتضا یہ ہے کہ اس خالق فطرۃ کی عبادت کی جاے۔ اور خلوت و جلوت مین کی جاے۔ اور ایک خاص شان و عظمت کے مکان مین کی جاے۔ اور وحدت و کثرت کے ساتھ کی جاے۔ اور بلا شبہ یہ جملہ مقتضیات ایسے ہین۔ جن پر خود انسان کی صلاح و فلاح کا مدار ہے "من عمل صالحاً فلنفسہ و من اساء فعلیہا۔ و ما ربک بظلام للعبید"

یہہ موقع اس فلسفہ پر بحث کرنے کا نہین ہے کہ کیون فطرت انسانی ایسی واقع ہوئی ہے۔ ہان یہ راز ضرور غور طلب ہے کہ انسانی فطرۃ اور نظام اسلام کے مابین خالق علام ذو الجلال و الاکرام نے کس قدر تطابق رکھا ہے "تبارک اللہ احسن الخالقین"

مسلمانون نے صفحہ ہستی پر عمارتون کی شکل مین اپنے جو نشانات چھوڑے ہین۔ اُن مین اکثر حصہ مساجد و مقابر کا ہے۔ اور یہہ واقعہ ہے کہ مسلمانون کے اسلاف جیسے مقابر مین دفن ہین۔ آج اُن کے اخلاف کو ویسی عمارتین زندگی بسر کرنے کے لئے بھی نصیب نہین ہین۔ پس کیا وہ نسل لایق تقلید نہین ہے۔ جس کا جینا اور جس کا مرنا دونون اس قدر شان دار تھے۔ ع

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ آثار پدید ست صنادید عجم را

اگر یہہ واقعہ ہے کہ اسلام تمام اخلاق فاضلہ کا بہترین مجموعہ ہے۔ اور آنحضرت صلعم اور اُن کے متبعین اُن اخلاق کا کامل ترین نمونہ تھے۔ تو اس کا منطقی نتیجہ یہہ ہوگا کہ اُن بزرگون کی تقلید اُن اخلاق کی اعلیٰ درجہ کی پیروی ہے۔ بس اس اصول کے مطابق ہمین دیکھنا چاہیئے کہ مساجد کی تزئین کے متعلق اُن کا کیا طریق عمل تھا۔ اور اگر یہہ ثابت ہو جائے کہ تزئین مساجد کے باوجود اُن سے زیادہ ایثار کی مثال کوئی قوم پیش نہین کر سکتی۔ تو ہمکو موجودہ فقدان ایثار کی تلافی کے لئے مفروضہ اسباب کے علاوہ دیگر اسباب کی تلاش کرنی پڑے گی۔

جن مقدس ہاتھون نے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی تھی۔ اُن کے ایثار کا نمونہ ذیل کا واقعہ ہے

عن خباب بن الارت قال ہاجرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبتغی وجہ اللہ تعالیٰ فوقع اجرنا علی اللہ فمنا من مضی لم یاکل من اجرہ شیئاً منہم مصعب بن عمیر قتل یوم احد فلم یوجد ما یکفن فیہ

الاخرۃ فکلنا واغطینا راسہ خرجت رجلاہ واذا غطینا رجلیہ خرج راسہ فقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غطوا بھا راسہ واجعلوا علی رجلیہ من الاذخر ومنامن اینعت لہ ثمرتہ فھو یھد بھا حضرت خباب ابن ارت رض فرماتے ہین کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت محض خدا کے لئے کی تھی۔ جس کا اجر خدا نے ہمین دیدیا۔ مگر ہم مین بعض ایسے بھی تھے جو اس دنیا مین کوئی اجر پائے بغیر ہی چل بسے۔ ازان جملہ ایک مصعب ابن عمیر تھے۔ جو غزوہ احد کے روز اس حالت مین قتل ہوئے کہ کفن کے لئے کپڑا بھی نہ تھا۔ آخر ایک چادر ملی سو وہ بھی ایسی کہ اگر پاؤن ڈھکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا اور سر ڈھکتے تھے تو پاؤن کھل جاتے تھے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سر اس چادر سے ڈھک کر پاؤن پر اذخر گھاس ڈالدی گئی۔ اور پھر ہم ہی مین وہ لوگ بھی ہوئے کہ اُن کے پھل پکے جن سے وہ شیرین کام ہوئے۔

یہہ ایسی مثال ہے جسکے ہوتے ہوئے ہمین چیونٹی کے پاس اس غرض سے جانے کی احتیاج نہین ہے کہ اُس سے اُس ایثار کا سبق حاصل کرین۔ جو خلاللجنس کے لئے چیونٹی کو از روئے فطرت مجبور کرتا ہے۔

مسلمانون کی اسی ایثار والی نسل باقی تھی اور مساجد اپنی رونق وشان کے اعتبار سے وہ ترقی حاصل کر رہی تھین کہ حضرت مولا علی علیہ السلام نے ایک بار فرمایا تھا کہ خدا عمرؓ کی قبر مین روشنی کرے۔ جسنے ہماری مساجد مین روشنی کی،،۔

کوئی شبہ نہین ہے۔ اور معترض اصحاب اس پر بجائے خود غور کرین) کہ افراد اور اقوام کو روزانہ زندگی مین اپنی حیثیت کو قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ پس اسی قبیل سے معابد ہین کہ اگر ان کو شایان شان نہ بنایا جائے تو نہ اُس مذہب کی قرار واقعی عظمت خود اس کے پیرون ودلون مین جاگزین ہو سکتی ہے۔ اور نہ اُس کی وقعت دوسرون کی نظر مین ہو سکتی ہے۔ اور اس کا جو نقصان ہو سکتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہین ہے۔ اس اصول کو پیش نظر رکھنا عین فطرۃ اور عین قانون قدرت ہے۔ اور دنیا مین صرف وہی افراد یا اقوام فائز المرام ہوتی ہین۔ جو فطرۃ اور قانون قدرت کی کماحقہ رعایت کرتی ہین۔ چنانچہ تاریخ اسلام کا مندرجہ ذیل واقعہ (منجملہ بہت سے دیگر واقعات کے) ثابت کرتا ہے کہ مسلمانون نے بھی اس اصول کے تتبع مین کبھی ایک لمحہ کے لئے تساہل نہین کیا تھا۔ مشہور محدث حضرت ابو داؤد عکرمہ کی روایت سے حضرت ابن عباس (رض) کا قول نقل کرتے ہین:۔

كان الناس مجهودين يلبسون الصوف ويعملون على ظهورهم وكان مسجدهم ضيقا مقارب السقف انما هو عريش فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم في يوم حار وعرق الناس في ذلك الصوف حتى ثارت منهم رياح اذى بذلك بعضهم بعضا فلما وجد رسول الله صلى الله عليه وسلم تلك الرياح قال يا ايها الناس اذا كان هذا اليوم فاغتسلوا وليمس احدكم افضل ما يجد من دهنه وطيبه ثم جاء الله بالخير لبسوا غير الصوف وكفوا العمل ووسع مسجدهم وذهب بعض الذي كان يؤذي بعضهم بعضا من العرق

(مسلمانوں میں بعض لوگ ایسے تھے جو مشقت پیشہ تھے - موٹا کپڑا پہنتے اور بوجھے لادتے تھے - ان کی مسجد بھی تنگ اور نیچی تھی اور سوائے چھپر کے اور کچھ نہ تھا - گرمی کے موسم میں ایک روز حضور اقدس صلعم وہاں تشریف لے گئے - جب لوگوں کو پسینہ آیا تو اس کی بدبو سے ایک دوسرے کو سخت اذیت ہوئی - اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج (جمعہ) کے روز نہا کر جو خوشبو میسر آئے وہ مل لیا کرو - (اس عمل کے بعد کی حالت ملاحظہ ہو کہ) اس کے بعد خدا نے ان کو اتنا مالدار کر دیا کہ وہ باریک کپڑے پہننے لگے - اور اپنے ہاتھ کام کرنا بھی چھوڑ دیا - اور (یہ بھی کیا کہ) اپنی مسجد کو فراخ کر لیا اور ان کے پسینہ کی اذیت وہ بدبو بھی جاتی رہی -

ہمارے جو دوست تزئین مساجد کو ایثار کے منافی قرار دیتے ہیں وہ درحقیقت عور شاید اور ایثار و رہبانیت کے درمیان فرق نہیں کرتے - بلاشبہ اسلام کے بہت سے اصول اور (درحقیقت خود حکمت کے بہت سے اصول) ایک دوسرے کے صریح متضاد و متغایر نظر آتے ہیں - ایک طرف نخوت وغرور سے بچنے کا حکم ہوتا ہے اور اسی مقابلہ میں کبھی تکبر و تبختر کی سخت تاکید ہوتی ہے اور اس کو شعار اسلام میں داخل کیا جاتا ہے - علی ہذا القیاس کبھی ایک جماعت کی صفت میں وارد ہوتا ہے کہ "یوثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ" (یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جو تنگی کے وقتوں میں بھی دوسروں کی ضروریات کو مقدم رکھتے ہیں - مگر ایک گروہ ہے کہ اُسے ہدایت ہوتی ہے کہ "علیکم انفسکم" (پہلے اپنی خیر لو -) لیکن اصل یہ ہے کہ خدا نے اسلام کو ایک درمیانی مذہب بنایا اور مسلمانوں کو "امت وسطا" اور "امت مقتصدہ" بنایا ہے - اور وہ احکام جن کو ظاہر متضاد و متغایر سمجھا جا سکتا ہے وہ فی الحقیقت مختلف موقع کے مناسب حال ہوتے ہیں - اور موقع و محل کو سمجھنا اور اس کے مطابق کاربند ہونا یہی وہ قوت ایمانیہ ہے - جسکو "فراست" قرار دیا گیا ہے - اور جسکی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ "اتقوا فراسۃ المومن" (مرد مومن کی کامن سنس سے ڈرتے رہو) اسی پر قیاس کرنا چاہیئے - ایک فعل گو کہ ایک شکل میں اگرچہ ایثار اور اتفق ہے تو اس کے خلاف

دوسری صورت مین وہی فعل بذر و اسراف ہے۔

اس کے بعد ایک اور سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر مساجد کی تزئین ایثار کے منافی نہین ہے۔ تو دوسرے لفظون مین اس کے معنی یہ ہین۔ کہ آج کل بھی مسلمانون کے قلبون مین بہت کچھ دین کی محبت اور اس کا احترام باقی ہے۔ مگر یہ کیا وجہ ہے کہ اُن کے اخلاق ردی ہین اور وہ اس درجہ پر نہین ہین۔ جیسے اُن کے قرون اولیٰ کے اسلاف تھے؟۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو چیز انسانون کی تباہی کا موجب ہوتی ہے وہ خدا سے غفلت اور اس کے احکام سے نفرت ہوتی ہے۔ حدیث شریف مین وارد ہے کہ ایک روز حضرت مصعب ابن عمیر ایک قیمتی چادر اوڑھے ہوئے دربار رسالت مین حاضر ہوئے۔ جسکو دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا:۔

کیف بکم اذا غدا احدکم فی حلۃ و راح فی حلۃ و وضعت بین یدیہ صحفۃ و رفعت اُخری و سترتم بیوتکم کما تستر الکعبۃ فقالوا یا رسول اللہ نحن یومئذ خیر منا الیوم نتفرغ العبادۃ و نکفی المونۃ۔ قال لا انتم الیوم خیر منکم یومئذ ،، (تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جب تم صبح وشام کپڑے بدلوگے۔ تمہارے دسترخوانون پر پے درپے کھانے چنے جاوینگے۔ تمہارے گھر دن بہ دن کعبہ کے پردون کی مانند ہونگے۔ لوگون نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت ہماری حالت آج سے بہتر ہوگی۔ ہم اطمینان سے عبادت کرسکینگے اور بال بچون کے خرچ کی طرف سے ہمین بیفکری ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہین اُس روز سے آج تم اچھے ہو۔ کیونکہ اس وقت تنعم و تمول کی وجہ سے لوگ خدا کو بھول جاوینگے) لہذا خلاصہ اصل اصول خدا کو اور اس کے احکام کو بھول جانا یا خدا کو اور اس کے احکام کو یاد رکھنا ہے نہ کہ زیب و زینت یا دیگر ضروریات پر صرف نہ کرنا یا کرنا ؎

چیست دنیا؟ از خدا غافل بودن   نہ قماش و نقرہ و فرزند و زن

لہذا اصلی سبب جو ہماری پستی کا ہے (جس سبب کو ہمارے دوست فقدان ایثار سے تعبیر کرتے ہین) وہ مساجد یا عمارات کی رفعت و زینت نہین ہے۔ بلکہ مساجد کو تعمیر کرنا۔ اُن کو نقش و نگار اور مختلف الوان و سامان سے آراستہ کرنا اور پھر اُن کو غیر آباد رکھنا ہے۔ اور بارفیع البنیان مکانون مین بیٹھکر خدا کو بھول جانا۔ چنانچہ ہمارے اس بیان کی تائید خود مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان سے ہوتی ہے۔ جو یہ ہے:۔

"پیرشک ان یاتی علی الناس زمان لایبقیٰ من الاسلام الا اسمہ ولا یبقیٰ من القرآن الا رسمہ مساجدہم عامرة وہی خراب من الہدیٰ علماءہم شر من تحت ادیم السماء من عندہم تخرج الفتنة وفیہم تعود۔" (شاید لوگون پر ایسا بھی زمانہ آجاسے کہ اسلام کا صرف نام ہی نام باقی رہ جائے اور قرآن صرف کاغذ پر لکھا رہ جاسے۔ مسجدین مرتفع اور شاندار ہونے کے باوجود ویران ہون۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے کی ساری مخلوق سے برے ہون انہین سے فتنے برپا ہون اور انہین پر لوٹ کر پڑین) ہمارے دوست اگر اپنے سکون قلب اور فرصت کے گھنٹون مین غور کرین گے تو یقین ہے کہ ضرور اسی نتیجہ پر پہنچین گے کہ اسلاف اور اخلاف کے مابین فرق فارق جو ہے وہ دراصل مساجد کو تعمیر کرکے غیر آباد رکھنا ہے۔ اور اسی پر دیگر احکام اسلام کو قیاس کرلینا چاہیئے۔ ورنہ رہبانیت کجا اسلام تو سرنگونی اور مردہ دلی تک کو جگہ دینے سے انکار کرتا ہے۔ حضرت عمر (رض) نے ایک شخص کو سر جھکائے ہوئے دیکھکر فرمایا تھا کہ:-

"ارفع راسک فان الاسلام لیس بمریض" (سر اونچا رکھو۔ کیونکہ اسلام مریض نہین ہے)

ایک اور شخص کو مردہ اور پژمردہ صورت بنائے ہوئے دیکھکر فرمایا:-

"لاتمت علینا دیننا۔ اماتک اللہ" (خدا تجھی کو موت دے۔ ہمارے دین کو ہمارے لئے مردہ نہ بنا)

حضرت عایشہ (رض) نے ایک بار ایک شخص کو دیکھا کہ مارے خوف کے قریب المرگ ہوگیا ہے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ماشاء اللہ آپ قاری ہین۔ اور خشیت الٰہی نے آپ کو اس حال کو پہنچا رکھا ہے۔ ام المومنین نے یہ سنکر فرمایا کہ:-

"کان عمر سید القراء وکان اذا مشا اسرع واذا قال اسمع واذا ضرب اوجع" (حضرت عمر تو قاریون کے سردار تھے۔ مگر اُن کی یہ کیفیت تھی کہ جس وقت چلتے تھے تو مستعدی اور تیزی سے چلتے تھے۔ بات کہتے تھے تو اس طرح کہ دوسرا سن سکے۔ اور جب سزا دیتے تو ایسی کہ مجرم کو ذرا تکلیف بھی ہو۔

وہ ثواب جو اسلام سے قبل کی اقوام ترک دنیا کے ذریعہ سے حاصل کرنے کی متمنی رہتی تھین اس کا نعم البدل اسلام نے صرف تھوڑی سی دیر کی تکلیف سے کردیا۔ چنانچہ ایک بار بعض اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ترہب یعنی مشاغل دنیا کے ترک کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا۔ "ان ترہب امتی الجلوس فی المساجد انتظار الصلوة" (میری امت کی رہبانیت بس

اسی قدر کافی ہے کہ وہ دنیا کے کام و ہندسے چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لیے مسجد مین نماز کے انتظار مین بیٹھ جایا کرین)

اگر معترضین انصاف کو کام فرمائین تو ہم سمجھتے ہین کہ مندرجہ بالا سطور مین ہم جو کچھ کہہ چکے ہین - وہ کافی ہے - اور اگر صرف اعتراض ہی مقصود ہے تو ؎

قیل ان الالہ ذو ولداً — قیل ان الرسول قد کہنا

ما نجی اللہ والرسول معاً — من لسان الوریٰ فکیف انا

چند قدیم یہودی زباندان

ماخوذ علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۲۸ اپریل ۱۹۱۵ء

(نوشتہ پروفیسر ایچ - ایم لیون - ایم - اے - پی - ایچ - ڈی - ایل - ایل - ڈی - ایف - ایس - بی - جنرل سیکرٹری انٹرنیشنل سوسائیٹی - آف فائلالوجی)

اس وقت جبکہ فلسطین مین یہودی اپنی ایک جدا یونیورسٹی قایم کرنے کی کوشش کر رہے ہین غالباً بیموقع نہوگا - اگر بنی اسرائیل کی گزشتہ تاریخ سے اُن کے چند علما کے حالات نقل کئے جائین جنہون نے میدان علم مین کارہائے نمایان کرکے اپنی قوم کی شہرت و عظمت مین مزید اضافہ کیا - مین نے مشہور یونانی فلاسفر افلاطون کی تقلید مین بجائے عالم کے "زبان دان" کا لفظ استعمال کیا ہے - جس سے افلاطون کی مراد اُس فرد سے ہوئی ہے - جسکو ادب - معانی - عروض - تاریخ طبعیات وغیرہ وغیرہ ادب و علم کے مختلف شاخون سے شغف یا مناسبت ہو -

چونکہ مجوزہ یہودی یونیورسٹی اسلامی قلمرو مین قائم ہونے والی ہے - اس لیے مین مناسب سمجھتا ہون کہ قدیم یہودی زبان دانون کے حالات کو صرف انہین علماء تک محدود رکھون جنہون نے اسلامی فرمانروا‌ؤن کی سرپرستی مین ترقی و شہرت حاصل کی -

تاریخ بتاتی ہے کہ بنی اسرائیل تقریباً علی العموم بہ نسبت عیسویت کے اسلام کے ماتحت زیادہ آزاد رہے ہین - اس بحث پر پروفیسر ایچ گریز نے اپنی غیر فانی تصنیف تاریخ بنی اسرائیل کی جلد سوم باب چہارم مین بیان کیا ہے - کہ قرون اولیٰ کے مسلمانون نے اُن کے ساتھ دوستون اور حلیفون کا برتاؤ کیا تھا - اور دشمنی کی حالت مین بھی اُن کے ساتھ دلچسپی رکھی تھی - یہی وجہ تھی کہ ایشیا و مصر کے یہودیون نے مسلمانون کو بمقابلہ عیسائیون کے نجات دہندہ سمجھا اور مشہور اسرائیلی

منبروش جو یہودیون مین ولی سمجھا جاتا ہے اس کے ملفوظات مین اسلام کے عروج کی پیشینگوئی درج ہے - اس سے ایک دعا بھی منقول ہے۔ جسکے الفاظ یہ ہین۔ "اے خدا کیا ظالم بنی اسرائیل (رومیون کی عیسائی سلطنت سے مراد ہے) کے ماتحت ہم پر کافی مصیبت نہین آئی ہے - پس اسے خدا ہمارے لئے بنی اسمٰعیل کی حکومت بھیج - اس دعا کے جواب مین فرشتہ میططروس جو یہودیون کے نزدیک ملائکہ مقربین مین سے ہے کہتا ہے - اے فرزند آدم خوف نہ کر خدا صرف بنی اسمٰعیل کی حکومت قایم کرے گا - تاکہ وہ تمہین ظالم بنی اسرائیل کے پنجہ سے نجات دے - وہ اُن مین سے ایک پیغمبر پیدا کرے گا۔ جو اُن کے لئے فتح کرے گا۔" غرض مسلمانون کے عروج کے وقت یہودیون کے اس قسم کے خیالات تھے۔

بہت سے قدیم خلفاے اسلام علم کی بیحد قدر کرتے تھے - اور وہ علما کو بھی اتنی ہی فیاضی سے انعام و اکرام عطا کرتے تھے جتنا کہ اپنے سپاہیون کو - اور اس طرح اپنے پیغمبر کے اس ارشاد کی عملی تعظیم کرتے تھے - کہ "علما کی سیاہی خون شہدا سے بہتر ہے"

جو بنی اسرائیل اسلامی ممالک مین کاروبار یا پیشون - یا دوسری ضرورتون کی وجہ سے مقیم تھے - انہون نے عربی کو اپنی مادری زبان بنا لیا - ایک مصنف لکھتا ہے - عربون کو اپنی زبان کے ساتھ جو غیر معمولی الفت و دلدادگی تھی وہ محتاج بیان نہین ہے - مگر اپنی تنزل کی چند صدیون کے اندر یہودی زبان کی صفائی و سلاست کو یک قلم خیرباد کہہ چکے تھے - اُن کا کلام بہت نامکمل اور غیر مربوط ہوتا تھا - لغت کے اعتبار سے بھی اُن کی زبان عبرانی - کالدانی اور یونانی زبانون کا خلط مبحث تھا - اس لئے ظاہر ہے کہ اس قوم کے اندر بجاے خود کسی علم کے پیدا کرنے اور برقرار رکھنے کی قابلیت نہ تھی - لیکن یہ عربون ہی کا طفیل تھا کہ وہ علم و فضل مین عیسائیون کی صف سے نکلکر خود مسلمانون کے دوش بدوش چلنے لگے - اور عربون کے قبضہ فلسطین و ایران کو پچاس سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بصرہ کے ایک یہودی طبیب نے طب کی ایک کتاب شامی زبان سے عربی مین ترجمہ کی اور اس کے بعد سے یہودی (نیز شامی عیسائی) مثل اُن چھوٹے چھوٹے چشمون کے بن گئے - جو مختلف وادیون سے پانی لاتے اور اس کو ایک جگہ جمع کر کے بحر ذخار بناتے ہین -

اسی کے ساتھ ساتھ یہودیون نے اپنا ایک قومی لٹریچر بھی عبرانی زبان مین پیدا کر لیا جس کی شاعری کا جزو اعظم خدا کی توحید کے راگ اور بنی اسرائیل کی فلاکت و ذلت کے مرثیے تھے[۵۱]

۵۱ اگر عیسائی دنیا نے یہودیون پر زیادتی کی تو یہودیون کی اُس گستاخی کی سزا ہوگی جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ کرتے تھے - اڈیٹر افادہ -

چونکہ ان دونون یہودیون کو سوائے عبادت کے چندان اور کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ اور سوائے اپنی
ہم قومون اور اہل مذہب کے اور کوئی اُن کا مخاطب نہ تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر انکی شاعری
مناجاتون اور مرثیون تک محدود ہوتی تھی۔ اس دور کے شاعرون مین حثیم نامی یہودی شاعر
خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس شاعر کے زمانہ اور قومیت کا ٹھیک ٹھیک پتہ چلنا تو دشوار ہے
البتہ اس کی شاعری کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سے عبرانی شاعری کے قالب مین
ایک نئی روح پھونکی تھی۔ اس کی سب سے مشہور نظم ایک قصہ کی شکل مین ہے۔ جس مین
یہودیون کی گزشتہ عظمت۔ موجودہ پستی اور آیندہ کے توقعات کا بیان ہے۔ ایک اور
شاعر سمن بن کیف ہے۔ رفتہ رفتہ عبرانی شاعری پر عربی شاعری کا رنگ چڑھتا گیا یہان
تک کہ اس مین بھی مثل عربی شاعری کے بحر کا لحاظ ہونے لگا۔ اور جہان تک معلوم ہے۔ اسحٰق
فلسطینی پہلا عبرانی شاعر ہے۔ جسنے عربی کی بحرون کو عبرانی شاعری مین اول اول رواج دیا۔
مگر اس کے اشعار سکتون کی بھرمار کی وجہ سے کانون کو نہایت ناگوار معلوم ہوتے ہین۔ فارسی
وترکی شعراء کے تتبع مین اس نے اپنی نظمون مین اپنا تخلص بھی درج کیا ہے۔ اسحٰق کا جانشین
اور متبع العذر نامی شاعر ہے۔ مگر اپنے استاد کی طرح اس کی شاعری مین بھی نقائص ہین
اور دوسو مین سے چند ہی نظمین اس کی ایسی ہین۔ جو کوئی شاعرانہ اہمیت رکھتی ہین۔ اسمین
تہوارون کے لئے کئی نہایت مقبول مناجاتین لکھی ہین۔ اس کے بعد عقبہ نامی شاعر ہوا جسکو
عربی شاعری مین بھی درک وافی حاصل تھا۔ المقتدر خلیفہ بغداد کے دربار مین اس کو بڑا رسوخ
حاصل تھا۔ مگر اپنے ایک ہمعصر کی رقابت اور دراندازیون کی وجہ سے اُسے اپنے عہدہ سے
علیحدہ اور دارالخلافہ سے جلاوطن ہونا پڑا۔ مگر بالآخر اس کی ایک نظم سے خوش ہوکر خلیفہ نے
اسے بحال کردیا۔

اسلامی ماحول سے متاثر ہوکر یہودیون نے شاعری ہی مین اپنا نام روشن نہین کیا۔ بلکہ فلسفہ
اور دیگر علوم کے دلکش اور وسیع ابواب بھی اُن کے لئے کشادہ ہوگئے تھے اور خصوصاً عباسی
خلفائے بغداد اور خلفائے اندلس کے عہد مین وہ آسمان علم کے روشن ستارے بنکر
چمکے۔ جس زمانہ مین بغداد اور قیروان اور مرو علم کے مرکز بن رہے تھے۔ یہودیون کا فضل وکمال
بھی پورا اوج وعروج پر تھا۔ تاریخ اسلام کے صفحات کثیر التعداد یہودی علما کے نامون سے مزین
ہین۔ پروفیسر جے۔ کے ہوسما اپنی دلچسپ کتاب داستان یہودیان مین لکھتے ہین۔ تہذیب اُن

لوگون کی (یہودیون کی) کس قدر ممنون ہے - جنکو عیسائیون نے اس قدر ظلمون کے ساتھ ملک بدر کیا تھا - وہ اگرچہ ایک تجارت پیشہ قوم تھے مگر نہ بالکل ہے - ایک زمانہ مین اُن کے اندر علم و فضل درجہ کمال موجود تھا اور یہ انھین کا طفیل تھا - کہ کثیر التعداد علمی کتابین یونانی سے ترجمہ ہوکر عربی زبان مین آئین اور عربی سے یورپ کی زبانون مین منتقل ہوکر وہان تو خیر یونیورسٹیون کے نصاب تعلیم مین داخل ہوئین - انھین کے وسیلہ سے یونانی علم طب زندہ ہوا اور اس طرح بہت سے دوسرے علوم و فنون کی ترقی و ترویج کا باعث بنا - تراجم اور تالیفات اور کتابت کی خدمت علی العموم اُن کے ہاتھ مین ہوتی تھی - مونٹ پلیر (فرانس) مگر نو (اٹلی) اور سنیرل (اسپین) کے کالج اُن لوگون اور اُن کی علمی تحقیقاتون سے معمور تھے - ایک خاص امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ یہ یہودی علما بخلاف اپنے دوسرے ہم مذہبون کے اوہام پرستی سے بالکل بری ہوتے تھے -

علم طب مین خصوصاً یہودیون نے ید طولیٰ حاصل کیا تھا - خلیفہ ہارون رشید عادل (۷۶۶ - ۸۰۹) کا مشہور درباری طبیب جبرئیل یہودی المذہب تھا - یہ واقعہ تاریخ کے ہر طالب علم کے علم مین ہوگا کہ اسحاق یہودی اس سفارت مین شامل تھا - جو خلافت بغداد سے شارلی مین (شاہ فرانس) کے پاس گئی تھی - اور درحقیقت اُس زمانہ مین مسلمان ہارون رشید اور عیسائی شارلی مین (جو مشرق و مغرب کے اس وقت زبردست فرمان روا تھے) اُن مین باہم نامہ و پیام کے معزز و ممتاز عہدہ پر ایک یہودی المذہب شخص کا تقرر ہونا (جسکی قوم اور جس کے مذہب کی عیسائیون کے نزدیک ایک پرکاہ کی برابر بھی وقعت نہ تھی) ایک عجوبہ روزگار واقعہ تھا - اور شاید اس تقرر مین یہی نکتہ مضمر ہو کہ جس فرمان روا کے عدل و انصاف کا درجہ اس قدر بلند ہو - اس کی ہمسری کا دعویٰ کوئی آسان کام نہین ہے -

اس کے بعد شارلیمین کی خاص درخواست پر ہارون رشید نے ایک بابلی یہودی ماشر نامی کو فرانس بھیجا - جو وہان کی ایک مشہور علم دوست نسل کا مورث اعلیٰ ہوا - غالباً اسی کا اثر تھا - کہ چارلس اول شاہ فرانس کا درباری طبیب حذقیہ اور اس کا معتبر مشیر یہودا یہودی مذہب تھے - حذقیہ کی حذاقت کا یہ عالم تھا کہ اس کے علاجون کو سحر و کہانت کا نتیجہ قرار دیا جاتا تھا -

سہل ربانی باشندہ طبرستان (۸۰۰ - ۸۷۰) نہ صرف ایک مشہور طبیب تھا - بلکہ بہت بڑا ریاضی دان بھی تھا - اُس نے بطلیموس (مشہور یونانی فلک دان) کی کتاب مجسطی کا ترجمہ عربی مین کیا - اور سب سے پہلے انعکاس النور کا نظریہ قایم کیا - اُس کا بیٹا ابو سہل علی اُن

لوگون مین ہے جنہون نے علم طب کو بیش قرار ترقی دی رضی اور ایک مشہور مسلمان طبیب کا استاد بھی ہے۔ ایک اور نامی یہودی عالم اسحاق بن سلیمان اسرائیلی (۸۴۵ء-۹۴۰ء) تہا۔ جو طبیب فلاسفر اور مشہور عبرانی دان تہا۔ وہ مصر مین پیدا ہوا تہا اور تقریباً ۹۰۴ء مین قیروان کے دربار مین طلب کیا گیا۔ جب خاندان بنی فاطمہ کے بانی عبید اللہ نے (جس کی مان کو یہودی المذہب بتایا جاتا ہے) افریقہ مین ایک وسیع سلطنت کی بنیاد ڈالی تو اس وقت اسرائیلی کی شہرت نصف النہار پر پہونچی ہوئی تہی اور اُس کے شاگردون کا حلقہ نہایت وسیع تہا۔ بقول گریز اس نے خلیفہ عبید اللہ کی درخواست پر طب کی آٹھ کتابین تصنیف کین۔ جن مین رسالہ حیات اپنی قسم کا بہترین ہے۔ اس کی طبی کتابون کے عبرانی۔ لاطینی اور ہسپینی زبانون مین ترجمے ہوئے۔ ایک مشہور عیسائی طبیب نے سرقہ کرکے اسرائیل کی کئی تصانیف کو اپنے نام سے منسوب کر لیا۔ اس کی تقریر اس کی تحریر سے بھی زیادہ موثر تھی۔ اس کا ایک مسلمان شاگرد ابو جعفر الجذر طب کے اساتذہ مین شمار ہوتا ہے۔

سائنس کا مسئلہ انتشار قوت اور قیامت

مسئلہ انتشار قوت

طبیعات مین ایک نہایت عجیب وغریب اور نہایت مشہور مسئلہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اجسام کی قوت عمل طبعی سے بتدریج خارج ہو رہی ہے۔ اور آخر کار وہ بوجہ اخراج قوت مردہ اور بیکار ہو جائینگے۔ یہ عالمگیر عمل ہے

لارڈ کیلون کی راے

لارڈ کیلون اس کے مخترع تھے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ عالم محسوسات کے اندر عام طور پر یہ دیکھنے مین آتا ہے۔ کہ قوت اجسام کے اندر سے نکل نکلکر خارج ہو رہی ہے۔ جو بیچاں مادی عمل جاری ہین۔ اُن کے وسیلہ سے اس اخراج قوت کی تلافی نہین ہوتی۔ ذرات کے اجتماع اور ارتباط سے بھی (قوت ضائع ہونے کا) یہ خسارہ پیدا نہین ہوتا۔ چاہے یہ عمل اجتماع نباتی زندگی سے بہرہ یاب ہو یا کسی جاندار کی مرضی کے تابع ہو۔ ،، جس کے معنی یہ ہین کہ خواہ نباتات کے اندر قدرتی عمل جاری ہو یا خوراک وغیرہ کے وسیلہ سے ہم کام کرنے کی قوت اپنے اندر پیدا کرین۔ مگر عمل انتشار سے جو قوت برباد ہو جاتی ہے

وہ پوری نہیں ہو سکتی - آخر کار ہم مر جاتے ہیں - انجن رات دن چلتا رہتا ہے اور کچھ مدت کے بعد اتنا فرسودہ اور بیکار ہو جاتا ہے کہ مرمت سے بھی کام نہیں دیتا - نباتات بھی کچھ عرصہ کے بعد مرجھا اور سوکھ جاتی ہیں -

ایک وہ زمانہ تھا کہ کرہ ارض انسان کے رہنے کے قابل نہ تھا - ایک زمانہ آیندہ ایسا آئیگا کہ وہ جانداروں کی بود و باش کے قابل نہ رہیگا - تا وقتیکہ انسان کا موجودہ ڈھیچر اور قوائے جسمانی دماغی اور روحانی بدل نہ جائیں - یا قوانین میں تغیر عظیم واقع نہو - جو اس وقت عالم کے اندر موجود ہیں -

ہربرٹ اسپنسر کی راے

عالم کی آخری حالت کی بابت ہربرٹ اسپنسر کہتا ہے - "جو عمل ہر جگہ ہو رہے ہیں - ان کا یہ انجام ہوگا - کہ ہر جگہ شہر خموشاں کی سی خاموشی چھا جائیگی - سب کام معطل ہو جائینگے ہم سب ہلاکت کے اس گڑھے میں جا گرینگے - جو منہ کھولے ہڑپ کرنے کو تیار ہے"

مشہور عالم فلکیات رچرڈ پراکٹر کہتا ہے - "سورج سے دس لاکھ اکائیاں حرارت خارج ہوتی ہے - جس کا صرف ۲۲۷ واں حصہ سیاروں کے حصہ میں آتا ہے - باقی خلا میں جا کر غائب ہو جاتا ہے -"

سر آلیور لاج کی راے

آپ طبیعات کے نہایت ہی مشہور عالم - مانچسٹر یونیورسٹی کے پرنسپل کئی کتابوں کے مصنف - خدا کے قائل - دیندار اور نیک آدمی ہیں - آپ کو ڈاکٹر ڈیلس کی طرح روحانیت سے دلچسپی ہے - آپ کی راے ناطق سمجھی جاتی ہے - آپ انتشار قوت کی بابت لکھتے ہیں "وہ قوت جسے قابو میں کرکے ہم ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کر سکتے ہیں - اور اس سے خاص کام لے سکتے ہیں - وہ کارآمد قوت کہلاتی ہے - کیونکہ اس سے اپنے حسب منشا کام لیا جا سکتا ہے - گو انتقال سے قوت کی مقدار کم نہیں ہوتی - مگر بار بار منتقل ہونے سے اس کے کارآمد ہونے میں فرق واقع ہو جاتا ہے - کیونکہ اس عمل میں اس کا کچھ حصہ زائل ہو جاتا ہے - اور ذراتی حرکت (حرارت) بن جاتی ہے - اور اس طرح وہ ہمارے قبضہ اختیار سے باہر ہو جانے سے کارآمد ثابت نہیں ہو سکتی - یہہ بظاہر ناگزیر عمل ہے - جو آپ سے آپ ہوتا رہتا ہے

اسی نام کا انتشار قوت ہے۔ تمام بجلی عملوں سے انتشار لاحق ہو جاتا ہے اور یہ عمل سب جگہ
اور ہر چیز میں کم و بیش پایا جاتا ہے۔ جاندار ہستیاں اس عمل کی ہدایت کر سکتی ہیں۔

پروفیسر ٹیٹ و اسٹرایٹ کی رائے

مشہور و معروف علماء طبیعیات پروفیسر جی پی۔ ٹیٹ اور بالفور اسٹرارٹ نے اپنی مشہور کتاب
"دی ان سین یونیورس" میں حرارت کے اخراج سے عالموں کی بربادی کی بابت حسب ذیل تحریر
کیا ہے۔

"حرارت کا میلان عام مساوات ہے۔ سچ پوچھو تو حرارت اس عالم کے اندر مساوات کا درجہ
قائم کرنے والی اور عدم مساوات کی دشمن ہے۔ اس سے اس عالم کا بلاشبہ خاتمہ ہو جائیگا۔
اس عالم کو ایک عظیم الشان انجن ہاؤس سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں ہم نے
انجنوں کی مثالوں سے کام لیا ہے۔ ہماری دنیا بلکہ تمام نظام شمسی کی حرارت کا سرچشمہ آفتاب ہے
جسطرح آسمان کے دیگر ستارے دیگر نظام ہائے شمسی کی گرمی کا مصدر ہیں۔ جو قوت ہماری ہستی
کے لئے لازمی و لابدی ہے۔ وہ اس حرارت سے حاصل ہوتی ہے۔ جو سورج سے خارج ہو کر
آتی ہے۔ اور وہ قوت اس گرمی کا ایک نہایت ادنی جزو ہے۔ گو سورج ہمیں قوت بہم
پہنچاتا ہے۔ مگر وہ خود سرد ہوتا جاتا ہے۔ آخرکار ایک ایسا وقت آئیگا۔ جبکہ اخراج حرارت سے
جو خلا میں ہوتی رہتی ہے۔ سورج زندگی کو سہارا دینے والی اس قوت سے محروم ہو جائے گا
جو اس وقت اس کے پاس موجود ہے۔ یہ بھی خیال کرنا چاہیئے کہ سورج کے سرد ہونے
کے ساتھ ایتھر کی رگڑ سے ہمارا کرہ ارض اور دیگر سیارے گھومتے گھومتے آفتاب کی طرف
کھنچ جائیں گے۔ اور آخرکار اس کی سطح پر جا کر برباد ہو جائینگے۔ اس سے قدرتاً ایک قسم کا
تصادم ہوگا۔ جس سے حرارت اور قوت پیدا ہوگی۔ اور کچھ عرصہ کے لئے سورج کی قوت بحال
ہو جائے گی۔ مگر بالآخر یہ بھی ختم ہو جائیگی۔ اور آفتاب حرارت و روشنی سے بالکل محروم ہو جائیگا
حتی کہ اپنی کسی ہمسایہ سے ایتھر کی رگڑ سے ٹکرا کر اس کی ہستی تحس نحس نہ ہو جائے۔

اس مسئلہ پہ زیادہ بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ مگر زندگی (جہاں تک اس
کا تعلق طبعی حالات اور قوی سے ہے) قوت کی تقسیم اور نئی صورتیں اختیار کرنے پر موقوف ہے
یہ امر بھی یقینی ہے کہ زمانہ بزمانہ اس قسم کی تغیرات کا امکان کم ہوتا جاتا ہے۔ اور جو کچھ ہمیں عالم
کے قوانین اور قوی کے عمل کی کیفیت معلوم ہے۔ اس کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عالم کی

آخری صورت یہ ہوگی کہ قوت جاذبہ کے زائل ہونے اور قوت مخفی کے عملاً بیکار ہو جانے سے تمام مادہ ایک ہولناک انبار بن جائیگا۔ اور اس مجموعہ کا درجۂ حرارت نہ برودت مساوی ہوگا۔ مگر نظام شمسی کی قوت مخفی اتنی وسیع ہے جیسے ہم اپنی لاچاری کی وجہ سے غیر متناہی قرار دیتے ہیں کہ وہ بے انتہا صدیوں تک زندگی کی طبعی ضروریات کو پورا کرتی رہے گی۔ اگر قوانین قدرت موجودہ صورت میں جاری ہے۔ تو بیشمار زمانوں کے بعد مردہ آفتابوں کے ہمارے آفتاب سے ٹکرانے کا سخت احتمال ہے۔ ان کے جسموں کا بڑا حصہ باریک خاک میں تبدیل ہو جائیگا۔ اور اس کے وسیلہ سے بڑے بڑے سیارے اور آفتاب نئے سرے سے بنیں گے۔ الغرض موجودہ نظام شمسی سے بہت زیادہ شاندار اور وسیع نظام شمسی قایم ہو جائیگا۔ مگر شمار میں ارکین شمسی کم ہونگے۔ اس طرح کچھ مدت کے بعد قوت ختم ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ حرکت بھی بند ہو جائیگی۔ اور عالم کے چاروں طرف دائمی سکون اور خاموشی ہو گی۔ جیسے سیاروں کی آیندہ حالت ہو گی۔ ویسے ہی وہ کچھ زمانہ پیشتر بھی تھے۔ ان کا ہیولی سفید خاک ایسا تھا۔ جو گردش کر رہا تھا۔ آخر کار اس میں انقلاب پیدا ہوا۔ اور سرد ہو کر گرے اور سیارے بنتے گئے۔ موجودہ عالم کی ابتدا ہوئی تھی۔ اور انتہا بھی ہو گی۔ اسے ہمیشگی اور استمرار نصیب نہیں۔ اسے فنا سے بالا سمجھنا غلطی ہے

(جے۔ ایم۔ آر راے ڈیل؟)

کہانت

کہانت کے لغوی معنی (مولانا "شرر" دل گداز میں بتاتے ہیں کہ) فال گوئی کے ہیں اور اسی لیے اس شخص کو جو غیب کی باتیں بتائے اور اپنے آپ کو مخفی اسرار سے واقف ظاہر کرے۔ کاہن کہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے تمام مذاہب کے حالات پر غور کیجئے۔ تو صاف نظر آتا ہے کہ دینی پیشوائی اور مقتدائی کے لیے کہانت لازمی تھی۔ مصریوں کے مقتداؤں نے مذہب کو نامعلوم اسرار و رموز کا خزانہ بنا رکھا تھا۔ قوم ثبوتین۔ مگر مجوسوں۔ بلیوں۔ بیدانوں وغیرہ کی پرستش کرتی تھی۔ لیکن الٰہیات کے مسائل رموز باطنی کی طرح صرف مقتداؤں تک محدود تھے۔ جو آداب مذہبی کی تعلیم کے ساتھ غیب کی باتیں بھی بتایا کرتے۔ بابل والوں نے رمل اور نجوم کے فن کو ہندوؤں کی طرح جزو دین بنا لیا تھا۔ جس کی مدد سے

وہ ہر امر مین آیندہ کی بابت حکم لگایا کرتے۔ اُن کی اسی دینی جستجو نے علم ہیئت کو مدون کیا۔ کواکب کے اثرات اور اُن کے افعال و خواص مقرر کئے۔ اجرام فلکی کے نام رکھے۔ اُون کی حرکتون کا پتا لگایا اور دنیا کو یاد کرا دیا کہ نجوم کے ذریعہ سے جو الٰہیات سے وابستہ تھا۔ انسان غیب کی باتون کو بتا دیا کرتا ہے۔ ہندؤن اور بابلیون کے قدیم مسائل بہت ملتے جلتے ہین۔ اور نجوم و الٰہیات کے لحاظ سے ضرور ماننا پڑتا ہے کہ یا تو نجوم و ہیئت کو بابلیون نے ہندؤن سے لیا۔ یا ہندؤن نے بابلیون سے حاصل کیا۔ لیکن چونکہ یہہ امر تاریخ کا ایک طے شدہ مسئلہ ہو گیا ہے کہ آریہ لوگون نے سمٹک لوگون (بنی سام) کے بعد ترقی کی۔ اس لئے زیادہ تر یہی قیاس یہ ہے کہ بابل والون کے علوم ہیئت و نجوم بعد کے زمانہ مین پورے پورے ہندؤن مین منتقل ہو آئے اور اسی وجہ سے دونون کی کہانت بھی ایک ہی قسم کی ہے۔ ہندو پنڈت پترا دیکھ کے اور زائچہ کھینچ کے جس طرح بعد والی باتین بیان کرتے ہین۔ اسیطرح بابل کے پوجاری اور مرتاض لوگ بھی بتایا کرتے تھے۔ آتش پرستون مین بھی کہانت تھی۔ اور غالباً اُسی قسم کی ہو گی۔ جیسی کہ اہل بابل مین تھی۔ اگرچہ اُن کی کہانت کے زیادہ مشرح حالات ہمین نہین معلوم ہو سکے۔ یونانیون مین بھی کہانت تھی۔ مگر بابل والون کی کہانت سے بہت ادنی درجہ کی۔ اگرچہ اُنھون نے بھی ہیئت و نجوم کو حاصل کر لیا تھا۔ مگر جہان تک پتہ لگایا جاتا ہے۔ یہہ فنون اُن کے دین کے اصلی عنصر نہین بننے پائے تھے۔ اُن کے کاہن بڑے بڑے مندرون کے پوجاری تھے۔ اور اُن کی کاہنہ عورتین وہ کنواری لڑکیاں تھین۔ جن کی زندگی بت خانون اور مندرون کی نذر ہو جاتی۔ اپالو کے مندر مین جو قدیم یونانیون کا سب سے بڑا مندر رہتا۔ لوہے کی ایک تپائی پر یہہ لڑکیاں بیٹھا کے بٹھائی جاتین اور نیچے کچھ بخور سلگا دئے جاتے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس لڑکی کے دماغ پر کچھ ایسا اثر پڑتا کہ حواس مختل ہونے لگتے۔ اور بیہوشی کے عالم مین وہ بکنا شروع کرتی۔ اس کے الفاظ پر مجذوبون کی بڑ کی طرح غور کیا جاتا۔ اُن مین طرح طرح کے معنے پہنائے جاتے اور اُنھین اپنی آرزؤن اور مرادون کے موافق یا مخالف جواب حاصل کر لیا جاتا۔ یہی یونانیون کی دو فالین تھین۔ جن کا اگلے دنون بڑا شہرہ تھا۔ اور جن کے پیچ ثابت ہونے اور پورے اُترنے پہ اکثر قدیم مورخین عقیدت مندانہ حیرت ظاہر کرتے ہین۔

رومی چونکہ علوم و فنون کی طرح مذہب مین بھی یونانیون کے پیرو تھے اور اپنے دیوتاؤن

کی کہانیون۔ اُن کے حالات و خیالات اور واقعات کو یونانی دیوتاؤن کے موافق ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کی کہانت بہی یونانیون کی کہانت سے ملتی ہوئی تھی۔ یہہ بات لطف سے خالی نہین ہے کہ مشرق۔ مغرب کی کہانت مین ایک نمایان فرق تہا۔ مشرق مین بابل والون۔ ایرانیون اور ہندؤن سب مین کہانت کا دار و مدار ایک باضابطہ فن نجوم پر تہا۔ اور کسی برکت و نعمت کے حاصل کرنے یا کسی مصیبت و آفت کے دور کرنے کی تدبیرین بھی یہہ مشرقی لوگ انہین فنون کے اصول کی پابندی مین کیا کرتے تھے برخلاف اس کے یونانیون اور رومیون کی کہانت کو مجذوب پرستی سے زیادہ وقعت نہین حاصل تہی۔

بنی اسرائیل مین بھی کہانت تہی۔ مگر اُن کی کہانت بالکل جداگانہ تھی۔ اُن مین حضرت ابراہیمؑ اور جناب موسٰی کی تعلیمات نے نبوت کی ایک خاص شان پیدا کر دی تھی۔ حضرت موسٰی کے بعد سے اُن مین نبیون کے پیدا ہونے کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا تہا۔ جو عابد و زاہد نیک نفس و پاک باطن لوگ ہوتے اور ریاضت و اتقا کے ذریعہ سے تزکیہ نفس کیا کرتے۔ اُن لوگون کو مراقبہ مین مکاشفہ ہوتا اور جو باتین اُن سے پوچہی جاتین اُن کا جواب گویا وہ خدا سے پوچہہ کے دیا کرتے۔ اور اپنے آپ کو اسرار باطن اور رموز ربانی سے واقف ظاہر کرتے۔ انہین انبیا کا طریقہ اُن کے کاہنون نے بھی اختیار کیا۔ اور جب انبیا ہو لئے بابعد کے ایام مین جب نبیون کے مبعوث ہونے کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ تو ہر جگہہ اور ہر زمانہ مین اُن کے مرتاض و نفس کُش مقتدا آنکہین بند کر کے عالم ملکوت کی سیر کرتے اور قوم کو اُس کے خیالات و عقائد کے مطابق عجیب قسم کے حکیمانہ لہجے اور انوکہے دلچسپ الفاظ مین بتا دیا کرتے کہ اس معاملہ مین یہہ ہو گا۔ اور یہہ بات یون ہونیوالی ہے اس قسم کی کہانت دوسری قدیم قومون مین بھی تھی۔ بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ ساری مشرقی و مغربی قومون مین اسی قسم کے غیب دان اور اسرار باطنی جاننے والے کاہن ریاضت و مجاہدہ نفس کے ذریعہ سے پیدا ہوا کرتے تھے۔ ادہر بابلیون اور ہندون مین بھی جہان نجومیون اور اجرام فلکی کے اثر جاننے والے پنڈتون کا زور تہا۔ وہان ایسے مرتاض اور تارک الدنیا اشخاص بھی موجود تھے۔ جن کے لہجے اور طرز گفتگو سے ظاہر ہوتا کہ مبداء فیاض کی طرف سے غیب کی باتین اور مشکل سے مشکل مسائل کے حل اُن کے دلون پر القا ہو جاتے

مین اور الہام کے ذریعہ سے اُن کو معلوم ہو جایا کرتا ہے۔ کہ آیندہ یہہ ہونے والا ہے۔ اور فلان شخص کی قسمت مین یہہ لکھا ہے۔ علی ہذا القیاس۔ یونانیون اور رومیون مین بھی مندرون کے معمولی پوجاریون کے علاوہ اس قسم کے رموز باطن جاننے والے راہبون اور عزلت گزینون کا پتا چلتا ہے۔ لیکن سچ یہہ ہے کہ اس قسم کی کہانت کا آغاز تاریخی طور پر بنی اسرائیل کے انبیا اور کاہنون ہی سے شروع ہوا اگرچہ آخر مین یہہ معلوم ہوتا ہے کہ بابل کے صابئی لوگون کی کہانت بنی اسرائیل کے خیالات پر غالب آگئی تھی۔ اسی کا ایک کرشمہ یہہ تہا کہ سحر بابل کی ساری دنیا مین شہرت ہوگئی۔ اور عیسائی حضرت مسیح کی پیدایش سے پیشتر ہی اُن کی آمد کے منتظر اور اُنہین ایک ستارے کے ذریعہ سے پہچان کے ایمان لانے والا چند بابلی کاہنون ہی کو بتاتے ہین۔ جیسا کہ انجیل مین مذکور ہے۔

یہہ کہنا کہ یہہ زاہد و مرتاض لوگون کی کہانت کس قوم سے شروع ہوئی۔ اور اُسے کس ملک نے کس سے لیا فضول ہے۔ اِس لئے کہ یہہ ایک فطرتی چیز تہی۔ انسان کی فطری کرشمہ پرستی اُسے ہر جگہ پیدا کر لیتی تہی۔ یہہ پُرانا خیال کہ روح چونکہ لطیف اور مخفی شے ہے۔ اس لئے وہ ہر مخفی راز کا پتہ لگا سکتی ہے اور اسرار سرمدی کے ہر حرم مین پہنچ سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس کا تزکیہ کیا جاے۔ جسمانی نقصون سے مبرا کر لی جاے اور اس مین خلوص پیدا ہو جائے اس کے ساتھ انسان کی فطرت ہے کہ جس جگہ وہ اپنی تدبیرون مین عاجز آتا ہے۔ نامعلوم ذرائع ڈھونڈنے لگتا ہے اور بڑی بے صبری کے ساتھ جویا ہوتا ہے کہ کوئی اِس مشکل کا دفعیہ بتا دے۔ لہذا ہر وحشی سے وحشی قوم مین نوع انسانی کے اس فطری تقاضہ نے کہانت کو کسی نہ کسی عنوان سے ضرور پیدا کر دیا۔

عرب کے بت پرستون سے جاہل کون ہوگا جنکی بت پرستی نہایت ہی مزخرف اور بے اصول طریقہ کی تھی۔ مگر اُن مین بھی ہر جگہ کاہن موجود تہے۔ پھر اس کے بعد جزیرہ نماے عرب مین بیرونی مذاہب کا ہجوم روز بروز بڑھتا گیا۔ پارسی بھی تہے۔ یہودی بھی تہے۔ عیسائی بھی تھے۔ اور تو اور بابل کے مذہب بت پرست جو اپنے آپ کو سب سے بڑا موحد خیال کرتے ساری دنیا مین فنا کر دئے گئے تہے۔ اور عراق مین اُن کا نام و نشان بھی نہین رہا تہا مگر ارض حجاز مین وہ بھی موجود تھے۔ اور ان سب کے کاہن عرب مین ہر جگہ موجود تھے اور کہانت کا کام اختیار کرتے تھے۔ وہ مذہب کی طرف سے کچھ ایسے غیر متعصب ہو جاتے کہ

سب قومین عام اس سے کہ کسی مذہب سے وابستہ ہون بلالحاظ مذہب اپنی مشکلین لیکے
اُن کے سامنے آئین اور وہ اُن کو ایسے جواب دیتے کہ اُن کی تسلی و تشفی ہو جاتی۔ اور اپنے نزدیک
کامیاب اور بامراد ہوکے اپنے گھرون کو واپس جاتین۔ اُن دنون عرب کی اصلی حکومت
اگر سچ پوچھیے تو انہین کاہنون کے ہاتھ مین تھی۔ جن کے سامنے نہ کسی سردار قبیلہ کی چلتی
اور نہ کسی تاج دار و فرمان روا کی۔

جاہلیت عرب کے کاہنون کے احکام و الفاظ اگر ایک جگہ جمع کر دیئے جائین تو ایک
عجیب قسم کا پرلطف لٹریچر بن جائیگا۔ جن کے الفاظ مین غیر معمولی لطافت۔ معنی خیزی۔ فصاحت و
بلاغت۔ قافیہ بندی اور پیغمبرانہ حکومت ہوتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا کہ جس شخص کی
زبان سے وہ الفاظ سنے جاتے ہین وہ نہین بول رہا ہے۔ بلکہ اس کے جسم کے اندر سے
فرشتہ باتین کر رہا ہے۔ اس قسم کے صدہا کاہن اور صدہا کاہنہ عورتین ارض عرب
کے مشہور مقامات مین پھیلی ہوئی تھین۔ جن کے پاس دور دور سے بڑے بڑے قافلے اپنی آرزوئین
اور تمنائین لیے کر آیا کرتے اور شاد کام و مطمئن واپس جاتے۔ جس طرح یونانی مندرون کی
فالون کی نسبت بتایا جاتا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ پوری اُترین۔ اس سے زیادہ ہم حیرت سے دیکھتے ہین
کہ عرب کے کاہنون اور کاہناؤن کے احکام پورے اُترا کرتے تھے۔ اور بعض موقعون پر تو
انہون نے ایسے سچے حکم لگائے اور اس طرح غیب کی باتین بیان کر دین کہ اگر اُن واقعات
کو سچ تسلیم کر لیا جائے تو اُن غیب کی باتین بتانے والون کی غیب دانی کی کوئی توجیہ نہین ہوسکتی
اگلی دنیا چونکہ ان تمام واقعات کو باور کرتی تھی۔ لہذا ادنی اعلی جاہل و عالم سب نے تسلیم
کر لیا کہ انسان کسی ذریعہ یا کسی ریاضت سے ایسا کمال حاصل کر لیا کرتا ہے کہ غیب کی
باتین بتا دے۔ اور جب یہہ بات لیلی گئی تو ہر شخص اپنے مذاق و خیالات کے مطابق اُس کی
توجیہین بھی کرنے لگا۔ چنانچہ یونانیون اور رومیون نے باوجود فلسفہ و منطق مین اعلی نمود حاصل
کر لینے کے اس امر کو قبول کر لیا کہ انسان غیب کی باتین بتا سکتا ہے۔ بعض نے اس کی یہہ
توجیہ کی کہ نفوس انسانی تصفیہ باطن کے ذریعہ سے اسرار فطرت سے واقف و آگاہ ہو جاتے
ہین۔ اور جیسا وہ چاہتے ہین ویسا ہی ہو جایا کرتا ہے۔ اس لیے کہ اُنکے خیال مین تمام اشیاء
کی صورتین عالم کلی مین موجود تھین۔ جہان تک بار پانے کے بعد انسان اُن پر تصرف بھی کر سکتا تھا
یہہ تو اعلی درجہ کے نازک خیال علمائے روحانی کا خیال تھا۔ مگر بعض نے کہدیا کہ دیوین جو

جسمون کے قفس سے آزاد ہین۔ اور نیز اجنہ اُن کے بس مین ہوگئے موکل بن جاتے ہین اور وہی اُنہین رموز غیب سے آگاہ کر دیتے ہین۔

عیسائیون نے جو قرون وسطی مین کہانت کے تماشے اور ولایت کے کرشمے سب سے زیادہ دکہایا کرتے تہے اپنے کاہنون کی غیب دانی اور اُن کے تصرفات باطنی کا یہہ اصول قرار دیا کہ حضرت مسیح خدا ہونے کی وجہ سے غیب کی باتین جانتے تہے۔ لہذا اُن کا نفس ربانی جس پر اثر کرے۔ وہ بہی اُن رموز باطنی سے واقف ہو جاتا ہے۔ قطع نظر اس کے مسیحون مین علم دیوتا یا خدا روح القدس ہے۔ اور جسے کچہہ بہی معلوم ہو یا کسی قسم کا علم حاصل ہو۔ اس کی نسبت سمجہا جاتا ہے کہ اس پر روح القدس نے آکے اپنا کمال دکہایا ہے۔ اور اگلے دنون چند روز تک سچے اور خالص العقیدہ مسیحون پر روح القدس کے آنے کی بہی شان رہی جو شان کہ کسی کے سر پر کسی جن یا پریت کے آنے کی ہوتی ہے۔ اس لئے غیب کی باتین بہی مسیحون کے خیال کے مطابق روح القدس آکے مقدس لوگون کی زبان سے ظاہر کر دیا کرتا تہا۔

صابئی لوگون مین غیب دانی و کہانت کی یہہ تہیوری تہی کہ ازریامیس اور اواس اول و دوم جن سے مراد ہرمس اور اغاثیمون ہین۔ اصلی دانایان غیب تہے۔ اُن کو صابئی لوگ اپنے مذہب کے پیغمبر بتاتے تہے۔ انہین کی توجہ و برکت سے اور لوگ بہی غیب کی باتین جانتے ہین۔ خلاصہ یہہ کہ یہی لوگ ان کے روح القدس تہے۔ جن کا فیض بعد والون کو بہی غیب دان بنا دیا کرتا ہے اس سے اُن کو قطعاً انکار رہا کہ اجنہ یا موکل یا روحین آکے انسان کو غیب کی باتین بتاتی ہین۔ بلکہ اُن کا یہہ خیال تہا کہ مذکور پیغمبرون کو مجاہدہ اور تزکیہ باطن کے ذریعہ سے ایسی صفائی قلب حاصل ہو گئی تہی۔ کہ اسرار غیب سے مطلع ہو گئے تہے۔

کہانت کا سکہ قدیم الایام مین اس قدر بیٹہا ہوا تہا کہ اس عہد کے فلسفی اور علماے طبیعی بہی کاہنون کی غیب دانی کے قائل تہے۔ اور اس کی توجیہہ یہہ کرتے کہ کہانت ایک لطیف جذبہ نفسانی ہے جو صفائی قلب اور نفسانی قوۃ اور جسکی لطافت سے انسان مین پیدا ہو جاتا ہے بعض نے اسے علم نجوم اور آثار فلکی سے وابستہ کر کے کہا جو بچہ ایسے طالع مین پیدا ہو کہ عطارد محل شرف پر ہو۔ اور باقی سیارات ستہ بہی اچہے عقدہ مین ہون اور عمدگی سے ایک دوسرے کی طرف ناظر اور متوازی واقع ہون وہ لڑکا ان ستارون کے اثر سے

طور پر کاہن اور غیب دان ہوتا ہے۔
سب سے زیادہ اس کے طرفدار اور ماننے والے علمائے روحانین تھے۔ جن کا بیان تھا کہ نفس ناطقہ انسانی جب قوی اور زبردست ہوتا ہے تو وہ طبیعت کو مغلوب کر کے دبا دیتا ہے۔ اور انسان پر لطیف راز کو آشکارا کر کے ہر رموز معنوی سے واقف کر دیتا ہے۔ یہ کہتے ہین کہ انسان مین دو چیزین ہین۔ روح اور جسم۔ جسم روح کے کوئی چیز نہین۔ جب روح نہ ہو تو اسمین نہ قوت ہوتی ہے اور نہ عقل و فہم۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حس و حرکت اور ادراک و فہم سب چیزین روح مین ہین اور روحون کی مختلف حالت ہے۔ بعض مین حس زیادہ ہوتی ہے بعض مین جلا اور روشنضمیری بڑھی ہوتی ہے۔ لہذا جس روح مین روشنضمیری زیادہ ہو۔ اس پر عجیب عجیب انکشاف ہوتے ہین۔ اور اسرار غیب کو معلوم کر لیتی ہے۔
بہرحال دنیا انہین خیالات مین پڑی ہوئی تھی اور اس کے سامنے طرح طرح کے خرافات بڑھتے اور پھیلتے چلے جاتے تھے۔ جن کو انسانی عقل کی کمزوری اور بڑھا رہی تھی اور بجائے اس کے کہ تحقیق و تنقید سے کام لے کے کوئی نتیجہ حاصل کیا جائے۔ لوگ اس کی توجیہین کرتے اور طرح طرح کے معنی پہنا کے کہانت کو اور چمکاتے جاتے تھے۔
یہان تک کہ دنیا مین نور اسلام چمکا۔ اور خدا نے ہر چیز کو ایک نئی روشنی مین دکھا کے تمام اگلی غلط خیالیون کو دور کر دیا۔ اسلام نے صاف کہہ دیا کہ غیب کو سوائے خدا کے کوئی نہین جانتا اور غیب دانی کے جو کچھ دعوے کئے جاتے ہین سب لغو اور مہمل اور بے سروپا ہین اس طریقہ سے اسلام نے اپنے ظہور کے ساتھ ہی نجوم و کہانت کا چراغ گل کر دیا۔ اور اس قسم کے مدعیان غیب دانی کا زور کلیتہً توڑ دیا گیا۔ یہ اصلاح سچ یہ ہے کہ اسلام کے اولیات مین سے ہے۔ یعنی ایسے وقت مین جبکہ سارے عالم پر کہانت کی حکومت تھی اور دینی پیشوائی کا لازمی جوہر غیب دانی تھا اور دنیا مین کسی کی نظر اس کے جلال کی طرف نہین گئی تھی۔ یک بیک اسلام کی طرف سے اس بات کا ڈھونڈرا پٹ گیا کہ عالم الغیب سوا خدا کے کوئی نہین اور جو کوئی اس کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔
بیشک خود جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے چند غیب کی باتین بتا دین یا بعض پیشنگوئیان فرمائین۔ لیکن ان کی نسبت صاف طور پر بتا دیا گیا کہ خدا نے فرشتہ کو بھیجکر اپنے پیغمبر کو ان سے آگاہ کر دیا۔ دراصل وہ خدا کی غیب دانی کا جلوہ تھا۔ اس سے

حضرت رسالت کی غیب دانی ہرگز نہین کہہ سکتے۔ اور جب آن حضرت کی وفات کے بعد جبرئیل کے آنے کا سد باب اور سلسلہ نبوت کا اختتام ہوگیا۔ تو پھر کوئی وجہ ہی نہین باقی رہی کہ دنیا مین کوئی شخص اسرار غیب سے واقف ہونے اور آیندہ کی باتین بتانے کا دعوی کرسکے۔ بہرحال اسلام نے نجوم و کہانت کو بیخ و بنیاد سے اُکھاڑ کے پھینک دیا۔ مگر افسوس چند ہی روز بعد اسلام کے زہاد و عباد نے اسلامی مذاق کے سادے بے ریا اور غیر مضر زہد و تقوی کو چھوڑ کے قدیم مذاق کے متصوفانہ زہد و عبادت کو اختیار کرلیا۔ ولی اللہ کا عام لفظ جو ہر دیندار کے لئے تھا۔ عباد و زہاد کے ایک خاص گروہ کے لئے مخصوص کردیا گیا۔ اور اُن مین نیک نفسی و اتقا اور اعمال و افعال کے بدلے کرامات اور غیب دانی کے کرشمے ڈہونڈھے جانے لگے۔ اور مجذوبون کے الفاظ مین معنی پہنائے جانے لگے تو وہی کہانت جسکے استیصال کے لئے اسلام آیا تھا۔ خود اسلام مین پیدا ہوگئی۔ اور جاہل تو جاہل اکثر پڑھے لکھے مسلمان بھی صوفی سالکون اور مجذوبون کے پاس انہین مقاصد و اغراض کو دل مین لے کر جانے لگے۔ جن کے واسطے اگلی قومین اپنے کاہنون نجومیون اور بتخانون کے پجاریون کے پاس جایا کرتی تہین۔

اصل یہ ہے کہ بعد کی آمیزشون نے نہ اسلام ہی کو وہ اسلام باقی رکہا جسے حضرت رسالت (روحی فداہ) لائے تھے۔ اور نہ اس کے معتقدون ہی کو ویسا رہنے دیا۔ جیسے معتقد کہ اسلام کے لئے ہونے چاہیئے تھے۔ افسوس !!!

لوئی پاسٹر

فرانس کا مشہور اور محسن النسان سائینس دان

کسولی اور ہندوستان کے بعض دیگر مقامات کے ہسپتالون کا نام (جن کو "پاسٹر انسٹیٹیوٹ" کہتے ہین اور جہان سگ گزیدگان کا علاج تقریباً صد فی صدی کامیابی کے ساتھ ہوتا ہے) اکثر لوگون نے سنا ہوگا۔ لیکن ان ہسپتالون کی وجہ تسمیہ شاذ و نادر ہی لوگون کو معلوم ہوگی۔ بقول نامہ نگار ہمالہ یورپ کے سب سے بڑے فاتح فرانس کے بادشاہ نپولین بوناپارٹ کی فوج مین ایک معمولی سپاہی بنام لوئی پاسٹر تھا۔ جب آخر نپولین اکیلا سارے یورپ کے برخلاف لڑتا ہوا گرفتار ہوگیا تو لوئی پاسٹر کا روزگار چھن گیا۔ پس پاسٹر فرانس کے شہر ڈول مین چلا گیا۔ اور وہان چمڑا صاف کرنے کی دوکان کھولی۔ پاسٹر کی

بیوی بڑی خوبصورت اور عقلمند تھی ۱۸۲۲ء میں اس لڑکی کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام بھی انہوں نے اس کے باپ کی طرح لوئی پاسٹر رکھدیا۔ پہلے ایک لوئی پاسٹر تھا۔ اب دو ہو گئے۔ اس لڑکے کے لئے جو جو کام کئے وہ ہمیشہ فرانس کی تاریخ میں ہیروں اور جواہرات کی طرح چمکتے رہیں گے۔

جب یہ چھوٹا لوئی ذرا سیانا ہو گیا۔ تو اس کے والدین نے اس کو اسکول میں بٹھا دیا۔ اگرچہ بچارے بڑے غریب تھے۔ تاہم جس طرح ہو سکا۔ اس کی فیس ادا کرتے رہے مگر بچپن میں لوئی کو کھیل کود کا بڑا شوق تھا اور فرصت کے وقت میں وہ تصویریں بنایا کرتا تھا۔ لیکن ایک دن جب لوئی کو معلوم ہوا کہ اس کے والدین بڑی مشکل سے اس کی فیس ادا کرتے ہیں۔ اور بڑے غریب ہیں۔ تو لوئی نے دل لگا کر محنت کرنی شروع کر دی۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات جب لوئی کے اُستاد نے سُنا کہ اس کا باپ اس کو پروفیسر بنانا چاہتا ہے۔ تو اس نے لوئی سے کہا کہ لوئی تو بڑا ذہین لڑکا ہے اور میں پیشینگوئی کرتا ہوں کہ تو ایک نہ ایک دن پیرس کی بڑی یونیورسٹی میں پروفیسر بن کر رہیگا۔ لوئی کو علم کیمیا کیمسٹری کا بڑا شوق تھا۔ پس جب وہ اس چھوٹے اسکول میں اپنی تعلیم ختم کر چکا تو ایک بڑے اسکول میں داخل ہو گیا۔ اور علم کیمیا گری میں بڑے تجربہ حاصل کرنے لگا اور اوستاد سے اس قدر سوالات پوچھنے لگا۔ کہ اُستاد دنگ رہ گیا اور کہنے لگا سوال مجھے تم سے پوچھنے چاہئیں نہ کہ تمہیں مجھ سے۔ بات یہ تھی کہ لوئی اپنے استاد سے بھی زیادہ سیکھ گیا تھا اور فرصت کے وقت میں وہ ایک کیمیاگر کی دوکان میں جا کر سبق عملی لینے لگا تھا۔

جب امتحان ہوا تو پاسٹر سب میں چودہویں نمبر پر رہا۔ لوئی پاسٹر چونکہ سمجھتا تھا۔ کہ میں اول نکلونگا۔ اس لئے وہ بہت اوداس ہوا۔ مگر خیر اگلے سال پھر امتحان ہوا اور اس کا نمبر چوتھا تھا۔ اب لوئی پاسٹر ماں باپ سے اجازت لیکر پیرس کی مشہور یونیورسٹی میں شامل ہوا یہاں پروفیسر ڈیوما کو لوئی کی لیاقت دیکھکر اس سے محبت ہو گئی۔ اور وہ بڑے شوق سے اسے کیمیاگری کے راز سکھانے لگا۔ اس یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے ثابت کیا تھا کہ جب کرسٹل جمتا ہے تو اس کی کرنیں دائیں ہاتھ کو جاتی ہیں۔ لوئی پاسٹر نے کہا کہ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ کرسٹل کی کرنیں بائیں ہاتھ کو بھی جاتی ہیں۔ کسی نے پاسٹر کی بات پر اعتبار نہ کیا اور سب نے قہقہہ لگایا۔ مگر جب پاسٹر نے یہ ثابت کر دکھایا تو پروفیسر کا بدن جوش سے کانپنے لگا۔

اور نہایت پیار سے اس نے پاسٹر سے کہا۔ میرے پیارے بچے مجھے سائنس سے اتنی اُلفت ہے کہ میرا دل خوشی سے اچھل رہا ہے۔

اس طرح تجربے کرتے کرتے پاسٹر آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ مختلف رقیق چیزون (مثلاً شراب۔ دودہ۔ عرق وغیرہ) مین جو کیڑے پڑ جاتے ہین۔ وہ اُن مین خود بخود پیدا نہین ہو جاتے۔ کیونکہ یہہ ناممکن ہے۔ البتہ ہوا مین کروڑون چھوٹے چھوٹے کیڑے ہین۔ جو رقیق چیزون مین گر پڑتے ہین۔ اور جلد جلد بچے پیدا کر کے تعداد مین بڑہ جاتے ہین۔ یہہ کیڑے اس قدر چھوٹے ہوتے ہین کہ بغیر از خوردبین کے دکھائی نہین دیتے۔ پاسٹر نے اپنے دعوے کی تائید مین یہہ دلیل پیش کی کہ اگر تم دودہ کو صاف بوتل مین اس طرح بند کرو کہ وہان ہوا نہ پہنچ سکے تو اس مین ہرگز کیڑے نہین پیدا ہونگے نہ دودہ ترش ہوگا۔ اگرچہ یہہ ایک معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر لوئی پاسٹر کے وقت لوگ ایسا نہین خیال کرتے تھے۔

اس دریافت سے لوئی پاسٹر کا نام ساری دنیا مین مشہور ہوگیا۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اب لوگ دودہ۔ شراب۔ سرکہ۔ اچار وغیرہ چیزون کو سڑنے سے بچانے کے لئے ڈھک کر رکھنے لگے۔ تاکہ ہوا داخل نہو اور ہوا کے جرم (کیڑے) اُن کے اندر نہ جا سکین۔ پھل پھول کو بھی کاغذ مین لپیٹ کر رکھنے لگے۔ تاکہ وہ سڑ نہ جائین۔

جب مشہور انگریز ڈاکٹر لارڈ لسٹر نے اخبار مین پاسٹر کی اس دریافت کا حال پڑہا تو اس نے اپنے دل مین خیال کیا کہ اگر یہہ بات ہے تو ضرور ہے کہ زخمون کو ڈھک کر رکھنے سے کسی قسم کی خارش نہوگی۔ کیونکہ خارش کا سبب کیڑے ہوئے ہونگے۔ جو ہوا مین سے گر پڑتے ہین۔ یہہ بات ٹھیک ہوئی اور اس سے پاسٹر کی شہرت اور بھی پھیل گئی۔ سب لوگ اب زخم کو ہوا لگنے سے بچانے لگے۔ جس سے زخمی جلد جلد اچھے ہونے لگے۔ ڈاکٹر اب جسم کے ہر حصہ مین اپریشن عمل جراحی اس طرح کرنے لگے کہ زخم مین ہوا نہ لگے۔ جس طرح پاسٹر کے پہلے تجربہ کو دیکھکر پیرس کا پروفیسر اُچھلنے لگا تھا۔ پاسٹر کی اس دریافت کو دیکھکر سارے یورپ مین خوشی دل سے اچھلنے لگے۔ جب لارڈ لسٹر کو اس مین کامیابی ہوئی تو اس نے پاسٹر کا نام انگلستان مین چارون طرف مشہور کر دیا۔

پاسٹر رات دن اس قدر تجربات مین مشغول رہتا تھا کہ جب اس کی شادی کا دن آیا۔ تو لوگون نے دیکھا کہ پاسٹر برابر تجربے کر رہا ہے۔ اس کے دوستون نے کہا کہ دلہن گرجا مین منتظر

اپنے والدین اور پادری کے آپ کے انتظار میں ہیں۔ اُٹھئے اور دولہا بن کر دولہن کو لے آئے۔ پاسٹر
دلہن کو گھر لایا۔ اس کی بیوی بڑی لائق عورت تھی۔ اس نے پاسٹر کا خوب ہاتھ بٹایا اور ہر طرح سے
علم کیمیاگری کی تحقیقات میں اسے مدد دی۔ اس طرح چند سال گزر گئے۔ حتیٰ کہ پاسٹر ۳۴ برس کا
ہوگیا۔ اس وقت اسے پیرس کی سب سے بڑی یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر کیا گیا۔ اگرچہ اس سے
پہلے پاسٹر کئی چھوٹی چھوٹی یونیورسٹیوں میں پروفیسر رہ چکا تھا۔ مگر پیرس کی سب سے بڑی
یونیورسٹی میں پروفیسر بننا بڑی عزت کا کام تھا۔

اس زمانہ میں سارے یورپ میں ریشم کی تجارت صرف فرانس کے ہاتھ میں
تھی۔ اتفاق سے ریشم کے کیڑوں میں بیماری پھیل گئی۔ جس سے کیڑے بڑی تعداد میں مرنے
لگے۔ لوگوں نے پاسٹر سے التجا کی کہ تحقیقات کر کے اُن کو بتائے کہ ریشم کے کیڑے کیوں
مرتے ہیں۔ اور ان کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ ساری عمر میں پاسٹر نے کبھی ریشم کا
کیڑا نہ دیکھا تھا۔ مگر اپنے اہل وطن کے فائدے کی خاطر اس نے اس کام کو اپنے ہاتھ
میں لینا منظور کیا۔ اس نے تحقیقات شروع کی۔ کیڑوں کا معائنہ کیا۔ ان کے انڈوں کو کاٹ
کر خوردبین سے دیکھا اور آخر اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ ریشم کے اُن کیڑوں سے جو بیمار ہوں۔ اُن سے
تندرست کیڑوں کو بیماری لگ جاتی ہے۔ پس اگر وہ ایک دوسرے کو چھو جائیں یا اس پتّے
کو چھو جائیں۔ جہاں بیمار کیڑا بیٹھا ہو تو وہ بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ
جن کیڑوں کو بیماری تھی۔ اُن کے انڈوں کو ضائع کر دیا گیا۔ اور تندرست کیڑوں کو الگ رکھا گیا
ایسا کرنے سے ریشم کے کیڑوں کی جان بچ گئی۔ اس طرح پاسٹر نے فرانس کی ریشم کی
تجارت کو (جس سے فرانس کو کروڑوں روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے) غارت ہو نے
سے بچایا۔ پچھلی صدی تک یورپ میں یہ بات کوئی نہ جانتا تھا کہ بیماریاں ایک سے دوسرے
کو لگ جاتی ہیں۔ پاسٹر نے ثابت کیا کہ بغیر جراثیم (چھوٹے چھوٹے نہ دکھائی دینے والے
کیڑے) کے کوئی بیماری نہیں ہوتی۔ پلیگ۔ ہیضہ۔ ملیریا۔ زکام۔ غرض ہر بیماری کا سبب
جراثیم ہی ہیں۔ پاسٹر کی جرم تھیوری اس قدر مشہور ہوئی کہ اب دنیا میں ایک سرے سے دوسرے
سرے تک بچہ بچہ اس کو جانتا ہے اور کئی ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ آنے والے زمانہ
میں لوگ ایک دوسرے سے یہ پوچھنے کی بجائے کہ آپ کو کیا بیماری ہے۔ یہ پوچھا کریں گے
کہ آپ کو کس قسم کے جراثیم ستا رہے ہیں۔

پاسٹر کہا کرتا تھا کہ چونکہ سب بیماریاں جسم مین جراثیم پیدا کرتے ہین۔ اس لئے اگر ہم بدن سے وہ چیز نکال دین جس کو کھا کر بڑھتے ہین۔ تو ہم صحت یاب ہو سکتے ہین۔ کیونکہ جراثیم بھوکے مرجائینگے چنانچہ یورپ مین ایک قسم کا بخار پایا جاتا تھا جو نہایت مہلک تھا اور جسکو انٹرکس کہتے تھے۔ پاسٹر نے انٹرکس اور ہیضہ کو یورپ مین ہمیشہ کے لئے کچل دیا۔ اس نے یہ ترکیب نکالی کہ طرح طرح کی بیماریون کے کیڑے پالے مگر خاص ترکیبون سے ان کو ایسا کمزور بنا دیا کہ وہ انسان کو ضرر نہ پہنچا سکین۔ فرض کرو کسی شخص کو ہیضہ ہوگیا۔ فوراً پاسٹر نے اس کے جسم مین ٹیکہ لگا کر تھوڑے سے پالے ہوئے جراثیم داخل کردے۔ پہلے ہوئے جراثیم اس قسم کی تمام خوراک کو کھا گئے۔ جن کی ہیضہ کے جراثیم کو ضرورت تھی۔ اس سے ہیضہ کے جرم بھوکے مرگئے اور وہ آدمی جس کو ہیضہ ہوگیا تھا بچ گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد پیرس مین چند بچے کھیل رہے تھے۔ اتنے مین انھون نے ایک خطرناک دیوانے بھیڑئے کو آتے دیکھا۔ دیوانہ بھیڑیا ان کا صفایا کردیتا۔ مگر ایک بہادر لڑکا مسمیٰ جین جوپل بھیڑئے پر جھپٹ پڑا اور اس کا منھ پکڑ کر اپنا رومال اس کی گردن مین ڈال کر اس کا گلا گھونٹ دیا۔ مگر پیشتر مرنے کے بھیڑے نے اس بہادر لڑکے کو کاٹ کھایا۔ جب پاسٹر نے یہ حال سُنا تو وہ دوڑا ہوا آیا۔ اور خاص قسم کے جراثیم لڑکے کے خون مین داخل کرکے اس کی جان بچائی۔ اس طریقہ سے پاسٹر اب نہ صرف ان لوگون کا علاج کرنے لگا۔ جن کو کسی دیوانہ کتے نے کاٹا ہوتا تھا۔ بلکہ دیوانے کتون کا بھی علاج کرنے لگا۔ اس سے پاسٹر کی شہرت اور بھی بڑھ گئی اور ساری دنیا سے لوگ پاسٹر سے علم سیکھنے پیرس آنے لگے ہندوستان مین بمقام کسولی (متصل شملہ) جو دیوانہ کتون کے کاٹے کا علاج ہوتا ہے۔ وہ پاسٹر ہی کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔

پیرس کے لوگون نے روپیہ جمع کرکے پاسٹر کے خیالات سکھانے کے لئے ایک بڑا بھاری اسپتال قائم کیا۔ روس کے بادشاہ نے بھی ساٹھ ہزار روپیہ چندہ بھیجا۔ ایک فرانسیسی امیر نے مرتے وقت اپنی دو کرور روپیہ کی جائیداد پاسٹر کے نام کردی۔ جس سے پیرس مین پاسٹر انسٹیٹیوٹ بنائی گئی۔ جہان ہر ملک سے طلبہ علم حاصل کرنے آتے ہین۔ اسپتال کے سامنے جین جوپل کا بت بنا کر لگایا۔ کیونکہ اس نے بہادری سے بچون کو بھیڑئے سے بچایا تھا۔ اس بت مین جین جوپل اور بھیڑئے کو بالکل اسیطرح لڑتے دکھایا گیا ہے جسطرح

دراصل واقع ہوا تھا۔
۱۸۹۵ء میں آخر پاسٹر عالم جاودانی کو سدہارا - اگرچہ پاسٹر کا جسم پاسٹر انسٹیٹیوٹ کے ایک مقبرے میں دفن ہے۔ مگر پاسٹر کا علم ساری دنیا میں جلوہ فگن ہے - اور جین جویل جس نے بھیڑئے کا گلا گھونٹا تھا اور جس کا علاج پاسٹر نے کیا تھا ابھی تک زندہ ہے اور پیرس میں پاسٹر کی قبر اور انسٹیٹیوٹ کی حفاظت پر مقرر ہے۔

پاسٹر کے علم کی مدد سے دنیا کے تمام ملکوں سے ہیضہ و ملیریا۔ اور چیچک وغیرہ بیماریاں دور کردی گئی ہیں۔ یہہ بیماریاں اب صرف ہندوستان میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ ہندوستان کے نوجوان سائنس نہیں سیکھتے۔ خدا نے ہمیں عقل سلیم دی تو اس لئے کہ اپنا اور بنی نوع انسان کا فائدہ کریں۔ نہ اس لئے کہ استعمال ہی نہ کریں۔ پیارے بھائیو تم بھی علم حاصل کرکے اپنے پیارے اہل وطن کو بیماریوں سے نجات دو۔

اصلاح تمدن

غریبوں کا ظلم امیروں پر

ماخوذ از ہندوستانی ۲۸ اپریل ۱۹۱۵ء

نومبر کے معلومات میں ہم نے افلاس و جہالت کے متعلق اپنے چند خیالات ظاہر کئے تھے اور ہندوستان کے امراء کی ذمہ داریاں بتائی تھیں۔ لیکن جہاں امراء کا ہمکو رونا ہے وہاں غربا جو ظلم امراء پر کرتے ہیں۔ اس کا بیان بھی ضروری ہے - تاکہ مجموعی حالت پر ہر پہلو کو سمجھ کر رائے قایم کی جائے اور اصلاح کی جو تجویزیں سوچی جائیں ان میں تصویر کے ہر رخ پر پوری نظر ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی سوسائیٹی متضاد امراض میں گرفتار ہے۔ امراء کی خرابیوں کا اثر غربا پر پڑ رہا ہے - اور غربا کی ناگفتہ بہ حالت امراء پر اثر ڈال رہی ہے جہاں امیر غریب کے ساتھ اپنا فرض نہیں ادا کرتا۔ وہاں غریب بھی امیر کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتا ہے۔ ہم کسی کے طرفدار نہیں پچھلے مضمون میں امیروں کے متعلق بہت کچھہ ہم نے لکھا ان کو خودغرض۔ ناخداترس - بے رحم سب ہی کچھہ بنایا۔ مگر انہیں کی شکایت اگر ہم کرتے ہیں۔ تو بالکل ناانصافی ہوگی۔ ہمارے یہاں کا غریبوں کا طبقہ بھی

اتنا ہی کاہل اور غیر سود مند زندگی بسر کرنے والا ہے - جیسا کہ امیروں کا بلکہ وہ اس سے بھی بدتر ہو
جو کچھ کام وہ کرتے ہیں صرف پیٹ میں لگی ہوئی آگ کرا لیتی ہے - اُن کو دو وقت روٹی دیدو - تو
ہل کے پانی نہ پئیں - بھوک ایک آسان نسخہ کسب معاش کا انہیں مل گیا ہے - اس کے
بدولت انہیں مل گیا ہے - اسکے بدولت نہیں کسی نہ کسی طرح روٹی مل جاتی ہے - کپڑے سے
مطلب نہیں رکھتے اور مستغنی ہو کر زندگی کے دن پورے کیا کرتے ہیں - کون امیر اس وقت
ہندوستان میں ہے - جسکو مامائیں اور نوکر آسانی سے مل جاتے ہیں - ہمارے خیال میں
ہندوستان کے بڑے شہروں میں ایک گھر بھی نہو گا - جہاں ملازمین کا مسئلہ ایک اہم
مسئلہ نہ سمجھا جاتا ہو - اگر پوچھا جائے کہ یہ کیوں ہے تو سوائے بغلیں جھانکنے کے کچھ جواب
بن نہ پڑے گا - کیونکہ ایک طرف تو ہم افلاس کا رونا روتے ہیں - دوسری طرف ہر جگہ کام
کرنیوالے آدمیوں کی پکار ہے - اگر افلاس ہے تو آدمی آسانی سے ملنا چاہیئے تھے - اور
اگر آدمی آسانی سے نہیں ملتے - تو معلوم ہوتا ہے - کہ ان کو ضرورت نہیں ہے - اس لئے
مفلس نہیں ہیں - ہمارا خیال اس مسئلہ کے متعلق جو ہے - وہ یہ کہ جہالت کی وجہ
سے معیار زندگی نیچے طبقہ کا بہت کم ہے - اور مجموعی دولت ہندوستان کی بہ نسبت سابق
کے بڑھ گئی ہے - اس لئے آسانی سے اس طبقہ کو کھانا مل جاتا ہے - کھانے کے علاوہ
زندگی کی ضرورتیں وہ نہیں رکھتے - لہذا مستغنی ہو جاتے ہیں - ان کی زندگی بالکل جانوروں
کی زندگی ہوتی ہے - اور یہ جہالت کا نتیجہ ہے - جب چھوٹے طبقہ میں تعلیم پھیلے گی تو لازمی
طور پر ان کی زندگی کی سطح اونچی ہوگی - جیسے مستغنی ہو کر اب وہ زندگی کاٹتے ہیں - اُس
وقت نہ کاٹ سکیں گے - دھوتی اور کرتا ہر شخص کے واسطے اتنا ہی ضروری ہو جائیگا -
جتنا کہ دو وقت کا کھانا - کچھ صفائی اور حفظ صحت کا بھی خیال ہوگا - اگر آٹھویں دن نہیں
تو پندرہویں دن کپڑے ضرور بدلیں گے - پھر رہائش اور آرام کا بھی خیال ہوگا - جس
طرح اب مکانوں کی چوکھٹوں اور سڑکوں پر سویا کرتے ہیں - اس وقت ایسا نہ کریں گے
اس لئے لازمی طور پر ان کو زیادہ کمانے کی فکر ہوگی کہ اخراجات پورے ہوں - فی الحال
جو حالت ہے - وہ ناگفتہ بہ ہے - قارئین کسی ایک شہر کی تصویر میں سیر کریں - صبح کا وقت ہے -
گھر سے نکلنے کے ساتھ ہی یہ دکھائی دیتا ہے کہ ہر دکان پر ایک شخص گدڑی اوڑھے سو رہا
ہے - گدڑی بھی وہ کہ جانور بھی اپنے واسطے اس کو نہ پسند کرے - یو پی جیسی میں یہ کیفیت ہے کہ

پاس نہ کھڑا ہوا جائے - ادہر اُدہر یہہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ عین راستہ مین ایک ٹھٹیا پر دو میان
بیوی شرمناک قطع سے لیٹے ہین - مرد کی لنگوٹی اپنی جگہ پر نہین ہے - عورت کا سینہ کھلا ہے
اور ایک کیڑے طرح لڑکا ان دونون کے بیچ مین پڑا ہوا ہے - آگے چلئے تو یہ منظر آتا ہے کہ
دو بالکل ننگے لڑکے نالی پر بیٹھے نالی کو غلیظ کر رہے ہین - ان کا باپ ایک سڑا ہوا حقہ پی رہا ہے
اور مان زمین پر بیٹھی جمائیان لے رہی ہے - ان لوگون کو دیکھکر ایک شریف دل انسان کو قدرتاً
ترس آتا ہے - وہ ان کے پاس جاتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تم نوکری یا مزدوری کروگے - مگر یہ غلیظ
کے کیڑے جو انسانی قطع مین ہین صاف انکار کردیتے ہین - وجہ کیا ہے کہ وہ حالت جو تمکو بری
معلوم ہوئی اور جسکو دیکھکر تمہین ان پر ترس آیا - خود ان کو بری نہین معلوم ہوتی - کیونکہ غلاظت کے
کیڑے کو غلیظ برا نہین معلوم ہوتا - یہہ کاہل اور بے شرم مخلوق ایسی حالت مین رہکر زندگی جو
خدا کی دی ہوئی ایک بیش بہا نعمت ہے ستیاناس کرتی ہے - بیماری اپنے مین پیدا
کرتی ہے اور اسکو پہیلاتی ہے - اور بے خطر اپنے سے کمزور اور بیماریون سے گہتی ہوئی نسل پیدا
کرتی ہے - جو قوم کے قلب کو گھن کی طرح کھائے جاتی ہے - غربت جرم نہین ہے مگر ام الجرائم
والامراض اس کو جاننا چاہیئے - خاصکر وہ غربت جو کاہلی کے ذریعہ سے حاصل کی گئی ہو -

اس حالت کے نتائج پر اب ذرا غور کرنا چاہیئے - ایک شخص ہے جو اپنے گھر کو صاف ستہرا
رکھتا ہے اور اپنے بال بچون کو لئے اس مین بیٹھا ہے - میونسپل ٹیکس بہی ادا کرتا ہے - تاکہ
اس کے گرد و پیش غلاظت نہ پھیلے - اس صاف ستہرے مکان کے پاس غلیظ مخلوق کی بہی
ایک بستی ہے - جو سوائے بہیک مانگنے کے دوسرا کام نہین کرتی - ظاہر ہے کہ میونسپل ٹیکس وہ
کیا ادا کریگی - اس پر طرہ یہ کہ میونسپل نالیون اور کوچون کو حد درجہ غلیظ کرتی رہتی ہے - ان کی
غلاظت سے بیماری پیدا ہوئی دس پانچ آدمی اسمین کے مرے اور بیماری پہیلنا شروع ہوئی یہانتک کہ وہ بدنصیب جو اپنے
مکان کو صاف ستہرا رکھنے مین اپنا مال اور توجہ صرف کرتا تھا اسکو دو بچے اس بیماری مین مرگئے اب بتائیے کہ وہ
کس کے پاس رونے کے واسطے جائے - غریبون کی فریاد تو لوگ سُن لیتے ہین امیر کی فریاد کون
سُنے گا - اب وقت آگیا ہے کہ ان مسائل پر توجہ کی جائے - مگر توجہ کرے تو کون کرے -

انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کو کانفرنسون اور کانگرسون مین اسپیچین دینے سے مہلت نہین اور
پرانے طرز کے لوگ مولود اور مجلس کو ذریعہ نجات بنائے ہوئے ہین -

افلاس - جہالت - حفظ صحت مشترک مسئلے ہین - ان پر ایک ساتھ نظر کرنا چاہیئے -

اصل مرض انسان کے واسطے غیر انسانیت ہے - افلاس اس مرض کی صرف علامت ہے اور یہ علامت ایک دوسری علامت سے وابستہ ہے - جسکو کاہل کہتے ہین اس مرض کا علاج مثل دیگر امراض کے علاج کے عام تنقیہ کے ساتھ مخصوص تدابیر بھی کرتا ہے - تنقیہ عام تعلیم ہے - جو جہالت کو دور کرتی ہے - مگر اس کے ساتھ ساتھ علاج مخصوص بھی ہونا چاہیئے - وہ علاج میونسپل قوانین کو مفید بنانا اور ان پر سختی سے عمل درآمد کرنا ہے - یہ کاہلی کو دور کرے گا - جب کاہلی اور جہالت دور ہو گئی تو خود بخود افلاس غائب ہو جائیگا - اور اصلی مرض غیر انسانیت بدن انسان سے زائل ہو جائے گا میونسپل قوانین کس طرح کاہلی کو دور کرین گے - یہ بات تفصیل اور تشریح کی محتاج ہے جسکو مختصراً ہم تحریر کرتے ہین -

گانوٴن - قصبہ یا شہر ایک رقبہ زمین کا نام ہے - جسپر کچھہ تعداد انسانون کی جمع ہو کر رہتی ہو - ان کی طرز رہائش کے متعلق باہم طے کر کے کچھہ قواعد اور اصول بھی بنائے جاتے ہین جسکی پابندی ہر باشندے پر لازمی ہوتی ہے - ضرورت ان قواعد کی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ ایک شخص کی طرز رہائش کا اثر دوسرے پر ہوتا ہے - اگر ایک شخص گندی طرح سے رہتا ہے تو دوسرا آدمی جو اس کے مکان کے پاس رہتا ہے - اس کی گندگی سے نقصان اٹھائیگا - اگر ایک شخص اپنا مسکن صاف اور ستھرا رکھیگا - تو اس کے پاس کے رہنے والے آدمی کو پاک اور صاف ہوا ملے گی - گندگی سے کسی آدمی کا رہنا شہریت کے خیال سے ویسا ہی جرم ہے - جیسا کہ چوری کرنا - کیونکہ اصول دونون کے ایک ہین - چوری کرنے کے قانونی نقطۂ نظر سے معنی یہی ہین کہ دوسرے شخص کو نقصان پہنچانا - یا وہ چیز جسپر اس کو تصرف کا حق حاصل تھا - اس سے اسے محروم کرنا - گندگی سے رہنے مین بھی یہ بات موجود ہے - ایک گندہ اور غلیظ دوسرے کو نقصان اس طرح پہونچاتا ہے کہ صاف ہوا جسپر آخر الذکر کو تصرف کا حق حاصل ہے - اس سے محروم ہو جاتا ہے - اگر یہ تمثیل ٹھیک نہین تو دوسری تمثیل کا خیال کرو - کسی شخص کی کھانے پینے کی چیزین زہر ملا دینا جرم ہے - ہوا کو گندہ کرنا جو ہر شخص سانس کے ذریعہ سے کھاتا رہتا ہے کیا وجہ ہے کہ جرم نہو - چونکہ اس کا اثر اکثر حالتون مین فوراً نہین ہوتا - اور اس وجہ سے بھی کہ یہ علمی اصول کہ گندگی بیماری پیدا کرتی - اور پھیلاتی ہے - ہمارے ذہن مین جیسا کہ چاہیئے پیوست نہین ہین - اس لئے ہم ان باتون کا

زیادہ خیال نہیں کرتے ۔ اور اسی سے قوانین حفظان صحت کی پابندی سختی کے ساتھ
نہیں ہوتی اور قوانین بھی اس قدر سخت نہیں ہیں جتنے کہ فوری ضرر او رنقصان پہنچانیوالے
جرائم کے واسطے رکھے گئے ہیں۔ اس ڈھیل کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ جن کی طبیعت میں صفائی
نہیں ہے ۔ یا کاہلی کی وجہ سے صفائی نہیں کرتے بخطر اپنے آس پاس کے رہنے والوں
کو برابر ضرر پہنچاتے رہتے ہیں ۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر باشندہ اپنی رہایش کا ایسا انتظام کرے کہ مقررہ اصول
حفظان صحت کا پورے طور پر عملدر آمد ہو۔ اگر وہ ایسا نہ کرسکے تو بستی سے باہر کردیا جائے یا حکومت
اس کی رہایش کا سامان کرے ۔ اس کو کوئی حق اس بات کا نہیں ہے کہ اپنے ساتھ
دوسروں کو تباہ کرے ۔ رحم اور ترس بیشک بہت اچھا ہے مگر اس کا بےعقلی کے ساتھ برتنا
اس کو بُرا کردیتا ہے ۔ وہ نفوس جو کسی معذوری کی وجہ سے مقررہ معیار رہایش قایم نہیں رہ
سکتے وہ قابل رحم ضرور ہیں۔ لیکن رحم یہ نہیں کہ وہ جس حالت میں ہیں ایسی حالت میں رہنے
دئیے جائیں۔ یعنی جس گندگی میں ہیں اسی میں پڑے رہیں۔ صرف زندہ رہنے کے واسطے
انہیں کھانا دیدیا جائے ۔ اس کو رحم سمجھنا اپنے کو دھوکا دینا ہے ۔ اس غلطی کا نتیجہ یہ ہے
کہ ان کو فائدہ پورا نہیں ہوپنچتا ۔ اور اپنے کو نقصان پہنچتا ہے ۔

میونسپل قوانین کا عملدرآمد پوری طور سے نہیں ہوتا اور قوانین بہت غیر مکمل ہیں۔ ان کو مکمل بنانا
اور سختی سے عملدرآمد ان پر کرنا بہت ہی ضروری ہے اس کا اثر ہر طرح اچھا ہوگا ۔ وہ طبقہ جو کاہلی کی
وجہ سے اپنے معیار رہایش کو کم کئے ہوئے ہے ۔ اور یہ طبقہ بہت بڑا ہے ۔ اس کو
مجبوراً اپنے ہاتھہ پیر ہلانا پڑینگے ۔ اس وقت جو حالت ہے وہ یہ ہے کہ ایک سات
آٹھ روپیے پیدا کرنے والا اس بات کے واسطے تیار ہوجاتا ہے کہ مکان کچا کرایہ پر لیلے
اور اپنی بیوی بچوں کو جانوروں کی طرح اس میں بھر دے ۔ بیوی پیسہ پیدا نہ کرے اور جسطرح
ہو اتنی ہی آمد پر زندگی گزر جائے ۔ اگر میونسپل قوانین پورے طرح برتے جائیں تو اس
قسم کے مکانات جو غلاظت کا مرکز ہیں کسی طرح قایم نہیں رہ سکتے۔ یا دوکانوں اور سڑکوں پر
جو لوگ سویا کرتے ہیں ۔ ایسا نہ کرنے پائینگے ۔ اور اس طرح جو گندگی اس طریقہ سے رہنے
میں پیدا ہوتی ہے وہ دور ہوجائیگی ۔ اور یہ لوگ کام کرنے پر مجبور ہوجائینگے ۔

خلاصہ یہ کہ غلاظت کے دور ہونے کے ساتھہ ہی بہت سی شکایتیں بھی دور ہوجائینگی

پیسہ کمانے کا شوق ہوگا۔ وقت اور مال ضائع کرنے سے ڈرین گے۔ صحت کے ساتھ سود مند زندگی بسر کرنے کی عادت ہوگی۔ ہمارے سامنے ایک مثال پیش ہے۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ ایک شخص جو معمار کا پیشہ کرتا ہے۔ ہمارے پاس اس غرض سے آیا کہ ہم ایک خاص تکلیف اور وقت مین اس کی مدد کرین۔ آپ سات آٹھہ آنہ روز کماتے ہین اور بال بچون والے آدمی ہین۔ دو سال ہوئے انہون نے بچاس ۵۰ روپیہ پر اپنا مکان رہن کر کے قرض لیا تھا۔ ضرورت قرض لینے کی یہ تھی کہ بیوی کی خوشی تھی کہ اپنے بھائی کی اپنے صرف سے شادی کی جائے۔ روپیہ قرض لیا گیا۔ اور خوب خوشیان منائی گئین روزانہ کمائی سے اتنا نہین بچتا تھا کہ سود ادا کیا جاسے۔ دو سال کے بعد اصل اور سود ملا کر چوہتر روپے کا دعویٰ ہوا۔ اس کی ادائگی کی کوئی صورت سوائے مکان فروخت کرنے کے کچھہ نہ تھی۔ ہم سے ان کی مدد نہ ہوسکی۔ آخر مین مجبور ہو کر انہون نے اپنی بیوی کو انا گیری مین رکھوا دیا ہے۔ اور اس ذریعہ سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ قرضہ مین جاتی ہے۔

اس قسم کی صدہا اور ہزارہا مثالین اور بھی ہونگی۔ یہ سب ہماری رائے کی تصدیق کرتی ہین۔ کام انسان اس وقت تک خوشی سے نہین کرتا جب تک مجبور نہو۔ اور جاہل طبقہ اس وقت تک مجبور نہین ہوتا۔ جب تک کہ قانون اسے مجبور نہ کرے۔

انگلستان کا اقتصادی نظام

ماخوذ از وکیل امرتسر۔ ۲۸ اپریل ۱۹۱۵ء

انگلینڈ کی صنعتی فضیلت کے وجوہ منشی اقبال بہادر صاحب۔ ایم۔ اے۔ زمانہ مین تحریر فرماتے ہین۔ کہ انیسوین صدی کے آغاز سے جبکہ یورپ نپولین اعظم کی لڑائیون سے پامال ہو چکا تھا۔ جبکہ انگلینڈ کے تمام تجارتی رقیب بھی میدان خالی کر چکے تھے۔ جبکہ انگلستان کو نیچر کی طرف سے مختلف ایجادون مین مدد مل چکی تھی۔ جبکہ اس کا طریقہ صنعت فیکٹری سسٹم کے نام سے پکارا جانے لگا تھا۔ انگلینڈ کی تجارتی کاروباری اور صنعتی فضیلت کا آغاز ہوا۔ یہ ملک کی قدرتی دولت بشکل معدنیات اور باشندگان کے کام کرنے کی قوت سے ظہور پذیر ہوئی۔ اسٹیم انجن کی ایجاد کرنے والے۔ اسٹیم کو بری اور بحری سفر کی مشکلات حل کرنے کا ذریعہ بنانے والے ان کو تمام قسم کی کلون اور کان کنی مین استعمال کر کے دولت و ثروت حاصل

کرنے والے لوگ ہی دنیا کے بازارون مین سب سے پہلے مشینون سے بنایا ہوا سستے سے سستا اسباب لیکر نکلے اور ان کو اس کا عوض اس فضیلت مین ملا۔ جو ایجاد و اختراع کا مادہ رکھنے والون کے حصہ مین آتی ہے۔ ان کا انعام محض دولت کی ترقی ہی تک محدود نہین رہا۔ بلکہ ان کی عزت مین بھی اس سے چار چاند لگ گئے۔ ۱۸۵۱ء کی نمایش مین ہر طرف انگریزی مال نظر آتا تھا۔ اور ہر شخص یہی کہتا سنا کہ انگلستان صنعتی کاروبار مین سب سے افضل ہے۔ انگریزون نے بھی اس بات کو جان لیا کہ اُن کو یہہ تفوق بہ حیثیت ان کی اخلاقی جرأت۔ ان کی ایجاد کی طاقت اور ان کے انتظام کی خوبی کے حاصل ہوا ہے۔ انہون نے خوشی سے اس پوزیشن کا خیر مقدم کیا۔ اور ان کو فری ٹریڈ (آزاد تجارت) کی پالیسی سے اور بھی مستحکم کر دیا۔ آزاد تجارت کا نتیجہ یہہ ہوا کہ غلہ ارزان ہو تا گیا اور مال کی تیاری کے مصارف کم ہو گئے۔ کسی چیز کی تیاری مین اول اسباب۔ دوم مزدوری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب فری ٹریڈ کی پالیسی سے اسباب ملک مین کم قیمت پر آنے لگا۔ اور غلہ کی زیادہ درآمد سے غلہ بھی سستا ہو گیا۔ اور غلہ کے ارزان ہونے کا بدیہی نتیجہ یہہ ہوا کہ مزدوری بھی گھٹ گئی۔ تو صنعت و حرفت کی ترقی کی طرف لوگون کی توجہ زیادہ ہوئی۔ کیونکہ اب زراعت کی نسبت اس مین آمدنی زیادہ ہوئی۔ کاشتکاری مین اس وجہ سے کہ دیگر ممالک اور خاصکر امریکہ کا غلہ ملک کی پیداوار سے نسبتاً زیادہ ارزان فروخت ہو سکتا تھا۔ نقصان ہونے لگا۔ اور لوگ قدرتاً اس کو ترک کر کے صنعت و حرفت کی طرف مائل ہونے لگے۔ اور اس طرح انگلینڈ اپنے معیار کی طرف رجوع کرنے لگا اور آخر کار۔ دنیا کی ورکشاپ ہونے کا خواب عملی دنیا مین سچ ہو ہی گیا۔ انگلینڈ کے طریقہ صنعت نے اس کو درحقیقت انسانی تاریخ مین عدیم المثال دولتمند ملک بنا دیا۔ اور اب ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر کوئی ملک سونے کی چڑیا۔ کا خطاب پا سکتا ہے۔ تو وہ انگلستان ہے۔ انگلینڈ کی دولت کا اندازہ جو اعداد ہم کو بتاتے ہین۔ وہ قرین قیاس نہین معلوم ہوتے۔ مگر اس مین ذرا شک نہین کہ انگلینڈ ہر سال دیگر ممالک کو ایک ارب ۴۰ کروڑ روپیہ ان کے ملکی اور ملی ترقی کے لئے قرض دیتا ہی اور اب تک پچاس ارب روپیہ کے قریب دے چکا ہے۔ نئی دنیا مین جتنی ترقی ہم دیکھتے ہین جتنی ریلین ہین جتنے معدنیات کے کارخانے۔ صنعتی کارخانے۔ غرض جتنی کلین اور کارخانے ہین۔ اُن سب کا آغاز انگلینڈ کے روپیہ سے ہوا ہے۔ اسیطرح آسٹریلیا اور افریقہ کی ترقی مین جتنا روپیہ صرف ہوا ہے وہ سب انگلستان ہی سے آیا ہے۔ ہندوستان و دیگر ایشائی ملکون مین بھی جتنی مادی ترقی نظر آ رہی ہے۔ اُن سب مین انگریزی سرمایہ دارون کا روپیہ

لگا ہے غرض اس کی دولت کی انتہا نہین - اوسط درجہ کے انسانون کے پاس بہی بیشمار دولت ہے - ان کے مکانات ہی مین آٹھہ ہزار سے دس ہزار روپیہ تک سامان آرایش و آسایش ہوتا ہے - انگریزون کی دولت جب کوئی پبلک کی ترقی یا صنعت و حرفت کی اسکیم پیش ہوتی ہے چشمہ کی طرح اُبل پڑتی ہے - یہ دولت زمین مین دفن نہین کی جاتی بلکہ بنکون کے ذریعہ لین دین کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے - اور اس مین کوئی شک نہین کہ اگر کوئی بات دنیا کے اس لین دین کے طریقہ کو درہم برہم کرنے والی وقوع مین آجائے تو اس کا اثر دیگر ممالک کی بہ نسبت انگلینڈ پر سب سے زیادہ ہوگا - کیونکہ انگلینڈ تمام دنیا کی تجارت کا مرکز اور انگلینڈ کا بنک تمام دنیا کے بنکون کا بنک ہے - تمام دنیا کی خرید و فروخت کا حساب لندن ہی مین ہوتا ہے اور اس لئے ہر ملک کا معزز اور مشہور بنک لندن کے بنک انگلینڈ مین کچہہ نہ کچہہ روپیہ ضرور جمع رکھتا ہے -

آزاد تجارت کا اثر زراعت پر - اگرچہ آزادانہ تجارت کی پالیسی نے انگلینڈ کو دولتمند ضرور بنا دیا ہے - مگر اسی پالیسی نے اس کی زراعت کا بہی ستیاناس کر دیا ہے - زراعت کو یہہ نقصان فری ٹریڈ پالیسی کے چلانے والون نے ارادتاً نہین پہونچایا - کیونکہ ان کو گمان بھی نہ تھا اور نہ ہوسکتا تھا کہ غلہ کی تجارت مین مقابلہ سخت ہو جائیگا - اور امریکہ کی نو آبادیون کی نئی سر زمین سے غلہ اس افراط سے بہیجا جائیگا - کہ جس قیمت پر یہ انگلینڈ مین فروخت ہوگا وہ کاشتکاری کے مصارف کے لئے بھی کافی نہ ہوگی - گو انگلستان کی زراعت اس سے خاک مین ملگئی اور اسی وجہ سے وہان سائینس کے اصول اور کلین وغیرہ زراعت مین کچہہ کام ہیچ آسکین جو آج امریکہ مین مستعمل ہین - مگر باشندگان کو یہ صریحی فائدہ ہوا کہ سر زمین انگلستان سے قحط کا نام و نشان ہی مٹ گیا - اب چونکہ دیگر ممالک جو انگلستان کو غلہ بہیجتے تہے - مردم شماری کے لحاظ سے ترقی کر رہے ہین - اس لئے ان کو اپنے ملک کی پیداوار کی ملک ہی مین زیادہ ضرورت ہے - اور اس لئے انگلستان کی زراعت کو ملیامیٹ کر دینے والا مقابلہ اب کم ہوتا جاتا ہے - اور انگلستان مین زراعت کو ترقی دینے کے ذریعہ روز افزون ترقی کر رہے ہین

انگریزی طریق صنعت کے اندرونی مشکلات - انگریزی طریق صنعت کی چند اندرونی مشکلات ہین - جن سے کہ ہر ملک کو جو صنعت و حرفت مین کچہہ دستگاہ رکھتا ہے - مقابلہ کرنا ہوتا ہے چاہے وہ آزاد تجارت کا قائل ہو یا محفوظ تجارت کا پابند ہو - یہہ دقتین بھی انگلستان ہی پر

موقوف نہین اور نہ صرف اس کے طریق صنعت کا نتیجہ ہے۔ بلکہ جب صنعت و حرفت کی ترقی مین بڑے بڑے کارخانہ قایم ہوجاتے ہین اور چند خاص دماغ کے اشخاص چھوٹے چھوٹے کاریگرون کو مجتمع کرکے بڑے پیمانہ پر کام کرنے لگتے ہین۔ جسکی وجہ سے سرمایہ بہت سے ہاتھون مین رہنے کے بجائے چند ہی اشخاص کے قبضہ مین آجاتا ہے۔ تب یہہ مشکلات نمودار ہوجاتی ہین۔

کچھوے کی عمر

ماخوذ از رہنماے تعلیم لاہور۔ اپریل ۱۹۱۵ء

برطانیہ کے چڑیا گھر لندن مین کئی کچھوے موجود ہین۔ مگر ان کی عمر کسی کو معلوم نہین۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ دوسو اور تین سو سال کے ہین۔ تھوڑے عرصہ کا ذکر ہے۔ کہ اس چڑیا گھر مین ایک کچھوا مرگیا۔ جسکی عمر تین سو سال سے اوپر خیال کی جاتی ہے اور اس قسم کے جانورون کو مارنا بہت دشوار ہے۔ اس کی جان ایسی سخت ہوتی ہے کہ اگر دماغ برباد بھی کردیا جاے تو بھی جان کچھہ عرصہ تک رہتی ہے۔ یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ سر کٹنے کے بعد دو سو قدم تک ایک کچھوا زمین پر چلتا پھرتا دیکھا گیا۔

ایک عالم نے ظریفانہ طریقہ سے یہہ خیال ظاہر کیا ہے کہ کچھوؤن کی عمر درازی کی اصل وجہ ان کی سستی ہے۔ جسمین یہہ جانور اور سب پر فائق اور ضرب المثل ہے۔ لندن کے چڑیا گھر کا ایک افسر کہتا ہے کہ بعض وقت کچھوؤن کو ہتوڑے مار کر جگایا جاتا ہے اس پر بھی یہ حالت ہے کہ چند قدم چل کر سوجاتا ہے۔ گویا چلتا چلتا تھک گیا ہے۔

سانپ کے کاٹے کا مجرب علاج

ریٹھہ کی گولی اندر سے نکال کر صرف اوپر کی چھال کو لیکر کوٹ کر کپڑ چھن کرلین۔ ۶ ماشہ لیکر پاؤ بھر پانی مین ڈالکر جسکو سانپ نے کاٹا ہو پلادین۔ اس طرح جب تک زہر دور نہو۔ ہر دو گھنٹہ کے بعد پلادیا کرین۔ اس سے کئی آدمیون کو قے اور کئی کو پاخانہ آکر زہر اُتر جاتا ہے۔

ایک آدمی کو ایک اس قدر زہریلے سانپ نے کاٹا تھا کہ اس کا جسم پھٹ گیا۔ اس کو یہہ دوا ۱۰ دن تک روزانہ ایک ایک ماشہ مندرجۂ بالا طریق سے دی گئی اُسکے

تمام زخم دور ہو گئے۔ اور وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ سینکڑون آدمیون کو اس دوائی سے آرام ہوا ہے اس واسطے یہ ایک مجرب علاج ہے۔ سانپ کے ڈسنے کے بعد اگر جبڑے مل گئے ہون تو اس کو پانی مین ڈال کر جبڑون کے اوپر ملنے سے وہ کھل جاتے ہین۔ اس دوائی کے پینے سے چاہے آدمی کتنا ہی بیہوش ہو فوراً ہوش مین آجاتا ہے۔ صرف ایک بار اس دوائی کے اندر پیٹ کے جانے کی دیر ہے۔

چھوٹی سے چھوٹی مشین

آج کل سائینس کا دور دورہ ہے۔ علما چھوٹی سے چھوٹی مشین بنانے مین لگے ہوئے ہین۔ دُخانی انجن کا ایک نیا نمونہ ایسا ایجاد ہوا ہے کہ جو چار دانے گیھون کے وزن کے برابر ہے جو کہ لوہے اور سونے سے بنایا گیا ہے۔ یہہ اتنا چھوٹا ہے کہ معمولی مکھی بھی اس سے بڑی معلوم ہوتی ہے۔ نصف سیر مین ایسے ۲۰۰۰ انجن چڑھ سکتے ہین۔ انجن کے خیال سے یہہ مکمل ہے۔ اس کا پہیہ چلتے وقت دکھائی نہین دیتا۔ ایک منٹ مین (۶۰۰۰) چکر کرتا ہے۔ اور چلتے وقت مچھر جیسا گھومتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس مین ایک گھوڑے کی طاقت ہے۔

ولایت کا باپار اول

مورخ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہین کہ راجپوتانہ کے باپار اول کے ۱۰۰ لڑکے تھے لیکن ناظرین کو یہہ معلوم کر کے بڑا تعجب ہو گا کہ آج کل بھی ساٹھ ستر بچون کا باپ ابھی موجود ہے۔ اسکاٹلینڈ مین ایک جولاہے کے ۶۲ بچے ہین۔ جو کہ ایک ہی مان کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہین۔ منجملہ ۶۲ کے ۵۰ لڑکے بالکل جوان ہین۔ ۱۰ بچون کو دوسرون نے متبنّیٰ کیا ہے لیکن ۵۲ کی پرورش کے ذمہ دار یہی والدین ہین۔

حبشی سلطنت قایم کرنے کی تجویز

برطانیہ کلان کی درخواست پر امریکہ مین اس سوال پر غور کیا جائیگا۔ کہ افریقہ مین ایک گولڈ کوسٹ مین ایک حبشی سلطنت ایک اوکا ما حبشی سردار سام کی ماتحتی مین قایم کی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ لائبیریا نامی جہاز مین ۲۵۰ حبشی تارک الوطن سوار ہین۔ جو برو کلین کے مقام پر ایک مہینے سے لنگر ڈالے پڑا ہے۔ اس کے ساتھ سردار سام نے افریقہ سلطنت کمپنی کے حصص کی ایک بڑی تعداد فروخت کی ہے۔ اور گورنمنٹ کا یقین ہے کہ وہ حبشیون کی اس تارک الوطنی مین دست اندازی کرنے کا کوئی حق نہین رکھتی۔ ریوٹر کو معلوم ہوا ہے۔ کہ گولڈ کوسٹ پر کوئی

دیسی ریاست قائم کرنے کا خیال نہین - اصلیت یہ ہے کہ وہان کے گورنر نے شاہی گورنمنٹ سے کہا ہے کہ وہ امریکہ کی گورنمنٹ سے حبشی سردار شام کے متعلق صداقت کرے جو گونڈ کوسٹ کے راجہ سے چند خاص رعایات طلب کر رہا ہے -

امریکہ اسے خالص تجارتی اولوالعزمی خیال کرتا ہے - جس سے پتہ لگتا ہے کہ امریکہ کی مہربانیون سے اب حبشیون مین خالص بیداری پیدا کرنے کے لئے وہان تارک الوطنی کی کوششین شروع ہوئی ہین -

موٹے آدمیون پر ٹیکس

علاقہ برنیر مین فرانسیسی لوگون کی ایک چھوٹی سی بستی ہے - اور وہان کے حکام کو ہر سال آمدنی مین خسارہ ہی خسارہ رہتا ہے - اس لئے انھون نے آمدنی بڑھانے کا ایک نیا طریقہ سوچا ہے - کہ اس بستی مین رہنے والا جو شخص موٹا نظر آئیگا - اُس پر اس کے وزن کے اعتبار سے مندرجہ ذیل ٹیکس وصول کر لیا جائیگا - مثلاً ۱۳۵ پونڈ سے کم وزن والون سے ٹیکس نہ لیا جائیگا (۲) ۱۳۵ سے ۲۰۰ پونڈ وزن کے لوگون سے ۲ شلنگ سالانہ (۳) ۲۰۰ پونڈ سے ۲۷۰ پونڈ وزن کے لوگون سے ۱۸ شلنگ سالانہ اور اس سے زیادہ وزن کی صورت مین ہر ۲ پونڈ پر ۴۲ شلنگ کے حساب سے وصول کر لیا جائے گا -

بدہضمی کا علاج ہنسنے سے

بدہضمی کا سب سے بہتر علاج خوش طبعی ہے - جب کبھی بھی اس کا دورہ ہو تو آپ کو چاہیئے کہ خوب ہنسو یہ علاج صرف وہمی یا قیاسی ہی نہین بلکہ بالٹی مور کے جانز ہاپکنز ہسپتال کے معالجون نے اس کی صداقت کی تصدیق کی ہے - اس کا بیان ہے کہ بدہضمی کا حقیقی باعث اوداسی اور مغمومی ہے نہ کہ ترش اشیاء وغیرہ - رونی صورت بنائے رکھنے سے جسم کے اعضاء ہاضمہ پر سخت برا اثر پڑتا ہے - اور وہ اس قابل نہین رہتے کہ اگر ان مین کوئی خراب مادہ داخل ہو گیا ہو - تو وہ اسے تحلیل کر سکین - جتنا زیادہ کوئی ہنستا ہے اتنا ہی زیادہ تندرست رہتا ہے - اور جتنا زیادہ آپ کو اس امر کا یقین ہو جائیگا کہ محض ہنسنے سے ہی آپ اس مرض کو دور کر سکتے ہین - اتنا ہی جلد افاقہ ہوگا - غرض وہ آدمی خوراک کو بغیر کافی طور پر

چاہئے اندر داخل کرلیتا ہے اور یہی سبب پہلا بدہضمی کا ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا ہسپتال مین اس طریقہ
پر بدہضمی کے بیارون کا علاج کیا جاتا ہے۔ جب کبھی کوئی مریض اس مرض مین مبتلا ہو جاتا ہے
تو معالج پہلے دیکھتے ہین کہ اس کا طریق رہائش کیا ہے اور کیا وہ مغموم وملول تو نہین رہتا۔ اگر
معلوم ہو کہ ہمیشہ ملول خاطر رہتا ہے۔ تو اس کو جہان تک ہوسکے خوش رکھنے کا بندوبست
کیا جاتا ہے۔ مذاقیہ گفتگو پر لطائف اخبار اور دیگر ہنسانے والے ناول وغیرہ پڑھنے کے
لئے دیتے ہین۔ اور اگر وہ راگ کا شوقین ہو تو اسے اعلیٰ قسم کا گانا سُنایا جاتا ہے
اس لئے ہر ایک شخص کو ہنسنے کھیلنے اور خوش رہنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

ایک بدخط ایڈیٹر

امریکہ کے ایک مشہور ایڈیٹر ہیورلیس گریل۔ ایڈیٹر ٹریبیون کی بابت ایک ذکر ہے کہ ایک
کمپوزیٹر نے ان کے لکھے ہوئے مضمون کو ٹھیک نہ پڑھنے کے سبب بہت سی غلطیان
پروف مین کین۔ گریل نے فورمین کو حکم دیکر بھیجا۔ کہ کمپوزیٹر کو موقوف کردو۔ وہ بیچارہ برخاست
کردیا گیا۔ لیکن وہ رقعہ جو فورمین کے نام گریل نے لکھا تھا۔ اس کے ہاتھ لگ گیا۔ وہ اس کو
لیکر ایک دوسرے پریس مین نوکری کی غرض سے گیا۔ وہان کے فورمین نے جو کچھ
پڑھا۔ اس سے اس تحریر کا یہ مطلب سمجھا کہ یہ بڑا محنتی اور ہوشیار کمپوزیٹر ہے اور عرصہ دراز تک
ٹریبیون مین کام کیا۔ چنانچہ وہ فوراً نوکر رکھ لیا گیا۔

ایک بدخط شاعر

جیکوئین ملر ایک مشہور شاعر جس کا حال مین ہی انتقال ہوا ہے کہتے ہین کہ ایسا بدخط تھا
کہ آج تک اس پہلو مین اس کا ثانی دنیا مین نہین گزرا۔ ایک علمی سوسائٹی کے سکرٹری نے
ایک جلسہ دعوت مین اسے بلایا۔ جس کا جواب ملر نے دیا۔ مگر کوئی بندہ خدا اس کو پڑھ نہ سکا
آخر سکرٹری نے ایک اور چھٹی لکھی۔ اور درخواست کی۔ کہ آپ کا جواب پڑھا نہین جا سکتا۔ کہ اس
چھٹی کا جواب لکھتے ہوئے اتنی مہربانی کرین۔ کہ اگر آپ شریک جلسہ ہونا چاہتے ہین تو چھٹی کے
نیچے × کردین ورنہ ایک ○ نشان بنا دین۔

ملر نے اس درخواست کی تعمیل کی۔ اور ایک نشان چھٹی کے نیچے بنا دیا۔
مگر کوئی شخص بھی نہ بتا سکا۔ کہ یہ ضرب کا نشان ہے۔ یا دائرہ۔

———— ٠٭٠ ————

صنعتی ترقی کے لئے عملی مشورے

ماخوذ از وکیل امرتسر ۵ رمئی سنہ ۱۹۱۵ عیسوی

بنگال گورنمنٹ نے صنعتی ترقی کے وسائل اور مناسب پیرایہ مین سرمایہ کے لگائے جانے کے متعلق مسٹر جے - اے - ایل سوان کو مقرر کیا تھا - آپ نے اس معاملہ مین کامل تحقیقات کی ہے - مسٹر موصوف کی رپورٹ جو بڑے غور و خوض کا نتیجہ ہے - گورنمنٹ نے چھپوادی ہے - اس مین سودیشی تحریک اور صنعت و حرفت کی ترقی کے تمام پہلوؤن پر روشنی ڈالی گئی ہے - اور اس سے کافی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے - نہ صرف بنگال والے بلکہ دیگر صوبون کے لوگ بھی اس سے اپنے مفید مطلب سبق حاصل کر سکتے ہین - اس لئے رپورٹ مذکور کے بعض ضروری نکات کو ہم اپنے ناظرین کی واقفیت کے لئے درج کرتے ہین -

سودیشی تحریک کی ناکامیابی کی وجہ - سودیشی تحریک کیون ناکامیاب ہوئی - اس کے متعلق مسٹر سوان نے بتایا ہے کہ اس کے دو وجوہ ہین -

(۱) غیر مستقل سرمایہ (۲) بدانتظامی - پہلی وجہ کے متعلق آپ نے دو کمپنیون کا حال لکھا ہے - آپ لکھتے ہین کہ ایک کمپنی ۴ لاکھ کے سرمایہ سے کھولی گئی ہے ۵ ہزار کے حصے فروخت ہوئے - اور ان مین سے صرف ۶۵ ہزار وصول ہوئے - بایں ہمہ کاروبار جاری کر دیا گیا - مشینین منگائی گئین - وصول شدہ سرمایہ ان کی نذر ہوگیا - اور جب باقی کام کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑی تو سود پر روپیہ لگانا شروع کر دیا - جس کام کی ابتدا ہی قرضہ سے ہوئی ہو اور جسپر پہلے ہی دن سے سود کا بار پڑنا شروع ہو گیا - اس مین منافع کہان سے آتا - باقی حصے فروخت نہ ہوئے - منافع ہو نہ سکا - سود اصل سرمایہ کو بھی کھا گیا - اس طرح دو لاکھ سرمایہ بتا کر ۹۱ ہزار سے ایک کارخانہ کھولا گیا مشینین اس روپیہ سے آگئین - مگر خام مال کی خریداری کے لئے روپیہ کہان سے آئے ایسی حالت مین سوائے اس کے کہ اصل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھین اور کیا ہو سکتا تھا -

ناتجربہ کار ڈائرکٹر - آگے چلکر مسٹر سوان نے کہا کہ دیگر ممالک مین کمپنیون کے منیجر اور ڈائرکٹر ایسے لوگ ہوتے ہین - جو اس کام کے پورے طور پر واقف کار ہوتے ہین - مگر بنگال مین ایسے لوگ نہین ہین - مسٹر سوان نے چونکہ بنگال ہی مین تحقیقات کی ہے - اس لئے آپ بنگال کے متعلق لکھتے ہین - مگر سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام تجارت کا ستیاناس ہی ایسے ناتجربہ کار لوگون نے

کیا اور انہون نے جب کثیر تعداد مین روپیہ ان کے ہاتھ آیا۔ آگا پیچھا نہ دیکھتے ہوئے اندھا دھند لگانا اور خود مزے اڑانا شروع کر دئے۔ اس مین کچھہ شک نہین کہ پانچون انگلیان برابر نہین ہوتین - اور اس لئے ہندوستان مین بھی بالکل اسی قسم کے لوگ نہین رہتے - مگر مشکل تو یہ ہے کہ ہر کس و ناکس افلاطون بن بیٹھا اور اپنی اپنی سکیم بنا کر اس کی کامیابی کے خواب دیکھنے لگا اس بات کو مسٹر سوان نے بھی تسلیم کیا ہے کہ کمپنیون کے کام مین تو نہین مگر کئی کارخانون مین کام کر کے ہندوستانیون نے کامیابی حاصل کی ہے -

شخصی اور مشترکہ کامون مین فرق

جب یہ حالت ہے کہ اپنا کارخانہ کھول کر کامیابی حاصل کیجا سکتی ہے - مگر مشترکہ کاروبار نقصان مین رہتا ہے - تو اس کی بھی کوئی وجہ ہونی چاہیئے - مسٹر سوان کہتے ہین - کہ افراد اپنی حیثیت دیکھکر کام کرتے ہین - اور ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پاس کتنا روپیہ ہے اور ہم کتنا اس کام مین لگا سکین گے - مگر مشترکہ سرمایہ کی کمپنیون کے کاروبار مین ایک تو ناتجربہ کاری - اسپر دگنے ڈیوڑھے اخراجات کی زیرباری اور ساتھہ ہی نفع نقصان کی پبلک ذمہ واری - ان لوگون کو کامیاب نہین ہونے دیتی - جو ان کے منتظم بنائے جاتے ہین

کتابی ہدایتون سے عملی کام بہتر ہے -

مسٹر سوان نے اس سوال پر بحث کر کے کہ یہان کون کون سی چیزون کے کارخانہ چلا کر فائدہ ہو سکتا ہے - یہ نتیجہ نکالا کہ کیمیائی اشیاء چمڑے اور کانچ کے سامان - دیاسلائی اور پنسل کے کارخانہ بڑی کامیابی سے چل سکتے ہین - مگر اس کے ساتھہ ہی آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ دیسی صنعت و حرفت کے متعلق اب تک جو کچھہ گورمنٹ کرتی رہی ہے - مگر ان کو پڑھکر ہی کوئی شخص کارخانہ نہین کھول سکتا - دراصل کتابون کی اشاعت کے بجاے ایک کارخانہ چلا کر دکھا دینا بہت زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے - اگر سرکار یہ دکھاے کہ فلان قسم کا مال تیار کرنے مین اس قدر خرچ پڑتا ہے اور اس قیمت پر وہ فروخت ہوتا ہے تو لوگ منافع دیکھکر اس کام کو پورا کرنے کے لئے تیار ہو سکین گے -

مسٹر سوان کی رائے صاف ہے اور بالکل صوبہ متحدہ کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ سے ملتی ہے - جسمین کمیٹی نے کہا ہے کہ جب تک لوگون کو یقین نہ ہو جائے کہ جنگ کے خاتمہ پر بھی ان کی صنائع کی حفاظت کی جائے گی - اس وقت تک وہ صنعت و حرفت کے

کاموں پر ہرگز روپیہ لگانے کے لئے تیار نہیں ہوسکتے۔ مسٹر سوان لکھتے ہیں کہ اگر زیادہ نہیں تو گورنمنٹ کو کم از کم اتنی امداد ضرور دینی چاہیئے۔ جتنی مدراس گورنمنٹ دے رہی ہے۔

مدراس گورنمنٹ کیا کر رہی ہے۔

جب مسٹر سوان نے مدراس گورنمنٹ کی مثال پیش کی ہے تو ضروری ہے کہ ناظرین کو اس کے طرز عمل سے بھی واقف کر دیا جائے۔ مدراس میں ۱۴ سال سے سرکار کا محکمہ صنعت و حرفت قایم ہے۔ اس کے عہدہ دار ڈائرکٹر آف انڈسٹریز کہلاتے ہیں۔ ان کے ماتحت بہت سے ایسے افسر کام کرتے ہیں۔ جو مختلف فنون کے ماہر ہیں۔ ان کے علاوہ ۱۲ سپرنٹنڈنٹ ۴۲ کاریگر اور ۶ مستری ہیں۔ اس محکمہ کا خرچ ہر سال تین لاکھ روپیہ ہے۔ جس کا نصف صنعتی تعلیم پر خرچ کیا جاتا ہے۔ کچھ زمانہ گذرا۔ صوبہ مدراس میں ایک کانچ کا کارخانہ کھولا گیا تھا۔ اس میں سوڈا واٹر کی بوتلیں بنانے کی کوشش کی گئی۔ مگر اس میں کامیابی نہ ہوسکی۔ اس پر مالک کارخانہ نے کارخانہ کو اس محکمہ کی سرپرستی میں دیدیا۔ اب اس کارخانہ کی بھٹیوں کی اصلاح کی جا رہی ہے اور جب یہ درست ہو جائیں گی۔ تو پھر سوڈا واٹر کی بوتلیں بنائی جائینگی۔ اور اگر اسمیں کامیابی ہوئی تو کارخانہ کا مالک کارخانہ کو چلائیگا۔ اس طرح پنسل بنانے اور کاغذ کے لئے گودا تیار کرنے کے کارخانے بھی اس محکمہ کی زیر نگرانی کام کر رہے ہیں۔ جنگ شروع ہونے کے بعد سے مونگ پھلی کا تیل نکالنے۔ صابون۔ کاغذ۔ دیا سلائی اور پنسل بنانے کے کارخانوں کو گورنمنٹ نے خاصی امداد بہم پہنچائی ہے۔ کچھ دنوں سے دخانی طاقت کے انجن سے تیل نکالنے کا کولھو چلایا جا رہا ہے۔ اس میں فائدہ دیکھ کر اب گورنمنٹ نے اس کام کو وسیع پیمانہ پر جاری کرنے کی تجویز کی ہے۔

کارخانہ کی خصوصیت

اس میں ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ کارخانہ دوسرے کارخانوں سے مقابلہ نہیں کرے گا۔ اس میں یہ انتظام رکھا گیا ہے کہ ایک دوکاندار مونگ پھلی خرید کر لاتا ہے۔ تیل نکال کر تیل اور کھلی اس کو واپس کر دی جاتی ہے۔ دوکاندار خود مال کی خرید اور تیل کی فروخت کا حساب رکھتا ہے۔ اور ڈائرکٹر صاحب تیل نکالنے کی اجرت کا حساب رکھتے ہیں۔ اسی تیل سے صابون بنانے کی تجویز کی جا رہی ہے۔ اس طرح ڈائرکٹروں نے مختلف اشیاء کے کارخانے چلا کر پبلک کو ان کا فائدہ سمجھا دیا ہے۔ اور اب لوگ خوشی خوشی ان کاموں میں روپیہ لگانے کو تیار ہو رہے ہیں۔ اسی مثال کو لیکر مسٹر سوان کہتے ہیں کہ دیگر صوبوں کو بھی مدراس گورنمنٹ کی تقلید سے کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

آپ کا خیال ہے کہ نئے کارخانے کھولنے کی ضرورت نہین۔ سرکار ان پرانے کارخانون کو ہی امداد دیکر اور اپنی سرپرستی مین لیکر سودیشی صنعت و حرفت کی ترقی کے لیے بہت کچہہ کر سکتی ہے۔ جو کارخانے بند ہو چکے ہین۔ ان کو چلایا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازین آپ نے یہ بہی سفارش کی ہے کہ گورنمنٹ خود تمام صنعتون مین دیسی چیزون کا استعمال کرے اور جو دیسی چیز نہ ملے وہ ولایتی استعمال کی جائے اس مین کچہہ شک نہین کہ مسٹر سوان کے مشورہ سے پہلے ہی گورنمنٹ کئی دفعہ دیسی چیزون کے استعمال کا اعلان کر چکی ہے۔ مگر اس اعلان پر پوری طرح عملدرآمد نہین ہو سکا

مسٹر سوان نے وہ ذرائع بہی بتائے ہین۔ جن سے گورنمنٹ کام کر سکتی ہے۔ آپ لکہتے ہین کہ جولاہون۔ کوریون اور ریشم بننے والون لوگون مین مشترکہ سرمایہ کی سوسائٹیان قایم کرنی چاہئین۔ ان کے عہدہ دار کچا مال خرید کرنے اور تیار شدہ مال فروخت کرنے کا انتظام کرین۔ مناسب مرکزی مقامون پر آج کل کی مشینون وغیرہ کا استعمال کر کے دکہایا جانا چاہیئے۔ اس سے پہلے جولاہون کو ایسا کر کے دکہایا گیا ہے۔ مگر دیگر قسم کے کاریگرون کو نہین دکہایا گیا۔ محکمہ جنگلات کو چاہیئے کہ پنسل۔ دیاسلائی۔ قلم بنانے کی لکڑی مناسب نرخون پر کارخانون کو مہیا کرے۔

مندرجہ بالا سفارشین جو مسٹر سوان نے کی ہین۔ اگر کسی قسم کی مالی امداد نہ دے کہ گورنمنٹ صرف ان ہی پر عمل کرے تو کافی فائدہ کی امید ہو سکتی ہے اور جب مدراس گورنمنٹ ایسا کر رہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ باقی صوبون مین ایسا نہ کیا جائے۔ ہم امید کرتے ہین کہ گورنمنٹ ان مناسب سفارشون پر ضرور غور کرے گی۔

پلیگ اور اس سے بچنے کی تدابیر

ماخوذ از وکیل امرتسر ۹ رمئی ۱۹۱۵ء

(از ڈاکٹر دیوان چند صاحب ڈی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ٹی۔ ایم۔ ایل۔ آر۔ ایف۔ پی۔ اینڈ۔ ایس۔ آیل۔ آر۔ سی۔ پی۔ ایل۔ آر۔ سی۔ ایس۔ سابق اڈیشنل ڈپٹی سینیٹری کمشنر۔ پنجاب)

عام طور سے لوگون کا خیال ہے کہ طاعون ہندوستان مین کچہہ برسون سے پہیلا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ اس مرض کا ذکر آٹہہ سو سال پرانی ہندوؤن کی مقدس کتاب بھگوت پران مین ملتا ہے۔ جس مین تحریر ہے کہ طاعون کا کچہہ تعلق چوہون سے ضرور ہے۔ اور اس گہر کو جہان مُردہ چوہے پائے جائین خالی کر دینے کی ہدایت ہے۔ انجیل مقدس مین بھی اس موذی مرض کا

تذکرہ واضح طور پر آیا ہے سنہ ۱۸۲۳ء یہ مرض ضلع گڑھوال اور ضلع کماؤن مین موجود تھا۔ جہان اسے
مہاماری کے نام سے نامزد کرتے ہین۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ مرض ہم لوگون
کے لئے کوئی نئی بلا نہین۔ لیکن اس مین بھی کوئی شک نہین کہ طاعون کی وبا کا موجودہ دورہ
بہت ہی زورون کا ہے۔ جس نے کروڑون جانون کو اپنا شکار بنا لیا۔ یہ دورہ سنہ ۱۸۹۶ء مین ملک
چین سے بمبئی مین پہنچا۔ اور رفتہ رفتہ تمام ملک ہندوستان مین پھیل گیا۔ ہماری مہربان سرکار نے
اپنی رعایا کی حفاظت کے لئے لاکھون روپیہ خرچ کرکے اور نامی ڈاکٹرون کو مقرر کرکے اس مرض
سے بچنے کے ذرائع دریافت کرنے کی کوشش کی۔ اور کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ طاعون کے متعلق
جس قدر حل طلب معمے تھے۔ آج قریباً قریباً سب حل ہو چکے ہین۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ ہم
علم سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے اُن معلومات سے پورے طور پر فائدہ نہین اُٹھاتے۔ بلکہ جو
احکام سرکاری اس مرض کو روکنے کی غرض سے نافذ ہوتے ہین۔ اُن کی تھوڑی بہت مخالفت
کرتے ہین۔ پیشتر اس کے کہ ہم اُن تجاویز کا ذکر کرین۔ جن کی پیروی کرنے سے انسان
پلیگ کا شکار ہونے سے بچ سکتا ہے۔ ہم مناسب خیال کرتے ہین کہ مختصر طور پر اس مہلک مرض
کی اصلیت بیان کرین:-

طاعون کیا ہے اور کیونکر ہوتا ہے۔ طاعون دراصل چوہون کی بیماری ہے۔ پہلے
یہ مرض چوہون کو ہوتا ہے۔ چوہون کی جلد پر ایک قسم کے پسو رہتے ہین۔ جو اُن کے
خون کو اپنی خوراک بناتے ہین۔ جیسا کہ جوئین انسان کا خون پی کر زندہ رہتی ہین۔ جب چوہون
مین مرض طاعون پھیلتا ہے۔ اور دو چار چوہے ایک مکان مین مر جاتے ہین تو اس مکان مین
رہائش رکھنے والے باقی ماندہ چوہے اپنا مسکن تبدیل کر لیتے ہین اور اس طرح اُن پسوؤن
کو جو طاعون سے مرے ہوئے چوہون کی جلد پر رہتے تھے خوراک سے محروم کر دیتے ہین۔ اور
یہ مثل مشہور ہے۔ کہ بھوک سے مجبور ہو کر شیر جیسا شہ زور جانور بھی اپنی قدرتی غذا کے بجائے
مردار کھا لیتا ہے۔ پسو بھی اپنے قدرتی میزبان چوہون کو کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہین۔ اور اگر کوئی
آدمی اُن کی زد مین آ جائے تو اس کو بھی کاٹ کھاتے ہین۔ یہ معمہ کہ طاعون کے جرم (جو نہایت
چھوٹے ہونے کی وجہ سے صرف خوردبین ہی سے دیکھے جا سکتے ہین) کس طرح پسو کے جسم سے
انسان کے جسم مین منتقل ہوتے ہین۔ حال ہی مین حل ہوا ہے۔ پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ
پسوؤن کا معدہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے جب پسو خون چوس رہے ہوتے ہین۔ اس وقت

پاخانہ بھی کر دیتے ہین۔ اور اس پاخانہ ہین طاعون کے جرم ہوتے ہین۔ انسان جب اس حصہ جسم
کو مسلتا ہے۔ جہان پسّو نے کاٹا ہو۔ تو وہ جرم آلودہ پاخانہ اس باریک سوراخ ہین سے جو پسّو کے
کاٹنے سے جلد ہین ہو جاتا ہے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ مگر حال کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے
کہ طاعون کے جرم پسّو کے پاخانہ کے ذریعہ انسان کے جسم ہین داخل نہین ہوتے۔ بلکہ
اس طرح کہ پسو کے معدہ ہین یہ جرم نشو و نما پاکر ایک لیسدار یا لعابدار مادہ بناتے ہین یا بنجاتے
ہین اور معدہ کے داخلی سوراخ کو بند کر دیتے ہین۔ جب پسّو انسان کو کاٹتا ہے اور
خون چوستا ہے تو خون خوراک کی نالی ہین جاکر جمع ہو جاتا ہے۔ مگر معدہ ہین نہین جا سکتا
جب خوراک کی نالی پھول کر بھر جاتی ہے۔ اور پسّو کے معدہ ہین خون جو اس کی خوراک
ہے نہ جانے کی وجہ سے اس کی اشتہا پوری نہین ہوتی تو پسّو جھنجھلاتا ہے اور اس
جھنجھلاہٹ ہین معدہ کا داخلی سوراخ قدرے کھل جاتا ہے اور طاعون کے جرم اس سوراخ
ہین سے نکل کر خوراک کی نالی کے جمع شدہ خون ہین مل جاتے ہین اور اس نالی کے
سکڑنے کی وجہ سے قدرے جرم آلودہ خون پسّو کے منہ کے ذریعہ سے انسان کے جسم
ہین داخل ہو جاتا ہے۔ یہ جرم انسان کے جسم ہین بڑھتے اور پھیلتے پھولتے ہین۔ حتّٰی کہ ہفتہ
عشرہ کے اندر سارے خون ہین پھیل جاتے ہین۔ اور طاعون کی علامات نمودار ہو جاتی ہین

تمدن یورپ پر اسلام کا اثر

ماخوذ از وکیل امرتسر ۲ مئی ۱۹۱۵ء

(از جناب ابوالخیر محمد کلیم صاحب بی۔ اے)

تمدن یورپ کی تاریخ پر اگر غائر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہو گا کہ اس کے کمالات علم و فن اور اس
کی موجودہ ترقی کی بنا ایک حد تک اسلام کی ڈالی ہوئی ہے۔ اسلام کے یورپ ہین داخل ہونے
کے پہلے یورپ کے آسمان پر جہالت کا سیاہ بادل چھایا ہوا تھا۔ اور شائد اس کا انتظار
تھا کہ اسلام کا روشن کر دینے والا آفتاب افق مشرق سے طلوع ہو۔ اور تمام ظلمت اور تاریکی کو
نور سے بدل دے ہین تسلیم کرتا ہون۔ کہ تہذیب و ترقی کی جو شاندار عمارت اس بناء پر تعمیر
کی گئی۔ وہ منظر کو خیرہ کر دینے والی اور قابل فخر ہے۔ لیکن اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے
کہ یورپ کے اس فخر ہین اسلام کا بھی نمایان حصہ ہے اگر معمار نتیجہ اسباب یعنی عمارت پر ناز کر سکتا

ہے یا کرنے کا حق رکھتا ہے تو مین کہوں گا کہ اسباب کا مہیا کرنیوالا بھی اِس فخر مین برابر کا شریک ہے۔ کیونکہ عمارت کی عمدگی۔ حسن اور پائداری اسباب کی نفاست اور عمدگی پر منحصر ہے۔ لہذا یہہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ اگر یورپ موجودہ تہذیب و ترقی کے لئے تعریف کا مستوجب ہے۔ تو اسلام بھی اس مین برابر کا شریک ہے۔ اس کے ثبوت مین مناسب ہوگا اگر مین بعض یورپین مصنفین کی راے نقل کر دون۔ مسٹر گسٹیو ڈیوکونڈری اپنی نادر کتاب ہسٹوری سویرے ڈے لا سیویلیزیشن" (تاریخ تمدن) مین فرماتے ہین۔ کئی صدیون تک تمدن کی تاریخ مین عربون نے مہتم بالشان خدمات انجام دین۔ وہ نہ صرف ایشیا کے دور و دراز حصون مین علم کی اشاعت کرتے رہے بلکہ یورپ کو بھی ایسے علوم سکھائے جس سے مغربی اقوام نے بڑا نفع حاصل کیا۔ یہہ ایک ایسے فرانسیسی مورخ کی راے ہے جو وہان کے علمی حلقون مین بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اسی سلسلہ مین مسٹر سٹینلی لین پول کی بیش بہا راے کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہون۔ صاحب موصوف کا بیان ہے کہ اُس وقت جیسی ترقی علم و فن مین اسپین کے مسلمانون نے کی تھی کسی دوسرے ملک یا قوم نے نہین کی۔ انگلینڈ۔ فرانس اور جرمنی سے طلباء اس چشمہ سے سیراب ہونے کی غرض سے آتے تھے جو صرف اسپین کے شہرون مین بہتا تھا۔ اندلوسیہ کے طبیب اور جراح تمام دنیا سے آگے تھے۔ اور لیڈی ڈاکٹر کا وجود بھی مفقود نہ تھا۔ علم ریاضی۔ علم ہئیت۔ علم نباتات۔ فلسفہ۔ فقہ کی تکمیل صرف اسپین مین ہو سکتی تھی۔ زراعت۔ آب پاشی۔ قلعہ بندی۔ جہاز سازی وغیرہ مین بھی وہان کے مسلمان اعلیٰ درجہ پر تھے

مین ابتداء مین گزارش کر چکا ہون کہ جب اسلام علم کی مشعل لیکر دنیا کو روشن کر رہا تھا۔ یورپ جہالت۔ تعصب اور توہمات کے ظلمت مین گھرا ہوا تھا۔ لیکن دسوین صدی مین پاپاے روم کی ترغیب کے باعث یورپ ایک عظیم الشان جنگ مین مصروف ہو گیا۔ جس کا مقصد حصول بیت المقدس تھا۔ یہ جنگ یورپ کے لئے فائدہ سے خالی نہ تھی۔ کیونکہ اس طرح پر یورپ والون کو اہل عرب کے اخلاق مذہب اور تمدن کو بغور دیکھنے کا کافی موقع ملا۔

سب سے پہلے مذہبی انقلاب کا ذکر مناسب ہے۔ اگلے زمانہ مین جبکہ دین پاپاوی جاری تھا۔ پاپاے روم کے اختیارات غیر محدود ہوا کرتے تھے۔ کوئی علم ایسا نہین تھا۔ جس کا صادر کرنا اس کے اختیار سے باہر ہو اور کوئی کام ایسا نہ تھا۔ جسکے کرنے سے وہ شرعًا یا عرفًا

بند ہو۔ گویا وہ اس کا مجاز تھا کہ کسی کو بہشت مین اور کسی کو دوزخ مین بھیجدے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اُٹھانے لگا اور دولت جمع کرنے کے خیال سے اس نے معافی نامہ ایک مقررہ رقم کی ادائیگی پر دینا شروع کیا۔ معافی نامہ ایک دستاویز ہے۔ جو تمام گناہون کی معافی کے بعد اس غرض سے لکھہ دیا جاتا ہو کہ وقت پر کام آے" اور فرشتے کچھہ تعارض نہ کرین۔ لیکن یورپ والون نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا۔ اسلام کی خوبیون کو دیکھا۔ اور مسلمانون کے اخلاق حمیدہ پر جو قرآن پاک کی برگزیدہ تعلیم کا نتیجہ تھے۔ نگاہ کی تو قدرتی طور پر بعض لوگون کے دلون مین یہہ ولولہ پیدا ہوا کہ پاپاے روم کی ناجائز اور جابرانہ حقوق کا خاتمہ کردین۔ کیونکہ اتنی ہمت تو باقی نہ تھی۔ کہ عیسائیت کو اسلام سے بدل لیتے۔ چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ لوگ روم کے قوت و اقتدار کو ایک بڑی شکست دینے اور بڑی جدوجہد کے بعد ایک آزاد مذہبی فرقہ کے قائم کرنے مین کامیاب ہوئے۔ لوتھر نے جو پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی تھا۔ اطالوی درس گاہون مین تعلیم پائی تھی اور ان درس گاہون مین جیسا کہ بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے۔ عربی فلسفہ کا درس دیا جاتا تھا۔ علاوہ برین لوتھر نے کچھہ دنون تک قرطبہ اور غرناطہ کی خاک چھانی تھی۔ اور یہہ جگہین اس زمانہ مین عربی فلسفہ کے درس و تدریس کے لئے ممتاز تھین۔ اس سے یہ اخذ کرنا غیر موزون نہ ہوگا۔ کہ مذہبی ترقی کا خیال دراصل لوتھر اور کالون (جنیوا کا وہ مشہور واعظ اور خطیب جو کالونزم کا بانی تھا) کے دلون مین اسلام کے مشاہدہ سے پیدا ہوا۔

علم و فن پر اسلام کا اثر

مذہب کے بعد علم و فن کا درجہ ہے۔ اس لئے ناظرین کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کی اجازت چاہتا ہون۔ روم و یونان کے شاندار ترقی کا اس زمانہ مین کچھہ پتہ نہ تھا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ روم و یونان کی تباہی کے بعد یورپ سے علم و فن معدوم ہوگیا۔ مسٹر ایچ اے سلیمن سی۔ آئی۔ ای۔ پروفیسر عربی کنگس کالج لندن اپنی تصنیف سلطنت عرب کا عروج و زوال مین ایک جگہہ پر علم و فن کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہین کہ اس مادہ مین نئی روح پھونکنے کا فخر صرف عربون کو حاصل ہے۔ یہہ عرب ہی تھے۔ جنھون نے گمشدہ یونانی مصنفون کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اہل عرب نے علم کی وہ شمع

روشنی کی جس نے تاریخ کے سیاہ صفحون کو چمکا دیا - اور یقیناً اگر عرب نہ ہوتے تو یورپ کی تواریخ اتنی شاندار نہ ہوتی -

یہہ دیکھا گیا ہے کہ قومون کی علمی ترقی بجائے تصنیفات کے تراجم و تالیفات سے شروع ہوتی ہے اور عرب بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہ تھے - وہ دنیا کے شکریہ کے مستحق ہین کہ ترجمون کی بدولت سنسکرت اور یونانی مصنفون کو جن کو دنیا بھول جانیوالی تھی - زندہ جاوید بنایا اور صرف یہی نہین بلکہ یونانی فلسفہ کو ترقی دی - جبر و مقابلہ علم ہیئت - علم نباتات وغیرہ کو ایجاد کیا اور انتہائی درجہ تک پہنچایا - انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد ۱۶ صفحہ ۵۹۶) نے اقرار کیا ہے کہ الخوارزمی کی تصنیفات نے یورپ والون کے لیے جو الجبرا کے نکات حل کرنا چاہتے تھے رہبر کا کام دیا -" دوسری جگہہ (جلد ۱۷ - صفحہ ۸۸۲) پھر اس کا اعادہ کیا گیا ہے کہ عربون نے علم ریاضی مین بڑی ترقی کی تھی " موجودہ علم کیمیا ابو موسیٰ جعفر کوفی کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے اور دنیا حیرت مین ہے کہ جعفر کوفی کی تحقیقات کس قدر وسیع ہین - علم ہیئت بھی عربون کا کچھہ کم زیر بار احسان نہین - اس علم مین ماشاء اللہ احمد بن محمد - محمد ابن موسیٰ - حسن ابن حسین وغیرہ کے نام خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہین - ملاحظہ ہو - انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا (جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ مطبوعہ سنہ ۱۹۱۱ء) علم ہئیت عرب اپنے ساتھ ملک اسپین مین لائے اور یہین ارکیبرل (ابو اسحٰق زرقانی) نے سنہ ۱۰۸۰ء مین ٹولیڈن ٹیبل (اس کے متعلق کچھہ جدول و اشکال) تیار کیا - خرد بین کا اصل موجد بجاے گلیلیو کے ابو الحسن تھا - البطانی کی نادر تصنیفات لاطینی زبان تک مین ترجمہ ہو چکی ہین - حسن ابن حسین صرف ایک مشہور منجم ہی نہین تھا - بلکہ امراض چشم کا بہت بڑا محقق شمار کیا جاتا ہے - اور اس کی کتاب "امراض چشم اور اُن کا علاج" قریب قریب تمام یورپ کی زبانون مین ترجمہ ہو چکی ہین - فارابی اور بوعلی سینا دو بہت بڑے فلسفی گزرے ہین اور فلسفہ کے لئے مایۂ ناز ہین - بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ارسطو کے بعد فارابی سے بڑا کوئی فلسفی دنیا مین پیدا نہین ہوا - اس ضمن مین علم الکلام کا ذکر نہ کرنا سراسر بے ایمانی ہوگی - بالخصوص اس سبب سے کہ یورپ مین ایک عام خیال ہے کہ اس کا موجد لارڈ بیکن تھا اور شاید اسی بنا پر ٹامسن نے ہسٹری آف دی انگلش لٹریچر مین بیکن کی نسبت لکھا ہے کہ فلسفہ کے اس حصہ کی ایجاد کا سہرا سرزمین انگلینڈ کے سر ہے - لیکن واقعہ یہ ہے کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اول اول علم الکلام کی بنا ڈالی ہے اس لئے

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصلی موجد کون تھا - اور یہ قرین قیاس ہے یا نہین کہ بیکن نے امام غزالی سے یا امام غزالی نے بیکن سے اس کو لیا - لیکن امام غزالی کی وفات کا زمانہ بیکن کی پیدایش کے تقریباً سو برس پہلے ہے - اور اس لئے امام غزالیؒ کے متعلق شبہ کی مطلق گنجایش نہین رہی - یہ بات کہ بیکن نے امام موصوف سے لیا ہو - اور یہ دو سبب سے ممکن ہے - اولاً یہ کہ نوواورگنیم اور امام غزالی کے علم الکلام مین ایک طرح کی یگانگت پائی جاتی ہے اور ثانیاً یہ کہ امام غزالی کی تصنیفات اس وقت اسپین کی زبان مین ترجمہ ہو چکی تہین اور تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ بیکن اس زبان کو جانتا تھا - لہذا اس خیال کا پیدا ہونا قرین قیاس اور جائز ہے کہ اس کے اصلی موجد امام غزالیؒ تھے اور تمام تعریف کے سچے مستحق وہی ہین - تمام لوگ جانتے ہین کہ گہڑی سب سے پہلے خلیفہ ہارون الرشید نے شارلیمن کو جو فرینکس کا شہنشاہ تھا - ہدیۃً بہیجی تہی اس سے ظاہر ہے کہ گہڑی کی ایجاد مسلمانون سے ہوئی - مندرجہ ذیل اعداد سے ظاہر ہوگا کہ مختلف علوم مین کتنی کتابین عربی سے یورپ کی زبانون مین ترجمہ کی گئین -

فلسفہ - علم الاخلاق وغیرہ - ۹۰ - طب وجراحی - ۹۰ - علوم ریاضی و ہیئت - ۷۰ علم کیمیا و علم طبیعی - ۳۰ -

فرقہ نسوان - ۱۵۶۵ء کے قبل یورپ کے طرز معاشرت کو بغور دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ فرقہ نسوان کی حالت قابل رحم تہی - ان کے کوئی قانونی حقوق نہ تہے - یہ ترکہ کا دعویٰ نہین کر سکتی تہین - نہ کسی چیز کے بیچنے یا خریدنے کی مجاز تہین - اگرچہ قانون کے رو سے وہ چیز ان کی ہو - اور نہ وہ کسی طرح کا قانونی معاہدہ کر سکتی تہین - ہندوستان مین بھی اگلے زمانہ مین جیسا کہ منو کے قانون سے معلوم ہوتا ہے - عورتین کنوارپنے مین اپنے باپ کے شادی کے بعد اپنے شوہر کے اور شوہر کی وفات کے بعد اپنے بیٹون کے زیر اختیار تہین - اور اگر بیٹے نہ ہون تو دوسرے مرد اعزا نگران ہوتے تہے - محض اس بدگمانی کے باعث کہ عورتین خود مختارانہ زندگی بسر کرنے کے لائق نہ تہین اپنے تمام کمالات کے باوجود یونان نے اس فرقہ کے حقوق تسلیم نہین کئے - سب پر مستزاد یہ کہ سولن کے قانون کے رو سے باپ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اگر لڑکی اس کی مرضی کے خلاف شادی کر لے تو وہ اسے فروخت

قتل کر دے۔ انجیل نے بھی عورتوں کے بارہ مین کوئی صاف حکم نہین دیا۔ اب قرآن پاک کے احکام ملاحظہ ہون۔ سورہ بقر مین اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "لھن مثل الذین علیھن بالمعروف" یعنی اے لوگو تم اپنی بیبیون پر حق رکھتے ہو اور وہ تم پر" مساوات کی کیسی عمدہ تعلیم ہے۔ پھر سورۃ الروم مین ارشاد ہوا۔ ومن اٰیاتہ ان خلق لکم انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃً ورحمۃً۔ یعنی اس کی نشانیون مین سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہین لوگون مین سے تمہارے لئے بیبیان پیدا کین۔ تاکہ تم آرام اٹھاؤ اور اس نے تمہارے دلون مین محبت اور رحم دیا۔ آگے چلکر سورہ نساء مین حکم ہوا۔ "عاشروھن بالمعروف" یعنی عورتون کے ساتھ مہربانی اور نرمی سے پیش آؤ۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ ولا تواعدوھن سراً الا ان تقولوا قولاً معروفاً" یعنی گفتگو مین عورتون کی عزت اور مرتبہ کا خیال رکھا کرو۔ چنانچہ مسٹر جان ڈریپر نے اپنی کتاب یورپ کی علمی ترقی مین اعتراف کیا ہے کہ عورتون کی نسبت عربی طرز معاشرت ہرگز ظالمانہ نہ تھا۔ بلکہ اکثر لوگون کا بیان ہے کہ عیسائی عورتون نے محل کی زندگی کو نہایت پسند کیا ہے۔ چنانچہ اب جو کچھ یورپ نے اس بارہ مین ترقی کی ہے وہ اسلام کی دیکھا دیکھی کیونکہ عرب کے اس رویہ نے یورپ مین ایک بڑا اثر پیدا کیا۔ کلکتہ کے ایک جلیل القدر انگریز پادری نے مجھ سے کہا کہ مسلمانون کے یہان عورتون کی حالت یورپ سے بھی بدتر تھی۔ لیکن جب مین نے یورپ کی حالت سے موازنہ کرکے دکھایا اور قرآن مجید کے احکام ان کو سنائے تو صاحب موصوف نے مجھ سے اتفاق کیا کہ اگر یہ صحیح ہے تو اسلام کی خدمات نہایت قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہین۔ یہان یہ امر غور طلب ہے کہ اسلام نے ان خدمات کو اس وقت انجام دیا تھا۔ جبکہ انسانی تواریخ مین عورتین جانورون سے بدتر خیال کی جاتی تھین۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر قرآن پاک کے احکام پر ہم عمل کرتے تو ہماری حالت ہرگز ایسی قابل افسوس نہ ہوتی۔

غلامی۔ غلامی کا مسئلہ بھی یہان ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ یورپ کے اکثر مورخین نے اسلام کو اس کے لئے مطعون کیا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے الزام لگائے ہین۔ میرا یہ دعویٰ نہین ہے کہ اسلام نے غلامی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ مگر یہ مین بلا خوف تردید کہہ سکتا ہون کہ اسلام نے ایسے احکام جاری کئے۔ جن کے باعث غلامی وہ ہیبتناک چیز ہی باقی نہ رہی۔ جو روم و یونان مین رائج تھی۔ یا جو غلامی کا موجودہ

مفہوم ہے ۔ مین جانتا ہون کہ یونان کے قانون بہت سخت نہ تھے۔ اور ڈیموستھینز کے پند و نصیحت اور ارسطو کے فلسفہ نے یونانیون کے دلون مین انسان کی زندگی کی عظمت پیدا کردی تھی۔ لیکن یہہ صرف یونان کی نسبت کہا جاسکتا ہے انسائیکلوپیڈیا نے (جلد ۵ ۲- صفحہ ۲۱۹) روم کی غلامی کی ایک تصویر کھینچی ہے ۔ جس کا ترجمہ دلچسپی سے خالی نہوگا - وہو ہذا - اصلی قانون روم کی رو سے مالک کو اپنے غلام پر ہر طرح کے اختیارات حاصل تھے ۔ یہان تک کہ غلام کی زندگی اور موت اُس کے ہاتھون مین تھی۔ غلام اپنے لئے دولت حاصل نہین کرسکتا تھا اور جو کچھہ اس کے پاس تھا وہ قانوناً اس کے مالک کا تھا۔ اگر غلام ملکی یا فوجی عہدہ قبول کرے تو اس کے لئے موت کی سزا مقرر تھی۔ عام طور پر وہ گواہی کے لئے پیش نہین کیا جاسکتا تھا اور تمام جرایم کے لئے غلام سخت سزا کا مستوجب تھا۔ مین نے اس کا حوالہ اس لحاظ سے دیا ہے کہ یورپ کی تواریخ مین روم کی تہذیب موجب افتخار ہے اور اس تہذیب و شائستگی پر بھی غلامون کے ساتھہ اس طرح کا ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ اس کے مقابلہ مین قرآن کی تعلیم ملاحظہ ہو۔ سورہ نور مین ارشاد ہے ۔ والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوہم ان علمتم فیہم خیرا- یعنی اور ایسے غلامون کو جو فدیہ ادا کرنے پر آزاد ہونا چاہین- تم ایک تحریر لکھہ دو۔ اور اس دولت مین سے جو خدا نے تمکو عطا کی ہے - انہین بھی کچھہ دو-،، آخر کے جملہ سے یہ مراد ہے کہ اگر تم نے انہین باوفا پایا ہے اور تمہین یقین ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرینگے تو خواہ اپنی طرف سے کچھہ دیدو یا فدیہ کی رقم مین کچھہ تخفیف کردو- دوسری جگہ پر سورہ محمد مین ارشاد ہے خواہ انہین بلا معاوضہ آزاد کردو یا فدیہ لیلو- یہ حکم بھی اس سبب سے ہوا کہ اسلام کے ظہور کے پہلے غلام اکثر و بیشتر قتل کردئے جاتے تھے - ملا واعظ کاشفی کی کتاب اخلاق محسنی مین ایک جگہ ہے - کہ پس بر وجود این جماعت شکر گزاری باید کرد و انواع رفق و مدارا و لطف مواسا درباره ایشان بکار باید بعد پس در کار فرمودن ایشان انصاف و رعایت باید فرمود و چنان باید کہ باب معیشت ایشان از خورش و پوشش خللے راہ نیابد و اصل آنست کہ ایشان را بنظر خاص مخصوص سازد کہ اقدام بر اعمالے کہ بایشان مفوض ست از روے خوشدلی و نشاط کنند (باب چہلم در تربیت خدم و حشم و آداب ایشان) مسٹر جان ڈیوپرٹ کا حوالہ مین آگے بھی دیکھا ہون فرماتے ہین کہ اسلام مین قیدی یا غلام فوراً اپنے آقا کے برابر اور اس کا دوست بن جاتا تھا۔ مسٹر چارلڈ سن نے قانون ازالہ غلامی انڈیا کونسل مین پیش کرتے وقت ۱۸۴۳ء مین

فرمایا تھا کہ غلامی کی مکروہ رسم اُٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ہندو شاستر قرآن سے بدل دیا جائے۔"

خودکشی و انسان کشی روم کی تاریخ پڑھنے والے اس کو بھولے نہیں ہوں گے کہ اپنے عروج کے وقت اہل روم نے فوری خوشی و انبساط کے لئے ہزاروں انسانوں کی ناجائز قربانی کو روا رکھا تھا اور اس ناپاک رسم کی بدولت صدہا آدمی ہر سال موت کا شکار ہوتے تھے۔ ڈوئل لڑنے کی ..... ایک مذموم حرکت جدا تھی۔ جو یورپ کے لئے مخصوص تھی۔ اور اس کا رواج اس کثرت سے تھا کہ اکثر قانونی مقدموں کا انفصال اس کے ذریعہ سے ہوتا تھا۔ نیز عزت کے معاملات میں اس کا فیصلہ قطعی ہوتا تھا اور اپیل کی یہ آخری عدالت تھی۔ لیکن اسلام اس کو کب روا رکھ سکتا تھا چنانچہ حکم ہوا۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ اور ولا تقتلوا انفسکم۔ یعنی خودکشی نہ کرو اور انسان کی جان نہ مارو۔"

جمہوریت۔ اسلام میں جو شان جمہوریت پائی جاتی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اس امر میں انجیل مقدس اور قرآن مجید میں اصولی اختلاف ہے۔ یعنی انجیل میں نامزدگی کا طریقہ مناسب سمجھا گیا۔ لیکن قرآن شریف نے انتخاب کو پسند کیا۔ یہاں پھر میں انسائیکلوپیڈیا کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔ (جلد ۱۶ صفحہ ۵۹۰) اس طرح پر معاویہ نے خلافت کو وراثتاً بنانا چاہا۔ جو اصول اسلام کے منافی ہے۔

انتظام و انصرام سلطنت۔ فن حکمرانی میں بھی یورپ نے مسلمانوں سے بہت کچھ سیکھا ہے اور اس کا اعتراف ایرک نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ کہ کسی اسلامی سلطنت کا نام لینا ہے جس کا دارمدار قانون پر ہے۔ اور یہ قانون وہ نہیں ہے۔ جو عام طور پر عیسائی سلطنتوں میں نافذ ہے بلکہ یہ خدائے پاک کا قانون ہے۔

خاتمہ لاطینی زبان میں ایک مثل مشہور ہے کہ تمام چیزیں بدل جاتی ہیں اور ہم بھی ان کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔ بعینہٖ یہی حال مسلمانوں کا ہوا۔ آج ہماری پستی سے اس کا پتہ لگانا دشوار ہے کہ زمانہ سلف میں ہم بھی ترقی کے اعلیٰ زینہ پر تھے اور دنیا ہر بات میں ہمارے آگے سر نیاز خم کرتی تھی۔ مگر ہر کمال کو زوال لازمی ہے اور کوئی وجہ نہ تھی کہ ہم اس قاعدہ سے مستثنیٰ کئے جاتے

انگلستان کا جدید فلسفہ

مسئلہ ارتقا (ایوولیوشن)

ماخوذ از مشرق ۱۱ مئی سنہ ۱۹۱۵ عیسوی

انیسوین (۱۹) صدی مین جو خیال فلسفہ کا زیادہ مشہور ہے وہ مسئلہ ارتقا ہے ہم اس مسئلہ کے متعلق صرف مندرجہ ذیل سوالون کے جواب دینے کی کوشش کرین گے۔

(۱) موجودات کی موجودہ حالت کس طرح ظہور پذیر ہوئی۔ ؟

(۲) موجودات مین انسان کا مقام کہان ہے ؟

(۳) موجودات اور خاص کر انسان کا مستقبل کیا ہوگا ؟

(۴) مسئلہ ارتقا مین جو تبدیلیان واقع ہوتی ہین اُن کی کیا صورت ہے ؟

(نمبر ۱) موجودہ صورت کس طرح ظہور مین آئی ؟

جب ہم اپنے اردگرد کے اشیاء پر نظر ڈالتے ہین تو ہر شی مین ایک بین تفریق نظر آتی ہے۔ غیر ذی روح کی طرف نظر کرین۔ تو پانی۔ ہوا۔ جمادات۔ وغیرہ ایک دوسرے سے مختلف دکھائی دیتے ہین۔ ذی روح مخلوق مین نباتات کی طرف دیکھتے ہین۔ تب بھی نئی نئی جڑی بوٹیان دکھائی دیتی ہین۔ حیوانات مین بھی مختلف طور کے چرند وپرند نظر آتے ہین۔ اس تفریق کو دیکھکر قدرتاً ہمارے دل مین سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ چیزین ہمیشہ اسیطرح سے ہین۔ یا کوئی وقت ایسا بھی تھا کہ یہ اختلاف نہ تھا اور بعدہٗ کسی سبب سے ایسا ہوگیا۔ کیا قدیم زمانہ سے موجودہ تقسیم چلی آتی ہے۔ ؟۔ یا ابتدا مین سب اشیا ایک طرح کے تھے۔ اور بعدہ کسی قاعدے کے مطابق اس صورت مین آگئے ؟۔ اس سوال کا جواب مسئلہ ارتقا یہ دیتا ہے کہ ابتدا مین تمام موجودات یکسان تھے اور بعدہ مختلف قاعدون سے اختلاف پیدا ہوگیا۔ اب ہم اُس کو بیان کرتے ہین۔

قدرتی انتخاب (نیچرل سیلکشن)

اگر ہم ایک ببول کی طرف نظر اُٹھائین تو اس مین ہزارہا بیج پائین گے۔ جسمین ہر ایک بیج مین ایک ببول کا درخت پیدا کرنے کی طاقت ہوگی۔ ان مین سے ہر ایک ببول اپنی پوری عمر کو پہنچکر ہزار دو ہزار بیج ہر سال پیدا کرسکتا ہے۔ اب اگر ہر ایک بیج جو درخت مین لگتا ہے۔ ایک درخت پیدا کرتا تو ایک ہی درخت کے بیج سے چند ہی سال کے اندر ساری زمین کو ببولون کے

درخت سے بھر دیتے اور کسی دوسری قسم کے درخت یا جانداروں کے لئے زمین نہ رہتی۔ مگر
ایسا نہین ہوتا اور ہوبون کا اوسط ایک رہتا ہے۔ اسی طرح کئی جاندار بھی ایسے ہین جو بچپن
ہی سے بچے دینا شروع کر دیتے ہین۔ ایک ایک وقت مین بچے بھی بہت دیتے ہین اگر ان مین
کا ہر ایک بچہ پوری عمر جیتا رہے تو تھوڑے ہی دنون مین زمین پر ان جانداروں کا میلہ لگ جاے۔
اور ان کے سوا کچھہ دکھائی نہ دے۔ لیکن ایسا نہین ہوتا۔ ان کے اوسط مین بھی بہت کم فرق پڑتا ہے
اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کیون ہر ایک بیج بول نہین پیدا کرتا؟ کیون نہین ساری زمین ایک ہی
قسم کے جانداروں سے بھر جاتی؟ اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ ہر ایک بیج کو درخت
نہین بننے دیا جاتا۔ ہر ایک جاندار کو اپنی پوری عمر رہنے کی اجازت نہین ملتی ہماری زمین پر
نہ تو اس قدر جگہہ ہے اور نہ اتنی خوراک ہے کہ وہ ہر ایک کی آؤبھگت کر سکے۔ کتنے جاندار اپنے
بچون کو کھا جاتے ہین۔ خلقت کے ایک بڑے حصہ کے ساتھہ یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ سارے
نباتات اور حیوانات کے لئے نہ تو جگہہ ہے اور نہ خوراک۔ اس لئے لازمی ہے کہ ان مین کچھہ شہید
ہو کر دوسرون کو قایم رکھین۔ پس ایک طرح کی جنگ ان مین جاری رہتی ہے۔ تمام زندگی
ایک مسلسل جنگ ہے۔ جس کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ کئی گر جاتے ہین اور کئی سنبھل جاتے ہین۔ اسی کا
دوسرا نام قدرتی انتخاب یا نیچرل سیلکشن ہے۔ قدرت اپنے تمام بچون کو زندہ نہین رکھہ سکتی اس لئے یہ
اُن مین انتخاب کرتی ہے اور چنے ہوؤن کو زندہ رکھتی ہے۔ یہان یہ سوال ہوتا ہے کہ یہہ انتخاب
کسی قاعدہ کے مطابق ہوتا ہے یا بے قاعدہ؟۔ اگر دس بچون مین سے دو کے لئے انتظام ممکن
ہے تو کیا یہ جان لینا ممکن ہے کہ وہ کون ہین؟ تو اب جاننا چاہیئے کہ یہ انتخاب ایک قاعدہ کلیہ پر ہوتا
ہے۔ ہر ایک ذی روح جینا چاہتا ہے۔ اور جینے کے لئے کوشش بھی کرتا ہے۔ کون سا بچہ
کوشش کرتا ہے؟۔ یا کس لئے کوشش کی جاتی ہے؟۔ مخلوقات لامحدود ہین۔ جگہ اور خوراک
محدود۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قدرت چنا کرتی ہے اور جو جیتے رہنے کے قابل ہوتا ہے۔ وہی
جیتا رہتا ہے۔ لیکن انتخاب یہان بھی ہوتا ہے۔ جتنے بیج ایک درخت سے گرتے ہین اُن مین سے
کتنون کو جانور کھا جاتے ہین۔ کتنون کو پانی نہین ملتا۔ جو درخت پیدا بھی ہوتے ہین اُن مین
سے کچھہ جل جلاتے وقت اکھڑ جاتے ہین۔ کچھہ سواک بن جاتے ہین اور کچھہ جانورون کے منہ
مین جاتے ہین اسیطرح کا انتخاب حیوانون مین بھی ہوتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ حیوانور
تکلیف محسوس کرتے ہین۔ اور درختون مین احساس نہین ہوتا۔ جنگ مین وہ بچ رہتا ہے جو

مضبوط ہوتا ہے - یہی قدرت کا اصول ہے - وہ کون صفت ہے - جو اس جنگ مین ایک جاندار کو دوسرے پر جینے کی ترجیح دیتی ہے - کیا سبب ہے کہ جہان سینکڑون سوت کے پنجے مین پھنسکر نیست و نابود ہو جاتے ہین - وہان ایک جاندار باقی رہتا ہے - اس کا سبب یہ ہے کہ جان دار یا نباتات اپنے آس پاس کے حالات کے مطابق اپنے کو بنا لیتے ہین - وہ بچ رہتے ہین اور جو اس کے مطابق اپنے کو نہین بناتے وہ برباد ہو جاتے ہین - یا مصیبت و تکلیف کی زندگی بسر کرتے ہین - اسی قاعدے کی مطابقت کو دوسرے لفظون مین (اڈاپٹیشن ٹو انوائرنمنٹس) کہتے ہین - سردی مین کون شخص آرام سے زندگی بسر کرتا ہے - وہ جو آگ جلا کر کمرے مین بیٹھتا ہے یا اپنے جسم کو گرم کپڑون سے ڈہانک لیتا ہے - یا جس کا چمڑہ ہی ایسا ہے کہ اس پر سردی کا اثر نہو سکے - نباتات مین بہی جو درخت گرم ملکون مین پہلتے پہولتے ہین - سرد ملکون مین نہین اُگ سکتے - اگر انہین ان ملکون مین اُگانا ہو تو اُن کے لئے گرمی کا مہیا کرنا ضروری ہے - زندگی کا یہ ایک بڑا اصول ہے کہ جو جاندار اپنے آپ کو اپنے اردگرد کی موجودہ حالت کے مطابق بنا سکتا ہے وہی زندہ رہ سکتا ہے - ہر طرف یہی قانون کام کرتا نظر آتا ہے - ارتقا کے عالم کہتے ہین کہ ایسا ہی ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے - اب ہم دیکھتے ہین کہ والدین مین اولاد پیدا کرنے کی خواہش ہے اور وہ اپنی پیدا شدہ اولاد سے محبت بہی رکھتے ہین - قدیم زمانہ مین ہر ایک جاندار مین ایسا نہ تہا - کچہہ جاندار ایسے تہے کہ اُن مین یہ خواہش پائی جاتی تہی اور کچہہ ایسے بہی تہے کہ اُن مین اولاد پیدا کرنے کی خواہش نہ تہی اور اگر تہی بہی تو بعد پیدائش وہ اپنے بچون سے محبت نہ رکھتے اور نہ اُن کی پرورش کی پرواہ کرتے - اس دوسرے قسم کے جاندار زمین پر نہ پہیل سکے - پہلی قسم کے جاندار بہت زیادہ پائے جاتے ہین اور انہین کی ذات پہیلی ہوئی نظر آتی ہے -

نسلی انتخاب کا قانون

اِس کے علاوہ یہ بہی قاعدہ کام کرتا تہا - کہ جو صفت ایک نسل مین پائی جاتی تہی وہ دوسری نسل مین بہی چلی جاتی تہی - یعنی اگر ماں باپ مین بچہ پیدا کرنے اور اُن کی پرورش کی خواہش پائی جاتی تو اُن کے بچون مین بہی یہ اوصاف پائے جاتے - جو جو زمانہ گزرتا گیا یہ اوصاف بڑہتے گئے - مسئلہ ارتقا کا دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ماں باپ کے اوصاف بچہ مین پہنچتے ہین اور رفتہ رفتہ ان مین ترقی ہوتی جاتی ہے - اور ایک عرصہ دراز کے بعد بہت فرق ظاہر ہو جاتا ہے - یہ ایک بڑا سبب ہے - جسنے اس قدر اختلاف پیدا کر دیا ہے -

جنسی انتخاب (سیکشون سلکشن)

اس طرح کے قدرتی انتخاب کے علاوہ ایک اور قسم کا بھی انتخاب ہوتا ہے جسے جنسی انتخاب کہتے ہین - اگر ایک مرد ہو اور پانچ عورتین ہون اور وہ مرد ایک ہی عورت سے محبت کر سکتا ہو تو فطرتاً وہ شخص اس عورت کو پسند کرے گا جو بہ نسبت دوسری عورتون کے خوبصورت اور تندرست ہو - بدصورت اور کمزور عورتون کو خوبصورت اور تندرست عورتون کے مقابلہ مین پھلنے پھولنے کے بہت کم موقعے ہین - خوبصورت اور تندرست عورتون کی اولاد مین جو بد شکل اور کمزور ہو گی اس کے لئے بھی جینے کا یقین کم ہوگا - اسیطرح اگر ایک عورت کے سامنے کئی مرد ہون اور اُن مین سے یہ ایک کو پسند کرے تو وہ بھی تندرست اور طاقتور مرد کو پسند کرے گی - اس طرح پر صرف یہی نہین ہوتا کہ بہت حالتون مین کچھ بچ رہتے ہین بلکہ یہہ بھی ہوتا ہے کہ بچے اپنے ماں باپ سے اچھے پیدا ہوتے ہین اور اس طرح پر بھی ایک عرصہ مین بہت بڑا فرق ہو جاتا ہے - اگر ہم چاہین تو اس پسند کو قدرتی انتخاب کی ایک ترقی یافتہ حالت کہہ سکتے ہین - خوبصورت اور تندرست شخص بہ نسبت کمزور اور بیمار شخص کے قدرتی انتخاب مین چنے جانے کے لئے زیادہ موزون ہوتا ہے - یہان انتخاب مین ایک بڑا فرق یہ ہے کہ عورت ایسے مرد کو پسند کرتی ہے جو تندرست ہوتا ہے - اس انتخاب کو ڈاروِن کا دریافت کیا ہوا سمجھتے ہین -

اعضا کا استعمال اور عدم استعمال

خلقت کی ارتقا مین ایک اور قاعدہ بھی کام کرتا ہے - جس پر لیمارک صاحب نے زیادہ زور دیا ہے وہ یہ کہ جب کوئی جاندار کسی خاص کام کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو اسے اس کام کے کرنے کے لئے ایک عضو مل جاتا ہے - اگر وہ برابر کام مین لایا جائے تو یہہ ترقی کرتا رہتا ہے اور اگر عضو کام مین نہ لایا جاوے تو اس کی ترقی بند ہو جاتی ہے - اور رفتہ رفتہ وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے - ابتدا ابتدا مین کئی جاندارون نے محسوس کیا کہ دشمن سے لڑنے کے لئے ان کے پاس کوئی ہتھیار ہونا چاہیئے - سر آگے بڑھا ہوتا ہے - اور اس سے ایک جانور دوسرے پر حملہ کرتا ہے - اس لئے اِن جانورون نے محسوس کیا کہ سر مضبوط اور سخت ہونا چاہیئے - اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سر مین گومڑا - اُٹھ آیا - اور اس طرح رفتہ رفتہ سینگ دار جانور پیدا ہو گئے - اس تفریق سے جن جن جانورون کو اس طرح کا سخت

حصہ نہیں ملا تھا وہ دوسروں کی بہ نسبت گھاٹے میں تھے اور اس لئے زندہ رہنے کے لائق بھی نہ تھے۔ اسیطرح اگر کوئی عضو کام میں نہ لایا جاوے تو قدرت وہ حصہ لے لیتی ہے۔ مثال کے لئے ہم انسان کے کان کو لیتے ہیں۔ گھوڑے کے کان لمبے ہیں وہ ان کو ہلا بھی سکتا ہے۔ اور کسی خاص طرف سے آتی ہوئی آواز کے سننے کے لئے ان کو آگے پیچھے یا ادہر اودہر کر سکتا ہے انسان اس طرح اپنے کانوں کو نہیں ہلا سکتا۔ کئی عالموں کی راے ہے کہ ابتدا میں انسان کے کان بھی لمبے تھے اور وہ بھی انہیں گھوڑے کی طرح ہلا سکتا تھا۔ لیکن انسان نے عقل پہ زور دیکر ترقی کرنا شروع کی اور اپنی حفاظت کے لئے کانوں کی اتنی پرواہ نہیں کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کان رفتہ رفتہ تنزل کرنے لگے۔ اور اب سننے کے لئے بالکل بیکار ہیں۔ ایک وقت آئیگا کہ کان بالکل ہی غائب ہو جائیں گے۔ ہاں اگر کوئی کام نکل آیا تو بچ رہیں گے۔

نوٹ۔ عینک لگانے والوں کو مژدہ۔

تبدیل حالت

اوپر کہا گیا ہے کہ دنیا میں رہنے کے لئے اپنے کو حالت موجودہ کے مطابق بنانا ضروری ہے جانداروں کی حالت ہمیشہ یکسان نہیں رہتی۔ جہان سمندر ہیں وہان پہاڑ نکل آتے ہیں اور جہان پہاڑ ہوتے ہیں وہان جھیلیں بن جاتی ہیں۔ سردی۔ گرمی۔ آب و ہوا وغیرہ بدلتے رہتے ہیں یہہ تبدیلی جانداروں اور نباتات میں بھی اثر کرتی ہے اور یہ خلقت کے ارتقا کا ایک جزو اعظم ہے۔ جسنے سوال کیا تھا کہ موجودات میں اس قدر نسلیں کہاں سے آگئیں۔ اس کا جواب جو کچھ مسئلہ ارتقا دیتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

نمبر۱۔ قدرت اپنے سارے بچوں کو ایک نظر سے نہیں دیکھتی۔ جن میں زندہ رہنے کی طاقت ہوتی ہے۔ ان کو زندہ رکھتی ہے۔ اور جو اس قابل نہیں ہوتے ان کو موت کے آغوش میں دیتی ہے یہ سب سے بڑا قاعدہ ہے جو کام کرتا نظر آتا ہے۔ ڈاروِن اور والس اس پر بہت زور دیتے ہیں۔

نمبر۲۔ جنسی انتخاب کے قاعدہ کے مطابق مرد اور عورت اپنے سے الگ جنسوں سے انتخاب کرتے ہیں۔ یہ اصول بھی ڈاروِن کی دریافت سمجھا جاتا ہے۔

نمبر۳۔ اگر کوئی جاندار کسی کام کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو اس ضرورت کے پورا کرنے کے لئے اسے ایک عضو مل جاتا ہے۔ اب اگر اسے کام میں لایا جائے تو ترقی کرتا ہے اور اگر کسی

حصہ سے کام نہ لیا جاسے تو یہ تنزل کرتے کرتے غائب ہو جاتا ہے اسپر لیمارک اور ڈاروِن زیادہ زور دیتے ہین۔

نمبر۴۔ ان اصول سے کم درجہ پرلیکن ضروری اصول یہ بھی ہین کہ جانداروں کی تبدیلی سے برابر تفریق ہوتی رہتی ہے۔ اور اس طرح ان مین ایک بڑا فرق ہو جاتا ہے۔ اس پر بفن صاحب نے زیادہ زور دیا ہے اور ڈاروِن صاحب بھی تائید کرتے ہین۔

نمبر۵۔ جو اعضا یا خواص کسی جاندار کے لئے ضروری ہوتے ہین وہ اس کی اولاد مین بھی ہونگے اور رفتہ رفتہ ترقی کرتے جائینگے۔

۲۔ موجودات مین انسان کا مقام کہان ہے؟

اس دوسرے سوال کا جواب مسئلہ ارتقا جو دیتا ہے وہ یہ ہے کہ گو وہ لوگ جو مسئلہ ارتقا کے قائل نہین ہین اپنے دل مین سمجھتے ہین کہ انسان نباتات ہی سے نہین بلکہ جاندارون مین چرندے پرندے سے بھی اوصاف مین جدا ہے۔ مگر ایسا نہین ہے۔ بلکہ ساری موجودات ایک خاندان سے ہے اور انسان اس خاندان مین سب سے چھوٹا یا سب سے بڑا ممبر ہے۔ سب سے چھوٹا وقت کے لحاظ سے اور سب سے بڑا ترقی کے لحاظ سے۔ وقت کے لحاظ سے سب سے چھوٹا اس طرح ہے کہ مسئلہ ارتقا کے مطابق سب سے پہلے موجودات کی ابتدا جمادات مین ہوئی۔ بعدہ ترقی کرتے کرتے نباتات مین ظہور ہوا۔ اور ان مین بھی پہلے خودرو جو بلا بیج کے پیدا ہوتے ہین اور پھر بیجدار اور ایک عرصہ کے بعد اسی جگہ پر پہنچا۔ جو نباتات اور حیوانات دونون مین شمار ہو سکین۔ اس کے بعد ترقی کرتے کرتے چھوٹے چھوٹے جانور اور بعدہ ان سے بڑے اور اس طرح ایک عرصہ تک ترقی کے بعد انسان کا ظہور ہوا۔ اس لحاظ سے انسان سب سے چھوٹا ہے۔ لیکن چونکہ ترقی کے سب سے اونچے درجہ پر ہے اس لئے سب سے بڑا ممبر ہے۔ اب مسئلہ ارتقا کے عالمون سے یہ سوال ہوتا ہے کہ انسان کیا ہے تو وہ یہ جواب دیتے ہین کہ انسان ایک دودھ پلانے والا حیوان ہے۔ اس کے متعلق جو خیال کہ زیادہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ انسان بندر کی اولاد ہے اور ان کے خیال کے موجب انسان بندر۔ ہاتھی۔ کوا۔ مینڈکی اور کانٹے ایک ہی خاندان سے ہین اسلئے سارے موجودات کا اصل صرف مادہ اور اس کی حرکت ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ بندر انسان کا قریبی رشتہ دار ہے اور جانور دور کے۔ اور نباتات اس سے دور کے اور جمادات اور بھی دور کے

رشتہ دار ہین۔

انسان دودہ پلانیوالا حیوان ہے اس کے لئے مندرجہ ذیل ثبوت ہین؟

۱۔ جسم کی بناوٹ سے انسان ایک حیوان ثابت ہوتا ہے۔ اس کی ہڈیان۔ پٹھے۔ نسلین دماغ وغیرہ یہ سب کچہہ حیوانون کی بناوٹ سے ملتا ہے۔

۲۔ انسان اور حیوان کی بیماریان ملتی جلتی ہین اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ انسان سے حیوان مین اور حیوان سے انسان مین بیماریان سرایت کرجاتی ہین۔

۳۔ کتنی دوائین انسانون اور حیوانون پر ایک ہی اثر کرتی ہین؟

۴۔ انسان کے جسم مین پرٹیسٹ پائے جاتے ہین اور یہ حیوانون مین بہی ہوتے ہین۔

۵۔ انسان کے زخم اسیطرح اچہے اور پر ہوتے ہین۔ جس طرح حیوانون کے۔

۶۔ بچہ پیدا کرنے کا قاعدہ انسان اور حیوانون مین یکسان ہین۔

۷۔ جو اصول انسان کی زندگی مین کام کرتے نظر آتے ہین۔ وہی حیوان مین بھی کام کرتے نظر آتے ہین

۸۔ اگر ہم انسان اور حیوان کی مدت حمل پر غور کرین تو قریب قریب یکسان پاتے ہین۔

ماضی اور مستقبل

اِنسان کی جو حالت اس وقت دیکھتے ہین۔ اس سے پہلے کیا تہی اور کیا ہوگی۔ اس مین حصہ اول کے متعلق ہم لکھ چکے ہین مسئلہ ارتقا کے مطابق ایک وقت تہا کہ جب موجودہ تفریق نہ تہی۔ صرف نیچر اور اُس کی حرکت کے سوا اور کچہہ موجود نہ تہا۔ اسی سے ہماری دنیا بنی مستقبل کی بابت بھی یہی خیال ہے کہ یہہ تمام موجودات نیست و نابود ہوجائین گے اور سوائے نیچر کے کچہہ نہ رہیگا۔ یہ رائے مذہب کے عالمون سے بھی ملتی جلتی ہے۔ انسان کا مستقبل کیا ہوگا؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے ظہور سے پہلے نیچر کا یہہ قاعدہ تہا کہ پرانی خلقت سے نئی خلقت پیدا کرتا۔ جس کا نتیجہ انسان کا پیدا کرنا تہا۔ جب یہ نتیجہ نکل آیا تو قدرت نے اپنے اصول کو بدل دیا۔ پہلے ترقی اوپر کی طرف تہی انسان کی ضرورت کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی اور ترقی اندرونی شروع ہوگئی۔ پہلے نئے نئے جسم بنانے کی ضرورت تہی اب انسان کے خیال مین ترقی کی ضرورت ہے خیال کا ارتقا ترقی کر رہا ہے۔ جو جو وقت گزرتا جائے گا۔ انسان اپنے خیال مین ترقی کرتا جائے گا۔ نتیجہ یہہ ہوگا کہ خیالات کی تفریق نہ رہے گی۔ اور ہر طرف عیش و آرام کا دور دورہ ہوگا

مسئلہ ارتقا مین جو تبدیلیان ظہور مین آرہی ہین انکی کیا صورت ہے؟

ہم دیکھتے ہین کہ دنیا مین ایک عظیم الشان تبدیلی ہو رہی ہے - اس کا کیا سبب ہے - ہربرٹ سپنسر کے قول سے ارتقا اس تبدیلی کا نام ہے جو وحدت سے کثرت مین نظر آتی ہے - مفرد اشیاء مرکب ہو جاتے ہین - جو کلیہ ہوتا ہے - اتفاقی ہو جاتا ہے - جو اتفاقی ہوتا ہے - کلیہ ہو جاتا ہے -

غیر ذی روح موجودات مین ارتقا سے مختلف طور کے اشیاء پیدا ہو گئے ہین ذی روح مین بھی ہم یہہ تفریق دیکھتے ہین ننھے ننھے جانداروں کا جسم ایک طور کا ہوتا ہے - مگر ترقی یافتہ حیوانون مین اس یکتائی کو تفریق لے لیتی ہے ایک حصہ صرف دیکھتا ہے اور وہی دیکھہ سکتا ہے - دوسرا حصہ صرف سنتا ہے اور وہی سن سکتا ہے اور یہی حالت دوسرے حصون کی ہوتی ہے - مگر ابتدائی ننھے ننھے جاندارون مین یہہ صورت جو اوپر بیان ہوئی نہین ہوتی - یہی تفریق ہم انسان کی روح مین دیکھتے ہین - ترقی یافتہ انسانون کے خیال ایک دوسرے سے زیادہ مختلف ہوتے ہین -

سوسائٹی کی زندگی مین بھی یہہ تبدیلی نظر آتی ہے - غیر مہذب قومون مین تمام انسان ایک ہی قسم کے ہوتے ہین - ہر ایک خاندان مین کھیتی کرنے - آٹا پیسنے - کھانا پکانے - کپڑے سینے اور مکان کی مرمت کا انتظام ہوتا ہے - برخلاف اس کے مہذب قومون مین ایک خاص جماعت کھیتی کا کام کرتی ہے - دوسری کپڑے سیتی ہے - تیسری کپڑے دھوتی ہے وغیرہ وغیرہ - گویا مہذب قومون کی مختلف جماعتین مختلف کامون کو انجام دیتی ہین - اور وہی انجام دے سکتی ہین -

نیازمند - کے - سی - سابق - ایم - اے - کے - گورکھپور -

نہر سوئز کی قدیم تاریخ

ماخوذ از اودہ اخبار ۱۸ مئی ۱۹۱۵ء

موجودہ نہر سوئز کے کنارون پر بعض آثار قدیمہ اور عہد ماضی کے کھنڈر حال مین دریافت ہوئے ہین - جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے سیتی اول شاہ مصر نے بحیرۂ قلزم کو بحیرۂ روم سے ملانے کا خیال کیا تھا - مگر دوسرے قدیم مورخ مثلاً ہیرو ڈوٹس - سٹرابو - ارسطاطیس

ڈایوڈورس سیکولس اور پلائنی کہتے ہین - کہ نہین قدیم نہر سوئز کے مجوز و مہتمم دوسرے بادشاہ تھے۔
ہیروڈوٹس کا قول ہے کہ شاہ نیکو نے سب سے پہلے نہر سوئز کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اس بادشاہ کا عہد ۶۱۵ برس قبل مسیح تھا۔ اثنائے تعمیر مین ایک لاکھ ۲۰ ہزار مصری جو نہر پر کام کیا کرتے تھے۔ مختلف امراض سے ہلاک ہو گئے تھے۔ اس واقعہ سے تپ لرزہ کی خوفناک نقصان رسانی کا نقشہ ہماری آنکھون کے سامنے پھر جاتا ہے۔ جو حال مین نہر پناما کی تعمیر کے دوران مین ظہور پذیر ہو چکا ہے۔
ایک قول یہ ہے۔ کہ شاہ دارا سریر آرائے سلطنت ایران نے نہر سوئز کی تکمیل کی تھی۔ دارا کی نہر چار روز کے سفر کی مسافت کے قریب لمبی تھی اور اتنی عریض تھی کہ دو قدیم یونانی جنگی جہاز ایک دوسرے کے دوش بدوش آسانی سے گزر سکتے تھے۔ دارا کا عہد حکومت پانچوین صدی قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔
بعض کہتے ہین کہ ارسطا طالیس کے نزدیک شاہ سیسوسٹرس قدیم نہر سوئز کا بانی اول تھا سٹرابو یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ پہلے پہل یا تو سیسوسٹرس نے یا نیکو نے تعمیر نہر کی تجویز کی تھی۔ اور شاہ دارا نے اسے تقریباً درجۂ تکمیل تک پہنچایا تھا۔ لیکن نہر کے افتتاح کی نوبت نہ آئی۔ وجہ یہ تھی کہ دارا کو بتایا گیا تھا کہ بحیرۂ قلزم کی سطح زمین مصر کی سطح سے بہت اونچی ہے اور اگر بحیرۂ قلزم کو بحیرۂ روم سے ملانے کی کوشش کی گئی تو ملحقہ علاقہ سیلاب زدہ ہو جائیگا۔
کہتے ہین کہ جب ٹولیمی ثانی شاہ مصر نے اس مشکل کا احساس کیا۔ تو اس نے شہر سوئز یعنی بحیرۂ قلزم والے سرے پر نہر مین پانی کے دروازے اور پھاٹک بنوا دے۔
ڈایوڈورس اور سٹرابو بھی تقریباً اسی قول کی تائید کرتے ہین۔ پلائنی جو اطالوی مورخ تھا۔ کہتا ہے کہ شاہ ٹولیمی نے قدیم نہر سوئز کی تکمیل کی تھی۔ اس وقت نہر مذکور کی لمبائی ۶۲ میل۔ چوڑائی سو فٹ۔ اور گہرائی ۴۰ فٹ تھی۔
پھر ہیروڈوٹس صاف صاف کہتا ہے کہ دارا سے اعظم نے اس نہر سوئز کو مکمل کیا تھا جسکی داغ بیل اس کے پیشرو شاہ نیکو نے ڈالی تھی۔ لیکن بعد کے مورخ مثلاً سٹرابو ہیروڈوٹس کے اس بیان کی تصدیق نہین کرتے۔ بلکہ کہتے ہین کہ دارا نے اس خوف سے نہر کو مکمل ہی نہین کیا کہ ایسا نہو کہ بحیرۂ قلزم کی بلند سطح سرزمین مصر پر سیلاب پھیر کر دریائے نیل کے شیرین پانی کو نمکین بنا دے۔

مگر قدیم فارسی زبانون کے کتبے جو دبے ہوئے پرانے ستونون پر موجودہ نہر سوئز کے نواح مین دریافت ہوئے ہین- اُن سے ہیروڈوٹس کا یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے کہ دارا ہی نے قدیم نہر کو درجۂ تکمیل تک پہونچایا تھا- موسیو ڈی لیزلس فرانسیسی انجینیر کو بھی جس نے موجودہ نہر سوئز کی تعمیر کیا ہے- بعض آثار قدیمہ نہر سوئز مذکور کے نواح مین ملے ہین مثلاً ایک دارا کے عہد کا تعمیر شدہ ستون ہے- اس کے علاوہ کئی اور ستون بھی ہین- جنکی بنا پر رہا سہا شک بھی زائل ہو جاتا ہے اور قدیم نہر سوئز کی تعمیر کا سہرا شاہ دارا کے سر پر بندھتا ہے- ہان یہ امر خصوصیت سے قابل تذکرہ ہے کہ موسیو ڈی لیزلیس کی موجودہ نہر سوئز اور قدیم نہر سوئز مین ایک بین اور بڑا فرق تھا- وہ یہ کہ قدیم شاہان مصر نے بحیرۂ قلزم کو براہ راست بحیرۂ روم سے ملانے کی کوشش نہین کی- انہون نے بحیرۂ قلزم کے پانی کو دریاے نیل کی ایک شاخ مین ڈالکر غیر مستقیم طریق پر اسے بحیرۂ روم سے ملا دیا- کیونکہ شاخ مذکور کا دہانہ پہلے ہی بحیرۂ روم مین تھا- درحقیقت قدیم نہر سوئز اپنی نصف لمبائی تک موجودہ نہر کے متوازی جاتی تھی-

علاوہ ازین خاکناے سوئز بھی اپنی قدیم حالت پر قائم نہین رہی- اس کا نقشہ بھی کم و بیش بدلتا رہا ہے- قدیم بادشاہون کے عہد حکومت مین نہر سوئز کی تعمیر کے قبل ہندوستان اور مشرق اقصیٰ کے جہاز خلیج ہیروپولائٹ تک جایا کرتے تھے- جسے آج کل نمکین و تلخ جھیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے- جہازون کا تجارتی سامان خشکی کے راستے بوباسٹس واقع دریاے نیل کو روانہ کر دیا جاتا تھا- اور وہان سے بحیرۂ روم کی طرف جہازون پر بار کر کے بھیجدیا جاتا تھا-

جرمن مدبرین کی دروغ بیانیان

بہتر ہے کہ ہم مدبرین جرمنی کو اُن کے حال پر چھوڑ دین- وہ آپس مین ایک دوسرے کے بیانات کا رد کرین اور اپنے منہ سے اپنے آپ کو ملزم ٹھہرائین- کچھ عرصہ ہوا ہر وان جاگو نے جو جرمنی کا وزیر خارجہ ہے انگلستان پر یہ اوچھا الزام عائد کیا تھا کہ انگلستان ہی موجودہ جنگ کا بانی مبانی ہے- مگر اب ہر پال رو ہرباخ نے چالاکی سے جمعیۃ یہود کی شاخ واقع ہیمبرگ کے روبرو اس امر کا اعلان کیا ہے- کہ برطانیہ سے جنگ ناگزیر تھی- کیونکہ جرمنی کا شجر حکومت انگلستان کی اقتصادی زندگی ہی کو نقصان پہونچا کر پھیل سکتا ہے- بالفاظ دیگر یون سمجھیے کہ اگر جرمنی کو اپنے حسب منشا زندگی بسر کرنا ہے تو انگلستان کو نقصان پہنچانا

لازمی ہے۔
ہر روہر کا خ اس بات سے بھی بہت متاثر معلوم ہوتے ہین کہ ٹرکی نے جرمنی کے بچاؤ مین حصہ لیا ہے ٹرکی سے گویا جسم انگلستان کے ایک عضو رئیس پر حملہ کرانا مقصود ہے ہر روہر باخ صاحب کا قول ہے کہ جرمنی مصر اور نہر سویز ہی پر قبضہ کرنے سے انگلستان پر قابو پا سکتا ہے۔ اور اس کے لئے ٹرکی امداد لازمی ہے۔ وہ حملہ جو ابتک جسم انگلستان کے عضو رئیس پر ہو چکا ہے۔ اس سے تو جرمنی کی قوت فیصلہ اور نظم ونسق کی کوئی شان نہین ٹپکتی اور جون جون جنگ نشو ونما پاتی جاتی ہے۔ ہسم کو نوجوان ترکون کی حماقت کے تازہ بتازہ ثبوت ملتے جاتے ہین۔ جس کا ارتکاب انھون نے جرمنی کے جھگڑے مول لینے سے کیا ہے۔
ہر روہر باخ کے قول کے بموجب قلمرو عثمانیہ جرمنی کے لیے ملکگیری مین خود مختارانہ طور پر شامل نہین۔ اگر جرمنی کامیاب ہوگیا تو وہ ترکی مشرق کا شانہ سلطنت کا معمار بن جائیگا۔ لیکن ہمارے نزدیک جرمنی کے بھاری بھرکم بوٹ کا ترکی مین نکلنا ان قربانیون کا جو ترک فی الحال کر رہے ہین۔ نہایت بڑا معاوضہ ہے۔ بہرحال خوش قسمتی سے اس وقت ایسے آثار منظر سے دور ہین۔ جن سے یہ مترشح ہو سکے کہ جنگ کے خاتمہ پر قلمرو عثمانیہ کے مستقبل مین جرمنی کو کوئی دخل ملسکیگا۔

طویل عمری کا راز

از علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۱۹ ا رمئی ۱۹۱۵ء

ڈاکٹر سمویل ٹیلر صاحب نے تندرستی برائے مسن حضرات،، نامی اپنی مختصر سی کتاب مین اپنے تجربہ کی رو سے درج کیا ہے کہ نہایت تندرست آدمی طویل العمر ہرگز نہین ہوتے ہین۔ زندگی کا بیمہ کرنے والے کمپنیون کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمزور اور دبلے پتلے آدمی اپنے ہمعصر توانا اور قوی ہیکل حضرات سے زیادہ عمر تک پہونچتے ہین۔ مسٹر و یزلی نے طویل عمری کے تین وجوہ بیان کئے ہین (۱) نیند لانے والی قوت (۲) توجہ کرنے سے ایک شب کی بھی نیند ضائع نہ کرنا (۳) معتدل مزاج۔ لیکن ڈاکٹر ٹیلر نے موروثی اثر کو ان سب پر ترجیح دی ہے زیادہ عمر والے حضرات اُن لوگون کی اولاد ہوتے ہین جو خود طویل عمر کے ہوتے ہین۔ اور اگر

گزشتہ دو تین نسلوں تک یہ طویل العمری کا اصول موجود پایا گیا ہے - تو اس نسل کے ہر ایک مرد اور عورت کو توقع کرنی چاہیئے کہ اس کی عمر بھی زیادہ ہوگی۔

ایک شخص نے نہایت جوش کیساتھ کہا تھا کہ جہاں تک طویل عمری کا تعلق ہے - دمہ کے مریض بسبب سے توانا لقب زن کا فرزند ہونا بہتر ہے۔

پرخوری

بہت سے حضرات ڈاکٹر ٹیلر کی شناسات سے متفق نہ ہونگے - لیکن تمام تجربہ کار اطبا کے واسطے یہ بات تو واضح ہے کہ پرخوری بیماری کا خاص سبب اور قبل از وقت موت کا باعث ہوتی ہے

مجھکو ایک مسن دولت مند شخص کا مقولہ یاد ہے - جسکی عمر ۹۶ سال کی ہوئی تھی کہ وہ دسترخوان سے اس وقت اٹھ بیٹھتا تھا - جب اس کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ ابھی کچھ اور کھا سکتا ہے - اس کے اصول میں دانشمندی مضمر تھی - اگر تم اپنے گھوڑے کو تندرست اور اچھی حالت میں رکھنا چاہتے ہو تو تم یہ حکم دیتے ہو کہ اس کو دن میں صرف اتنی موٹھ دانہ دیا جائے - ہمکو بھی اصول اپنے اوپر بھی استعمال کرنا چاہیئے - پرخوری کو صرف توانا اور باقاعدہ ورزش کرنیوالے اصحاب ہی برداشت کر سکتے ہیں - لیکن شہروں میں رہنے والے اس اصول کی پیروی نہیں کر سکتے ہیں - ڈاکٹر ٹیلر اگرچہ کھانے میں اعتدال کی ہدایت کرتے ہیں - لیکن وہ بھوکے رہنے کا مشورہ نہیں دیتے ہیں - بلکہ اس کے برعکس وہ فرماتے ہیں - کہ سخت علالت کے بعد ان ہی حضرات کو شفا کاملہ حاصل ہوتی ہے جن کو دوران علالت میں عمدہ غذا ملتی رہی ہے -

سگریٹ پینے کی عادت

ڈاکٹر ٹیلر صاحب اعتدال کے ساتھ پائپ پینے کی سفارش کرتے ہیں اور سگریٹ نوشی کی مذمت کرتے ہیں -

آپ کا مقولہ ہے کہ سگریٹ نوشی نہایت مضر ہے - پائپ پینے والا صرف دو ایک پائپ سے آسودہ ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اس کو رکھ دیتا ہے - لیکن سگریٹ پینے والا مثل ہلکی شراب پینے والے کے ہوتا ہے - جسکو اگرچہ بظاہر نشہ نہیں ہوتا ہے - اور وہ مے نوشی برابر جاری رکھتا ہے اور خشک ہوتا جاتا ہے -

یہ شخص پھیپھڑے یا دیگر اعضاء پر شراب کا اثر پڑنے سے درمیانی عمر میں انتقال کر جاتا ہے

اور مین نے خود دیکھا ہے کہ تمبا کو لگ جانے کی بیماری پائپ یا سگار پینے والون کو نہین ہوتی ہے۔ بلکہ زیادہ تر سگریٹ پینے والون کو ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ٹیلر صاحب ایک نہایت مشہور معالج امراض چشم کا مقولہ پیش کرتے ہین کہ سگریٹ نوشی سے آنکھون کی بصارت جاتی رہتی ہے۔ اور اس کے دھوئین کی بو نہایت مضرت رسان ہوتی ہے۔

چاے اور کافی

ڈاکٹر ٹیلر کے نزدیک کافی صرف صبح کے ناشتہ پر یا دن کے آخری کھانے کے وقت تھوڑی مقدار مین پینا چاہیئے۔ تاکہ نیند مین خلل واقع نہو۔ اگر پورے طور پر جوش دی جائے اور مناسب مقدار مین استعمال کی جاے تو چاے کوئی مضر شئے نہین ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف میرے نزدیک جسمانی محنت کے بعد تکان دور کرنے کے لئے ایک پیالی چاے مع قدرے دودھ کے پینے سے زیادہ مفید کوئی اور شئے نہیں ہے۔ چاے پر ہاضمہ مین فتور پیدا کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ لیکن یہہ الزام زیادہ حالتون مین درست نہین ہے۔ بلکہ چند پر البتہ اس کا طلاق ہو سکتا ہے۔ جن کے مزاج کے ناموافق ہے۔ اُن کو اجازت نہین دیتے کہ اس کا استعمال کرین۔ علاوہ تکان دور کرنے کی خاصیت کے یہہ اعصاب مین چستی پیدا کرتی ہے۔ ہمکو یقین ہے کہ چاے کو بطور غذا کے استعمال کرنا مضر ہے۔ لیکن اس کی خالص پتی مین کوئی نقص نہین ہے۔

بیمہ کرانے کی قیمت

دماغی پریشانی کے متعلق ڈاکٹر ٹیلر صاحب فرماتے ہین کہ کسی معتبر زندگی کا بیمہ کرنے والی کمپنی مین بیمہ کرانے سے بہتر اور کوئی تدبیر نہین ہے۔ جس سے جسمانی اور روحانی تندرستی قایم رہ سکتی۔ بیمہ کرانے سے رات کو اطمینان سے نیند آتی ہے۔ پس صحت اور زندگی قایم رہتی ہے اور بڑہتی ہے۔ درمیانی عمر کی مستورات کو ڈاکٹر صاحب متنبہ کرتے ہین کہ ادنے اعلیٰ باتون پر اُن کو اپنا دماغ پریشان نہ کرنا چاہیئے۔ آپ گہر کی ماماؤن کے متعلق مشورہ دیتے ہین کہ مستورات کو اُن کی ادنیٰ غلطیون سے چشم پوشی کرنی چاہیئے۔ اور اپنے دماغ کو پریشان نہ کرنا چاہیئے۔ اکثر عورتین محض اس وجہ سے کہ اُن کی ملازمہ حسب ہدایت کپڑے نہین پہنے ہوئے ہے پریشان ہوکر علیل ہوجاتی ہین۔

والدین اور تعلیم ٭ مجہہ کو اپنے اور دوستون کے بچون کی تعلیم کے تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ

گھر کی تعلیم سے ہر ایک بات ممکن ہو جاتی ہے۔ جو بچے میری سپردگی مین دئے گئے تھے۔ اُون کی اسکول کی تعلیم اور گھر کی تعلیم کا موازنہ اور مطالعہ کرکے میری یہ راے قایم ہوئی ہے۔
دانشمند والدین اپنے بچون کو مکان پر ہر قسم کی تعلیم دے سکتے ہین۔ اب مین ایک غیر حل شدہ تعلیمی مسئلہ کو لوگون کے روبرو حل کرنے کی غرض سے پیش کرتی ہون۔
کالج چھوڑنے کے بعد مین نے ایک سال تک ایک کلکتہ کارٹن اسکول مین کام کیا۔ اور وہان پر مائین اور معلمات تعلیمی مسائل پر بحث و مباحثہ کرنے کے لئے جمع ہوتی تھین۔ پہلی بار جب مین اس جلسہ مین شریک ہوئی تو وہان پر جن مسایل پر مباحثے ہوئے اُن کا میرے دل پر ایسا اثر ہوا اور مین نے ایسے مفید تجربات حاصل کئے۔ جو مدت العمر میرے کام آئے اور مجھہ کو بہت سی چیزون کی ماہیت اور حقیقت معلوم ہو گئی اور مین نے اپنی اور اپنی لڑکی کی زندگی کو اُن ہی کے عجیب سانچے مین ڈالدیا۔
معمولی تعلیم یافتہ اور سمجھہ دار مان اپنے بچون کی طبیعت کا اندازہ کرکے ان امور کو نہایت آسانی سے انجام دے سکتی ہے۔ اول اس امر کی ضرورت ہے کہ تعلیم کے خاص مقاصد مقرر کرکے پیش نظر رکھہ لئے جائین۔
مین نے اول جسمانی تعلیم۔ دوسرے اخلاقی تعلیم اور تیسرے علمی شوق پیدا کرنے کی تعلیم بالترتیب مقاصد قرار دئے۔
جب میری لڑکی سوزانا چھہ سال کی ہو گئی۔ مین نے اُس کو ایک پبلک اسکول مین اُسکی ہم عمر بچیون کے ساتھہ داخل کردیا۔
اُس اسکول مین ماؤن اور معلمات کے جلسے منعقد ہونے کا طریقہ رائج نہ تھا۔ چونکہ ماؤن کو اُس کی طرف مطلق دلچسپی اور توجہ نہ تھی۔
آخر کار مجبور ہو کر مین نے یہہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ اسکول مین کیا ہوتا ہے؟ اور کس طریقہ پر ہوتا ہے؟۔ تو اسکول کی تعلیمی کمی کو مین مکان پر کس طرح پورا کر سکتی ہون۔ پس وہان کی معلمات سے میری شناسائی اور ربط ضبط ہو گیا۔ اور تمام امور کو تعلیمی نقطہ خیال سے دیکھنے سے مجھہ کو بیحد فائدہ حاصل ہوا۔ مین نے لڑکیون کے خصائل جاننے کی کوشش کی اور مختلف اقسام کی تعلیم کے نصاب سے مین واقف ہو گئی اور مجھکو معلوم ہو گیا کہ مین سوزانا کو چند منٹ مین وہ باتین سکھا سکتی ہون۔ جسکے پڑھانے مین اسکول کی معلمہ کئی ہفتے لگیں گے۔

سوزانا کو پہلے درجہ مین داخل ہوئے قریب دو مہینے کے گزرے تھے کہ ایک اور اس کی معلمہ نے مجھ سے کہا۔

مسز جائلڈی صاحبہ۔ سوزانا کو جدا کرنے مین تو میرا دل دکھتا ہے۔ لیکن مین آپ سے کہے دیتی ہون کہ پہلا درجہ اس کے لائق نہین ہے۔ یقیناً اس کو تیسرے یا چوتھے درجہ مین ہونا چاہئیے مین نے جواب دیا کہ کیا آپ کو اس کا یقین ہے۔ سوزانا ابھی بچی ہے۔ کیا درحقیقت اس کو پہلے درجہ کی تعلیم کی ضرورت نہین ہے۔

معلمہ۔ قطعی نہین۔ مجھکو تو اس مین کوئی کمزوری معلوم نہین ہوتی۔ مین نے سوزانا کو دوسرے درجہ مین دو مہینے تک اور رکھا اور مجھ کو خود یقین ہوگیا کہ اس درجہ کی تعلیم کی بھی اب اس کو ضرورت نہین رہی۔ پھر مین نے اس کو اسکول سے اٹھا لیا۔ کیونکہ مجھکو یقین ہوگیا۔ کہ مکان کی تعلیم سے اس کو بہت زیادہ فائدہ پہونچیگا۔ کئی سال تک چند روز کے لئے مین اس کو اسکول مین داخل کرتی رہی۔ تاکہ وہ اسکول کی زندگی سے مانوس رہے اور مجھ کو مکان کی تعلیم کے متعلق اطمینان ہوتا رہے کہ باقاعدہ دی گئی ہے اور اس مین کوئی نقص باقی نہین رہا۔ اون تمام درجون کی خواندگی پوری کرنے مین اس کو صرف بارہ مہینے صرف کرنے پڑے۔

سال گزشتہ جب وہ تیرہ سال کی تھی۔ مین نے اس کو آٹھوین درجہ مین داخل کرایا۔ اور ایک ہفتہ بعد جاکر اس کی معلمہ سے اس کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کیلاس مین کیسی چلتی ہے

معلمہ۔ مین آپ سے دریافت کرنا چاہتی ہون کہ آپ نے اس بچی کو کس طرح تعلیم دی ہے مین اس شہر مین اپنے تئین نہایت خوش نصیب معلمہ خیال کرون گی اگر مین اس کی نصف تعلیم بھی اپنی کیلاس کو دے سکون۔ اگر آپ کی بجائے مین ہوتی تو اس کو کالج یا اسکول کی تعلیم سے پریشان نہ کرتی۔ وہ ایک تعلیم یافتہ بچی ہے۔ کالج یا ہائی اسکول مین جس علمی شوق اور علمی قوت کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہم بچون کو بھیجتے ہین۔ وہ اس مین سب موجود ہین۔

مجھ کو طرز تعلیم کا جوراز معلوم ہوا ہے۔ وہ ماؤن اور معلمات کے جلسہ مین شرکت سے ہوا ہے اور مین نہایت افسوس کرتی ہون کہ والدین اساتذہ سے ملنے اور تعلیمی مسائل جاننے اور اپنی اولاد کی تعلیم سے واقفیت حاصل کرنے کی طرف سے سخت لاپروائی کرتے ہین۔ اگر وہ ذرہ سی بھی توجہ کرین۔ تو اسکول کی تعلیم مین جو کمی رہ جاتی ہے۔ وہ نہایت آسانی سے پوری ہوسکتی ہے۔

بچون کی تعلیم مین سب سے مقدم دو امور ہین - اول ڈسپلن - دوسرے بچون کا آپس کا ارتباط اور یہ راے نہ صرف میری ہے - بلکہ اُن ہزارون اشخاص کی ہے - جنھون نے اپنی تعلیم کے وقت سے اپنے بچون کی تعلیم تک برابر غور کیساتھ تعلیمی مسائل کا مطالعہ کیا ہے -

بلاشک تمام بچون کو ڈسپلن کی ضرورت ہے اور اپنے ہمسن بچون سے ارتباط رکھنے کی بھی ضرورت ہے تاکہ اُن کے خصائل کا آپس مین ایک دوسرے پر اثر ہو -

جو والدین کہ اپنے بچون کو تعلیم دلانا چاہتے ہین - اُن کے واسطے اشد ضرورت ہے کہ وہ اسکول کے اساتذہ سے ارتباط رکھین اور تعلیمی حالت سے آگاہی حاصل کرتے رہین - اس سے نہ صرف اُن کو اپنے ہی بچون کی تعلیم کا حال معلوم ہوگا - بلکہ وہ ابتدائی تعلیم کے مسئلہ سے بھی کافی واقفیت حاصل کرلین گے - اور علمی ترقی کے لئے والدین اور اساتذہ کی مشترکہ انجمن قایم کرنا نہایت ضروری امر ہے - ہر ایک شہر اور مقام پر اس قسم کی انجمن قایم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے -

پھولون کی بہار

ماخوذ از اودھ اخبار ۲۲ مئی ۱۹۱۵ عیسوی

چین مین ایک پھول ہوتا ہے - جو دھوپ مین سُرخ اور چاندنی مین سفید ہو جاتا ہے میری گولڈ نام سے ایک انگریزی پھول ہے - جو اگر موسم اچھا رہتا ہو تو وہ صبح کے پانچ بجے کھل جاتا ہے - ورنہ بند رہتا ہے - گویا یہ مقیاس الہوا کا کام دیتا ہے - جزیرہ سماٹرا مین ایک قسم کا سوسن کا پھول ہے - جسمین ایسی خوشبو نکلتی رہتی ہے - جس سے ذی روح مخلوق ہلاک ہو جاتی ہے - اور جو خوشبو غروب آفتاب کے وقت طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے نکلتی ہے زیادہ مہلک ہوتی ہے - جو جانور اس درخت کے نیچے جاتے ہین وہ مر جاتے ہین - اور جس شخص نے اُس کی خاصیت کو دریافت کرنے کی کوشش کی تھی وہ مرتے مرتے بچ گیا تھا - جاوا مین ایک باغ ہے - جس کے سارے پھول ایک ساتھ کھلتے اور ایک ہی ساتھ مرجھاتے ہین - تاتار مین پیاز اور لہسن خوشبوئیات سمجھی جاتی ہین - تاتاری عورت تازہ پیاز کا چھلکا اپنے ہاتھون اور سینہ پر ملکر طبیعت خوش کرلیتی ہے اور گلاب کی ناگوار خوشبو سے ناک چڑھاتی ہے -

مدراس کے زراعتی مدرسہ مین ۱۸۹۷ء مین ایک پھول آیا تھا- جسکی لمبائی چھیالیس انچہ اور چوڑائی چودہ انچہ تھی اور سفید سرخی مائل تھا- جزیرہ فلیپائن مین ایک بہت بڑا پھول دیکھنے مین آیا- جسکی پانچ پنکھڑیان ہوتی ہین- ایک ایک پنکھڑی کا قطر ایک ایک گز کے برابر ہوتا ہے- کہتے ہین کہ ایک پھول کا وزن گیارہ من کے قریب ہوتا ہے- دنیا مین سب سے بڑا پھول یہ ہوگا ہے- جو جزائر فلیپائن کے ایک جزیرہ منڈانوٗ نامے مین پیدا ہوتا ہے اور سمندر سے دو ہزار فٹ کی بلندی پر اُگتا ہے- روس مین سورج مکھی کا پھول کثرت سے پیدا ہوتا ہے- وہان اس کی کاشت کی جاتی ہے- جس سے سال بھر مین ۲۵ لاکھ ٹن تخم نکلتا ہے- روسی لوگ سورج مکھی کے پھول کو کچا اور بھون کر کھاتے ہین- اس کی چھال سے نکلا ہوا تیل لالٹینو مین جلایا جاتا ہے- ہندوستان مین سورج مکھی کا پودا عام ہے- مگر افسوس ہے کہ باغ کی زینت کے سوا اس کے پھل پھول لکڑی یا چھال سے کوئی مفید کام نہین لیا جاتا- سورج مکھی کے پھول مین ایک بڑا فائدہ یہہ ہے کہ جہان اس کے درخت ہوتے ہین- وہان بخار پیدا نہین ہوتا جرمن مین ایک گلاب کا درخت ۱۹۸۵ء مین ایک ہزار سال کی عمر کا تھا- جسکی ایک ہزار سے زیادہ شاخین نکل گئی تھین- ٹلکارٹ مین گلاب کے پھول کی ایک جھاڑی ۲۲۰ مربع فٹ موجود ہے- قصبہ ہلڈشیم (جرمنی) مین ایک گلاب کا درخت ۱۹۰۲ء مین ایک ہزار برس سے ترو تازہ تھا- ایک شخص نے دس ہزار پونڈ اس کی قیمت دینی چاہی- اس کے مالک نے لینے سے انکار کر دیا- اس کے مالک کو اس کے پھولون سے بہت نفع ہوتا تھا- جاپانی گلزار کاشت کرنے والون کو ایک ایسا گلاب کا پھول کاشت کرنے مین کامیابی ہوئی ہے- جو آفتاب کی روشنی مین سرخ اور سائے مین سفید نظر آتا ہے- سیولنا واقع جارجیہ مین ایک باغبان نے سیاہ پنکھڑی کا گلاب پیدا کرنے مین کامیابی حاصل کی ہے- ایک سائنسدان یورپین صاحب لکھتے ہین- کہ گلاب کے پھولون کے سونگھنے سے آواز بگڑ جاتی ہے اور کہتے ہین کہ اس کی خوشبو سے کئی سر کے عارضے دور ہو جاتے ہین- البتہ نازک مزاج آدمیون کو اس کی خوشبو سے اکثر زکام ہو جاتا ہے- تجربہ کیا گیا ہے- کہ سدا گلاب کے پتے اگر شب مین بھگو کر شبنم مین رکھہ دئے جائین- اور صبح کو خوب کف مال کر کے

آب صاف اُس کا پی لیا جائے۔ تو سوزاک خواہ کیسا ہی کہنہ ہو۔ دور ہو جاتا ہے۔
ہندوستان مین ۱۵ ہزار قسم کے پھولون کے پودے ہین اور یورپ مین ۴۰۰۰ اقسام کے مختلف پھول معلوم کئے گئے ہین۔ ان مین صرف ۴۲۰ عمدہ خوشبو کے ہین۔
پھولون کے گلدستے دیر تک تازہ رکھنا ہو تو پانی کے بجائے صاف شربت مین رکھو اِس سے شگفتگی بحال اور پژمردگی دور رہیگی۔ یا پانی مین تھوڑا سا کاربونیٹ سوڈا ملا کر اُن پر چھڑکاؤ کرو۔ فرانس مین تیس ہزار عورتین مصنوعی پھول بنا کر زندگی بسر کرتی ہین۔
لبسی ٹریوڑا ہر سال چھہ لاکھہ پونڈ کے پھول یورپ کے ملکون مین بھیجتی ہے۔ جن مین سے ½ برطانیہ کلان مین جاتے ہین۔ سب سے عمدہ وقت پھول توڑنے کا صبح ہے یعنی طلوع آفتاب سے پہلے جبکہ پھولون پر شبنم پڑی ہوئی ہو۔ جب پھول توڑے جائین۔ تو اُن کی ڈنڈیون کو پانی مین ڈبو دینا چاہیے۔ اگر پھولون کو بہت دور لیجانا ہو تو اُنہین اور بھی سویرے توڑنا چاہیئے۔ اور اگر شام کو توڑے جائین اور رات بھر کسی ٹھنڈھی جگہہ پانی مین پڑے رہین تو اور بھی اچھا ہے۔ اس عمل سے پھول پانی جذب کرلین گے اور اُن کی شگفتگی اور تازگی مین فرق نہین آئیگا۔

درخت بھی جاندار ہین

(پودون کی خود نوشت تحریر)

ماخوذ از اودھ اخبار ۲۸ مئی ۱۹۱۵ع

امریکہ کا شہرۂ آفاق میگزین سائنٹفک امریکن پروفیسر جگدیش چندر بوس کے ایک لیکچر کو درج کرتے ہوئے جو انہون نے امریکہ مین دیا ہے۔ لکھتا ہے کہ رائل انسٹیٹیوشن انگلینڈ اور دیگر سائنٹفک سوسائٹیون کے سامنے لیکچر دینے کے بعد ان کو برٹش گورنمنٹ نے امریکہ بھیجا ہے۔ تاکہ امریکن سائنسدانون کو اپنی دریافت سے آگاہ کرین۔ انہون نے ہماری بڑی بڑی یونیورسٹیون کے سامنے لیکچر دئے ہین۔ ایسی کامیابی کے ساتھ جو شاذ و نادر کسی کو میسر ہوتی ہے۔

مسٹر بوس نے اس بات کا ثبوت بہم پہونچایا ہے کہ نباتات کا مادہ جاندار کی مادی کے مشابہ ہے بالفاظ دیگر جاندار اور بیجان چیزون مین۔

(مادہ صرف ایک ہے)

پودوں اور حیوانات میں کوئی فرق نہیں۔ اور ان کے درمیان جو کچھ امتیاز ہے۔ صرف وہی ہے۔ اگر مادہ جاندار ہے اور جاندار اور غیر جاندار کی تقسیم غلط ہے۔ تو یوں کہنا چاہیئے کہ مادہ صرف ایک ہی ہے۔ اور ایک ہی سائنس ہے۔ ایک ہی سچائی ہے۔ اور تمام سچائیاں۔ تمام سائنس اجزا سے توحید اعظم ہیں اور یہ بات نہایت موزوں ہے کہ یہ سبق ہمکو وہ شخص دے جو ہندو فلاسفروں کی اولاد میں سے ہے۔

(پودوں اور جانداروں میں ظاہر فرق)

صرف یہ کہ جاندار جوش اور خوشی اور رنج کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر تم ایک کتے کو مارو تو وہ درد سے چلا اٹھیگا۔ لیکن ایک درخت یا جھاڑی پر ضرب لگاؤ۔ تو وہ درد محسوس کرتا معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ بعض حس رکھنے والے پودے ہیں مثلاً لاجونتی کہ جب اس کو چھوا جائے تو اس کے پتے بند ہو جاتے ہیں۔ لیکن کوئی عالم علم نباتات یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس پودے کو درد محسوس ہوتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر جگدیش چندر بوس نے ان پرانے خیالات کو بالکل الٹ دیا ہے۔ انہوں نے تجربہ کر کے دکھایا ہے کہ بیرونی تحریکوں سے اثر پذیر ہونے سے حیوانات اور نباتات میں ذرا بھی فرق نہیں۔

(پودوں کو زہر دیا جا سکتا ہے)

جانداروں کی طرح پودوں کو زہر دیا جا سکتا ہے۔ اس کو رنج اور خوشی اور تکان محسوس ہوتا ہے۔ ان کی رگیں اور پٹھے ہوتے ہیں۔ جو ایک خاص رفتار سے احساسات کو ایک حصہ تک پہونچاتے ہیں۔ یہ دریافت

(نازک آلات)

کے ذریعہ کی گئی ہے۔ جو ڈاکٹر بوس نے اس مطلب سے ایجاد کئے ہیں۔ پودے کی نقل و حرکت کی یادداشت خواہ وہ کتنی ہی قلیل ہو اس آلہ میں ثبت ہو جاتی ہے۔ آلہ میں لکھنے کا لیور ایک باریک دھاگہ کے ساتھ لگایا گیا ہے۔ جوں ہی کہ پودے کا پتہ زیر اثر آکر گرتا ہے۔ تو گھنٹہ کی کلوں کی حرکت سے ایک شیشہ پر اثر پڑتا ہے۔ اور جب پودا ایک خاص رفتار کے ساتھ جھک جاتا ہے اور پلیٹ کی سیاہ سطح پر ایک ٹیڑھی لکیر لکھی جاتی ہے۔ جو نہ صرف پودے کی نقل و حرکت اور اثر پذیری کو ظاہر کرتی

ہے۔ بلکہ وقت کو بھی بتاتی ہے۔ جس مین وہ اثر پہونچا۔

(دوسرا آلہ)

اس طور پر بنایا گیا ہے کہ لکھنے والے پوائنٹ کو برقی اثر بالکل عمودی طرف سے پہونچتا ہے۔ برقی مقناطیسی طاقت ایک سلینڈر کے ذریعہ استعمال کی جاتی ہے۔ برقی اثرات بڑی باقاعدگی کے ساتھ تحریر مین لائے جاتے ہین۔

(پودون پر کس طرح تجربے کئے جاتے ہین)

ڈاکٹر بوس پودون پر طرح طرح کے اثر ڈال کر ان کے نتائج دکھلاتے ہین (۱) مثلاً سوئیان چبھوکر (۲) کیمیائی تاثرات مثلاً تیزاب یا کھار وغیرہ (۳) گرم تار چھواکر (۴) بجلی کی لہر داخل کر کے یا مبہم بجلی کی لہرین پہنچا کر۔

جب پودے کے کسی عضو پر اثر ڈالا جاتا ہے تو اس کے کچھ وقفہ کے بعد نتیجہ ظہور مین آتا ہے۔ اس وقفہ کے بعد وہ منحنی لکیرین جو پودا خود لکھتا ہے بڑے زور سے لکھنی شروع ہوتی ہین۔

مختلف قسم کے پودے مختلف قسم کے اثرات ظاہر کرتے ہین۔ موسم گرما مین لاجونتی سیکنڈ کے دسوین حصہ تک وقفہ لیتا ہے اور ۳ سکنڈ کے عرصہ مین پتہ گر پڑتا ہے اور پھر پندرہ سیکنڈ مین اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ ہوش مین آنے کی مدت بیہوشی سے ۳۰۰ گنا وقت لیتی ہے۔ جس قدر مقوی اثر زیادہ مقدار مین ہو اسی قدر بحالی جلدی ہوتی ہے۔ موسم سرما مین بحالی کی رفتار سست ہوتی ہے۔

(تمام پودے ذی حس ہین)

اس تجربے سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام پودے ذی حس ہین اور اس سے پہلے جو ذی حس اور غیر ذی حس دو قسم کے پودے خیال کئے جاتے تھے۔ یہ تھوڑی غلطی نکلی۔ گو بھی مٹر سیم اور دوسری سبزیان سب ذی حس ہین۔ اگرچہ لاجونتی کے برابر نہین۔ برقی لہرون سے اثر پہونچا کر اور پودون سے اسی اثر پذیری کی تحریرین لکھوا کر ڈاکٹر بوس نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر ایک پودے اور اس کا ہر ایک عضو ذی حس ہے۔ اور برقی لہر کا جواب دیتا ہے۔ ایک معمولی برقی لہر جو انسان کو محسوس بھی نہو معمولی حس کی لاجونتی کے پودے کے پورے جوش مین لانے کو کافی ہے۔ اور خاص حالتون مین پودون کے

اندر طاقت حس انسان سے دس گنی زیادہ ہوتی ہے۔ غرضکہ جانداروں اور پودوں مین کوئی فرق بھی نہیں۔ بجز اس کے کہ حیوانات متحرک ہین۔ نباتات ساکن ہین۔ باقی مرنے جینے کے اثرات مین کوئی بھی فرق نہیں۔

نمک کی کان مین ناچ گھر

ماخوذ از زمیندار یکم جون ۱۹۱۵ء عیسوی

حال ہی مین ایک موقع پر روسی فوجون نے کراکو کے شہر پر گولہ باری کی تھی۔ یہہ شہر پہلے پولینڈ کا دارالخلافہ تھا۔ آسٹریا۔ جرمنی اور روس نے جب آپس مین پولینڈ کو تقسیم کیا تو یہہ شہر آسٹریا کے حصہ مین آیا۔ روس اگر اس شہر پر قابض ہوجاے۔ تو اس کو وائنا تک پہونچنے مین آسانی ہو۔ شہر کراکو سے ۲½ کوس کے فاصلہ پر زمین کی سطح سے نیچے ایک عجیب شہر ہے یہ نہین کہا جاسکتا ہے کہ یہہ کس قدر قدیم ہے۔ اس شہر کا فرش صاف پتھر جیسے نمک سے بنایا گیا ہے۔ سیندھے نمک کی کان ٹھیک کوئلے کی کان کی طرح ہے۔ کئی ہزار سالون سے لوگ اس کان سے نمک نکال رہے ہین۔ اور وہ اس سے صرف نمک ہی نہین نکال رہے۔ بلکہ انھون نے ایک وسیع شہر کی بنیاد رکھدی ہے۔ زمین کے پیٹ مین یہ نمک کا شہر صرف ایک ہی نہین۔ بلکہ سات ہین۔ ایک کے اوپر ایک ہے۔ اسیطرح اوپر کے تین شہرون مین انسان جاسکتے ہین۔ اس کے بعد باقی چار شہرون مین لوگون کو جانے کی اجازت نہیں۔ اس نمک کے شہر مین کتنی ہی چوڑی سڑکین ہین۔ کتنی ہی ریل گاڑیان ہین۔ ریل گاڑی سے نمک ڈھونے کا کام لیا جاتا ہے۔ مگر آدمی اس پر آمد و رفت نہین کرسکتے۔ اس کان کے اندر کتنے ہی گھوڑے ہین۔ کتنی ہی گھوڑیان یہان بچے جنتی ہین۔ وہ بچے اس اندھیرے مین ادھر ادھر پھرا کرتے ہین۔ مگر پیدایش سے موت تک سورج کو نہین دیکھ سکتے۔ نیچے کے شہرون مین بارہ سو آدمی کام کرتے ہین۔ ایک سال مین ایک مزدور ستائیس لاکھ من نمک کاٹ سکتا ہے۔ رات کو مزدور کان کے اندر نہین رہتے اور شام کو اوپر آکر رات کو اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہین۔ اس کان مین کبھی کھڑے ہوکر کبھی لیٹ کر کبھی سیڑھی پر چڑھ کر مزدور نمک جمع کرتے ہین اس کان کا پہلا شہر زمین کی سطح سے ۱۵۰ ہاتھ نیچے ہے۔ اس شہر کا نام قیصر فرانسس ہے۔ اس سے نیچے کے دوسرے شہر کا نام ایجار جنگ البرٹ

اور تیسرے کا نام دن ہے - پہلے شہر مین ایک بڑا ناچ گھر ہے - اس مکان کا ہر ایک ستون
اور تمام سامان سخت پتھر کی قسم کا نمک کاٹ کر بنایا گیا ہے - یہہ ناچ گھر ۱۶۵۰ء مین بنا تھا
اس کے ایک کمرہ مین نمک سے بنا ہوا ایک تخت ہے - آسٹریا کا بادشاہ جب کان کا ملاحظہ
کرنے کے لیئے جاتا ہے تو کان کے مزدور مرد اور عورتین اون کو خوش کرنے کے لئے اس مکان
مین ناچتے اور گاتے ہین - اسی تخت پر بیٹھکر بادشاہ ناچ دیکھتا ہے - اس ناچ گھر سے کچھ
فاصلہ پر نمک کا بنا ہوا ایک وسیع اور عالیشان گرجا ہے - ۱۶۹۸ء مین یعنی اب سے
سوا دو سو سال پہلے یہہ گرجا تیار ہوا تھا - اس گرجے مین نماز وغیرہ ادا کی جاتی ہے - اس
دن گرد و نواح کے آدمیون کو کان دیکھنے کی اجازت دی جاتی ہے - بھادون کے
ماہ مین جب شاہ آسٹریا کی سالگرہ ہوتی ہے تو یہان بڑی بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے -
ساتھہ ہی اس شہر کے نیچے ایک اندھیرا شہر ہے - مگر بجلی کی روشنی سے ہزارون لیمپ
وہان روشن کر دئیے جاتے ہین - کان مین روشنی ہونے پر نمک کے نیلے - سفید -
سرخ رنگون پر روشنی بھی وہی رنگ اختیار کرکے بڑا ہی قابل دید نظارہ پیدا کر دیتی ہے
پندرہ روپیہ خرچ کرکے ایک دفعہ تمام بجلی کے لیمپ روشن کرائے جا کر اس شہر مین روشنی
کرائی جا سکتی ہے - اور جب لوگ سیر کرنے جاتے ہین تو وہ اس خرچ کو خوشی سے برداشت
کر لیتے ہین - پہلے شہر سے دوسرے شہر مین اترنے کے لئے نمک کی سیڑھی پر سے اوترنا
پڑتا ہے - اس شہر مین ٹمیکلو نام کا ایک کمرہ وسیع قابل دید ہے - اس کا طول ساٹھہ
ہاتھہ اور عرض چالیس ہاتھہ اور اونچائی اسی ہاتھہ ہے - اس کے اندر تین سو بجلی کے لیمپ
جھاڑ فانوس ہین - یہ کمرہ اور اس کا تمام سامان جھاڑ فانوس بھی نمک سے ہی بنے ہوئے
ہین - دوسرے شہر سے تیسرے شہر مین جانے کے لئے ایک اور نمک کی سیڑھی ملتی ہے
اس کے ایک حصہ مین آسٹریا کے بادشاہ فرانسس جوزف اور ان کی بیگم کی یادگار
دو مثلث نما نمک کے ستون ہین - تیسرے شہر مین ریلوے جنکشن اسٹیشن ہے -
کئی طرف کی ریلوے لائینین یہان آکر ٹھیرتی ہین - اس اسٹیشن کے پاس ہی ایک ہوٹل
ہے جو کہ صرف موسم گرما مین کھلا رہتا ہے - مختلف ممالک کے سیاح آکر اس ہوٹل مین
کھانا وغیرہ کھاتے ہین - یہ ہوٹل اور اسٹیشن بھی تمام نمک کا ہی بنا ہوا ہے - زمین
کی سطح سے قریباً پانسو ہاتھہ نیچے کان کے اندر وسیع پانی کی جھیل ہے اس جھیل کا پانی

سیاہ گاڑھا اور وزنی ہے۔ مختصر بات یہ ہے کہ یہ پانی سمندر کے پانی سے بھی زیادہ نمکین ہے
جھیل مین ایک بڑی کشتی ہے۔ یہ کشتی نمک کی نہین۔ بلکہ لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ کیونکہ
نمک کی کشتی گل جاتی ہے۔ کچھ پیسے دیکر سیاح لوگ کشتی مین چڑھکر ادہر اُدہر کی سیر کرتے ہین۔
اس کان کے اندر کام کرنے والے انسان وحیوان کسی کی صحت خراب نہین ہوتی۔ تاہم اب سے
پہلے دوسرے ذرائع سے کوئی نہ کوئی واردات ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ چھ ہزار من وزنی نمک کی
ایک سل نے گر کر کئی آدمیون کے لئے درخواست کی تھی۔ جب تنخواہ نہ بڑھی تو اس نے کان کے
اندر آگ لگادی۔ جس سے کئی مزدورون کی جانین گئی تھین۔

ہم کسطرح تندرست رہسکتے ہین

(از رسالہ ہیلتھ اینڈ ہیپی نیس)

ماخوذ از اودہ اخبار۔ ۱۱ جون ۱۹۱۵ء

بیماری کو نہ آنے دینا یا اس سے محفوظ رہنا اور بات ہے اور بیماری کا رفع کرنا یا ازالۂ امراض دیگر
شئے ہے۔ محض ازالہ مرض کی نسبت مرض سے محفوظ رہنے کا ہنر انسان کے لئے زیادہ سودمند
ہوگا۔ بجاے اس کے مرض کے رفع و دفع کی تدابیر مین جدوجہد کی جاوے۔ یہہ کہین بہتر ہے
کہ انسان کی صحت ایسی حالت مین رکھی جاوے۔ جو تندرستی اور درازی عمر کے لئے ممد اور بیماریون
و وباؤن کے پھیلنے مین مانع ہو۔ شہرون کی ترقی اور کشادگی کے جو کامیاب طریقے سوچے گئے
ہین۔ ان سے ایسے ملک کی حالت مین بہت ہی کم فائدہ پہونچے گا۔ جہان ۳۱۲ ملین (ایک ملین
ہے برابر دس لاکھ کے) آدمی بستے ہون۔ اور ان مین سے پچاس لاکھ آدمی ہر سال زیادہ تر
ایسی مختلف بیماریون سے مرجاتے ہون۔ جن کا تحفظ انسانی اختیار مین ہے۔ اس پر طرہ
وبائی امراض ہین۔ جسمین سب سے بڑھکر طاعون ہے۔ جسنے ۱۸۹۶ء مین یعنی اپنے ظہور
کے زمانہ سے ابتک تقریباً ۲ ملین نفوس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔

دنیا مین ہندوستان سے زیادہ شاید اور کوئی ملک ایسا ہوگا۔ جہان اچھے طبیبون یا
ڈاکٹرون کی یہان سے زیادہ ضرورت ہو۔

(ملک کی عام گندہ حالت)

ایک تو لکھوکھا آدمی ہرسال مرتے جاتے ہین۔ دوسری طرف لکھوکھا آدمی کافی غذا

لباس اور ہوادار مکانات اور صاف آب وہوا نہونے کے باعث کمزور ہو گئے ہین - کنوئین اور نالابون کا پانی خراب ہو جاتا ہے - جھونپڑے چھوٹے اور تنگ ہوتے ہین - لیباد جات ان مین روشنی کی آمد ورفت کے لئے سوراخ تک نہین ہوتا - غذا زیادہ تر پیٹ بھرنے والی ہوتی ہے - نہ جسم بنانے والی کوئی ایسی چیز نہین پہونچتی - جس سے طاقت آئے اعصاب مین مضبوطی پہونچے یا جسم مین ایسی حرارت قائم ہو - جس سے مضر موسم اور خراب آب وہوا اور کام کاج کی دقتون کے برداشت کرنے کی قوت پیدا ہو - ایک ہی مکان یا کمرہ مین بہت سے اشخاص ایک ہی بچھونے بلکہ ایک ہی تکیہ پر سوتے ہین - اور گو یہ بات محبت کے لئے اعلی درجہ کی شمار کی جائے - لیکن باعتبار صحت کے اس کا درجہ بالکل پست شمار کیا گیا ہے - ایسے کچے مکانات ہوتے ہین - جس مین نہ تو ہوا کی آمد ہوتی ہے - اور نہ وہ ایک دوسرے سے بخوبی علیحدہ اور الگ ہوتے ہین - اور نہ جن مین ہری گھاس اور سبز درخت ہوتے ہین - جس سے آکسیجن پیدا ہو - اور آنکھون کو بھلا معلوم ہو - ایسے مکانات سے امراض متعدیہ کے پھیلنے مین مدد پہونچتی ہے - یہ بودار ہواؤن اور دھوؤن کی وجہ سے کرۂ آب وہوا مضر اور خراب ہو جاتا ہے - اور جس سے نہ صرف قوت شامہ کو نقصان پہونچتا ہے بلکہ جراثیم مادہ ہاے سل کی پرورش کا خاصہ ذریعہ بن جاتے ہین - جسکے باعث بہت سے آدمی ہلاک ہو جاتے ہین جن لوگون کو اپنے شہر کے باہر جانے کا اتفاق نہوا ہو - وہ اپنے شہر ہی کے تنگ گندے گلی کوچون کو دیکھکر ملک کی حالت اور بود و باش کا نتیجہ نکال سکتے ہین - بنگال اور دکن کے گانون اور بستیون کو کسی قدر صاف کہہ سکتے ہین - لیکن شمالی ہندوستان کی بستیون اور وہان کے بازارون کی حالت تو بہت ہی خراب ہے - جن مکانات مین آدمی رہتے ہین ان مین اکثر بکری بیل - اور بھیڑ باندھی جاتی ہین - اور صرف یہی نہین کہ یہ جانور اس مکان مین رہتے ہین بلکہ جب ان کا مالک شب کو سوتا ہوتا ہے اور مٹی کے تیل کی ٹین والی ڈبیہ جلتی ہوتی ہے - جس کا دھوان باہر نکل کر نہین جاتا تو یہی جانور وہان بول و براز بھی کرتے ہین - ہر مذہب مین حقیقی صفائی کی ہدایت اور تاکید ہے - مگر اس کو لوگ بھول گئے ہین اور یہ نہین جانتے کہ حفظ صحت پر چلنا عین اخلاق اعظم کی مرضی کی پابندی ہے -

(علم حکمت کے اصولون کی پابندی)

امریکہ کے سیاح جب کبھی اس ملک مین آتے ہین تو اکثر ان مین سے اس ملک کے پانی کا ایک قطرہ نہین پیتے اور صرف سوڈا، اثر تھوڑا منہ مین ڈال لیا کرتے ہین حتی کہ نہانے کے لئے گرم پانی کا استعمال کرتے ہین۔ ہر چند کہ اس سخت احتیاط اور شک پر لوگ ہنسینگے۔ لیکن فی الحقیقت یہ بات علم حکمت کی رو سے عقلمندی کی ہے۔ انسان کو ہمیشہ علم حکمت کے اصولون کی پابندی کرنی چاہیئے۔ ورنہ وحشیون اور مہذبون کی زندگی مین کچھ فرق باقی نہین رہ سکتا۔ یہہ بات صحیح ہے کہ ہندوستان کے غریب باشندے افلاس مین مبتلا ہین۔ اور اسی وجہ سے وہ اچھے طور پر بود و باش نہین کر سکتے۔ نہ ان کا مکان صاف اور ستھرا رہ سکتا ہے نہ صرف غذا نہ کپڑے۔ لیکن خوش حال آدمیون کو اس کی شکایت نہین ہونی چاہیئے۔ بیشک غذا اور لباس کے اچھے ہونے کے لئے اقتصادی اسباب بھی حارج ہین۔ لیکن اگر بطور خود اور باہمی طور پر حفظان صحت کا خیال رکھا جائے تو بہت ترقی ہو سکتی ہے۔ ساری عدم توجہی اسی وجہ سے ہے کہ حفظان صحت کے قوانین کی پابندی کے فوائد سے لوگ واقف نہین ہین اور جاہلیت کے باعث پرانے دستور اور پرانی رسمون اور قدیم طریقون یا باتون پر لکیر کے فقیر بنے بیٹھے ہین۔ بعض تو اس درجہ کٹر ہین کہ وہ کسی جدید بات کے ماننے کے لئے تیار ہی نہین ہوتے اور یہ سمجھتے ہین کہ کسی شئی کا اگلے زمانہ مین ضروری نہ سمجھا جانا۔ اس امر پر کافی ثبوت ہے کہ وہ شئے اب بھی غیر ضروری ہے۔ وہ یہ نہین جانتے۔ کہ آج کل کے زمانہ مین تہذیب اور مدنیت نے کس قدر حیرت انگیز ترقی کر لی ہے۔ اور آج وہ حکمت ہی ہے جو دنیا کے تمام معاملات پر حکمرانی کر رہا ہے۔

(صحت کے لئے ضروری باتین ہین)

اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ خوش حال اور متوسط درجہ کے آدمیون کی غذا ؤن کو تبدیل کیا جائے۔ لوگ روزمرہ غسل کرتے ہین اور اپنے بدن کی صفائی پر بہت فخر کرتے ہین۔ لیکن ان کا لباس اس قدر صاف اور ستھرا نہین ہوتا۔ جو کپڑا جلد سے ملا ہوا ہے۔ اگرچہ وہ ایک مرتبہ ہی پہنا جائے۔ مگر اس کو پھر بھی ایک مرتبہ دھولنے کی ضرورت ہے اگر تھوڑی سی توجہ کی جائے تو بہت صفائی کی جا سکتی ہے۔ میلے کچیلے کپڑے یا جن مین تیل لگا ہو نہ پہننا چاہیئے

(تندرستی کا وعظ مذہبی وعظ کی طرح ضروری ہے)

اگر غور سے ملاحظہ فرمایا جائے تو معلوم ہوگا کہ مذہب کی تندرستی اور صحت عامہ کے لیے بھی ہمیشہ پرچارک اور منادی کرنیوالون کی ضرورت ہے۔ مذہبی شنون اور سماجیون کیطرح اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ علم الصحت کے لئے جابجا پرچارک موجود ہون۔ جسطرح ہر شہر اور ہر قصبہ مین کالج اسکول اور مکتب کی ضرورت محسوس ہوگئی ہے۔ اسیطرح علم الصحت کی تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔

ہندوستان کی بھیڑین

(از مسٹر ای۔ ڈبلیو۔ ادلیو صاحب بہادر ایم۔ آر۔ سی۔ وی۔ ایس)

ماخوذ از زمیندار ۱۶۔ جون ۱۹۱۵ عیسوی

غالباً اس بات کو بہت کم لوگ جانتے ہون گے کہ پہلے پہلے اسٹریلیا مین جو بھیڑین گئی تھین۔ وہ ہندوستان اور کیپ ہی سے گئی تھین۔ ایک صدی سے کچھ ہی زیادہ ہوا کہ اس ملک مین بھیڑون کو کوئی جانتا بھی نہ تھا اور اول اول جو تجربے وہان کئے گئے تھے وہ ہندوستان ہی کی مادہ بھیڑ کو کیپ کے نر بھیڑون سے مخلوط کرنے کے تھے۔ ان مقامات کی بھیڑین اس لئے منتخب کی گئی تھین کہ بہ نسبت اور جگہون کے یہان کی آب و ہوا مین اسٹریلیا کے مقابلہ مین کم فرق سمجھا جاتا تھا۔ پہلی کھیپ جو ہندوستانی بھیڑون کی وہان گئی تھی۔ کہتے ہین کہ وہ اس قدر گھٹیا تھی کہ اس کو دیکھکر یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ ان مین کوئی ترقی ہو ہی نہین سکتی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی لمبی لمبی ٹانگین تھین۔ چپٹے پٹھے تھے اور پیٹھ استرے کی طرح اٹھی ہوئی تھی اُن کی جلد پر جو اُون تھا وہ دیکھنے مین اُون معلوم ہی نہین ہوتا تھا۔ بلکہ بال سے وہ زیادہ مشابہ تھا۔ یہی بیان آج کل کی دیسی نسلون پر بھی قریب قریب پورا صادق آتا ہے۔

یہی بنیاد تھی۔ جسپر بھیڑون کی نسل کشی کی۔ دنیا بھر مین سب سے بڑی تجارت قایم ہوئی۔ لیکن موجودہ حالت آب و ہوا کی قدرتی آسانیون کے ذریعہ سے پیدا ہوئی۔ جسکو کہ وہان رہنے والون اور بھیڑین پالنے والون کے صبر و استقلال اور تمیز کی قوت سے بہت کچھ مدد ملی۔ مختصر طور پر یہہ کہا جاسکتا ہے کہ اسٹریلیا مین بھیڑون کی موجودہ حالت یون پیدا ہوئی کہ نہایت ہوشیاری سے انتخاب کیا گیا اور دوسری عمدہ نسلون خصوصاً میرینو نسل کی بھیڑون

سے مخلوط کیا گیا۔
یہہ سوال ہر شخص کے دل مین پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ آنکھون دیکھہ لیا کہ یہہ ہندوستان کی بھیڑون کے اوصاف مین یہ ترقیان اسٹریلیا مین ہو گئی ہین تو امر کیون غیر ممکن ہے کہ ان ہی وسائل سے وہ ترقیان ہندوستان مین ہو جائین۔ یہہ سچ ہے کہ اسٹریلیا کی قدرتی حالتین اتفاق سے بھیڑون کی نسل کشی کے لئے خاص طور پر موزون تھین اور ہندوستان مین بہت سی دقتون کا سامنا ہے۔ جن مین سب سے زیادہ بڑی مشکلین یہ ہین کہ مناسب طرز کی چراگاہون کا توڑا ہے اور لوگون مین شوق نہین ہے۔ لیکن علیحدہ علیحدہ تجربون اور گزشتہ تاریخ نے اس کو اچھی طرح دکھلا دیا کہ ہندوستان مین ایسی بھیڑون کی نسل کشی ہو سکتی ہے۔ جن کا اُون اعلیٰ درجہ کا ہو۔ لیکن سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیسی گلون مین کس طرح سے کوئی ایسی عام ترقی مستقل طور پر کی جائے جس سے عمدہ اُون پیدا کرنے کی تجارت مین نفع رہے اور ملکی فائدہ پہونچے۔
اصل مین ہندوستان کی بھیڑون کے متعلق ہم کو نہایت کم علم ہے اور بدقسمتی سے اس ملک کے گڈرے اپنی ہٹ دھرمی اور جہالت کے لئے مشہور ہین۔ وہ لوگ اپنے گلون مین انتخاب کرنے اور نر اور مادہ کو ملانے پر بالکل ہی توجہ نہین کرتے۔ نہ عقل سے کام لیتے ہین اور نہ سمجھانے بجھانے سے وہ لوگ اپنے باپ دادا کے اصولون کو چھوڑتے ہین خواہ وہ کیسے ہی نامناسب کیون نہون۔
اس کے بعد اس امر پر لحاظ کرنا ضروری ہوگا کہ کس طرح کی بھیڑون کے پیدا کرنے مین زیادہ فائدہ رہے گا۔ نہایت ہوشیاری کے ساتھ انتخاب کرنے اور دیگر مقامات سے اُون کی بھیڑون کو منگوا کر ان کے ساتھہ مخلوط کرنے کا مقصد یہہ ہونا چاہیئے۔ کہ ان سے ایسے بچے پیدا ہون اور ایسی نسل ہو جائے۔ جن مین اعلیٰ درجہ کا اُون اور زیادہ گوشت پیدا کرنے کے اوصاف ہون۔ اور یہ اگر آپس مین کی جائین تو ان کی نسل مین بھی یہی خواص قائم رہین اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ہندوستان کی آب و ہوا کی سختیون اور دوسری ناموافق حالتون کو جھیل سکین ایسا کرنے کے لئے عملی طور پر نسل کشی کے تجربون کی ضرورت ہے۔ جن مین ان اصولون سے عملی مدد کی جائے جو یورپ کے جدید ماہران علم نے قائم کئے ہین اور جن کی سچائی اچھی طرح سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے نسل کشی کے لئے دیسی مادہ بھیڑون مین سے بہترین منتخب کر لینا چاہیئے اور وہ سب یکسان طرز کی ہون۔
اس مسئلہ پر غالباً رائین مختلف ہونگی کہ کس قسم کا میل باہری بھیڑون کے ذریعہ سے کرنا چاہیئے لیکن گزشتہ تاریخ اور جداگانہ تجربون کے نتائج سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسٹریلیا کے مرینو بھیڑون کو

ہندوستان کی مادہ سے مخلوط کرنا مناسب ہوگا اور یہ بھی اچھا ہوگا کہ اسٹریلیا مین بھی ضلع ریوزیا کی مضبوط اور اوسط درجہ کی اُون والی قسم لائی جائے کیونکہ اس مقام کی آب وہوا ہندوستان کے بعض حصون سے بالکل مختلف نہین ہے۔ مو بجات متحدہ کے بعض حصون مین اس طرح سے مخلوط النسل بھیڑون کی اُون کی بابت ماہرون کی یہ رائے ہے کہ وہ نہایت عمدہ قسم کا ہے۔

باہر سے منگوائی ہوئی بھیڑون مین اموات کچھ زیادہ ہوئین۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ہندوستان مین بہت سی بیماریان ایسی ہین۔ جن سے محفوظ رہنے کا مادہ باہری نسلون مین ابھی نہین پیدا ہوا ہے۔ اسی لئے یہ ضرورت ہے کہ دیسی بھیڑون سے ایک ایسی نسل پیدا کرلی جائے۔ جو عمدہ ہو اور جس کے لئے یہان کی آب وہوا بھی موافق ہو جائے۔

اچھے اُون حاصل کرنے کے لئے عمدہ طور پر کھلانے کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ مضبوطی اور لوچ پیدا ہو۔ ناقص غذا سے بُرا اثر پڑتا ہے ایکدم مین موسم کی انتہائی سضر ہے اکثر قسم کے داخلی اور خارجی روگ ایسے ہین۔ جس سے گلہ مین تکلیف پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جو موت کا باعث ہوتی ہین لیکن اس کی کوئی وجہ نہین کہ بہت زیادہ احتیاط نہ کی جائے اور ہندوستانی بھیڑون کے متعلق اس بات کا علم نہ حاصل کیا جائے کہ اچھے سے اچھے وہ کون طریقے ہین۔ جن پر ان کو کھلانا اور رکھنا چاہئیے اور ان طریقون سے اس ملک مین بھی بالکل دوسری حالت نہ پیدا ہو جائے جیسی کہ اکثر دوسرے ملکون مین ہو گئی ہے

اسلامی تہذیب مین سنسکرت

ماخوذ از اودہ اخبار ۱۳ر جون ۱۹۱۵ء

۲۴ جیٹھ سمت ۱۹۷۲ء۔ جون ۱۹۱۵ء کے مقامی اخبار پرکاش) مین پروفیسر ژوبی رنگاچاری ایم۔ اے) کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ "اسلامی تہذیب سنسکرت کا درجہ" پروفیسر صاحب اس مضمون مین حسب ذیل تحریر فرماتے ہین۔

"شیعہ مسلمانون کی ایک کانفرنس حال مین ہوئی ہے۔ جسمین تجویز کی گئی ہے کہ آیندہ سنسکرت کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئیے۔ اور تمام مستند قدیم سنسکرت کتابون کا ترجمہ شائع ہونا چاہئیے۔ آج کل کے ہندؤون کو یہ امر عجیب معلوم ہوگا۔ لیکن ابتدائی اسلامی تہذیب مین سنسکرت کا ایک کافی حصہ ہے۔ مذہب کی قائمی کے کچھ دیر بعد ہی اہل عرب نے سنسکرت کا صحیح علم حاصل کرلیا تھا۔ ساتوین صدی تک کچھ ہندوستانی بغداد مین رہتے

اور وہان کے لوگون کے درمیان اپنے علم و ادب کا درس دیتے تہے - یہان ہندوستانیون نے
کچھ سنسکرت کتابون کو عربی مین ترجمہ بھی کیا - اسیطرح سائنس کی کچھ کتابین سنسکرت سے
ترجمہ ہوکر عربی مین داخل ہوگیئن اور وہان سے وہ براعظم یورپ مین پہیل گیئن - علم کی کوئی ایسی
شاخ نہین - جسمین عرب ہندوستانیون کے ممنون احسان نہون اور کوئی مضمون نہ ہتا -
جسمین وہ اپنے تئین اس قابل سمجہین کہ ہندوستانیون کی تحقیقات کے دست نگر نہ ہون -
ریاضی اور نجوم - موسیقی اور قیافہ شناسی - سوپن ودیا - مذہب - علم الاصنام - جسم کا حال
معلوم کرنا - اور بہت سے مضامین پر کتابین سنسکرت سے عربی مین ترجمہ کی گیئن - پنج تنتر اور
ہست اپدیش نے بھی عربی لباس اختیار کرلیا اور وشنو شرما کا نام مغرب کے دو یار کہیون اور
دو دیا دانون مین مشہور ہوگیا - چرک اور سسشرت کی تصنیف کا پہلے ہی عربی مین ترجمہ ہوگیا اور
وہ دوورکے لوگون کے لئے ہندوؤن کی سرجری اور میڈیسن مفید ثابت ہونے لگی - عرب میڈیکل
سائینس یا علم طب کو بہت پسند کرتے تھے - اس لئے پہلے ہی انہون نے اس کی اس قدر
سرپرستی کی کہ وہ ہندوستانیون کو جن کے نام منکھا اور صالح تہے اور جن مین سے ایک نے
زہر کے متعلق فارسی مین ایک کتاب کا ترجمہ کیا تہا - ہارون رشید کے دربار مین ایک ممتاز
جگہہ پر مقرر کیا گیا - المامون کی خلافت مین جو عربی علم ادب کا ایک شاندار وقت ہتا -
میکاہ اور ابو داہسن کی دو کتابون کا ترجمہ کیا گیا - ان ہی دنون مین محمد بن مرزا نے الجبرا پر کتاب
لکھی - جب مسلمانون کی ہندوستان پر حکومت شروع ہوئی تو سب سے پہلے البیرونی کا
علمی نام ہمارے سامنے آتا ہے - اسلامی تاریخ مین البیرونی ابو الفضل سے دوسرے درجہ پر ہے
اس کا سفرنامۂ ہند ہمیشہ کے لئے اس امر کی یادگار رہیگا کہ ایک مسلمان کس طرح سنسکرت
زبان و علم و فن مین کمال حاصل کرسکتا ہے - اسیوقت مین محمد بن اسرائیل التنوخی ہوا ہے
جسنے ہندوستان مین ہندوؤن کی ریاضی سیکھنے کے لئے دورہ کیا - صالح ایک اور علامہ
تہا - جسنے ۱۰۲۶ء مین ہندوستان کے پرانے بادشاہون کے متعلق ایک سنسکرت
کتاب کا عربی مین ترجمہ کیا - مصنف نے اس کا نام بال ملک رکھا - یہہ کہنا مشکل ہے کہ کس
سنسکرت کتاب کا یہ ترجمہ ہے - مصنف لکھتا ہے کہ کتاب زیادہ تر کلیلہ و دمنہ کی طرح ہے
جسمین چوپایون اور پرندون کے درمیان مکالمہ درج ہے - مسٹر ایم اینا ڈ کے خیال مین یہہ
کتاب راج ترنگنی اور مہابھارت سے پہلے سنہ عیسوی شروع مین لکھی گئی تھی -

فیروز شاہ کو بھی اس بات کا فخر دیا جاتا ہے کہ اس نے مسلمانوں کو سنسکرت کی طرف توجہ دلائی جب چودہوین صدی کے وسط مین اس نے نگرکوٹ پر قبضہ کیا تو ایک قیمتی سنسکرت کتب خانہ اس کے ہاتھ آیا اور اس نے مولانا عزالدین کو اس کام پر مقرر کیا کہ وہ فلسفہ اور فال کے متعلق "دلائل فیروز شاہی" کے نام سے سنسکرت کتابون کا ترجمہ کرے - علم نجوم پر بھی ایک سنسکرت کتاب کا ترجمہ کیا گیا - اس وقت مین اگرچہ اس کا فخر فیروز شاہ کو حاصل نہین - "قرط الملک" کے نام سے حیوانات کے معالجہ کے متعلق ایک سنسکرت کتاب کا جسے سلوتر نام کے ایک برہمن نے جو پرسدہ سنسکرت کا ماہر تھا لکھا تھا - یہ ایک چھوٹی سی کتاب ۱۴۸ صفحہ کی ہے - ہر صفحہ کی ۱۲ سطرین ہین - لیکن مضمون اس مین بہت دیا گیا ہے - اسکے گیارہ باب ہین - جن مین گھوڑون کے نام اور اُن کی نسلین - فن سواری - اصطبل کے انتظام کا طریق اور تفصیل گھوڑون کا رنگ - اعضا اور بیماریان اور اُن کے پالنے کا ڈھنگ اور اسی قسم کی بیسیون باتین لکھی ہین - اس ترجمہ کی ٹھیک تاریخ کا ابھی تک علم نہین -

اکبر کے وقت مین سنسکرت کتابون سے بہت فائدہ اٹھایا گیا ہے - اس بادشاہ کے وقت مین علاوہ فیضی کے عبدالقادر - نقیب خان - ملا شاہ محمد - ملا شیری - سلطان حاجی حاجی ابراہیم اور بہت سی سنسکرت کتابون کا فارسی اور عربی مین ترجمہ کرنے پر مقرر ہوئے تھے - ابوالفضل کا مشہور بھائی فیضی جو اکبر کی کیا مذہبی اور کیا پولیٹکل پالسی کا مجوز تھا - مسلمانون مین سنسکرت کا سب سے زیادہ دلدادہ تھا - عبدالقادر نے جو تاریخ بدایونی کا مشہور مصنف ہے اپنی خواہش کے خلاف بہت سی سنسکرت کتابون کا ترجمہ کیا - جن مین رامائن اور سنگھاسن بتیسی بھی تھین - اس سے اتھروید کا ترجمہ کرنے کو کہا گیا - لیکن اس کی عبارت اور اس کے ارتھ مشکل ہونے کی وجہ سے وہ اس کام کو نہ کر سکا - حاجی ابراہیم نے اس کام کو ختم کیا - بعض شخصون کے خیال مین فیضی نے مہابھارت کا ترجمہ کیا - اصل بات یہ ہے کہ مہابھارت کا ترجمہ کرنے والے کئی تھے -

شاہجہان کے وقت مین مسلمانون نے سنسکرت کی ایک نہایت ضروری کتاب جس کا ترجمہ اس عہد مین کیا گیا سلوتر تھا - اگرچہ اس کے مصنف کا نام وہی ہے - لیکن اس کتاب سے مختلف ہے - جس کا ترجمہ ۱۰۴۰ھ مین کیا گیا تھا - اس مین سولہ ہزار اشلوک تھے اور پہلی کتاب کی نسبت اس کا دوگنا حجم تھا - میواڑ کے مہارانا امر سنگھ کی لائبریری مین سید

کتاب ملی اور مغل دربار مین بطور ایک تحفہ جنگ کے لائی گئی- بادشاہ شاہجہان کو چونکہ سنسکرت کتب مین بہت دلچسپی تہی- اس لئے اس نے سید عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ سے اس کا ترجمہ کروایا-

دارا شکوہ بھی ہندو قوم اور ہندو تہذیب کے لئے عزت رکہتا تہا- اکبر کی طرح اس کے دل مین بھی ہندو مسلمان دونون مذہبون کو ایک کر دینے کا خیال تہا- چنانچہ سنسکرت مین "سمدر سنگم گرنتھہ" کے نام سے کتاب لکھی گئی- یہہ کہنا مشکل ہے کہ اس کا مصنف دارا خود تہا یا کوئی اور- بہرحال وہ ایک مسلمان تہا- اور مسلمان بھی ایسا جسنے ہندو اسپرٹ جذب کی ہوئی تہی- وہ مسلمان مصنف لکھتا ہے کہ اس نے یہہ کتاب ایک ہندو جوگی کی امداد سے لکھی ہے- اس کتاب مین وہ باتین لکھی گئی ہین- جو ہندو دہرم اور اسلام مین مشترکہ ہین-

یورپ مین حسن کی خون آشامی

ماخوذ روزانہ ہمدرد دہلی ۱۸ رجون ۱۹۱۵ء

دنیا مین یون تو ہمیشہ ہی حسن کی عشوہ طرازیون کی بدولت انسانی خون بہتا رہتا ہے لیکن یورپ مین سلطنتون کی لڑائیان بھی اکثر حسن بیباک کی ریشہ دوانیون کا نتیجہ ہوتی ہین- چنانچہ ہمعصر انگلشمین مثال دیتا ہے کہ یورپ مین ابتک ایسے مدبر موجود ہین- جو ۱۸۷۰ء کی جنگ فرانس و روس کا باعث ہین- معزز خواتین کو بتاتے ہین- ان مین سے دو یعنی کونٹس گیسٹلگیان اور ڈچز لیبا فرانسیسی خواتین تہین- جو اپنے زمانہ مین بہت ہی مشہور اور نامور تہین- تیسری خاتون بیرونس کالا تہین- جسکو جرمنون نے اسی غرض سے فرانس مین رکہا تہا کہ وہ وہان کی اعلیٰ سوسائٹی مین نقل و حرکت کرین یہہ بیگم صاحبہ نہایت ہی خوبصورت اور دلکش نازنین تہین- اور جب تک ان کی گورنمنٹ نے پسند کیا وہ پریسیڈنٹ فرانس کے محل کے قریب قیام پذیر رہین- اس مین کلام نہین کہ انہون نے اپنی فہم مین حسن فتنہ انگیز کی وساطت سے فتح پائی- پریسیڈنٹ فرانس کی ہمسائگی مین دن رات جادو جگاتے جاتے تھے- آخر کہان تک رفتہ رفتہ فرانس کے وزیر جنگ سے ایسی گاڑھی چہنی کہ وزیر مذکور ہفتہ مین ایک دفعہ ناشتہ کہانے آیا کرتے تھے- اس ایک دل پر

فتح پانے کیساتھ جرمنی نے فرانس کے دو صوبہ فتح کر لئے۔ جو رشمائل بیر بنس نے دعوت
کا دن وہی رکھا تھا۔ جس دن مجلس وزراء کا جلسہ ہوا کرتا تھا اور ناشتہ کا وقت ایسا تھا کہ جنرل
مذکور جلسہ سے فارغ ہو کر سیدھے بیگم صاحبہ ہی کے در دولت پر حاضر ہوتے تھے۔ موصوفہ
کی دل نوازیاں اور مزیدار کافی کے مشغلہ مین بعض دن تین تین چار گھنٹے صرف ہو جاتے تھے اور
اندر بیسیون چرچے ہوتے تھے اور باہر دو جرمن افسر جو نوکرون کے بھیس مین بیگم صاحب کے ہمراہ
رہتے تھے بہ اطمینان تمام بیٹھے ہوئے وزیر صاحب کے بستہ کا جائزہ لیتے ہوتے تھے۔ جو ہمیشہ
بڑے کمرے کی میز پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ کیونکہ چاے کے کمرے مین ٹوپی۔ لکڑی اور کوٹ۔
بیگ۔ اور بستہ کا لیجانا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ غرضکہ ہر ہفتہ پیرس کی مجلس وزراء مین جو کچھ
معاملات طے ہوتے تھے۔ جو گفتگو ہوتی تھی۔ جو خیالات ظاہر کئے جاتے تھے۔ برلن مین ان سب
کا علم ہو جاتا تھا۔ دنیا کی سیاسیات مین حسین عورتون کا ہمیشہ بہت بڑا حصہ رہا ہے۔
تقریباً تمام سلطنتون مین خفیہ کامون کے لئے صنف نازک سے جاسوس مہیا کئے جاتے ہین
اور اپنے حسن دل آویز کے پردہ مین وہ جاسوس بہت سے عظیم الشان کام بہ آسانی کر سکتے
ان کی ایک جنبش ابرو پر ملکون اور سلطنتون کے طبقے لوٹ جاتے ہین۔ انسان اپنی جدت طراز عقل
کے بھروسہ پر قدرت کے اعلیٰ اور ارفع ترین طاقتون سے بھی بڑے کام لے سکتا ہے۔
حسن جیکا مشن دلون کو فتح کرنا ہے۔ اب ملک بھی فتح کرنے لگا ہے۔ کبھی ایوان سیاست
مین وہ تدبیر و جہانداری کی باگ لئے ہوتا ہے۔ اور کبھی میدان جنگ مین جنرل کی تلوار
کا قبضہ اس کے ہاتھ مین ہوتا ہے۔ اسی کی بساط پر دنیا کے مدبرین کبھی کبھی سلطنتین ہار
بیٹھتے ہین۔ حسن ایک دورخی تصویر ہے۔ جسمین جلال اور جمال کی ہنگامہ آرائیان چشم حقیقت
کے لئے بہت سا سامان عبرت رکھتی ہین۔ یہہ ہی نہین کہ جاسوسی کی حیثیت سے حسینان
یورپ قومی و ملکی خدمات انجام دیتی ہون۔ بلکہ بعض وقت خلاف توقع اور ان کی مرضی کے
خلاف حسن نمکین کو (گو کہ یورپ مین حسن کو نمکین کہنا بھلا نہین معلوم ہوتا) خونریزیون اور جنگ و
جدال کا باعث قرار دیتے ہین۔ شاہ فرڈیننڈ والئی بلیریا کا واقعہ مشہور ہے کہ سنہ [illegible]
مین جبکہ ایک ہمسایہ سلطنت کے یہان مہمان تھے تو شاہی باغ مین ان کو ایک حسینہ
لڑکی نظر آئی۔ فوری جوش اشتیاق سے مغلوب ہو کر انہون نے اس لڑکی کا بوسہ
لے لیا۔ یہہ بوسہ جو درحقیقت ایک سادہ دل کی جانب خراج تحسین تھا۔ جو اکثر ادا کیا

جایا کرتا ہے۔ ایک خونریز جنگ کی تمہید ہو گیا۔ ہوا یہ کہ جس وقت یہ چوری کا گرچڑ ایا جا رہا تھا۔ تو شاہ موصوف کی منگیتر بھی کہیں سے دیکھ رہی تھی اور خود وہ لڑکی جس کا بوسہ لیا گیا تھا شاہزادی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ اس ایک سیدھے سادے بوسہ کی قیمت میں ہزار ہا بندگان خدا کا خون پانی کی طرح بہہ گیا۔

ایک دلچسپ تاریخی بحث

ماخوذ از وکیل امرتسر ۱۴ جولائی ۱۹۱۵ء

پروفیسر ایلیٹ سمتھ ایم۔ ڈی۔ ایف۔ آر ایس نے زیر صدارت میجر لیونارڈ ڈارون موضوع بالا پر ایک فاضلانہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ترک وطن اور مختلف النسل افراد کے اختلاط سے تہذیب پر جو اثر پڑا ہے۔ اُسے پورے طور پر جانچا نہیں گیا۔ علم الانسان کے جدید ماہرین بالعموم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ علوم و فنون فطرۃً طبع انسان میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی طبائع بہت شاذ ہوتی ہیں۔ بالعموم تمام لوگ مختلف علوم و فنون۔ کاروبار اور رسوم کی تعلیم اپنے بزرگوں سے یا دیگر ہمجنس لوگوں سے پاتے ہیں۔ گزشتہ ساٹھ صدیاں مختلف اقوام اور نسلوں کے باہمی میل جول کا زمانہ ہیں اور موجودہ تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ۶ ہزار سال قبل تک تمام نسلوں کی طبی خصوصیات نمایاں ہو چکی تھیں۔ مصر قدیم میں تین مختلف نسلیں آباد تھیں اور غالباً ان میں سے کوئی بھی خاص مصر سے تعلق نہ رکھتی تھی۔ سب سے پہلے اس سرزمین پر جس نسل کے افراد کا نشان ملتا ہے انہیں کو اس ملک کے اصلی باشندے سمجھنا چاہیئے اور تاریخ بزبان حال کہہ رہی ہے کہ مصر کی قدیم تہذیب کی بنیاد ڈالنے کا سہرا انہی کے سر ہے۔ یہ لوگ اسی نسل سے تعلق رکھتے تھے جو مشرقی بحیرہ روم کے گرد و نواح میں۔ جنوب مشرقی عرب میں اور ہندوستان میں آباد تھی۔ بحیرہ روم کے مغربی حصہ کے قرب و جوار میں بسنے والے لوگوں اور ان کی شکل و شباہت میں بہت معمولی فرق تھا۔ ان کے سر لمبے۔ ناک چھوٹی اور چپٹی اور جبڑے کمزور تھے۔ اس کے بعد ایک اور نسل کے لوگ شمال سے آکر مصر میں اقامت گزین ہوئے انکو ماہر علم الانسان "آرمینائڈ" کہتے ہیں۔ ان کے سر کی کھوپری گول اور پیچھے سے چپٹی۔ ناک اونچی نتھنے تنگ اور جبڑا مضبوط تھا۔ ان کے چہرے بھی مقدم الذکر لوگوں کی نسبت چپٹے اور ابھرے ہوئے تھے۔

اور مضبوطی و طاقت مین بہی انہین خاص امتیاز حاصل تہا - دوسری نسلون کے ساتہہ مخلوط ہوکر وہ ربع مسکون کے ایک حصہ عظیم پر پہیل گئے تہے - حتی کے نیوزیلینڈ مین بہی ان کے نشان قدم موجود ہین - قریباً تمام قومین جن مین بحری مستعدی کے نشان پائے جاتے ہین - ان سے بلحاظ نسل کم و بیش تعلق رکہتی ہین - وسطی یورپ کے میدان ہائے مرتفع کے اکثر باشندے بہی اسی جسم کی ہڈی ہین -

مصر قدیم مین نسل مذکور کے افراد کی شادیان ملکی آبادی کے اعلی طبقون مین ہوتی تہین - اور اُن لوگون کے سرہائے سر کی بناوٹ آج بہی زبان حال سے شہادت دے رہی ہے کہ بعض عظیم الشان بادشاہ بہی نسل قدیم اور "آرمینائڈ" کے اخلاط کا نتیجہ تہے - یا خالص آرمینائڈ - قریباً ۴۰۰ سال قبل مسیح سے اعلی اور ادنی طبقات کے درمیان سے منافرت و مباعدت اُٹہہ گئی اور اس وقت سے تا این زمان یہ دیوار دوبارہ حائل نہین ہوئی - سر کی کہوپریون سے ظاہر ہے کہ بعض اوقات مختلف نسلون کے باہمی میل ملاپ سے ان کی مقررہ وضع قطع مین فرق آجاتا تہا - مگر اس کی وجہ اجنبی عنصر کے خفیف اور اصلی آبادی کے ایک حصہ عظیم کا اختلاط ہے - آج اگر مصر کے حصہ بالائی کی آبادی کے استخوان ہائے سر کی ساخت کا ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات مشاہدہ مین آئیگی کہ انہین زیادہ مماثلت مصر کی قدیم نسل سے ہے نہ کہ آرمینائڈ سے - آرمینائڈ کے مصر مین آنے سے پہلے ہر ملک کے جنوبی حصہ سے سیاہ فام حبشی لوگ بہی آنے شروع ہوگئے تہے - اسے مصری آبادی پر اثر پڑنے کا تیسرا ذریعہ سمجہیہ لیجئے - سب سے پہلے حبشی عورتین بطور لونڈیون کے آئین اور آہستہ آہستہ اس نسل نے ملک مین رسوخ پکڑنا شروع کیا - یہی وجہ ہے کہ موجودہ مصریون مین وہ قوت ایجاد و اختراع موجود نہین ہے جو ان کے بزرگون سے انہین ورثہ مین ملی ہتی - کیونکہ یہہ سب باتین ایک نسل کی موجودگی کے ساتہہ وابستہ تہین جو اب اصول اختلاط و ارتباط کی طفیل دوسری نسلون مین مدغم ہوکر اپنا وجود انفرادی کہو بیٹہی ہے -

اس کے بعد ایک دلچسپ بحث عمل مین آئی - ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فاضل مقرر نے کہا - زمانہ حال مین کئی اصحاب کا یہ خیال ہے کہ فطرۃً انسان مین اپنے لئے گہر بنانے یا کپڑا بننے یا دیگر ضرورت مہیا کرنے کی خواہش موجود ہے لیکن مین کہتا ہون کہ یہہ غلط ہے جب تک انسان کو ان کامون کے کرنے پر مجبور نہ کیا جائے - وہ ہرگز ان کے کرنے کا نام نہین لیتا -

کسی ایسی قوم کے عادات کا مطالعہ کیجئے - جو ابھی تہذیب کے ابتدائی منازل طے کر رہی ہو - اور آپ ملاحظہ کرین گے کہ وہ اپنی تمام مستعدی اپنی خوراک یا دیگر ضروریات مہیا کرنے مین صرف کر رہی ہوگی - علوم و فنون کی ترویج یا اس قسم کی دوسری باتین دیگر اقوام کی صحبت و اختلاط کا نتیجہ ہوتی ہین اور کوئی قوم یہہ دعویٰ نہین کر سکتی کہ ان باتون کے لئے وہ سوائے اپنی ذہانت و طباعی کے کسی اور کی رہین منت نہین ہے - اور اس کلیہ سے مصر بھی مستثنیٰ نہین ہو سکتا -

چرخہ

ماخوذ از اودہ اخبار ۱۲ جولائی ۱۹۱۵ء

چرخہ ہندوستان کی طرح کسی زمانہ مین یورپ مین بھی رائج تھا - تہذیب جدید کی وجہ سے چرخہ کی جگہہ مشینون نے لیلی اور یورپ مین کسی کو یہہ بھی معلوم نہین ہے کہ چرخہ کس جانور کا نام ہے لیکن جنگ یورپ نے جہان تمدن و معاشرت کے دیگر شعبون مین انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے وہان اس نے یورپ کی عورتون کو بھی چرخہ کاتنے پر مجبور کر دیا ہے - اب انگلستان مین لڑکیون کو چرخہ کاتنا سکہانے کے واسطے چند اسکول بھی جاری ہو گئے ہین - اہل ہند نے بھی یورپ کی تقلید مین چرخہ چھوڑ دیا ہے - لیکن کیا عجب کہ آیندہ چلکر وہ بھی اس کو دوبارہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائین - فاضل مولف اصلاح و مذاق و تمدن کیا خوب لکھتے ہین -

حصول معاش کی کشمکش آج مفقود نہین ہو گئی بلکہ گزشتہ زمانہ کی نسبت چند در چند ہو چکی ہے اور اسپر طرہ یہہ کہ وہی عورت جو کبھی معاش و زندگی کی ضروریات مین بھی مردون کی مدد کیا کرتی تھی اور اس وقت کی زندگی اور طرز تمدن کے لحاظ سے اپنی ذات مین اتنا بل بوتہ پاتی تھی کہ اگر خدا نخواستہ بے والی و وارث بھی رہ جائے تو یہہ نہ صرف اپنی زندگی اپنے ہاتھون کی کمائی سے بسر کرتی تھی - بلکہ اسی سے دو دو چار چار بچون کو بھی پالتی تھی - اب پرانا چرخہ ہو چکا - اس وقت اس کے حق مین جو کچھہ کہا جائے کم و بیش صحیح ہے - لیکن ایک زمانہ تھا کہ یہی چرخہ ہندوستان مین لاکھون کی دستگیری اور سالانہ ہزارون یتیمون کی پرورش کیا کرتا تھا -

بزرگون سے سینکڑون عالی مرتبت والاشان لوگون کا حال سنا اور دو چار آنکھون سے بھی دیکھے - جو طفلی مین یتیم ہو گئے - بے سرمایہ و مددگار رہ گئے - مگر کسی بیوہ ماں نے اپنے لخت جگر کو اپنے نرم ہاتھون سے پالا اور فخر خاندان کر دکھایا - کسی نے چرخہ سے پالا پوسا

پڑھا یا لکھایا اور کسی کا احسان نہ اُٹھایا۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ صرف چکی چیلا کر پیٹ کا ٹکر بھی شریف زادیوں نے اپنی اولاد کو پالا اور اپنی عزت و آبرو کو ہر طرح برقرار رکھا آخر بات کیا تھی صرف یہی کہ اس زمانہ کی عورت عموماً یا کوئی نکوئی ایسا ہنر اختیار کر لیتی تھی کہ اگر قسمت پلٹا کھا جاتی اور کوئی سر پر آن پڑتی تو وہ اُس ہنر کے ذریعہ اپنی زندگی عزت و آبرو سے بسر کر جاتی اور اگر اولاد سامنے ہوتی تو اسے بھی پال لیتی تھی بعموماً شہری عورت میں یہ وصف پایا جاتا تھا اور کوئی ایسا رائج الوقت ہنر اس کے ہاتھ میں نہوتا۔ تو بھی وہ محنت و مشقت کی عادی ہونے کی وجہ سے ہمت نہ ہارتی۔ چرخہ کا اس زمانہ میں عام رواج تھا اور اس میں اتنی برکت تھی۔ کہ ایک کے چرخہ میں دو دو تین تین کفایت شعاری و تنگی ترشی سے بسر کر لیتے تھے۔ اگرچہ اب یہ باتیں دور از عقل معلوم ہوتی ہیں۔ اور ہمارے نوجوان تو اس کو باور ہی نہیں کرتے۔ لیکن یہ واقعات ہیں اور پرانے بزرگ جو ابھی زندہ ہیں اور ان میں سے بعض نے اسی حالت کی زندگی سے اُٹھکر مسند عزت و کرسی اعزاز پر قدم رکھا ہے۔ اس کے گواہ موجود ہیں۔ جس کا جی چاہے پوچھ لے اور تصدیق کر لے۔

چرخہ کاتنا جو کبھی تمام ملک میں پھیلا ہوا تھا۔ یہی نہیں کہ وہ مصیبت و آفت ہی کے وقت عورتوں کے کام آتا۔ اور اُن کی دستگیری کرتا تھا۔ نہیں بلکہ وہ ہر وقت کا ایک مفید مشغلہ تھا۔ جو گھر غریب تھے اور جنکے مرد بقدر کفاف پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ خود اپنی ناقابلیت کی وجہ سے یا کنبہ بڑا ہونے کے سبب سے چرخہ اُن کی معاش روزانہ کی کمی پورا کرتا۔ جاڑے اور گرمی میں انہیں پہننے کے لئے کپڑے دیتا اور یہ بات تو اچھے اچھے گھرانوں میں اب تک رہی ہے کہ توشک۔ لحاف۔ جاجم۔ وسوتی۔ دری۔ نمالچہ۔ کھیس اور اسی قسم کے اور موٹے مگر مضبوط کارآمد کپڑے گھر کے کتے ہوئے سوت ہی کے ہوتے تھے۔ اور بعض بعض مقامات میں کم و بیش اب بھی اس کا التزام ہے۔ جہیز میں سینکڑوں تھان دینے کا رواج تھا وہ سب چرخہ کی بدولت وقت پر بے کوڑی پیسہ نکل پڑتے تھے۔ دینے دلانے کا دستور اب بھی موجود ہے۔ لیکن اب ایک کوڑی بھر تھانوں کے لئے سینکڑوں روپیہ گھر سے کھونے پڑتے ہیں۔ غرضکہ اس وقت کا حساب لگا کر دیکھ لیا جائے تو ایک عورت اپنی عمر میں چرخہ سے ہزاروں روپیہ کا کام کرتی تھی۔ جہاں لڑکی سات برس کی ہوئی اور ایک چھوٹا سا چرخہ اس کے سامنے رکھ دیا گیا۔ اور پھر یہ کچھ غریبوں ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھا

بلکہ چرخہ امیرون رئیسون کے گھرون مین بھی چلتا تھا - جن کے گھرون مین لونڈیان - باندیان
ہوتین وہ بھی چرخہ کاتتی تھین اور اس کو عیب نہین سمجھتی تھین - لونڈیان - باندیان گھر کا کام
کاج کرکے فارغ ہوتین تو وہ بھی ایک طرف چرخہ لے بیٹھتین - جو لوگ راج دربار تک مین نواب
کہلاتے اور گھر کے بھی واقعی نواب تھے - ہمین یقیناً معلوم ہے کہ اب سے بیس برس پہلے
ان کے گھر مین بھی چرخہ چلتا تھا - اور بیویون اور باندیون کے لئے وزن مقرر تھا - چرخہ
سے جو آمدنی ہوتی وہ عورتین عموماً اس کو الگ رکھتین - اُسے خود جس طرح چاہتین خرچ
کرتین اور بیشتر جمع کرتی رہتی تھین - جب کچھ زیادہ جمع ہوجاتا تو اس کو کسی معتبر آدمی کے
ذریعہ سے کسی کام مین لگا دیتین - ورنہ زیور بنا لینا تو ایک معمولی بات تھی - یون وہ گھرانے
بھی جو آمد و خرچ برابر رکھتے تھے آسودہ حال گھرانون کے برابر معلوم ہوتے تھے - بچہ
بچہ مین خیر کفایت شعاری کا مادہ پیدا ہوجاتا - بیکاری کے وسوسون سے عورتین محفوظ
رہتین اور جسمانی ورزش ان کی جدا ہوتی رہتی ہے - یہ برکتین تھین - اُس وقت
کی عورت محنت پسند ہونے کی تعلیم یافتہ و بغیر تعلیم یافتہ دونون قسم کی عورتون کا بھی
ایک شیوہ تھا -

جنگ ایک قدرتی قانون ہے

جب تک انسان دُنیا مین ہین لڑائیون کا خاتمہ نہ ہوگا -

ماخوذ از اخبار ہندوستان لاہور ۲۱ جولائی ۱۹۱۵ء

بہت سے نیک دل انسان یقین رکھتے ہین اور امید کرتے ہین کہ نوع انسان کو کبھی نہ کبھی اس قدر
عقل آجائیگی کہ خونریزیان بند ہوجائین گی - جنگ ایک وحشیانہ فعل ہے جو درندون سے مخصوص
ہونا چاہیئے - مگر اشرف المخلوقات کو ایک دوسرے انسان کی ہلاکت پر آمادہ ہونا سخت افسوسناک
حرکت ہے - لڑائیان ہمیشہ تباہی بخش ہوتی ہین - لاکھون بیگناہ انسانون پر مصیبت آجاتی ہے
یتیمون اور بیوگان کی تعداد بڑھ جاتی ہے زیادہ تر ایسے لوگون کی جانین فضول ضائع ہوتی ہین
کہ جو اگر تجارتی یا صنعتی یا حرفتی کامون مین انکا طاقت کا فائدہ اٹھایا جاتا تو وہ انکو اور دنیا کو زیادہ فائدہ پہنچا
ہے - ٹیکس دہندگان کی گاڑہی کمائی بجائے مفید کامون کے ہلاکت انسان کے ساز و سامان مین
رائگان جاتی ہے - اس لئے یورپ اور امریکہ کے کئی نیک نفس لوگ یہ کوشش کر رہے ہین کہ

تمام بین الاقوامی تنازعات ثالثی کے ذریعہ سے طے ہو جایا کرین۔ چنانچہ امریکہ نے دو درجن سے زیادہ سلطنتون کیساتھ اس قسم کے عہدنامے کر بھی لئے ہین۔ امید ہو چلی تھی کہ اب کوئی بڑی جنگ دنیا مین بپا نہ ہوگی۔ البتہ جرمنی چونکہ سالہا سال سے جنگی جہازون کی تعداد بڑھا رہا تھا اور زمانہ امن مین بھی ۴۰ لاکھ فوج کا خرچ اُٹھا رہا تھا۔ اس لئے اندیشہ تھا کہ ایک جنگ ضرور ہوگی اور وہ آخری ہوگی اس کے بعد مستقل امن قایم ہو جائیگا۔ اسی خیال سے موجودہ جنگ کو بعض اہل الرائے نے

لڑائیون کا خاتمہ کرنیوالی جنگ

کہا ہے مگر کیا سچ مچ روے زمین پہ یہہ آخری لڑائی ہے؟ یہہ گولون یا رش۔ یہ زہریلی گیسون کا طوفان۔ یہہ خندقون مین لاکھون انسانون کا مہینون تک زمین دوز رہکر حریف پر گولیون کا مینہ برسانا یہ ہوائی جہازون سے بمون کا پھینکنا۔ حضرت انسان کا آخری کھیل ہے۔ اور صلح ہوتے ہی پھر یہ کبھی ہولناک منظر دیکھنے مین نہین آئین گے۔ کیا پھر زمین کے گولے پر خون کی ندیان نہین بہائی جائین گی۔ کیا سچ مچ انسان آیندہ کے لئے فرشتے بن جائین گے اور کیا ہوس ملک گیری اور دوسری قومون کو غلام بنانے کی خواہش تاجدارون کے دل سے نکل جائیگی۔ بالفاظ دیگر یہ کہ کیا اب

ست جگ آنے والا ہے؟

اب آدمیون کے اطوار و خصائل ایک دم سے بدل جائین گے۔ آیندہ کوئی کسی کو نہین ستائیگا کوئی کسی کی زمین یا علاقہ غصب نہین کریگا۔ جوانی کا جوش اور طاقت کا غرور ہر ایک ملک کے جوانون کے سر سے خارج ہو جائیگا۔ کیا قومون کے تنازعات کا تصفیہ آیندہ تلوار کے ذریعہ نہین ہوگا۔ بلکہ پنچایت قانونی دلائل سے ڈگری دیدیا کریگی۔ بعض لوگون کا خیال ہے کہ اب ایسا ہی ہوگا۔ انسان نے کافی سبق حاصل کر لیا ہے۔ اور اس جنگ نے سب کی آنکھین کھولدی ہین کہ خون خرابہ مین فائدہ کچھ نہین ہے۔ مگر ہندوستان کے پارسی محب الوطن مسٹر دنشا ایڈلجی واچا فرماتے ہین کہ یہہ سب خام خیالیان ہین۔ مسٹر واچا اقتصادی معاملات کے ایسے زبردست ماہر ہین کہ اگر گورنمنٹ کسی ہندوستانی کو ہندوستان کا وزیر خزانہ بنانا چاہے تو ان سے زیادہ قابل آدمی ملنا مشکل ہے۔ آپ نے جنگ کے مسئلہ پہ جو راے ظاہر کی ہے وہ ست جگ کا خواب دیکھنے والون کے لئے مایوس بخش ضرور ہے۔ مگر معقولیت سے خالی نہین۔ آپ فرماتے ہین۔ کہ ساری دنیا مین آج کل ہر شخص یہی سوال کرتا ہے۔ کہ یہہ لڑائی کب ختم ہوگی؟ اس کا ایک ہی جواب ہے۔ پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ۔

جنگ کیا شے ہے؟

لڑائی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہ ایک دوسرے ہم جنس پر غلبہ حاصل کرنے کی طبعی خواہش انسانی ہے یہ خواہش انسان کیساتھ پیدا ہوئی ہے۔ لڑائیوں کا اسیوقت خاتمہ ہوگا۔ جب نسل انسان کا خاتمہ ہو جائیگا۔ نیچر کا غور سے مطالعہ کرو سب جگہ انرجی یعنی ایک طاقت کا ظہور ہے۔ وہ کروڑوں شکلوں مین موجود ہے۔ جسکی بابت ہمین بہت ہی نا معلوم ہے۔ نوع انسان بالفاظ سر اسحاق نیوٹن اس بچہ کے مشابہ ہے۔ جو سمندر کے کنارہ سے علم کی چند صدف یا سنکھ چن رہا ہو۔ پہاڑوں کی آتش فشانی کیا ہے؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ زمین کے نیچلے طبقون مین قدرت کی پر اسرار طاقتوں کے مابین جنگ ہو رہی ہے۔ اسیطرح آسمان پر بجلی کا چمکنا۔ رعد کا کڑکنا بارش اور آندھی۔ روشنی اور تاریکی یہ تمام اس بات کا ثبوت ہین کہ انرجی اپنے مرکز کے گرد بلا توقف طواف کر رہی ہے اور اس کی حرکت سے انواع و اقسام کے حادثات ظہور پذیر ہوتے ہین۔ انرجی ہر شے مین برسر پیکار ہے۔ جس کا نتیجہ پیدایش ہے یا فنا۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے کہ پیدایش کی غرض فنا ہے انرجی کے عمل سے پہاڑ غائب ہو جاتے ہین اور وہان سمندر اور جھیلین پیدا ہو جاتی ہین۔ جھیلین اور سمندر معدوم ہو جاتے ہین۔ اور ان کی جگہ پہاڑ کھڑے ہو جاتے ہین۔ زمین کہین سمندر مین ڈوب جاتی ہے۔ کہین سمندر کے ہٹ جانے سے ٹاپو نکل آتے ہین۔ دریا سمندر مین جا ملتے ہین۔ ستارون کے تصادم سے نئے آفتاب بن جاتے ہین اور اپنی باری سے تاریک اور بے نور ہو جاتے ہین۔ ان سب باتون کا کیا مطلب ہے۔ صرف یہ کہ ایک قسم کی انرجی دائمی طور دوسری قسم کی انرجی سے برسر جنگ رہتی ہے اور یہی کشمکش سطح زمین معدنی اور نباتاتی دنیا مین ہوتی رہتی ہے۔ نیز حیوانی دنیا مین یہ ارتقائے دائمی کا عمل ہر جگہ جاری رہتا ہے جسکی کنہ تک عقل کی رسائی نہین ہے۔ یہ ارتقا کہان سے شروع ہوتا اور کہان ختم ہوتا ہے راز سربستہ ہے۔ محدود انسان غیر محدود انرجی کے علم پر حاوی نہین ہو سکتا۔ ہم صرف اتنا جانتے ہین کہ انرجی کائنات مین پھیلی ہوئی ہے اور وہ پیدایش اور فنا کا سبب ہے دیش اور آکاش بھی انرجی کی بدلی ہوئی شکلین ہین۔ لیکن انرجی بذات خود ایک راز ہے۔

وہی انرجی انسانون مین کام کر رہی ہے۔ اجسام کے اندر ایسی ازلی طاقتین موجود ہین۔ جن کی ماہیت کا کوئی سراغ نہین لگا سکتا۔ مگر یہ طاقتین جسمانی اور اخلاقی دو قسم کی ہین۔ اخلاقی طاقتین دماغی انرجی کا نتیجہ ہین۔ زندگی کے ہر لمحہ مین یہ طاقتین ہمارے اندر

مصروف پیکار رہتی ہین - جن کو ہم تنازعہ کہتے ہین - اور یہ دائمی چیز ہے - اور جب یہ صورت ہے تو یہ کیون نہ تسلیم کیا جائے کہ نوع انسان کی اندرونی انرجی کی کشمکش یا تنازعہ کا بیرونی ظہور جنگ ہے اور اگر یہ درست ہے تو یہ بات خیال مین نہین آسکتی کہ انسان اپنی چند ہزار سال کی تہذیب پر کتنا ہی فخر کرے اس ابدی کشمکش سے آزاد ہونے کی کوئی صورت نکل سکتی ہے

تمام ارضی و سماوی ظہور قدرتی جنگ ہے

جو کچھہ زمین اور آکاش مین نظر آتا ہے قدرتی طاقتون کی ازلی و ابدی پیکار کا نتیجہ ہے - جسکو کوئی معطل نہین کرسکتا اور وہی قدرتی طاقتین انسانون کے اندر کام کر رہی ہین - اور جن کا ظاہری نتیجہ جنگ کی شکل مین ظہور پذیر ہوتا ہے - لڑائیان اس وقت سے ہو رہی ہین - جس زمانہ کی تاریخ موجود نہین اور اس وقت ختم ہونگی - جبکہ انرجی اور انرجی کے مابین کشمکش جاتی رہیگی - ورنہ ناممکن ہے - جب تک کائنات اور اس کے قواعین قائم ہین البتہ ایسے دور آتے ہین - جبکہ ظاہری لڑائیان کچھہ عرصہ کے لئے بند ہو جاتی ہین لیکن وہ وقفہ عارضی ہوتا ہے - جب تک تمام حالات نہ بدل جائین تو ست جگ نہین آسکتا - جس کے ہم سب آرزومند ہین - لیکن ہماری یہ تمنا اس مسئلہ کو حل کرنے سے قاصر ہے - صدیون پر صدیون گزر گئین اور بہت سی صدیان گزرین گی - تو اگر گزشتہ تاریخ پر نظر ڈالو کیا گزر چکا ہے ہمیشہ یہی کوشش ہوتی رہی ہے کہ حتی المقدور لڑائی نہو - لیکن کیا تہذیب نے انسانی خون سے جنگ کے جراثیم زایل کر دئے -

کوئی صدی جنگ سے خالی نہین رہی

زمانہ قبل از تاریخ کی لڑائیون سے لیکر مصریون - اسائریون - ایرانیون - یونانیون کے معرکہ ہائے جنگ تک اور ردمارکے زور آزمائیون سے لیکر واٹرلو - کریمیا - سیدان اور ہوکدن کی لڑائیون تک بہت سے دور امن کے اور بہت سے خونریزیون کے گزرے - لیکن دنیا بھر کے کسی ملک مین بھی کوئی پوری صدی ایسی گزری ہے - جبکہ خون خرابے نہ ہوئے ہون اب رہا انسانیت اور اخلاق کا سوال سو ہم دیکھہ رہے ہین کہ پانچ چھہ ہزار سال مین انسانون نے جو کچھہ تہذیب مین ترقی کی ہے - اس کا نمونہ وہ ظالمانہ حرکات ہین جو جرمنون سے سرزد ہوئے ہین - جن پر وحشی اقوام کو شرم آسکتی ہے - اور کیا سائنس نے جسپر ہمین بڑا ناز ہے ان وحشیانہ مظالم کے ہولناک تر بنانے مین اس طریقہ سے مدد نہین دی - جس سے امن پسند

باشندگان دہر کا خون جوش مارنے لگتا ہے۔

ترقی تہذیب سے لڑائیاں بند نہونگی

پس یہ خیال کرنا فضول ہے کہ تہذیب وشائستگی کی مزید ترقی سے لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائیگا کیونکہ یہہ ناممکن ہے کہ انسانی خون سے اس وحشیانہ سپرٹ کو بالکل دور کر دیا جائے جو وحشی درندوں شیروں - چیتوں - بھیڑیوں سے دوسرے درجہ پر اس مین ودیعت رکھی گئی ہے - لہذا انسانی معاملات سے جنگ کو مفقود کر دینے کی خواہش بالکل ایسی ہے جیسی کہ یہہ خواہش کرنا کہ آفتاب سے روشنی دور ہو جاے - شریان مسٹر واجانے قدرت کے اٹل قانون کو جن دلائل کے ساتھہ ثابت کیا ہے اُن سے کوئی بھی دیاردان شخص انکار نہین کر سکتا - لیکن یہ ضرور ہے کہ اس جنگ کے بعد جس نے آج کل یورپ مین کہرام مچا رکھا ہے - امن کا وقفہ بہت طویل ہو گا - کیونکہ یہہ بھی قدرتی قانون ہے کہ انسان ایک حال پر قانع نہین رہ سکتا - جب امن تہا تو جنگ کی امنگ پیدا ہوئی - اور لڑائی سے تھکنے کے بعد امن کی خواہش زور پڑیگی - اس لئے خواہ دنیا سے ہمیشہ کے لئے جنگ کا خاتمہ نہ ہو - اور ہمین تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نہین ہو سکتا - لیکن یہ ضرور ہے کہ اس جنگ کے بعد امن دیرپا ہو گا ٭

سائنس اور اسلام

ماخوذ از وکیل امرتسر ۱۴ جولائی سنہ ۱۹۱۵ء

شیخ فیروز الدین صاحب مراد - ایم - ایس - سی - بی - اے کا ایک انگریزی مضمون بعنوان فوق سے ہندوستان ریویو مین شائع ہوا ہے - جس کا ترجمہ سید محمد اختر صاحب طالب علم مدرستہ العلوم علیگڈھ نے کیا ہے ہم اس کو ناظرین کی دلچسپی اور فائدہ کے لئے علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ سے ذیل مین نقل کرتے ہین -

سائنس اور اسلام گو جداگانہ چیزین ہین لیکن وہ ایک دوسرے سے متضاد نہین ہین دونون کے اثر کے دائرے اور تحقیقات کے طریقہ بالکل مختلف ہین - لیکن کسی صورت مین متنازعہ فیہ نہین ہین -

ابتدائی زمانہ اسلام کے مسلمان سائنس کے گرویدہ تھے اور انہین سے جدید فنون اور علوم یورپ کی ابتدا ہوئی - یہہ امر محض ہماری کم علمی اور سطحی معلومات پر مبنی ہے کہ ہم

تعلیمات اسلام اور قوانین سائینس کو ایک دوسرے سے منافی سمجھتے ہین اور یہ خیال کرتے ہین - کہ دونون مین مصالحت نہین ہوسکتی -

تعریف اسلام

اسلام ایک عقلی و جمہوریت پسند مذہب ہے - لیکن اس مین ایک جاہل کا گزارا نہین ہے - کیونکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ علم حاصل کرے یہ دوسری بات ہے کہ آج کل مسلمان تعلیم کے بہت شائق نہین ہین - لیکن یہ خاصکر ان کی عام مذہبی بے توجہی اور بے پروائی کا ثمرہ ہے - یہ اُن کی کمزوری اور غلطی کی بات ہے - یا تو انھون نے اپنے مذہب کے اصل منشا مین غلط فہمی کی ہے - یا وہ قصداً جاہل بنے ہین اسلام تو وہ مذہب ہے - جسمین علوم اور سائینس کی تعلیم اس قدر ہے کہ غیر مسلم بھی اسکے مداح اور ثنا خوان ہین - پروفیسر ٹی - ڈبلیو آرنلڈ نے اپنی کتاب اشاعت اسلام مین ایک فرانسیسی مصنف کے قول کا حوالہ دیا ہے - وہ لکھتا ہے - اسلام علمی اور تاریخی ہر دو اعتبار سے ایک معقول پسند مذہب ہے اور عقلیت کی اصطلاح جسکی بنا مذہبی اصولون کے دلائل اور براہین پر قائم کرنا ہے اسلام پر عین صادق آتی ہے ،،

تعلیمات اسلام کی سادگی اور صفائی

یقیناً تعلیمات اسلام کی سادگی اور صفائی اس مذہب کی اشاعت مین نمایان ذرائع کامیابی مین سے ہے - اس امر سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ بہت سے اصول وہمات اور نیز بہت سے توہمات جن مین پیرو مرشد کی پرستش سے لیکر تسبیح مالا اور تعویذ گنڈون کے استعمال تک شامل ہین - ایسے ہین جو مذہب اسلامی مین داخل ہوگئے ہین - لیکن اس کے اصلی جزو نہین ہین - جس مذہب کے اصول اس قدر بدیہی اور پیچیدگیون سے پاک ہون کہ معمولی فہم کی بھی رسائی ہوسکے تو اس کی بابت ضرور یہ گمان کیا جاسکتا ہے اور درحقیقت یہ درست بھی ہے کہ اس کے اندر انسان کے دلون کو مسخر کرنے کی تعجب انگیز طاقت ہے -

علما کی تعریف قرآن پاک سے

قرآن مجید جو کلام اللہ ہے علماء اور اُن لوگون کی تعریف سے پُر ہے - جو اس کی مخلوق اور خلقت ارض و سما پر غور و خوض کرتے ہین - وہ جو عالم ہین اور الراسخون فی العلم کی خداداد نعمتون کی قدر بہ نسبت اُن لوگون کے جو جہالت کی تاریکی سے گھیرے ہوئے ہین کہین زیادہ احسن طریقہ سے کرسکتے ہین کلام پاک مین ایک آیتہ ہے - انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - یعنی درحقیقت عالم لوگ خدا سے

خوف کھاتے ہین۔ یہان پر یہ بھی فرمایا ہے کہ راس الحکمت مخافت اللہ یعنی اللہ کا خوف فلسفہ کی ابتدا ہے۔ یہ بات بالکل صاف ہے کہ جس قدر انسان معجزات آفرینش کی کنہ کو پانے کی کوشش کرتا ہے اسیقدر زیادہ وہ نظام الٰہی کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے۔ خالق اکبر کا تصور جس قدر زیادہ بلندی پر پہنچتا ہے اسیقدر زیادہ اس کا دل صاف ہوجاتا ہے بشرطیکہ نیم حکیم خطرۂ جان۔ نیم ملا خطرۂ ایمان کی مثل کا مصداق بنکر اس کا سر نہ پھر گیا ہو۔

خدا کی عظمت کا اعتراف عظیم الشان منظرون مین

ایک عام مثال دینے کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دماغ انسانی ہموار میدانون اور روزمرہ کے نظارون مین عبادت کرنے کے بہ نسبت بڑے عظیم الشان پہاڑون اور مثل اُن کے اور رعب داب والے قدرتی منظرون مین عبادت کرنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ محض اس وجہ سے کہ قدرت باری تعالیٰ کی عظمت کا خیال ہماری ہستی کو اس کی مخلوق کے بڑے سمندر کے ایک ادنیٰ قطرہ کی صورت مین دکھلا دیتا ہے۔ چنانچہ ایک سائنس دان جو ہر لمحہ اس جاہ وجلال والی صنعتون کے روبرو رہتا ہے اور ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز مین جس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ خوردبین سے دیکھے جانے والے چھوٹے سے چھوٹے جانورا در دقیقات البرق سے لیکر بے تعداد نجمی دنیاؤن مین اسی کا ظہور پاتا ہے۔ بغیر ایک خداپرست اور خداترس انسان بنے نہین رہ سکتا۔ اور ہم یقین کرتے ہین کہ یہی وہ راز ہے۔ جو رسول مقبول کے ہر حکم مین جو مسلمین کی رہبری کے لئے دیا، پنہان ہے۔

تحصیل علم کی ہدایت

ہم کو علم سیکھنے کی نہ صرف عام ہدایت ہی کے واسطے ... ترغیب دی گئی ہے۔ بلکہ ہم سے یہ بھی وعدہ کیا گیا ہے کہ تحصیل علم خود ایک تقویٰ اور زہد کا کام ہے اور تعلیم دینا ایک بڑی سخاوت ہے۔ مسلمانون کو بار بار اسرار الٰہی کے علم کے وسیلہ سے تحقیق کرنے کی تاکید کی ہے۔ ہم سمجھتے ہین کہ لفظ علم مجموعی طور پر استعمال کیا گیا ہے دراصل ایک مسلمان کی تعلیم کے ابتدائی مراحل علوم اسلامی کو کم از کم قرآن پاک اور احادیث شریف پر کامل دسترس حاصل کرنا ہین۔ لیکن اس کا علم بہ حیثیت ایک دنیاوی آدمی ہونے کے اُس وقت تکمیل کو نہ پہنچیگا۔ جب تک کہ وہ سائنس سیکھکر قدرت سے شناسائی نہ پیدا کرے۔

مسلم عقیدہ

مسلمانون کا عقیدہ ہے۔ کہ ان کے تمام کامون کا نتیجہ خیر و شر اُن کی نیک و بد نیت پر مبنی ہے۔ الاعمال بالنیات، اس لئے اگر ایک

مسلمان سائنس اس غرض سے سیکھتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی قدرت سے زیادہ واقفیت پیدا کرے تو اس کو اس کی نیت کے مطابق ہی انعام ملتا ہے اور یہی باعث ہے کہ ہم کو خدا اور رسولؐ علم کے حقیقی طالب بننے کا حکم دیتے ہین۔

حوالہ احادیث ہم یہان چند احادیث نقل کرتے ہین۔ جو سائنس کی عظمت پر دال ہین۔ اور طالب علم کو مسلمانون کے لئے لازمی قرار دیتے ہین

لا حسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علیٰ ہلکتہ فی الحق ورجل اتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بہا ویعلمہا۔ یعنی دو شخص دراصل قابل رشک ہین۔ ایک تو وہ جو دولت مند ہے اور اپنی دولت کو نیک راستون مین صرف کرتا ہے۔ اور دوسرا وہ جسکو خدا نے فلسفہ کی نعمت عطا کی ہے۔ اور وہ اس کے مطابق اپنے کام کرتا ہے اور دوسرون کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔ علم کی قلت اور قحط قرب قیامت کے آثارون مین بیان کے گئے ہین۔

علم کی برتری ایک مثال فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء۔ یعنی ایک عالم کی عابد پر برتری کی ایسی مثال ہے۔ جیسے پورے چاند کی ستارون پر۔ اور عالم لوگ انبیاء کے وارث ہین۔ تمام مسلمانون پر تحصیل علم لازمی ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا مات الانسان انقطع علیہ وعملہ الامن ثلثۃ من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آن حضرت نے فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کو تین چیزون کے علاوہ اور ہر چیز کا صلہ بند ہو جاتا۔ اور تین چیزین یہ۔ ایک کوئی ایسی سخاوت جو قائم رہنے والی ہو مثلاً مسجد۔ کنوان وغیرہ وغیرہ۔ دویم وہ علم اور تجربات جو انسان کے واسطے مفید ہون۔ مثلاً کوئی تصنیف یا کوئی ایجاد یا تحقیق اور تیسری چیز اولاد صالح ہے۔ ماسوا اس کے علم کے مفاد اور ضرورت پر زور دینے کے لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک طالب علم کی روشنائی ایک شہید کے خون سے زیادہ متبرک ہے اور نیز یہ کہ من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی ترجع۔ یعنی جو شخص اپنے وطن کو علم کی تلاش کے لئے چھوڑتا ہے۔ وہ تا دم واپسی براہ خدا مین سفر کرتا ہے۔ خالق کے انتظام اور قدرت پر ایک گھنٹہ کا مراقبہ ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ مسلمانون کو ان علوم کی تحصیل کی طرف بے حد متوجہ ہونا چاہیئے۔ جن سے تعلیمات اسلام کا کچھ بھی تعلق ہے کیونکہ رسول مقبول صلعم کا قول ہے۔ کہ جو شخص اسلام کی طرفداری کی غرض سے حصول علم مین فنا

ہوجاتا ہے اُس کے اور پیغمبرون کے درمیان بہشت مین صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔
من جاءہ الموت وہو یطلب العلم یحیی بہ الاسلام فبینہ وبین النبیین درجۃ واحدۃ فی الجنۃ۔

علم کے ناجائز استعمال سے پرہیز اور آخر مین علم کے ناجائز استعمال سے پرہیز اور بچاؤ کرنے کے لئے رسول مقبول صلعم فرماتے ہین۔
الا ان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء۔ یعنی علما کا بد ہونا ان کو بد سے بدتر کر دیتا ہے اور انکا باعمل اور نیک ہونا افضل سے افضل کر دیتا ہے۔

اصل منشاء اسلام اوپر بیان شدہ حوالہ قرآن مجید وحدیث سے یہ بات بالکل عیان ہے کہ اسلام کا خاص منشا ہرگز حصول علم کے منافی نہین ہے۔ بلکہ سائنس کا مطالعہ مسلمانون کے واسطے خاص طور پر مفید بتلایا گیا ہے۔

قرون اولی کے مسلمانون کا علمی شوق ہم اپنے ایک دوسرے مضمون سیرت اسلامی مین کسی قدر تفصیل کیساتھ قرون اولی کے مسلمانون مین علم کے صادق طالبعلمون کی چند مثالون کا تذکرہ کر چکے ہین۔ اب کوئی اسلامی تاریخ لے لیجاے۔ اس مین آپ کو بہت سے ایسے لوگ نظر آئین گے۔ جنہون نے تمام عمر سائنس کی تکمیل مین صرف کر دی انہون نے پیدل ہی ہزارون میل کا سفر محض اُن جڑی بوٹیون کے خواص جاننے کی غرض سے کیا۔ جو اُن کے ملک مین نہین پائی جاتی تہین۔ فی الحقیقت انہین لوگون مین علمی جوش تھا۔

ہماری جہالت کی وجہ ہمارے موجودہ تنفر علمی کی وجہ محض ہمارے قابل افسوس مذہبی بے توجہی ہے۔ قرون اولی کے مسلمان اپنے مذہبی علوم فنون مین کامل مہارت رکھتے تہے اور اس وجہ سے تحصیل علم مین کوشان تہے۔
خلیفہ منصور اور حقیقت مین چند اور مسلمان حکمران بھی سائنس کے بڑے شائق تہے۔ اُنکے یہان اُنکے ذاتی رصدخانہ تھے۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ بادشاہ شارلیمین شاہ فرانس نے مسلمانون سے ایک نادر تحفہ حاصل کیا تہا۔ یہ تحفہ بارہ دروازون کی گہڑی تہی۔ جس مین ہر گہنٹہ کے گزرنے پر ایک سوار ہر دروازہ سے نکل آتا تہا۔ جس سے دن کے اوقات کا اندازہ کیا جاتا تہا۔ فرانس کے درباری اس تعجب خیز گہڑی کی ساخت کے سمجھنے سے قاصر تھے۔

علم ہیئت علم ہیئت کا مسلمانون نے خاص طور پر مطالعہ کیا تہا۔ اور زمین کے قطر کی پیمائش

منصور کے عہد میں ایک نہایت آسان طریقہ سے کی گئی تھی یعنی ایک مقررہ فاصلہ مین مسافت طے کرنے کے بعد قطب ستارہ سے جا سے سقام مین جو فرق ہو جاتا تھا۔ اس کے فاصلہ کو ناپ لیا جاتا تھا۔

عربی اعداد: وہ اعداد جن کو عربی اعداد سے موسوم کرتے ہین۔ قرن اولیٰ کے مسلمانون کے علمی عروج کی قائم رہنے والی یادگار ہین۔ ڈاکٹر الفریڈ رسنیل ویلیس کا خیال ہے کہ انسان نے تمام قرنون مین صرف بیس معلومات اور اختراعات اول درجہ کی کی ہین (کتاب عجیب وغریب صدی حجم ۲۰۰ صفحہ قیمت فی جلد ۱۰ آنہ دفتر العصر منیر وا پریس لکھنؤ) وہ اس مین سے تیرہ کا شمار انیسوین صدی عیسوی مین کرتا ہے اور صرف سات کی بابت لکھتا ہے کہ یہ وہ ہین۔ جن کی تحصیل انسان نے تمام پچھلے زمانون مین کی ہے۔ ان سات مین مین نے عربی اعداد کو ایک نہایت ممتاز جگہ دی ہے۔ اگر ہم ایک لحہ کے واسطے اس اعدادی پیمانہ کے فوائد پر غور کرین اور پہلے زمانہ کے تکلیف دہ طریقہ شمار کے مقابلہ مین اس کی سادگی اور سہولت کا اندازہ لگائین اور نیز اس واقعہ پر خیال کرین کہ عربی طریقہ کی ان ایام تبدیلی و ترقی تک مین بھی کوئی اصلاح نہین ہوئی تو ہاسمکو معلوم ہو جائیگا۔ کہ قرون اولیٰ کے مسلمانون کے علمی شوق کا دنیا پر ایک گران بار احسان ہے۔ اور ہم یقین کرتے ہین کہ ڈاکٹر ویلس نے جو اس کو تاریخ تہذیب مین انسان کی عظیم الشان کامیابیون مین شمار کیا ہے۔ تو بالکل حق بجانب ہے اگر عربون کے ایجاد کردہ حروف تہجی وا عداد شمار نہوتے تو دنیا کی ترقی مین بڑی بھاری رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

علم جبر و مقابلہ و کیمیا: نیز جیسا کہ خود لفظ الجبرا سے ظاہر ہوتا ہے۔ جبر و مقابلہ مسلم ذہانت ہی کا نتیجہ ہے۔ موکسٹی ابن جابر کا کمال علم کیمیا مین کسی سے پوشیدہ نہین ہے۔ اس زمانہ مین چھاپہ خانہ کی قسم سے کوئی چیز نہ تھی اس وجہ سے سخت افسوس ہے کہ مسلمان اُن خزانون کو کھو بیٹھے۔ جن کو اُن کے آباؤ اجداد نے بڑی محنت وجانفشانی سے حاصل کیا تھا۔ ان کی طلب علم اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ اُن لوگون کو جو علم ہیئت اور علم تشریح الابدان مین کامل دسترس نہ رکھتے ذات باری تعالیٰ کو اچھی طرح پہچاننے کے لائق نہ سمجھتے تھے۔ من لم یعرف الہیئۃ والتشریح

فہو عنہن فی معرکتہ اللہ۔

یورپ کا اخلاقی تنزل

جب یورپ کی مسیحی سلطنتین اخلاقی طور پر تنزل پذیر حالت مین آئین اور بایہیات سائینس کا معیار انجیل تھی تب یہ مسلمانون ہی کا کام تھا کہ انھون نے سائینس کا مطالعہ جاری رکھا اور اس کو یورپ کے قرون مظلمہ کی حرام موت سے بچایا۔ ایک مشہور فلسفی (شمس العلما علامہ شبلی نعمانی مرحوم سے مراد ہے) کا نہایت محققانہ قول ہے کہ یونانی فلسفہ اور جدید سائینس کے درمیان ایک ناقابل گزر دریا حائل ہے اور دونون کے درمیان اگر کوئی رابطہ انصال ہے تو وہ فلسفہ اسلام ہے۔ ڈاکٹر دہیریل کے قول کے مطابق قرون وسطیٰ مین یورپ کے اوپر ایک جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ خیالات فاسد ہوگئے تھے۔ اور جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے۔ اجتہادات مذہبی و مسائل سائینس بلا دلیل قبول کرانے سے علمی روح بالکل مردہ ہوگئی تھی۔ قدرتی واقعات بجاے اس کے طبیعی اسباب سے منسوب کئے جاتے۔ اخلاقی وجود سے ہم رشتہ سمجھے جاتے تھے۔ اور قوت متخیلہ نے علمی غور و خوض کی جگہ لیلی تھی۔ چونکہ پاتال کے رہنے والون کا انجیل مین کہین تذکرہ نہ تھا۔ اس لئے ان کے وجود سے انکار کیا جاتا تھا۔ جب اس طرح رکاوٹین پیدا کی گئی تہین تو سائینس کے ابھرنے کی کیا امید کی جاسکتی تھی۔ بالآخر یورپ مین ایک مدت دراز تک علمی تحقیق کا مذاق قطعی بند رہا۔ جس کا نتیجہ دماغی سستی اور بیکاری نکلا۔

سیر و سیاحت

(ایک انگریزی کتاب کی مدد سے)

(ماخوذ از مشرق ۳ اگست ۱۹۱۵ء)

بچہ آنکھہ کھولتے ہی اس دنیا کو دیکھتا ہے اور اس کو ہر چیز ایسی پیاری اور دل کش معلوم ہوتی ہے کہ شروع سے ہی فریفتہ ہو جاتا ہے۔ تمام عمر دیکھتا ہے مگر سیری نہین ہوتی ۔

بزم جہان سے اُٹھنے کو دل چاہتا نہین   ثابت یہ ہے کہ یار بھی اس انجمن مین ہے

ہر شخص کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اگر خدا دے تو تمام دنیا کی سیر کرتا پھرون۔ ہے بھی یون کہ انسان نے جس قدر عقل و فہم مین ترقی کی ہے وہ زیادہ تر اس دنیا کے تماشے اور حالات

دیکھنے اور سننے کا ہی نتیجہ ہے اور حاصل زندگی بھی یہی ہے کہ دنیا کو غور سے دیکھے اور سمجھے اور جو تجربہ اس طرح حاصل ہو اُس کو پسماندون کی رہبری کے لئے چھوڑ جائے۔

چنانچہ قدیم الایام سے ایسے ہزارہا آدمی ہوتے چلے آئے ہین۔ جنھون نے ابناے جنس کے واسطے اس خدمت کو انجام دینے کی کوشش کی ہے یہ سچ ہے کہ انہون نے اس خدمت کو انجام دینے مین اپنے لئے بھی وہ نادر دولت جمع کر لی جو عوام کو نصیب نہین ہوتی۔ مگر انہین کے نقش قدم کی برکت ہے کہ انسان آج کے دن اُس اوج کمال پر پہنچگیا ہے۔ جسکو خیال کرنے سے عقل خیرہ ہوتی ہے۔ ترقی چونکہ نہایت آہستہ آہستہ وقوع مین آئی۔ اس لئے زیادہ حیرت انگیز جیسا ہے نہ معلوم ہوتی ہو۔ مگر جو شخص زمانہ قدیم کے حالات کو حال کے واقعات اور کیفیتون سے مقابلہ کرکے دیکھے گا وہ ضرور پکار اُٹھے گا ؎

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

دنیا اب بھی بڑا بھاری طلسم ہے جسکے حقیقی واقعات اس درجہ حیرت افزا ہین کہ اُن کے سامنے قصص خیالی کی کچھ حیثیت ہی نہین۔ مگر ایک زمانہ تھا کہ انسان محض نارسائی کی وجہ سے اس کے متعلق ایسے اٹل بیجوڑ افسانے ماننے کو تیار رہتا جو اب سراسر بے اصل اور مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہین۔ اس زمانہ مین سیاح بھی اُسی قسم کے ہوتے تھے۔ وہ لوگ اِس عالم کو نظام قدرت کا تابع کم تصور کرتے تھے۔ اُن کو شاید بخوبی یقین نہ تھا کہ یہان کی ہر بات اٹل قاعدون کی پابند ہے۔ جن مین کبھی بال برابر بھی فرق نہین ہو سکتا۔ بلکہ وہ اس کو اس نظر سے دیکھتے تھے۔ جس نظر سے بچے بازیگرون کا تماشہ دیکھا کرتے ہین۔ واقعات کا تسلسل اُن کی نظر مین اس قدر نمایان نہ تھا۔ جیسا اب ہوتا جاتا ہے۔ اس وجہ سے اکثر امور بالکل بے ربط و بے تعلق معلوم ہوتے تھے۔ جب قانون قدرت کا دل مین خیال ہی ضعیف تھا تو بظاہر جو ہو جاے وہ ممکن اور جو کہہ دیا جائے وہ اسنا صدقنا تھا۔ چون وچرا کی کسی امر مین گنجایش ہی نہ تھی۔ تجربہ کی وسعت الجھن مین ضرور ڈالتی رہتی تھی۔ مگر کوشش کرنے پر بھی جب تھاہ نہین ملتی تو یہی کہہ دیا جاتا تھا۔ کچھ عجب کھیل ہین کہ داتا گہین تو اج کے۔

اس زمانہ مین بیشک سیر و سیاحت کی آنکھہ بہت بدل گئی۔ یہ نہین ہے کہ دنیا کی بوالعجبیت کچھہ کم ہو گئی ہو بلکہ میرے خیال مین دیکھنے والی آنکھہ کے لئے اب اس پیرزال کے انداز و کرشمے وہ بلا کے نشتر ہو گئے ہین کہ دل مین اُترتے ہی چلے جاتے ہین کہین

رکنا جانتے ہی نہین۔ لیکن دقیانوسی شترغمزون سے اب طبیعت محظوظ نہین ہوتی۔ کیونکہ دل مین تو اُس کے حسن لازوال کی ایک اور ہی ادا کھب گئی ہے۔ دنیا کو پیرزال تو مین نے رسماً کہدیا ورنہ چشم بد دور ابھی تو یہہ بھی نہین کہا جا سکتا کہ اس آفت جان کا بچپن جا چکا ہے اور عہدِ شباب شروع ہو گیا ؎

خدا جانے یہہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی ہزارون اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

مگر ہان ایک زمانہ تھا کہ سیاحون کے قصے اس قسم کے ہوا کرتے تھے۔ مثلاً یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حیوانات و نباتات جدا نہین ہین۔ کہا جاتا تھا کہ دنیا مین نباتاتی بھیڑ ہی ہوتی ہے یہہ فی الحقیقت ایک پشمینہ دار پودہ تھا۔ تعجب دلانے کی غرض سے بھیڑ کہدیا۔ اسیطرح اژدہون کے عجیب عجیب افسانے بیان کئے جاتے تھے ان کا ذکر بچون کی کہانیون مین اب تک چلا جاتا ہے۔ ایک اور جانور کے لئے مشہور تھا کہ جس آدمی کی نظر اس پر جا پڑتی ہے وہ فوراً مر جاتا ہے حالانکہ وہ چھپکلی کی قسم کا نہایت بے ضرر جانور تھا۔ سیمرغ کی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ وہ ایک ایک ہاتھی دونون پنجون مین اور ایک چونچ مین لیکر اُڑ جاتا تھا۔

سر جون ڈی مونڈیول کے عجیب عجیب قصے ایک زمانہ تک ولایت مین پھیلے رہے۔ ان سے کسی مسخرے نے کہدیا کہ ایک درخت مین ایسی پھلی لگتی ہے۔ جسکے اندر سے مُسلّم برہ یعنی بھیڑ کا بچہ نکلتا ہے۔ آپ نے اس پر نہایت متانت سے فرمایا کہ یہہ کون سی تعجب کی بات ہے۔ ہمارے ملک مین ایسے درخت ہین۔ جن کے پھل اُڑتی ہوئی چڑیان بنجاتے ہین۔ اور کھانے مین بھی نہایت لذیذ ہوتے ہین۔ اُن مین سے جو پانی مین گرتا ہے وہ زندہ رہتا ہے اور جو زمین پر گرتا ہے۔ وہ مر جاتا ہے۔

تیرھوین صدی مین ایک شخص مارکو پولو وینس مین ہوا تھا۔ اس نے چین سماترہ وغیرہ بہت دور دور کے ملکون کی سیر کی تھی۔ اس نے واقع مین بہت کچھہ دیکھا تھا۔ مگر جتنی باتین اس نے بیان کی ہین وہ سب اس کی دیکھی ہوئی نہین۔ کتنے ہی پرانے قصون کو تو اس نے غلط بتایا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ گینڈے کی نسبت جو یہہ مشہور ہے کہ وہ خوبصورت دوشیزہ لڑکی کے ہاتھ خوشی سے آ جاتا ہے یہ غلط ہے۔ مگر خود یہ دولت یون فرماتے ہین کہ دنیا مین مین نے ایسے بھی آدمی دیکھے ہین۔ جن کے دم ہوتی ہے۔ شاید چینیون کی چوٹی کو دم سے تعبیر کر دیا ہو مگر اس سے بھی بڑھکر آپ فرماتے ہین کہ مین نے بغیر سر کے بھی آدمی دیکھے۔ یہ ذکر اس سنجیدگی سے

کیا ہے کہ بیان کرتے وقت ذراسی مسکراہٹ بھی چہرہ پر نہ معلوم ہوئی ہوگی۔
ان کے بعد ایسے سیاح ہوئے۔ جنھوں نے پل بھر کر دنیا کو بہت دیکھا اور اتنے واقعات جمع کئے کہ ان کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ مگر وہ لوگ اپنی قوت ممیزہ سے کام لینے میں قاصر رہے۔ شتر مرغ کی طرح اُن کی بھوک تو بہت بڑھی ہوئی تھی۔ مگر ہضم کی قوت اس کے مطابق نہ تھی۔ ایک بات ضرور ہے۔ انھوں نے صرف ایسی ہی باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو فی الواقع دیکھی تھیں۔ دل سے جھوٹے سچے افسانے گھڑنے سے احتراز کیا ہے۔

تیسرے دور کے سیاحوں نے اگلی پچھلی واقفیت کو ترتیب دینا شروع کیا۔ ان لوگوں نے بھی حتی المقدور بہت محنتیں کیں اور بہت تجربہ کر گئے۔ مگر اب اُن کا کیا دُہرانا۔ بازیچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اسی دور میں الیکزینڈر خون ہمبولٹ بھی تھا۔ جس کی تصانیف حال نے محققین کو بھی بہت بڑی مدد پہنچائی ہے اور اُن کے لئے بہت سا راستہ صاف کر دیا۔
چوتھا دور ایسے سیاحوں کا تھا۔ جنھوں نے علم کی کسی ایک شاخ کو اپنا مقصد بنا لیا اور اُسی کو پیش نظر رکھکر دنیا کا گشت کرتے پھرے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ انھوں نے ہمیشہ اپنے مقصود پر ہی نظر رکھی۔ اور دوسری تمام باتوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ بلکہ بعض وقت ایسا بھی ہوا ہے کہ چلے تو حیوانات کے متعلق واقفیت بڑھانے اور واپس آئے تو علم انسان میں بھی مہارت پیدا کر لائے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہمہ گیر طبیعتیں بہت کم ہوتی ہیں۔ اور جو ایسی ہوتی بھی ہیں۔ اُن کی نظر غائر نہیں ہوتی اس لئے خاص ہی خاص علوم میں اضافہ کرنے کی غرض سے اکثر لوگ اپنے گھر سے نکلے ہیں اور مدت دراز کے بعد نہایت کامیابی کیساتھ واپس آئے ہیں بھی کبھی خرش بازنیا مد کا مضمون بھی پیش آگیا ہے۔ مگر ایسے سانحات بعد کے شیدائیوں کی ہمت پست نہ کر سکے۔

روئے زمین کی تحقیقات بھی کچھ کم دلیری و مردانگی کا کام نہ تھا۔ مگر ان سے بھی بڑھکر وہ لوگ ہوئے جنھوں نے سمندر کی گہرائیوں کی چھان بین پر کمر باندھی۔ کتابوں کے پڑھنے والے بہت سے حالات پڑھ جاتے ہیں۔ مگر اُن میں سے کتنے ایسے ہوتے ہیں۔ جو اس بات کا بھی خیال کرتے ہونگے کہ جو حالات وہ پڑھ رہے ہیں۔ وہ کیسی جان بازیوں کا نتیجہ ہیں۔ بعض چیزیں خود تعجب خیز ہوتی ہیں۔ مگر بعض خود تو ایسی نہیں ہوتیں۔ لیکن جس طریقہ سے وہ یا ان کی واقفیت حاصل کی گئی۔ وہ ممکن ہے کہ نہایت حیرت انگیز ہو۔ اگر اس وقت کوئی شخص صرف اس قسم کے حالات کو

جمع کرکے ایک کتاب کی صورت مین تیار کردے تو وہ ایک نادر مجمع العجائبات ہوجائے اور شاید ایسی دل چسپ ثابت ہو کہ بہترین ناول بھی اس اعتبار سے اس پر فوق نہ لیجا سکین۔

کون جانتا تھا کہ سمندر کی تلیٹی مین ہزارون گز کی گہرائی پر بھی کوئی شئے جاندار ہوگی اور اگر سمندر مین برقی تار پھیلانے کی ضرورت نہ پڑتی تو شاید اس کی واقفیت ہوتی بھی نہین۔ مگر اس ضرورت نے اتفاقیہ کچھہ تحت الثرائیون سے دوچار کردیا۔ پھر تو کھوج لگانے والون کا تانتا بندھہ گیا۔ اور انھون نے اپنی محنتون کا عجیب ثمرہ پایا۔ اس کا لطف علم حیوانات کے ناظرین کو بے اندازہ حاصل ہوسکتا ہے سمندر کی تحقیقات تو بہت کچھہ ہوچکی اور ابھی جاری ہے۔ مگر اب پروازون نے انسان کو عالم بالا پر پہنچادیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس سیر سے کیا کیا شگوفے کھلتے ہین۔ کچھہ حالات تو اب بھی معلوم کرلئے گئے ہین ناظرین مین معذور ہون کہ ہندستانی زبان کی کتابون کا مین نام نہین بتا سکتا۔ جن مین ایسی تحقیقات کے حالات آپ پڑھکر محظوظ ہوسکین۔ کیونکہ جہان تک میرے علم کی رسائی ہے مین خیال کرتا ہون کہ ایسی کتابین ہماری مادری زبان مین ابھی پیدا ہی نہین ہوئی ہین۔ افسوس ہے کہ کیسی معصوم نعمتون اور برکتون سے ہم لوگ محض پسماندگی کی وجہ سے محروم ہین۔ یورپی زبانون کی کتابین ان تحفون سے بھری پڑی ہین۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ مین اس وقت کچھہ دلچسپ حالات جناب کے گوش گزار کرنے کی اجازت چاہتا ہون۔

معلوم نہین آپ نے کبھی ملک لاپ لینڈ کا نام بھی سنا ہے یا نہین۔ یہہ ایک خطہ یورپ کے شمال مین ہے۔ تکلیف تو ہوگی۔ مگر ایک نظر یورپ کے نقشہ پر بھی مہربانی فرماکر ڈال لیجئے۔ نہایت ممنون ہونگا۔ دیکھئے روس اور جرمنی کے اوپر فنلینڈ۔ سوئیڈن اور نوروے تین ملک نظر آتے ہین۔ انہین تینون کا شمالی حصہ لاپ لینڈ ہے۔ اس مین قوم لاپ آباد ہے۔ اب یہہ ایک ملک نہین ہے۔ بلکہ تین سلطنتون مین منقسم ہے۔ کچھہ روس کے تحت مین آگیا ہے۔ باقی سوئیڈن اور نوروے مین شامل ہے۔ اس حصہ مین پہاڑ زیادہ تر ہین۔ مغربی ساحل پر بیشمار کھاڑیان اور کھولے پڑگئے۔ وادیان نہایت گہری اور تنگ ہین۔ جن مین نوروے کے برفیلے [illegible] یا برفی دریا پائے جاتے ہین۔ مشرق مین جھیلین بکثرت ہین۔ انہین مین ہوکر آمد و رفت بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اردگرد کے جنگلون مین تو راستہ کا یاد رکھنا دشوار ہوتا ہے مگر جھیلون مین بھی اس بلا کے طوفان اٹھتے رہتے ہین۔ کہ کشتیون کی سلامتی ہردم معرض خطر مین رہتی ہے۔

گانوُن مین لکڑی کے مکانات ہوتے ہین - جو گرمیون مین عموماً خالی پڑے رہتے ہین - البتہ جاڑون مین آباد و معمور ہوجاتے ہین - تانبے کی کانین بھی ایک پہاڑ مین ہین اور لوہا تو بہت ہی افراط کے ساتھ پایا جاتا ہے - لکڑی کی تو کچھ انتہا ہی نہین ہے - درختون مین میوہ جات تو نہین لگتے - مگر بیر کی قسم کے پھل بکثرت ہوتے ہین جو کھائے بھی جاتے ہین - دریاؤن اور جھیلون مین مچھلیان بہت قسم کی ہین - چونکہ قطب شمالی کے قریب ہے - اس لئے آب و ہوا بھی نہایت سرد ہے - شمالی حصون مین گرمی کے موسم مین دو تین مہینے تک برابر دن رہتا ہی اور جاڑون مین اُتنی ہی لمبی رات ہوتی ہے - گویا گرمیون مین سورج چھپتا نہین - اور جاڑون مین نظر نہین آتا - دسمبر اور جنوری کے مہینون مین شمال کی طرف بس صبح صادق کی سی کچھ جھلک معلوم ہوا کرتی ہے فروری مین صرف چند گھنٹون کے لئے دن نکلتا ہے - اس طرح بڑھتے بڑھتے جون کے مہینے مین برابر دن رہتا ہے - رات ہوتی ہی نہین - جیسے جیسے دن بڑھتا ہے - ٹھنڈ بھی کم ہوتی جاتی ہے - اپریل مین درختون کی شاخون سے برف پگھل پگھل کر گرنے لگتی ہے - مئی مین بہار کا موسم ہوتا ہے - پھول کھلتے ہین - جون مین جھیلون کی برف بھی پگھل جاتی ہے - جنگلون کے درختون کی پتیان نکلنے لگتی ہین - جولائی مین خوب گرمی رہتی ہے - اگست مین مینہ برستا ہے فصل بھی اسی زمانہ مین کٹتی ہے - ستمبر اکتوبر مین سردی کی علامتین نمودار ہوتی ہین - نومبر مین بھرا بھر جاڑا ہوتا ہے -

لاپون مین ایک روایت چلی آتی ہے - وہ کہتے ہین کہ خدا نے دنیا کو نہایت خوبصورت بنایا - اور اس کو دیکھکر اپنے دل مین بڑا خوش ہو رہا تھا کہ شیطان نے تباہ کرنے کی غرض سے اُسپر ایک بہت بھاری پتھر پھینکا - مگر خدا نے اپنے ایک فرشتہ کو فوراً حکم دیا کہ اُس پتھر سے دنیا کو بچائے پتھر کے گرنے سے پہلے فرشتہ آپہنچا اور زمین کو بچا لیا - پتھر سمندر مین جا گرا اور صدمہ سے پارہ پارہ ہوگیا ہے - کچھ ٹکڑے تو ڈوب گئے کچھ نظر آتے رہے - خدا کو ان پتھر کی چوٹیون پر رحم آیا اور اُن کو مٹی سے ڈھانکنا چاہا - تاکہ اُن پر بھی پیداوار ہونے لگے - لیکن مٹی بہت تھوڑی سی رہ گئی تھی اس وجہ سے کہین کہین تو پھیل سکی باقی چٹانین کھلی رہ گئین -

وہی شیطان کا پھینکا ہوا پتھر بعد مین تو ڈوے اور سوئیڈن کہلانے لگا - چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جو آس پاس گرے تھے - وہ بیشمار ٹاپو اور ٹیلے بن گئے - جن جن مقامات پر مٹی پھیلا دی گئی تھی وہ تو کسی قدر زرخیز ہو گئے - باقی تمام بنجر ہی رہے -

اِس روایت کا لطف اس وقت آئے جب کوئی جاکر اس خطہ کو اپنی آنکھہ سے دیکھے۔اس کے بغیر اُس کی واقعیت کا اندازہ مشکل سے ہوسکتا ہے اور نہ یہہ معلوم ہوسکتا ہے کہ ان نیم وحشیون نے اپنے ملک کی اصلی حالت کو کس سادگی سے بیان کردیا ہے۔ ہے تو یون کہ سارا ملک عجیب ہے اور اس کی کھاڑیان عجیب تر ہین۔ان سب سے زیادہ تعجب خیز اُن ٹاپوؤن کا حلقہ ہے۔جو چار دن طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہے۔مختصر یہہ کہ یہان کے منظر عجیب وغریب ہین۔جن کو آنکھہ کے سامنے پیش کرنے سے قلم عاجز ہے۔

بمقابلہ جنوب کے شمال مین زراعت بہت کم ہے مگر آپ کو یہہ سنکر تعجب ہوگا۔کہ جس قدر شمال کی جانب جاے مکانات فراخ بلند اور خوبصورت ملین گے۔اُن کے گرد وپیش کھیت تو نہین ہین۔مگر چھوٹے چھوٹے باغ ضرور ہین۔اور جو جزیرے یا ٹاپو بہت چھوٹے ہین انہین پر بہنایت عالیشان مکانات ہین۔حالانکہ زمین وہان اس قدر کم ہے کہ باغ بہی بمشکل سرسبز رہتے ہین چٹانین ہی چٹانین ہین۔جن پر گھاس بہی نہین ہینچتی۔یہہ کل کیفیتین بالکل معمہ معلوم ہوتی ہین اور اس وقت تک سمجھہ مین نہین آسکتین جب تک یہہ نہ معلوم ہو کہ وہان کے باشندے زمین کی پیداوار سے متمتع نہین ہوتے بلکہ اُن کی فصل سمندر کی سطح پر پیدا ہوتی ہے۔ اُن کو جوتنے بونے کی محنت نہین اُٹھانی پڑتی۔بلکہ جاڑون مین پکی پکائی تیار مچھلیان مل جاتی ہین جن کو وہ کاٹ لاتے ہین۔یہہ وہ زمانہ ہوتا ہے۔جب رات کی عملداری ہوتی ہے اور دہوپ کے بجائے صرف چاندنی میسر آتی ہے۔

ساحل نوروے کے باشندے ستمبر کے مہینہ سے اس شمالی خداداد فصل کو کاٹکر لانے کی تیاریان کرتے ہین۔ہر قصبہ ہر گانون اور ہر قریہ سے اُن جزائر اور ٹاپوؤن کی طرف روانہ ہوتے ہین۔جو قطبی حدود کے اندر ہین۔وہان پہونچکر مناسب خلیج اور کھاڑیون مین ہیلوں لنگر ڈالے پڑے رہتے ہین۔بعض تو جہازون مین ہی رہتے ہین۔مگر جن کے مکانات ہین وہ اُن مین فروکش ہوتے ہین۔قیام کے زمانے مین بخشش ایزدی اکٹھی کرکے کچھہ عرصہ بعد اپنے وطن کو واپس چلے آتے ہین گرمیون مین یہہ مقامات اسی وجہ سے بالکل ویران پڑے رہتے ہین۔ایک ہُو کا عالم ہوتا ہے۔کیونکہ صورت انسان بہت کمیاب ہوجاتی ہے۔مگر جاڑے دن مین یہہ جزیرے اور ٹاپو بہنایت آباد معلوم ہوتے ہین۔رات دن ایک عجیب قسم کی چہل پہل ہتی ہے ہان مین بھولا۔دن تو اُس زمانہ مین ہوتا ہی نہین ہے۔اگر ہوتا بہی ہے تو بالکل براے نام۔

اس لئے قطبی شب دراز اُن کے لئے شب برات ہوجاتی ہے۔ یہہ وہ لمبی رات ہے جس کا ہم لوگون کو تجربہ ہونا تو درکنار ہمارے شاعرون کے خیال مین بھی نہین وہ تو اسی بارہ چودہ گھنٹہ کی رات کو ابر کی طرح کھینچ کھینچ کر فرداے قیامت سے ملایا کرتے ہین۔

اب سمجھہ مین آیا کہ وہ بلند اور فراخ مکانات یہان کیون ہین جاڑون مین آدمیون کی وہ کثرت ہوجاتی ہے کہ اُن مکانون مین سما ہی نہین سکتے۔ بہتون کو مجبوراً جہازون مین رہنا پڑتا ہے۔ کچھہ لوگ وقت کاٹنے کے لئے کنارون پر عارضی جھونپڑیان ڈال لیتے ہین۔ بڑے دن کے قریب یہان بڑا ہجوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اسی زمانہ مین برابر کئی ہفتون تک سمندر اپنے جاندار خزانے اُگلا کرتا ہے۔

آپ کو زیادہ انتظار مین نہ رکھین۔ لائے کہہ ہی دین ایک خواہش ہے۔ جو تمام جاندارون مین پائی جاتی ہے اور جو اس قدر قوی ہے کہ شاید دوسری کوئی خواہش اس کی برابری نہین کر سکتی۔ آپ شاید سمجھہ گئے ہون گے۔ کہ وہ بقائے نسل کی خواہش کے سوا کوئی اور نہین ہو سکتی۔ جی ہان یہی خواہش یہی زبردست طاقت مچھلیون کے دلون کو سمندر کی تلیٹی سے اُبھار کر اوپر لے آتی ہے۔ انواع واقسام کی مچھلیون کے پرے کے پرے سطح آب پر ساحل کے قریب آجاتے ہین۔ ان کی کثیر التعدادی کو مین کن لفظون مین ادا کرون۔ بس یون خیال فرمائیے کہ ساکنان سمندر اپنے مسکن کو کوسون تک نظر سے غائب کر دیتے ہین۔ اور اسی زبردست خواہش کی وجہ سے اُن کو اندھا کہئے۔ پاگل کہئے۔ جو کچھہ کہئے بجا ہے کشتیان کھڑی ہین۔ اُن پر آدمی بھی ہین۔ وہ آدمی چلتے ہین۔ پھرتے ہین۔ شور کرتے ہین غل مچاتے ہین۔ مگر وہ بیباکانہ ورآئی ہوئی چلی آتی ہین۔ ڈرتی نہین۔ جھجکتی نہین۔ بلکہ کشتیون کا چلنا مشکل کر دیتی ہین۔ جالون مین اتنی بھر جاتی ہین۔ کہ کئی کئی آدمی مل کر اُن کو نہین اُٹھا سکتے۔ اُن کے بوجھہ سے جال پھٹ پھٹ جاتے ہین۔ مگر مچھلیان ہین کہ ٹس سے مس نہین ہوتین۔ اس بلا کی ریل پیل ہوتی ہے کہ بیان سے باہر۔ اگر آپ کے ہاتھہ سے پتوار یا کوئی لکڑی چھوٹ پڑے تو کچھہ دیر تک تو مچھلیون کے مجمع مین کھڑی ہی رہ جائے اس درجہ اژدحام ہوتا ہے۔

مچھلیون کو چیر چیر کر کنارے پر سوکھنے کی غرض سے پھیلاتے جاتے ہین۔ یہان تک کہ اُن کو پھیلانے کی بھی جگہہ باقی نہین رہتی۔ مجبوراً مچانین کھڑے کر کے اُن پر سوکھاتے ہین۔ پھر اُن کے گٹھر باندھہ کر گداموں مین بھر دیتے ہین۔ اور اس طرح کنارہ خالی کر کے تازی پکڑی ہوئی مچھلیون کو

سکھلاتے ہین - یہ کارروائی مہینون جاری رہتی ہے اور مچھلیون سے بھرے ہوئے جہاز برابر جنوب کی طرف روانہ ہوا کرتے ہین - اُن کے بجائے خالی جہاز پہنچتے رہتے ہین - اس آمد و شد کا سلسلہ بھی نہین ٹوٹتا - یہ لوٹ مار اُس وقت موقوف ہوتی ہے - جب پردہ پوش رات ان حرکات سے بیزار ہوکر اپنا دامن سمیٹنے لگتی ہے اور آفتاب عالمتاب برہم ہوکر چشم نمائی کرنے لگتا ہے اس وقت یہ طامع حریص خودغرض خونخوار انسان اپنی دست برد سے اپنی غارت گری سے اپنی بیرحمی وسفاکی سے باز آتا ہے - اور جمع کئے ہوئے مال غنیمت کو جہازون پر بارکرکے اُس نواح سے چراغ پا ہوجاتا ہے - مگرمین کون ہون جو اس طرح اُن غریبون پر طعن و تشنیع کرسکون بقول شخصے داتا دے - بھنڈاری کا پیٹ پھولے - عیب جوئی اور کوتاہ نظری مترادف ہین - جو ہورہا ہے وہی موجودہ حالتون مین ہوسکتا تھا اور جو ہوگا وہ لازمی ہے - کوئی مفر نہین - کوئی چارۂ کار نہین - ماضی کانی سبب حال کا تھا اور حال متکفل استقبال کا ہے -

راقم - واحد - اکبرآبادی - از الہ آباد -

سرتطور الامم

یعنے

قومون کے انقلاب کاراز

ماخوذ از وکیل امرت سر ۲۸ اگست ۱۹۱۵ء

ڈاکٹر گسٹاولی بان کو تمام دنیاے اسلام مین اُن کی کتاب "تمدن عرب" نے روشناس کرادیا ہے - بالخصوص ہندوستان مین "تمدن عرب" کے ساتھہ "تمدن ہند" نے ان کے نام کو اور بھی روشن کیا ہے - لیکن ڈاکٹر صاحب تصنیفات کا دامن نہایت وسیع ہے - انہون نے ان دو کتابون کے علاوہ تمدنی مسائل اور تمدنی تاریخ پر اور بھی متعدد کتابین لکھی ہین - جن مین "روح الاشتراکیہ" "روح السیاستہ" "روح الاجتماع" اور "سرتطور الامم" خاص طور پر مشہور ہین - اول الذکر دونون کتابین اگرچہ ابتک اصل فرنچ مین ہین - لیکن روح الاجتماع اور سرتطور الامم کا ترجمہ عربی مین ہوچکا ہے روح الاجتماع کے اکثر حصون کا ترجمہ ہم رسالہ تہذیب الاخلاق اور وکیل مین شائع کرچکے ہین - سرتطور الامم کے عربی ترجمہ کو ہمارے فاضل دوست مولوی عبدالسلام صاحب

ندوی اُردو قالب مین لارہے ہین اور وہ عنقریب مطبع مین جانے والا ہے - ڈاکٹر موصوف نے اس کتاب مین تمام تمدنی عناصر یعنی مذہب - سیاست - فنون لطیفہ - اخلاق وعادات وغیرہ کے تغیرات وانقلابات کی تاریخ لکھی ہے - اور اس کے فلسفیانہ علل واسباب بتائے ہین - ڈاکٹر موصوف کی دیگر تصنیفات کی طرح اس کتاب کی ترتیب بھی بالکل منطقیانہ طور پر دی گئی ہے یعنی ہر فصل دوسرے فصل کیساتھ اس قدر مربوط ہے کہ جب تک ان دونون کو ملا کر نہ پڑہا جائے مسئلہ کی اصل حقیقت واضح نہین ہوتی - تاہم مولوی صاحب ممدوح نے ناظرین وکیل کی دلچسپی کے لئے اس کی ابتدائی فصل کا خلاصہ جس مین قومون کی تقسیم جدید اصول پر کی گئی ہے ہمین عنایت فرمایا - جسکو ہم شکریہ کیساتھ درج کرتے ہین - ایڈیٹر "وکیل"

نباتات وحیوانات کی طرح قدرت کی بوقلمونیون کا سب سے عجیب وغریب مظہر انسان ہے - افراد کے تشخصات ایک طرف - خود ہر قوم - ہر ملک - ہر نسل مین اس قدر عظیم الشان اختلافات موجود ہین - کہ انسانیت کے مفہوم کلی کے سوا ان مین کسی قسم کا اشتراک نہین پایا جاتا - اس بناپر سوال یہ ہے کہ اگر اس وصف کلی سے قطع نظر کرلی جائے - تو مختلف قومون کی تقسیم وامتیاز کا کیا معیار قرار دیا جا سکتا ہے ؟ - علمائے طبیعین نے رنگ روپ ڈیل - ڈول - قدوقامت - اور دماغی ساخت کے اختلاف کو انواع انسانی کا مایہ الامتیاز قرار دیا ہے - یورپین قومون کا رنگ سفید ہوتا ہے - حبشی سیاہ فام ہوتے ہین - چینیون اور جاپانیون کا رنگ زرد ہوتا ہے - غرض ہر قوم جسمانی اوصاف کے لحاظ سے دوسری قوم سے مختلف ہوتی ہے - اور انہی اغراض جسمانیہ کے اشتراک واختلاف کی بناپر انسانون کو مختلف انواع مین تقسیم کیا جاتا ہے - ظاہر بین نگاہین اگرچہ اس تقسیم کو صحیح سمجھتی ہین لیکن درحقیقت یہ جامع تقسیم نہین ہے - جسمانی تفریق وامتیاز کا مظہر صرف وہی قومین ہوسکتی ہین - جن مین خلقتہً کسی قسم کا اتحاد نہین ہوتا - اس لئے ان امتیازات کی بناپر انسان کی تقسیم صرف حبشی - یوروپین - چینی - غرض اسی قسم کی چند محدود انواع مین ہوسکتی ہے - لیکن دنیا مین متعدد قومین ایسی بھی ہین - جن کے رنگ روپ - ڈیل ڈول اور خط وخال مین کوئی نمایان اختلاف نہین پایا جاتا - بایں ہمہ ان کی قومیت مختلف ہے - ان کے احساسات مختلف ہین اور احساسات وجذبات کے اختلاف نے ان کے عقائد - ان کے تمدن - اور ان کے علوم وفنون مین بھی اختلاف پیدا کردیا ہے - ایک اسپینش (باشندہ اسپین) اور ایک انگریز جسمانی حیثیت سے متحد الاوصاف

ہین - لیکن دونون کو ایک ہی نوع کا فرد قرار نہین دیا جا سکتا - کیونکہ ان دونون کے درمیان ایک ایسی عقلی حد فاضل قایم ہے - جو ان دونون قومون کی تاریخ کے ہر صفحہ سے نمایان ہوتی ہے - اسی بنا پر بعض لوگون نے اس قسم کے متشابہ الخلقۃ قومون کی تقسیم کا معیار زبان - مذہب - اور نظام سیاست کے اختلافات کو قرار دیا ہے - لیکن اس تقسیم کی غلطی اس قدر واضح ہے کہ اسپر بحث کرنے کی ضرورت نہین -

لیکن ابھی ہم کو نوع انسانی کی صحیح و جامع تقسیم سے مایوس نہ ہونا چاہیئے - انسان صرف چند جسمانی اغراض کے مجموعہ کا نام نہین ہے - وہ اپنے اندر ایک غیر متبدل روح بھی رکھتا ہے - اس لئے اگر ان اغراض کا اختلاف - زبان کا اختلاف ملک کا اختلاف - نظام سیاست کا اختلاف - نوع انسان کی صحیح تقسیم نہین کر سکتا - تو ہمکو علم النفس اس مقصد مین کامیاب بنا سکتا ہے - کیونکہ اس کی روشنی مین ہمکو ان اخلاقی و عقلی اوصاف کی جھلک نظر آتی ہے - جو عقائد - سیاست اور فنون لطیفہ کے ذریعہ سے قومون کے درمیان اختلافات و تغیرات پیدا کرتے ہین اور انہی اوصاف کے مجموعہ سے ہر قوم کے قالب مین ایک جدید روح پیدا ہوتی ہے -

عناصر کی ترکیب سے جو مزاج پیدا ہوتا ہے - اس کے علاوہ ہر قوم کا ایک عقلی مزاج بھی ہوتا ہے - جو استقلال - استحکام اور پایداری مین اغراض جسمانیہ سے کسی طرح کم نہین ہوتا اگرچہ اس عقلی مزاج کو نظام جسمانی - یعنی دماغی ساخت سے ایک خاص قسم کی مناسبت ہوتی ہے - تاہم ابتک علمی ترقی اس مناسبت کی حقیقت کے دریافت کرنے سے عاجز ہے - اس لئے ہم اس کو تقسیم انواع انسانی کا قاعدہ کلیہ نہین بنا سکتے -

یہہ اخلاقی اور عقلی اوصاف جن کے مجموعہ سے ہر قوم مین ایک مشترک روح پیدا ہو جاتی ہے زمانہ کے سینکڑون برس کی گردشون کا نتیجہ ہوتے ہین - اس لئے وہ ہر قوم کے عہد گزشتہ کا خلاصہ - اس کے آبا و اجداد کی وراثت اور اس کی موجودہ روش کا سبب اولین ہین -

اگرچہ بعض افراد مین یہ اوصاف مختلف طور پر پائے جاتے ہین - لیکن عوارض جسمانی کیطرح قوم کی غالب تعداد ان اوصاف مین اشتراک رکھتی ہے - اور وہ ان عوارض کی طرح ہمیشہ نئی نسل کے ساتھ نئے اور تازہ ہوتے رہتے ہین - انہی اوصاف کے مجموعہ سے وہ وصف عام پیدا ہو جاتا ہے - جسکو کسی قوم کا نظام اخلاق کہا جاتا ہے - اور یہی معتدل اخلاقی روش ہر قوم کے

کارناموں کا دیباچہ ہوتی ہے۔مثال کے طور پر اگر ہم ایک ہزار فرنچ۔ ایک ہزار انگریز۔ اور ایک ہزار چینیوں کا الگ الگ مجموعہ فرض کریں تو ان میں ہر موقع پر باہم عظیم الشان اختلاف نظر آئیگا۔ یا اینہمہ ان قوموں کے ہر فرد میں ان اوصاف کی نمایاں جھلک نظر آئیگی۔ جو ان کی مخصوص قومیت کا لازمی نتیجہ ہیں۔ علماے طبیعئین نے (مثلا) کتے اور گھوڑے کی دو جداگانہ نوعیں اس بنا پر قرار دی ہیں۔ کہ ان جانوروں کے مخصوص اوصاف مشترک طور پر صرف انہی کے افراد میں پاے جا سکتے ہیں اور دوسرے جانوروں کے افراد میں ان کا وجود نہیں پایا جاتا۔ بعینہ اسی اصول کے موافق ہم فرنچ۔ انگریز اور چینیوں کو الگ الگ انواع میں تقسیم کر سکتے ہیں کیونکہ ان قوموں کے اخلاقی و عقلی اوصاف میں بھی کسی دوسری قوم کا فرد شریک نہیں ہو سکتا۔

اگر کسی قوم پر اس قدر زمانہ گزر جاے کہ اس کے عناصر اور افراد میں امتزاج پیدا ہو جائے۔ تو ہر شخص نہایت آسانی کے ساتھ ان افراد کے اندر اس معتدل اخلاقی روش کا مطالعہ کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی جدید ملک میں قدم رکھتا ہے تو سب سے پہلے اس کو ان ہی عام قومی اخلاق کا منظر نظر آتا ہے۔ جو بار بار اس کی نگاہ سے گزرتے رہتے ہیں۔ ان عام قومی اخلاق کے علاوہ ہر فرد کا ایک ذاتی خلق بھی ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس کثرت سے بار بار نظر نہیں آتا۔ اس لئے ایک سیاح کی نگاہ اس پر نہیں پڑتی۔ اسی بنا پر انسان اول نظر میں ایک انگریز۔ ایک اٹالین اور ایک اسپینشن کو پہچان لیتا ہے۔ اور نہایت آسانی کے ساتھ ان کے مخصوص اخلاقی و دماغی اوصاف کو ان کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

یہہ اوصاف اگرچہ الگ الگ ہر فرد پر منطبق نہیں ہوتے۔ لیکن تمام قوم اس معیار پر ٹھیک اُترتی ہے۔

قوم میں یہ متحدہ مزاج عقل جن اسباب کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ وہ علم وظائف الاعضاء میں مذکور ہیں۔ اور ان کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان صرف اپنے ماں باپ کی اولاد نہیں۔ بلکہ اپنے پورے سلسلہ خاندان کا فرزند ہے۔ ہر ملک اور ہر قوم کے نظام اخلاق کا مبدء اولین اس کے آبا و اجداد ہیں۔ اس کا مایہ خمیر اور قالب بالکل متحد ہے۔ اور وہ ہمیشہ اسی زنجیر کی طرف کھنچتی رہتی ہے۔ جسکی وہ آخری کڑی ہے۔ پس انسان مادر وطن کی پرستش صرف جذبات و احساسات ہی سے متاثر ہو کر نہیں کرتا۔ بلکہ ان جذبات کے پیدا کرنے میں نظام جسمانی کی طرح موروثی نظام اخلاق کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے

بہرحال انسان کی عملی زندگی کے موثرات کو سادہ طور پر تین قسمون مین منقسم کیا جا سکتا ہے

(۱) آباواجداد یعنی گزشتہ سلسلہ خاندان کا اثر جو تمام اسباب سے زیادہ قوی ہوتا ہے

(۲) باپ ماں کا اثر۔

(۳) ملک۔ جغرافی حدود۔ آب و ہوا۔ اور گرد و پیش کی چیزون کا اثر۔

بعض لوگون نے انسان کے نظام اخلاق کے اسباب مین اسی تیسری قسم کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ لیکن درحقیقت وہ ان تمام موثرات مین سب سے کم درجہ کی چیز ہے۔ ملک۔ آب وہوا۔ اور اُن تمام مادی و روحانی چیزون کا اثر جو اُن کے تحت مین داخل ہین۔ انسان کی تمام زندگی بالخصوص زمانہ تربیت پذیری مین بہت کم نمایان ہوتا ہے البتہ ان کا اثر درحقیقت سلسلہ خاندان کے ذریعہ سے انسان کے رگ وپے مین سرایت کرتا ہے ورنہ وہ بذات خود کوئی اہم چیز نہین۔

اس لحاظ سے انسان اپنی عملی زندگی مین صرف اپنی قوم کا بیٹا ہوتا ہے۔ اور وہ تمام خیالات واحساسات جن کو لیکر وہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کی قوم کی روح ہوتے ہین اس روح کی حقیقت اگرچہ مخفی ہے۔ لیکن اس کے آثار آفتاب کی طرح نمایان ہین۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ قومون مین تغیرات وانقلابات پیدا ہوتے ہین۔

قوم اس مجموعہ خلیات سے مشابہ ہے۔ جس سے ہر فرد پیدا ہوتا ہے۔ ان خلیات کی زندگی کا زمانہ بذات خود نہایت مختصر ہوتا ہے۔ لیکن جو ذات ان سے پیدا ہوئی ہے وہ مدتون تک زندہ رہتی ہے۔ اس لحاظ سے ہر خلیہ وہ زندگی رکھتا ہے۔ ایک تو اُس کی شخصی زندگی۔ جو خود اس کو زندہ رکھتی ہے۔ دوسری وہ کلی زندگی جس سے وہ فرد زندہ رہتا ہے۔ جو ان خلیات کے مجموعہ سے پیدا ہوا ہے۔ بعینہ اسیطرح قوم کا ہر فرد ایک نہایت محدود شخصی زندگی رکھتا ہے۔ لیکن اس کی کلی زندگی جو اس مجموعہ قوم کی زندگی سے عبارت ہے۔ جو اس فرد کی طرح دوسرے افراد سے بھی مرکب ہے۔ نہایت طویل اور غیر فانی ہوتی ہے۔ اسی اخیر زندگی کا نام قومی زندگی ہے۔ اور قوم ہمیشہ اس کے آثار و نتائج سے متاثر ہوتی رہتی ہے۔

اس بنا پر قوم کو ایک ابدی ذات سمجھنا چاہیئے۔ جو زمانہ کے قیود سے آزاد ہے۔ اور یہ ذات صرف ان ہی زندہ افراد سے مرکب نہین۔ جنھون نے اس کو ایک محدود زمانہ مین

ترقی دی ہے - بلکہ اس کا ایک عنصر وہ مردے بھی ہین - جو اُس قوم کے آباواجداد تھے -
اس لئے قوم کے حقیقی مفہوم پہنچنے کے سمجھنے کے لئے ماضی و مستقبل دونون کا پیش نظر
رکھنا ضروری ہے - لیکن ان دونون عنصرون مین مردون کا اثر زیادہ قوی ہوتا ہے - کیونکہ
ان کی تعداد زندہ افراد سے زیادہ ہوتی ہے - اور غیر شاعرانہ زندگی مین انہین کا اثر زیادہ
نمایان ہوتا ہے - پس قوم زندہ لوگون سے زیادہ مردون کے نقش قدم پر چلتی ہے - زندہ
افراد نے صرف قوم کو پیدا کیا ہے - لیکن عدم آباد کے رہنے والون نے زندہ افراد مین خیالات
و جذبات کی روح پھونکی ہے - زمانہ کی ہر حرکت کا مبدء مردون ہی کی ہڈیان ہوتی ہین -
کیونکہ قوم صرف مادیات ہی مین اپنے اسلاف کی پیروی نہین کرتی - بلکہ وہ ان کے جذبات
و احساسات سے بھی متاثر ہوتی ہے -

اگرچہ کوئی قوم نوع حیوان کی تکوین کی طرح مزاج عقلی کے پیدا کرنے مین بہت زیادہ طویل
زمانہ کی محتاج نہین ہوتی - تاہم یہہ مزاج چند دنون مین ہی نہین پیدا ہو جاتا - چنانچہ
اس کے ثبوت مین فرنچ قوم کو پیش کیا جا سکتا ہے - جسکے جذبات و احساسات مین پوری
دس صدیون کے بعد اتحاد پیدا ہوا ہے - اور اب تمام قوم کے قالب مین ایک ہی روح
نظر آتی ہے - بایں ہمہ یہہ عمل تولید آب تک مکمل نہین ہوا ہے اور شورش فرانس کا بڑا سبب
اسی ضمیر کی خامی ہے - گزشتہ زمانہ مین ملک فرانس مختلف فرقون کا مرکز تھا - اور ہر گروہ
کے خیالات و احساسات باہم نہایت مختلف تھے - اس بنا پر ایسی مختلف الاجناس قوم کو
دفعتہً متحد نہین کیا جا سکتا تھا - فرانس مین اکثر اوقات جو جھگڑے اُٹھہ کھڑے ہوتے ہین
اس کا سبب بھی یہی ہے - لیکن انگلستان مین یہہ اتحاد درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے وہان ہر فرقہ ایک
ہی رنگ مین ڈوبا ہوا نظر آتا ہے - اور اس امتزاج نے اُن مین وہ اصول ثلاثہ پیدا
کر دئے ہین - جن سے اُس قوم کی روح پیدا ہوئی ہے - یعنی انگریزون کا (۱) احساس
عام ہے (۲) ان کے فوائد عام ہین (۳) ان کے عقائد عام ہین - اور دنیا مین جب کوئی
قوم اتحاد و امتزاج کے اس درجہ پر پہنچ جاتی ہے - تو خود بخود غیر محسوس طور پر تمام افراد اپنے
فوائد مین متحد ہو جاتے ہین - اور منازعات و مخاصات کے اسباب کا قلع قمع ہو جاتا ہے
جذبات - خیالات - عقائد اور منافع عامہ کا اتحاد ایک ایسی چیز ہے جو مزاج عقلی کے اتحاد کو
مستقل اور پایدار بنا دیتا ہے - اور اس کے ذریعہ سے ہر قوم تسلط عام حاصل کر لیتی ہے

قدیم زمانے مین روما کو اسی کی بدولت عروج حاصل ہوا تھا اور آج انگلستان اسی کی برکت سے
معراج کمال کو پہونچگیا ہے - لیکن جب اتحاد کا یہ شیرازہ درہم برہم ہوجاتا ہے - تو قوم کی جمعیت بھی
ٹوٹ جاتی ہے - یہ موروثی جذبات - خیالات اور رسوم وعقائد - جن سے جماعت انسانی کی روح
پیدا ہوتی ہے - ہر زمانہ اور ہر قوم مین موجود تھے - لیکن اُن کو بتدریج ترقی حاصل ہوئی اس روح
کا مظہر اول خاندان تھا - پھر اس سے منتقل ہوکر وہ گاؤن مین پہونچی - گاؤن سے نکل کر اس نے شہر
کو اپنا مرکز بنایا - پھر تمام ملک مین پھیل گئی - اور اب چندروز سے تمام دُنیا کے قالب مین نظر
آرہی ہے - چنانچہ اس زمانہ مین وطنیت کا خیال اسی روح نے پیدا کیا ہے - کیونکہ جب تک
یہ روح کامل نہین ہوتی - یہ خیال تاریکی مین چھپا ہوا رہتا ہے - یونان مین یہ روح صرف شہر تک
محدود تھی - اور ملک کا ہر فرد دوسرے سے بیگانہ تھا - اسی بناپر وہان وطن پرستی کو ترقی نہین
ہوئی اور ملک مین ہمیشہ جنگ وخون ریزی کا بازار گرم رہا - اسیطرح ہندوستان مین بھی
دو ہزار برس سے دیہاتون کے سوا کوئی عام ملکی وقومی اتحاد نہین پیدا ہوا - اس لئے وہ اس
زمانہ سے آج تک غیر قومون کا جولان گاہ بنا ہوا ہے - ہر قوم اس مین نہایت آسانی سے حکومت
قایم کرلیتی ہے - اور وہ نہایت آسانی کیساتھ اس کے ہاتھ سے نکل بھی جاتی ہے -

شہریت کا اتحاد اگرچہ جنگی قوت کے لحاظ سے ضعیف ہوتا ہے - اور شہریت کی روح اگرچہ
بہ نسبت وطنیت کی روح کے محدود ہوتی ہے - تاہم تمدنی ترقی پر اس کا نہایت گہرا اثر پڑتا ہے
چنانچہ زمانہ قدیم مین ایتھنز - اور قرون وسطی مین فلورنس اور بندقیہ مین اس روح کے تمدنی
نتائج کا جلوہ نظر آسکتا ہے - جب چھوٹے چھوٹے شہرون اور ملکون پر ایک ممتد زمانہ گزرجاتا
ہے اور وہ باہم ایک دوسرے سے علیحدہ اور بے تعلق رہتے ہین - تو ان مین ہر ملک اور
ہر شہر کی ایک مستقل اخلاقی روح پیدا ہوجاتی ہے - جو دوسرے سے اس قدر مختلف اور
بے میل ہوتی ہے کہ ان کی باہمی ترکیب وامتزاج سے ایک متحدہ قومی روح نہین پیدا
ہوسکتی - اور اگر کبھی موانع وعوائق کے فقدان سے ایسا ممکن بھی ہوتا ہے تو یہ عمل ترکیبی
چند دنون مین مکمل نہین ہوتا - بلکہ اس کے لئے ایک زمانہ دراز کی ضرورت ہوتی ہے - اور وہ
ریشلیو اور بسمارک جیسے مدبر کا محتاج ہوتا ہے - بعض حالتون مین اگرچہ استثنائی اسباب
کے اثر سے بعض ملک (مثلاً اٹلی) دفعتہً ایک متحدہ سلطنت کے قالب مین ڈھل جاتے ہین
لیکن یہ خیال صحیح نہین کہ انہون نے اس انقلاب کے ذریعہ سے اپنے اندر کوئی مشترکہ قومی روح

بھی پیدا کرلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اٹلی مین مختلف فرقون کو دیکھتے ہین۔ جن کا انتساب خاص اپنے وطن کی طرف ہوتا ہے۔ لیکن ہمکو وہان خالص اٹالین نظر نہین آتے۔ ہر وہ قوم جو شاندار تمدن اور قدیم تاریخ کا سرمایہ رکھتی ہے۔ جب تک اس کی حالت مین توحد یک رنگی نظر آئے۔ اس کو مصنوعی یا تاریخی قوم کا لقب دینا موزون ہوگا۔ زمانہ موجودہ مین جہان غیر وحشی ممالک کے فطری اور نیچرل قومون کا وجود نظر نہین آتا۔ ہمکو صرف وحشی ممالک ہی مین خالص اور بے میل قوم نظر آسکتی ہے۔ یہ تمام متمدن قومین تو بالکل تاریخی اور مصنوعی قومین ہین۔ لیکن ہمکو فطری اور مصنوعی قومون کے تفریق کی ضرورت نہین۔ ہمارا موضوع بحث دونون کو شامل ہے۔ ہم صرف اُن اوصاف سے غرض رکھتے ہین۔ جو ہر قوم مین ایک طویل زمانہ کے بعد پیدا ہو جاتے ہین۔ اور چند صدیون کے بعد ایک ایسی مستقل صورت اختیار کر لیتے ہین۔ جو ہر قوم کو دوسرے سے ممتاز کر دیتی ہے۔

عجیب وغریب پھول

از اودہ اخبار مطبوعہ ۱۲ اگست ۱۹۱۵ء

ہمعصر سول اینڈ ملٹری گزٹ اپنی تازہ ترین اشاعت مین انواع و اقسام کے پھولون کے متعلق کچھ دلچسپ حال درج کرتا ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔

(۱) چین مین ایک ایسا پھول کھلتا ہے۔ جو دھوپ مین سرخ اور چاندنی مین زرد ہوجاتا ہے

(۲) انگریزی قسم کا ایک پھول آشراقی ایسا ہے جو اگر موسم اچھا ہو۔ تو صبح کے ۵ بجے کھل جاتا ہے۔ ورنہ نہین کھلتا۔

(۳)- جزیرہ سماٹرا جو ہندوستان کے جنوب مشرق مین واقع ہے۔ وہان ایک قسم کا پھول ہے۔ جو سوسن کے مشابہ ہوتا ہے۔ ایسی خوشبو نکلتی ہے۔ کہ کوئی جاندار وہان زندہ نہین رہ سکتا۔ اس کی خوشبو سورج نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے اور سورج چھپنے کے بعد بہت ہی تیز ہوجاتی ہے۔ جو جانور اس کے پودے کے پاس جاتے ہین۔ فوراً مر جاتے ہین۔ جس شخص نے اول اول اس پھول کو دریافت کیا تھا وہ مرتے مرتے بچا۔

(۴)- جزیرہ جاوہ مین جو سماٹرا کے مشرق مین ہے۔ ایک عجیب باغ ہے اس کے

ساتھ ہی سارے پھول کھلتے ہین- اور ساتھ ہی مرجھاتے ہین-

(۵)- مدراس کے مدرسہ زراعت مین ۱۸۹۶ء مین ایک پھول آیا تھا- جس کی لمبائی ۴۶ انچھ اور چوڑائی ۱۴ انچھ تھی اور رنگ سرخی مائل سفید تھا-

(۶)- جزیرہ فلپائن مین جو بحر الکاہل مین ہین ایک بہت بڑا پھول دیکھنے مین آیا ہے- جسکی پانچ گول پنکھڑیان ہوتی ہین- ایک ایک پنکھڑی کی چوڑائی ایک ایک گز ہوتی ہے- کہتے ہین کہ ایک پھول وزن مین ۱۱ من کے قریب ہوتا ہے-

(۷)- جزیرہ فلپائن کے پاس ہی ایک اور جزیرہ ہے- جس کا نام سنڈ وانہ ہے- یہان ایک پھول سورج مکھی کی قسم کا سمندر سے دو ہزار فٹ کی بلندی پر کثرت سے اُگتا ہے- کہتے ہین کہ یہہ دُنیا مین سب سے بڑا پھول ہے- وہان اس کو باقاعدہ بوتے ہین- سال بھر مین اس سے ۲۵ لاکھ ٹن بیج حاصل ہوتے ہین- وہان کے باشندے اسے بھون کر یا کچا کھاتے ہین- اس کی چھال سے تیل نکلتا ہے- جو قندیلون مین جلایا جاتا ہے- سورج مکھی ہندوستان مین بھی عام ہے- مگر یہان باغ کی سجاوٹ کے سوا اس سے عمدہ کام نہین لیا جاتا- سورج مکھی کے درخت مین بڑا فائدہ یہ ہے کہ جہان اس کے درخت ہوتے ہین- وہان بخار پیدا نہین ہوتا ہے تاتار مین پیاز اور لہسن کی بو کو بہت اچھی خوشبوؤن مین سمجھتے ہین- تاتار مین عورتین پیاز کا چھلکا سنہ اور ہاتھ پر مل کر بہت خوش ہوتی ہین- اور گلاب کی خوشبو سے ناک بھون چڑھاتی ہین

خوراک

ماخوذ از اودہ اخبار مطبوعہ ۱۳ اگست ۱۹۱۵ء

خوراک کا مسئلہ ایک ایسا ہے کہ جس کا خیال ہر ایک باتمیز شخص کے دل مین کبھی نہ کبھی آتا ہے- کیونکہ اسکی خوراک ہی عام طور سے اس کی تندرستی اور خوشی منحصر ہے- ایک جرمن ضرب المثل جو کہ مناسب معلوم ہوتی ہے اسطرح ہی کہ "آدمی جو کچھہ کھاتا ہے- خود اسی کا نمونہ ہوتا ہے" اور یہہ ایک بڑی حد تک ہے بھی ٹھیک- کیونکہ وہ آدمی جو خراب اور غیر موافق خوراک کھاتا ہے- تو اس سے گندہ اور بیمار خون پیدا ہوتا ہے- جسکی وجہ سے اس کا جسم بیمار ہو جاتا ہے- کہا جاتا ہے انگلستان مین مالدار آدمی جو کچھہ چاہتے ہین- کھاتے ہین اگر ایک ایسے ملک مین جو کہ دنیا کی رہنمائی کا دم بھرتا ہے- یہہ افسوس ناک حالت ہے- ہر ایک حیوان کی مقررہ خوراک

ہوتی ہے۔ جیسے وہ پھل پھول سکتا ہے - بیماریاں کم ہوتی ہین اور وہ جوان تندرست رہتا ہے
انسان بھی بناوٹ کے لحاظ سے ایک حیوان ہے اور اس کی بھی ایک مناسب خوراک مقرر ہے
اگر وہ وہی خوراک کھاتا ہے تو وہ اور خوشی سے رہیگا - زیادہ دیر تک زندہ رہیگا - اور تمام بیماریون سے
جوکہ برا طریقہ رہایش سے پیدا ہوتی ہین بچا رہیگا - انسان کی بناوٹ ہی خاص خوراک کی طرف
اشارہ کرتی ہے - اور جتنا وہ اس خوراک سے جوکہ اس کی بناوٹ ظاہر کرتی ہے پیچھے ہٹتا ہے
اسی قدر اس کی صحت بگڑجاتی ہے اور اس کی عمر کم ہو جاتی ہے - انسان ہر ایک چیز پر گزارہ کرسکتا
ہے - لیکن چونکہ وہ ایسا کرسکتا ہے - اس لئے اسے ضرور ایسا کرنے کے لئے کوئی دلیل
نہین - انسان مٹی یا خاک کیڑے مکوڑے گھونگے - مچھلیان - مرغ اور دوسرے چارپائے
اور اپنے جنس کو بھی کھا لیتا ہے اور ہر ایک قسم کے پودون اور اُن کے بیج - مغز - اور پھل اور
جڑون پر بھی گزارہ کرسکتا ہے - وہ ان تمام چیزون سے پرورش پا سکتا ہے - لیکن خاص خاص
چیزین ایسی ہین - جوکہ کھانے کے بعد اس مین بیماری پیدا کرتی ہین - وہ آدمی جو ان کو استعمال
کرتا رہتا ہے - بہت بیوقوف ہے - کیونکہ تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسی چیزین بیماری پیدا کرتی
ہین اور موت جلد پیدا کرتی ہین - تاہم بعض آدمی جو خوراک کھاتے ہین - یہہ بات کبھی دریافت
نہین کرتے کہ وہ اچھی اور مناسب ہین - لیکن وہ ان کو اس واسطے کھا لیتے ہین کہ وہ ان کے
سامنے رکھی گئی ہین - اور اُن کا کھانا ایک دستور ہے - مین اپنے ناظرین سے التجا
کرون گا کہ وہ صرف وہی خوراک کھائین جوکہ اُن کی بناوٹ اشارہ کرتی ہے اور تجربہ اُنکی
اچھائی کا ثبوت دیتا ہے - ان کو صرف فیشن ہی پر نہین چلنا چاہیئے - اگر وہ اس طریقہ پر جوکہ
مین بیان کرون گا عمل کرین گے تو وہ اچھی زندگی بسر کرین گے اور وہ خوراک کی پیدا کردہ بیماریون
سے جوکہ ہماری بیماریون کا ۹/۱۰ حصہ ہوتی ہین بہت کم تکلیف اُٹھائین گے - خوراک کی تعریف یہ
ہوسکتی ہے کہ کوئی چیز جوکہ جسم کو طاقت اور مضبوطی بخشے اگر کوئی چیز ایسی ہے جوکہ جسم
کی جمع شدہ طاقت کو خرچ کرنے کے قابل بنا دیتی ہے وہ خوراک نہین ہے - بلکہ وہ محرک
(جوش کنندہ) ہے بناوٹ کے لحاظ سے ہماری خوراک چار چیزون سے بنتی ہے - مثلاً
کاربن نائٹروجن - آکسیجن اور ہائیڈروجن ان کے ساتھ چونہ - مگنیشیا - سوڈا - پوٹاش وغیرہ
کے نمک اور لوہا فاسفورس اور دوسرے معدنی مادون کی بہت تھوڑی مقدار شامل کرنی
چاہیئے - ان کا ملاپ خاص حالتون مین ہونا چاہیئے ورنہ وہ بیفائدہ ہونگی - مثلاً اگر

ایک کوئلہ لیکر اس کو امونیا کی شراب اور پانی مین بھگوئین تو مندرجہ بالا چار جز اُس مین پائے جائینگے مگر یہ ہماری خوراک نہین ہے۔ کیونکہ جسم اس کو ہضم نہین کرے گا اگر ہم اس کوئلہ کو جلا کر اس کو کاربانک ایسڈ گیس مین بدل دین تب پودہ اپنے پتون کے ذریعہ سے اسے جذب کر لے گا۔ نیز اگر ہم اپنے پودے کی جڑون کو پانی اور امونیا کے ساتھ نمک دار کر دین۔ تا کہ وہ اُن کا کچھہ حصہ جذب کرے تو پودہ ان مادون کو جذب کر کے پتہ تنا اور پھل بنا دیگا۔ تب ہم پھل کھا سکتے ہین۔ جس سے ہمارا جسم پرورش پا سکتا ہے اگرچہ وہ ان نامکمل حصون کو جس سے کہ پھل بنتا ہے جذب نہین کرے گا۔ اِس طرح سے ہم دیکھتے ہین کہ وہ ان چیزون کی مقدار خاص حالت مین ہونی چاہیئے اس سے پہلے کہ جسم ان کو ہضم کرے۔ مین اپنے ناظرین سے درخواست کرتا ہون کہ وہ اس بات کو یاد رکھین کیونکہ مین اس کو یہ ثابت کرنے کے لئے کہ کئی ادویات بجائے فائدہ کے نقصان دہ ہوتی ہین۔ کسی اور جگہ استعمال کرون گا۔ ان مفردات مین سے کاربن جس سے کہ جسم کو طاقت اور گرمی پہونچتی ہے۔ بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد نائٹروجن ہمارے گوشت کے عضلات کے لئے اور آکسیجن اور ہائیڈروجن ہمارے جسم کے لئے پانی بناتی ہے جبکہ مختلف معدنی مادون سے ہڈیان دانت اور دوسرے جسم کے سخت حصے بنتے ہین۔ ہر ایک زندہ جانور خواہ اس کو طاقت ذرخوردبین ہی سے کیون نہ دیکھہ سکین صرف وہی خوراک ہضم کرتا ہے جو کہ اُس کی بناوٹ کے مطابق ہوتی ہے۔

(انسانی خوراک بناوٹ کے لحاظ سے)

انسان کے واسطے مناسب خوراک تلاش کرنے کے واسطے اس کے جسم کی بناوٹ کا دوسرے جانورون کی بناوٹ کے ساتھہ مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ انسان بھی دوسرے جانورون کی طرح دکاش (آہستہ آہستہ) تکمیل کا نتیجہ ہے اور اب انسان کا سب سے نزدیکی تعلق دبن مانس ایک قسم کا بندر سے ہے ہماری بناوٹ کا اس جانور سے بہت تھوڑا فرق ہے ہمارا خون ویسا ہے۔ جیسا کہ اس کا ہماری ہڈیان تعداد اور شکل مین ویسی ہی ہین۔ جیسی کہ اس کی ہمارے گوشت کے پٹھے بھی تقریباً ویسے ہی ہین اور اس کے جسم مین وہ تمام اعضا پائے جاتے ہین۔ جو کہ ہمارے بیچ ہین۔ اس کے دیکھنے کی طاقت کی بناوٹ ویسی ہی ہے جیسی کہ ہماری اس کے حواس دخیال بھی ویسے ہی ہین جیسے کہ ہمارے اور اس کی پیدائش بھی اسیطرح ہوتی ہے۔ جیسی کہ انسان کی۔ انسان کے جسم پر بال اسیطرح پائے

جاتے ہین - جیساکہ چند قسم کے بندر دن پر- ان کے پانوُن کی بناوٹ تقریباً ہمارے پانوُن کی ایسی
ہوتی ہے لیکن صرف تہذیب بوٹ اور بجاے درختون کے رہنے کے زمین پر رہنے کی وجہ
سے ہمارے پانوُن ان کی نسبت کم مفید ہوگئے ہین- ان کے زخم بھی اسیطرح مندمل ہوتے
ہین - جیسے کہ ہمارے وہ انہین بیماریون سے مرتے ہین- جن سے کہ ہم اور انہین دواوُن سے
ان کو زہر چڑھ جاتا ہے اور اگر ان کو خراب حالت مین رکھا جاے تو ان کو وہی بیماریان ہوتی
ہین- جو کہ انسان کو اس حالت مین رہنے سے ہوتی ہین-
(اگر وہ بناوٹ اور عادت مین ہم سے ملتے ہین تو ہماری خوراک اُن سے کیون مختلف ہے)
جسکی دلیل یہ ہوگی کہ اول ضرورت اور دوسرے رسم- بندر گوشت خور جانور نہین وہ خاص کر
میوون اناج اور درختون کے سبز حصہ پر گزارہ کرتا ہے- بعض وقت وہ جانورون کے انڈے
اس مین شامل کرلیتا ہے- لیکن وہ کسی جاندار چیز کو کھانے کے واسطے نہین مارتا ہے آدمی کی
بناوٹ کی چار پانچ باتون پر غور کیا جا سکتا ہے - مثلاً دانت - زبان - معدہ - انتڑیان - ناخن
کی بناوٹ جلد پر پسینہ کا آنا اور کھڑے ہونے کی حالت مین رہنا وغیرہ وغیرہ نیز تھوک کے بھی خاص
فعل کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے دانتون کی بناوٹ ظاہر کرتی ہے کہ وہ گوشت پھاڑنے کے لئے
نہین بنائے گئے ہین اُن کی شکل اور تعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کاٹنے توڑنے اور چبانے یا پیسنے کے
لئے بنائے گئے تھے - سامنے کے دانت کاٹنے کے واسطے ہین- جیساکہ سیب کو کھاتے وقت
ہم کاٹتے ہین سوئے بادام وغیرہ کا چھلکا توڑنے کے واسطے ہین- جبکہ ڈاڑھین یا پیسنے والے
دانت نگلنے سے پہلے خوراک کو پیسکر ٹھیک کرنے کے واسطے ہین- زبان ذائقہ کی گلٹیون کی تین
قسمون سے ڈھکی ہوئی ہے - جس سے کہ ہم کو خوراک کی زہریلی حالت یا اچھی حالت معلوم ہوتی ہے -
درحقیقت آدمی کی ایسی زبان ہے - جسکو رفتہ رفتہ ٹھیک ہوکر انسان پھلون - پھولون کو بیشمار
قسمون کے درمیان فرق معلوم کرنے کے قابل بنا دیتی ہے - جبکہ گوشت خور جانورون مین ذائقہ
بہت تھوڑا ہوتا ہے - انسان کا معدہ سادہ ہوتا ہے - اور اس کی انتڑیان ۳۲ فٹ لمبی ہوتی ہین
اور جسکے اندر خوراک کو جلدی گذرنے سے روکنے کے لئے چھوٹے چھوٹے اُبھار ہوتے ہین - اس سے
اس خوراک کی طرف اشارہ ہے کہ جس مین غیر پرورش کنندہ مادہ زیادہ ہو اور خود زیادہ پرورش کنندہ
ہو انتڑیون کا اسقدر کرنیوالا مادہ خوراک مین سے نشو و نما دینے والا مادہ کو جذب کرلیتا ہے - ہاتھ
پاتون کی انگلیون پر کے ناخون شیر یا بلی کے پنجون کی طرح کسی چیز کو پکڑنے کے لئے نہین بنائے گئے

وہ انگلیوں اور انگوٹھوں کے سروں کی حفاظت کرتے ہین اور پھلوں کا چھلکا اتارنے کے لئے بہت مفید ہین۔ جلد پر پسینے کا آنا زیادہ حرارت پیدا کرنے والی خوراک کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جس جگہ کاربن مادہ نائٹروجن کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ جسکو نکالنے کے لئے ہمسکو پسینہ آتا ہے۔ آدمی کی سیدھی شکل حیوانون پر حملہ کرنے اور ان کو پکڑنے کے قابل نہین ہے۔ جب آدمی پانی پیتا ہے تو بلی یا شیر کی طرح چپل چپل نہین پیتا۔ بلکہ بندر۔ بھیڑ اور دوسرے بری خورجانورون کی طرح پیتا ہے غرضکہ انسان کی تمام بناوٹ پھلون پھولون اناج تربوز اور سبزیون کی خوراک کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

انسان نے گوشت کھاکر بہت سی بیماریان پیدا کرلی ہین اور وہ تمام شہادتین جوکہ مجھے ظاہر کرتی ہین کہ گوشت کا کھانا دماغی روحانی اور جسمانی طور سے خراب ہے مین اس بیان کو اپنے ناظرین کے آگے واضح کردینے کی اُمید رکھتا ہون اگر اس سے اُن کی تسلی ہوجائے تو اُن کو حتی الوسع گوشت کے بغیر خوراک کھانی چاہیئے۔

(خوراک کی ضرورت)

انسان کھانے اور پینے کے بغیر پانچ دن تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اگر پانی دیا جائے تو اس سے زیادہ دنون تک زندہ رہ سکتا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جسم کے اندر پرورش کرنیوالے مادے کی خاص مقدار جمع رہتی ہے۔ جوکہ اُس وقت جذب ہوتی ہے۔ جسوقت خوراک نہ کھائی جائے ہمین اس کی مثالین بیماری مین ملتی ہین۔ کیونکہ بیمار ہونے سے پہلے نسبتاً آدمی مضبوط اور طاقتور ہوتا ہے۔ لیکن بیماری کے بعد پتلا اور کمزور ہوجاتا ہے۔ بہت سے مرضون مین بیماری کی حالت مین جسم کمزور ہوجاتا ہے۔ کیونکہ معدہ خوراک کو ہضم نہین کرسکتا۔ اور انسان کو زندگی قایم رکھنے کے لئے صرف جمع شدہ مادہ پر گزارہ کرنا پڑتا ہے جب بیماری ختم ہوچکتی ہے تو جسم زیادہ خوراک جمع کرلیتا ہے جسکی وجہ سے وہ موٹا اور مضبوط ہوجاتا ہے انسان کو ایک کل کیساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ جوکہ خوراک سے چلتی ہے۔ اگر وہ تھوڑا کھاتا ہے۔ تو وہ پوری طاقت سے کام نہین کرسکتا۔ اگر وہ زیادہ کھاتا ہے۔ تو اس کی مشین جلدی ٹوٹتی ہے اور اُسے افسوس کرنا پڑتا ہے۔ ہر ایک خیال لفظ یا کام سے ہماری طاقت خرچ ہوتی ہے (یعنی خوراک) بہت لوگ یہ دیکھکر حیران ہون گے۔ لیکن درحقیقت یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے بڑے بڑے خیال اور کام ہر ایک چیز ہماری خوراک کھانے کا نتیجہ ہین۔ دماغ ایک عضو ہے جو خوراک کو خیال مین بدل دیتا ہے۔ یا اس کو زیادہ واضح کرنے کے لئے دماغ کے ذریعہ سے ہم ایک روٹی کے ٹکڑے کو ایک نظم مین تبدیل کرسکتے ہین۔ جو ممکن ہے اس وقت تک قایم رہے۔ جب تک کہ انسانی نسل قایم ہے اس لئے خوراک کی مناسب مقدار اور خاصیت کی ضرورت ہے۔ اس بات کی کہ ہمین خوراک کی

ضرورت ہے۔ سادہ مثال اس آدمی میں جو کہ صبح کو اُٹھکر کھانا کھا کر بیٹھ جاتا ہے اور پھر دوپہر کا
کھانا کھا کر سونے کے وقت تک لیٹا رہتا ہے۔ ملتی ہے۔ دوسرے دن پہر وہ صبح کا کھانا کھانے کے
لئے تیار ہوگا۔ اور ایسا روز بروز ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمیشہ اپنا کھانا کھانے کے واسطے تیار پایا جائیگا۔
اگر تم اس سے پوچھو گے کہ تم نے کیا کام کیا تو وہ جواب دیگا کچھہ نہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی خوراک
کھانے کے لئے تیار رہتا۔ جیسے اس نے بڑے مزے سے کھایا۔ اس بات کی دلیل کہ کیون وہ کھانے
کے لئے تیار رہتا۔ اور اس کے کھانے کی ضرورت کیون پڑتی ہے۔ یہ ہے کہ گو وہ چارپائی پر لیٹا رہا
لیکن اس کا جسم سست نہین رہا اگرچہ وہ خود اس بات سے بیخبر رہتا اس کا دل تقریباً ایک منٹ
مین ۷۲ دفعہ کی مقدار مین حرکت کرتا رہتا۔ جس مین اس کے نے تجم کی بہت سی طاقت جو کہ ۲۶ ٹن
وزن کو ایک فٹ اونچا اُٹھانے مین صرف ہوتی ہے استعمال ہوئی۔ نیز وہ ایک منٹ مین ۱۶ دفعہ
سانس لیتا رہتا۔ خوراک ہضم کرتا رہتا۔ جس سے جسم کی پرورش ہوتی تھی۔ تھوک۔ آنسو۔ پیشاب
وغیرہ باقاعدہ نکلتے تھے۔ ان سب باتون کو باقاعدہ رکھنے کے لئے خوراک کی ضرورت تھی۔ خوراک
کی باقاعدہ ضرورت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ جسم کو ہمیشہ ایک ہی حرارت پر رکھنا پڑتا ہے۔
انسانی جسم کی حرارت ½ ۹۸ ڈگری فارن ہیٹ کی ہوتی ہے۔ اس بات کا کوئی مضائقہ
نہین کہ موسم کتنا سرد ہے۔ ہمارے جسم کی حرارت ہمیشہ ایک جتنی رہتی ہے۔ اس حرارت کو
قایم رکھنے کے لئے کاربالک کی قسم کی خوراک کی بہت سی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہم لگاتار ریڈیکشن
سے اپنے جسمون سے حرارت کو ضائع کر رہے ہین۔ ہر ایک سانس جو ہم باہر نکالتے ہین
اس سے حرارت کم ہوتی ہے۔ نیز تمام چیزین جو کہ ہمارے جسم سے باہر نکلتی ہین۔ اُنسے بھی
ہماری حرارت کم ہوتی ہے۔ اگر سرد خوراک کھائی جائے تو ضروری ہے کہ اس کی حرارت بھی
جسم کی حرارت کے مطابق ہو جسکی وجہ سے بھی جسم کی حرارت کچھہ کم ہوتی ہے۔ اگر جسم
۹۵ کی حرارت سے زیادہ ٹھنڈا ہو جائے تو ہم زندہ نہین رہ سکتے۔ نیز ہر ایک خیال جو کہ ہم
سوچتے ہین اور ہر ایک چیز جو کہ ہم دیکھتے ہین محسوس کرتے یا سونگھتے ہین۔ اُن سے بھی
ہماری طاقت اور حرارت ان چیزون کے قائم رکھنے کے لئے کم ہوتی ہے۔ اب مین اپنے اصلی
مطلب کی طرف آتا ہون۔ کہ انسان ایک کل ہے۔ جو کہ خوراک کے عوض کام کرتی ہے۔
اور کل کی بناوٹ پر کام کی مقدار منحصر ہے۔ ایک انسان روٹی کا ایک ٹکڑا کھا کر اس کے بدلے
نظم بنا سکتا ہے۔ دوسرا آدمی اس سے تصویر بنا سکتا ہے۔ اور ایک اور آدمی ایک اور

نئی دریافت کرسکتا ہے۔ جبکہ ایک اور انسان جوکہ مضبوط ہے۔ ایک روٹی کا ٹکڑا کھا کر اس کے عوض مین ورزش کے بڑے بڑے کرتب دکھا سکتا ہے۔ ہم جو کچھ کھا کر اپنے تمام کام کرتے ہین اور اس کی تبدیلی انسان کی بناوٹ پر منحصر ہے۔ فولاد کے ایک ٹکڑے سے بہت سی چیزین بن سکتی ہین مثلاً پرکار چھٹا یا ایک توپ لیکن یہ اب بھی فولاد ہی ہے۔ اس کی شکل شباہت کی تبدیلی اسپر منحصر ہے۔ جسنے کہ اسے بنایا۔ پس زیادہ تر ہم اپنی خوراک پر منحصر ہین۔ خوراک کیا ہونی چاہیئے۔ اور ہماری اچھائی یا برائی پر کس طرح سے اثر کرتی ہے اور ہم خوراک کے کھانے سے کسطرح زیادہ دیر تک یا کم عرصہ تک زندہ رہ سکتے ہین مین اس کا بیان آگے لکھنے کی امید رکھتا ہون

(روزانہ خوراک)

مجھے وقتاً فوقتاً بہت سے لوگون سے چھٹیون کی ایک بڑی مقدار آتی رہتی ہے۔ جن مین سے بہت تھوڑے مناسب طریقہ سے رہتے ہین۔ وہ اس قسم کی خوراک کھاتے ہین۔ جو کہ انہین بیمار کردیتی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے مین خوراک پر لکھون گا۔ جس مین روزانہ زندگی کے متعلق خوراک کے قاعدے بیان کرون گا۔ مین اپنے ناظرین کو پھر ایک دفعہ یاد دلاتا ہون کہ خوراک جسم کی پرورش کے لئے کھانی چاہیئے۔ اور صرف اس قدر کھانی چاہیئے کہ جس سے یہ مطلب حل ہوجائے۔ اس سے زیادہ کھانا جسم کی طاقت کو پہلے اس کے جذب کرنے مین اور پھر اس کو باہر نکلنے مین ضائع کردیتی ہے۔ اس طرح سے جو خوراک ہم نے حاصل کرلی ہے زیادہ خوراک کے کھانے سے کم ہوجاتی ہے۔ دوسرا نقص جو کہ مین دیکھتا ہون وہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ زیادہ نائیٹروجن (گوشت بنانے والی) خوراک کھاتے ہین۔ کیونکہ لوگون کے درمیان یہ خیال ہے کہ جس قدر زیادہ گوشت یا حیوانی مادہ کھائین گے۔ اُسیقدر اچھا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر گوشت ایک دو دفعہ سے زیادہ دن مین یا روزچار اونس سے زیادہ کھایا جائیگا تو اُس کا نتیجہ بُرا ہوگا۔ ہمارے اچھے فزیالوجی دان اس بات کا اندازہ لگاتے ہین۔ کہ چار اونس گوشت کی خوراک یا اس کے برابر مٹر۔ ماش۔ لوبیا یا دوسری دالین ہمارے گوشت کی مرمت کے لئے کافی ہین اور زیادہ کام کرنیوالون یا لوہار دن کو چھ اونس (تین چھٹانک) سے زیادہ نہین کھانی چاہئین۔ کام کرنے مین ہم نہ صرف اپنے گوشت عضلات کو تھکاتے ہین بلکہ حرارت اور طاقت پیدا کرنے والی خوراک کو ملا کر اُن سے طاقت حاصل کرتے ہین اگر ہم اپنے جسمون کا اسٹیم انجن کیساتھ مقابلہ کرین تو معلوم ہوگا کہ طاقت کو قایم رکھنے کے لئے ایندھن کی ضرورت ہے۔ جسطرح انجن کے لئے کوئلہ ہے ؞

امریکین تعلیم کے خصائص

ماخوذ از ہندوستانی - ۱۵ سنہ ۱۹ء

اس سرزمین حریت کے تمام کاموں مین آزادی و جمہوریت کی روح جلوہ گر ہے - اس وقت ہمارے پیش نظر امریکہ کا سلسلۂ درس و تدریس ہے - جسکے خصائص قابل دید ہین (۱) وہان امریکہ کے بچون کی تعلیم کے لئے کوئی خاص اسکول نہین ہے - وہان پیدائشی طور پر کسی کو امیر کہلانے کا حق حاصل نہین ہے - نہ وہان کی گورنمنٹ لوگون کو خطابات دیتی ہے - وہان دولتمند صرف وہی ہین - جو اپنی محنت و کوشش سے دولتمند بنتے ہین - لیکن ان کے بچے بھی اُنھی مدرسون مین تعلیم پاتے ہین - جن مین کہ غریبون کے لڑکے پڑھتے ہین - اور جہان تعلیم کا خرچ یکسان ہے - تعلیم دینے کا کام زیادہ تر عورتون کے ہاتھون مین ہے - ابتدائی سے لیکر اعلیٰ اسکولون تک مین زیادہ تر مدرس عورتین ہی ہین - جو تعداد مین مدرسون کی تمام تعداد کا ۸۰ ہین - اس کی وجہ یہ ہے کہ بچون کو پڑھانے کے لئے عورتین زیادہ عمدہ استاد ثابت ہوتی ہین - (۲) لڑکے اور لڑکیان اسکولون اور کالجون مین پہلو بہ پہلو تعلیم حاصل کرتی ہین - وہان کی لڑکیون کی تعلیم کے اسکول اور کالج علیحدہ علیحدہ نہین ہین - اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ امریکہ مین عورتین اعلیٰ تعلیم زیادہ تعداد مین حاصل کرتی ہین اور اس طور سے وہ ملک کی دولتمندی مین مثبت اضافہ کرتی ہین اور ملک مین اجتماعی اور اخلاقی اصلاح اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے کام زیادہ آسانی اور خوبی کیساتھ انجام پاتے ہین - (۳) اسکول اور کالج اجتماعی زندگی کے مرکز ہین تعلیم گاہون کی عمارت کو سوشل کامون اور پبلک تفریحون کے لئے عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے (۴) اسکولون اور کالجون مین ان لڑکون اور لڑکیون کی ہر طور سے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جو اپنی کمائی سے تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہین - یہ لوگ چند گھنٹے روز کارخانہ مین کام کرتے ہین - باغبانی یا بلا ہرج کا کام یا اور کوئی کام انجام دیتے ہین - جس سے تعلیم مین ہرج نہو - بلکہ اس قدر آمدنی ہوجائے - جو تعلیم مین کافی مدد دے سکے - ایسے طالبعلمون کے لئے امریکہ مین اسکولون اور کالجون کی طرف سے کام مہیا کیا جاتا ہے - (۵) امریکہ کے طرز تعلیم کا سب سے نمایان پہلو یہ ہے کہ وہان طلبہ کی گورنمنٹ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہر اسکول اور کالج بجائے خود ایک چھوٹی سی سلطنت ہے جسکے اندرونی معاملات کا انتظام ان استادون اور پروفیسرون کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے

جن کو طلبہ اس کام کے لیئے منتخب کرتے ہین -
اِن مین سے بعض خوبیان ایسی ہین کہ اُن کی تقلید ہندوستان مین آسانی کیجا سکتی ہے - مثلاً لڑکون اور لڑکیون مین خود کما کر تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کرنا اور اسکولون اور کالجون کو اجتماعی تحریکون کے مرکز قرار دینا بیشمار فوائد کا موجب ہو سکتا ہے -
مگر "طلبہ کی گورنمنٹ" یہان ممکن نہین اور لڑکون اور لڑکیون کی یک جائی تعلیم اور زیادہ تر عورتون کو بطور اساتذہ مقرر کرنا ہندوستان مین نہ ممکن ہے اور نہ قرین مصلحت -
بہر حال ہمین امریکن تعلیم کی خوبیون سے فائدہ اُٹھانے کی ضرور کوشش کرنی چاہیئے -

اکس رے کی اہمیت

(ڈاکٹر محمد عمر صاحب اکس رے اکسپرٹ کی شہادت)

ماخوذ از ہندوستانی)

معزز اخبار - آئی - ڈی - ٹی - اپنی اشاعت مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۱۵ء مین الہ آباد کے ایک مقدمہ کی بابتہ جسمین موجودہ ایجاد اکس ریز سے کام لیاگیا - حسب ذیل رقمطراز ہے -
صاحب سب جج الہ آباد ایک مقدمہ کی سماعت کر رہے ہین - جو جائداد غیر منقولہ کے انتقال کی بابت ہے - اس جائداد کے متعلق بہاری لال نے دستاویز لکھی ہے جو رجسٹری بھی ہو چکی ہے اور راد ہے شام مدعی یہ کہتا ہے - کہ بہاری لال ۲۱ برس سے زائد عمر کا ہے اس مقدمہ مین بہاری لال مدعا علیہ کے بھائی کا عذر ہے کہ مدعا علیہ ہنوز نابالغ ہے - اور بدین وجہ جائداد کا انتقال بغیر ولی جائز کے نہین ہو سکتا - اس مقدمہ مین لفٹنٹ کرنل برڈوڈ سول سرجن لکھنؤ اور ڈاکٹر محمد عمر صاحب جو کنگ جارج مڈیکل ہسپتال مین ماہر اکس رے ہین - اکس رے کی مدد سے عمر دریافت کی تھی - لفٹنٹ کرنل برڈوڈ کو آٹھ پلیٹین جو ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے بھیجی تھین دکھلائین - ان کا بیان یہ ہوا کہ جو پلیٹ کہنی کے جوڑ کو دکھلاتی ہے مین رائے اسپر قایم کرتا ہون - کیونکہ ہڈیان سب جڑ گئین ہین اندر اور باہر کی کرٹیان ہڈی بنکر اصل ہڈی مین قایم ہو گئی ہین اور یہ چودہ سترہ اور اٹھارہ کے بیچ مین ہوتا ہے - پس نتیجہ یہ ہوا کہ بہاری لال کی عمر ۱۷ - ۱۸ کی ہے - اس کے بعد ان کو دو گھٹنون کی پلیٹین بھی دکھلائی گئین - اسپر انہون نے یہ بیان کیا کہ یہہ دونون ظاہر کرتی ہین کہ ہڈیان جڑ گئی ہین اور یہ ہڈیون کا

جُڑنا ۱۶-۱۷ کے بیچ مین ہوتا ہے - ان پلیٹون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی عمر ہڈیون کے جُڑنے کے زمانہ سے متجاوز ہو چکی ہے -

ڈاکٹر محمد عمر صاحب جو لکھنؤ مڈیکل کالج مین اکس رے فن کے ماہر ہین - حسب ذیل بیان کیا -

میرے زیر نگرانی اکس رے ہے اور مین بجلی سے بھی علاج کرتا ہون - مین نے خود آٹھ پلیٹین لی ہین اور ان پر غور کرنے سے مین یہ رائے قائم کرتا ہون کہ مدعا علیہ کی عمر ۱۹-۱۹½ کے درمیان ہے -

مڈیکل جورس پروڈینس (medical jurisprudence) کی کتابین ایک خاص وقت تک عمر بتلاتی ہین - اس کے بعد پھر نہین - پھر اُس کے بعد اور شاہدون کی شہادت ہوئی -

اِسلام کی روحانی قوت

ایک مسیحی محقق کے خیالات

(ماخوذ از وکیل امرت سر ۲۸ ستمبر ۱۹۱۵ء)

مورخین زمانہ و حکمت وران عالم اس امر مین متفق ہین کہ مختلف مذاہب عالم کو کسی نہ کسی صورت مین تنزل و انحطاط سے ہم آغوش ہونا پڑا ہے - مذہب کیا ہے ؟ مذہب ایک ایسی طاقت ہے جو اپنے پیرؤن مین ترقی کی روح پھونکتی - اور افراد کی روحانی زندگی کے لئے ایک لازوال قوت محرکہ ثابت ہوتی ہے - ہم جسمانی ورزش اور کثرت سے اپنے اعصاب و عضلات کو مضبوط بنا سکتے - اور بہیم سعی و ہمت و استقلال سے رستم یا سینڈو کا سا جسم حاصل کر سکتے ہین - مگر روحانی قویٰ کا نشو و نما ان طریقون سے حاصل نہین ہو سکتا - اس کے لئے ایک روحانی قوت کا موجود ہونا لازمی ہے - جو انسان کے رگ و پے مین سرایت کر جائے - اور اس کو روحانی حیثیت سے ایک ایسی شاندار ہستی بنا دے - کہ مادی طاقتین اس کے سامنے بیکار محض ثابت ہون -

آج تک جس قدر چھوٹے بڑے مذاہب عرصۂ شہود مین ظاہر ہوئے ہین - ان سب کا مقصد دراصل یہی تھا - لیکن یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین ہے - کہ فطرۃ انسانی کے سامنے تمام مذاہب نے جلد یا بدیر گردن اطاعت خم کری ہے - اور نتیجہ یہ ہوا ہے - کہ کسی مذہب کو بھی اپنے مطمح نظر مین کامیابی حاصل نہین ہو سکی - تاہم دنیا مین ایک مذہب ضرور موجود ہے - جسمین

تنزل کا عنصر معدوم ہے - ہماری مراد دین اسلام سے ہے - جسکے اصول آج تیرہ سو سال کے بعد بھی وہی ہین - جو چھٹی صدی مسیحی مین نزول قرآن کے وقت تھے -
یہہ ہماری اپنی راے نہین ہے - بلکہ ایک منصف مزاج و نکتہ ور مسیحی مصنف ڈوڈلی راسٹام کی ہے - جو علی الاعلان کہتا ہے کہ اسلام کی یہی غیر متبدل حالت اس کی نجات کا باعث ہوئی ہے اور اسی کی بدولت ہم اس کے بیشمار پیرو مہذب دنیا کے طول و عرض مین پاتے ہین - یہ ایک ایسی حقیقت تھی - جسپر حق پسند طبائع کو مسدود ہونا چاہیئے تھا - لیکن مسیحی مخالفین نے اسی کو اپنے اعتراضات کی بنیاد قرار دیا ہے -
اسلامی اصول کی سختی ایک مسلمان کے لئے تنگ ملبوس نہین ہے - کہ اس سے اس کی رفتار ترقی مین مزاحمت پیدا ہو - بلکہ اسلام کی خدمت مین آکر انسان کو پوری پوری آزادی حاصل ہو جاتی ہے - اور اگرچہ مجھکو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیرو ہونے کا فخر نصیب نہیں ہوا تاہم مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے - کہ جہانتک حالات گرد و پیش اجازت دیتے ہین - اسلامی اصول و عمل کی پیروی مین مجھے انتہا درجہ کی شادمانی اور خوشی حاصل ہوئی ہے اور مین ذاتی تجربہ کی بناپر کہہ سکتا ہون کہ اسلامی قوانین پر عمل کرنے مین کچھہ دشواری پیش نہین آتی -
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کے نزول سے پہلے وہ علم حاصل کر چکے تھے - جو ہم مین سے اکثر بہتون کو سیکھنا ہے - یعنی آن حضرت کو خاموش غور و تامل اجتماع قوت خیال - اور ازلی و ابدی خدا و رب العالمین کے ساتھہ گفت و گو کی قدر و قیمت معلوم ہو چکی تھی - وہ کوہ حرا کے غار مین چلے جاتے تھے - اور وہان اُنھین حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے خدا برتر و توانا سے پیغامات آتے تھے -
لیکن اس قسم کے موضوع پر بحث کرنے سے پیشتر ہمین اُن واقعات و روایات مین جن کو تمام مسلمان صحیح و مستند سمجھتے ہین - اور اُن قصہ کہانیون مین جو امتداد زمانہ سے اسلام کے متعلق پھیل گئی ہین - اور جن کو اگر سب نہین تو قریباً تمام مسلمان غلط قرار دیتے ہین - تمیز کرنی چاہیئے - مثلاً ان حکایات پر اعتبار نہین کرنا چاہیئے - جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت باسعادت و عالم طفولیت کے متعلق رائج ہو گئی ہین - جن مین ایک یہ بھی ہے کہ خدا کے حکم سے فرشتے آپ کے دل سے وہ سیاہ قطرہ گناہ نکال کر لے گئے - جو وہان موجود تھا - اور جسکے لیجانے سے آپ کا دل صاف ہو گیا - اور آپ کو نور نبوت سے سرفراز کیا گیا - حقیقت یہ ہے - کہ آپ نے اگرچہ اس بات کا تو دعوی کیا کہ اُن پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے - لیکن اُنھون نے یہ نہین کہا کہ وہ عام انسانون سے

بالاتر ہین - یا اُن مین معجزون کی طاقت ہے - حضور کا عقیدہ تھا کہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کے ماننے والون کے لئے ایک بہترین معجزہ ہے -

حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حیرت انگیز کام کے صحیح موازنہ کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس وقت دنیا کی حالت کس قدر ذلیل تھی اور عیسائیت کے مختلف فرقے باہمی جنگ وجدال مین کس قدر منہمک تھے - سیل "اُس قابل نفرت فسق وفجور" کو تسلیم کرتا ہے - جسمین عیسائیت اُس وقت مبتلا تھی - اور براائیڈ یو کلی جس کے دل مین حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اوران کے کام کے لئے کوئی وقعت نہین اس قدر ماننے پر مجبور ہوا ہے - کہ اُس زمانہ مین عیسائی اپنے مذہب کے جوہر اصلی کو کھو چکے تھے -

"عہد جدید" کے مصنفین کو پہلی صدی کے خاتمہ سے پہلے ہی منحرفین مذہب کا نوحہ لکھنا پڑا تھا اور مختلف فرقون اور جماعتون کی تعداد جن کے مابین نہایت اہم بنیادی اصول کے متعلق اختلاف تھا - رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی گئی - اور اب تک بڑھ رہی ہے - حضرت محمدؐ کے عہد مین ایک فرقہ حضرت مریم کی پرستش بطور خدا کے کرتا تھا - اور دوسرا اپنی قائم کردہ تثلیث مین اُنھین عورت کی جگہ دیتا تھا - ایک اور فرقہ کے نزدیک یسوع مسیح خدا کا بیٹا نہین - بلکہ خدا تھا - جو انسانی شکل مین ظہور پذیر ہوا تھا - کئی اور فرقے بھی تھے - جن کے عقائد ایک دوسرے سے مختلف تھے ایک فرقہ باوجود عیسائی ہونے کے اور حضرت عیسٰی کو محض ایک انسان سمجھنے کے یہودی قانون کا معترف اور یہودی رسوم کا پابند تھا -

اس ابتری وانتشار کی حالت مین حضرت محمدؐ کے ذریعہ سے خدا کا کلام نازل ہوا - جس نے انسان کو خدا کی کامل اطاعت سکھائی - رسول اللہ صلعم کا مقصد اس بت پرستی کو مٹا کر جو قومون مین رائج تھی - لوگون کو خدا کی صحیح پرستش پر مائل کرنا - توحید کامل کا پھیلانا اور کفار کو نور حق سے آگاہ کرنا تھا - کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب تک بت پرستی کا نام ونشان صفحہ ہستی سے نہین مٹایا جائیگا - اُن کو اپنے مقصد اعلٰی مین کبھی کامیابی نہین ہوگی -

ایک قادر مطلق خدا کا یقین دین اسلام کا ایک اہم ترین ابتدائی اصول ہے - ایسا خدا جو تمام دیوتاؤن اور بتون سے بالاتر ہے - رب العلمین ہے اور اس نے کسی کو جنا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے - اور نہ اس کا کوئی شریک ہے - خدا کی وحدانیت ایک ایسا مسئلہ ہے - جسکو قرآن اور علمبرداران قرآن خاص اہمیت دیتے ہین -

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ تو کسی نئے مذہب کے بانی تھے اور نہ انہوں نے اس بات کا دعویٰ ہی کیا تھا۔ قرآن نے بائیبل کو منسوخ نہیں کیا۔ بلکہ تمام کتب مقدسہ کی تصدیق کی۔ اسلام یسوع مسیح کی نبوت سے انکار نہیں کرتا۔ اور نہ اُن کی تعلیمات سے منکر ہے۔ مسلمان اُن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے پکارتے ہیں اور اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ روز جزا سے پہلے مادی شکل میں زمین پر نازل ہوں گے۔

نہ صرف اسلام بلکہ اس سے بیشتر جس قدر مذاہب دنیا میں موجود تھے۔ خدا کی طرف سے نازل ہوئے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ تمام مذاہب الہامی تھے۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باطل پرستوں کے مقابلہ میں جو کامیابی حاصل ہوئی وہ اس کا باعث حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کی موجودگی و معاونت کو قرار دیتے تھے۔ آن حضرت کا لاؤ لشکر کل ۳۱۹ جانبازوں پر مشتمل تھا۔ جبکہ غنیم کی تعداد قریباً ایک ہزار تھی۔ باوجود اس کے آنحضرت کو فتح نصیب ہوئی اور ان کے صرف ۱۴ آدمی شہید ہوئے آنحضرت نے اعلان کیا کہ خدا نے انکی مدد کے لئے پہلے ایک ہزار اور اس کے بعد تین ہزار فرشتے حضرت جبرئیل کے ماتحت بھیجے جنہوں نے مسلمانوں کے بوجھ کو ہلکا کیا۔

اسلامی عقیدہ کے مطابق خدا نے فرشتوں کو آفرینش عالم سے پہلے پیدا کیا تھا اور وہ ان سے بنی نوع انسان کی رہبری و رہنما کا کام لیتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق دنیا میں ایک ذرہ بھی ایسا نہیں ہے۔ جو فرشتوں کی نگہداشت سے باہر ہو۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر فرشتے مصیبت اور ضرورت کے وقت ہماری مدد نہ کریں تو اس کشمکش حیات میں ہمیں اکثر مغلوب ہو جانا پڑتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمیں خدا پر وہ بھروسہ نہیں ہے۔ جو حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاصل تھا۔

اسلام میں یقین اور عقیدہ کے لفظ علم و عمل دونوں کو حاوی ہیں۔ اسلامی عقائد محض رٹ لینے کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ انسانی زندگی کے روحانی و اخلاقی پہلوؤں کا دار و مدار ہی ان ہی عقائد پر ہے۔

اسلام قطعی طور پر ایک عملی مذہب ہے۔ جو باوجود اپنی پابندی اور سختی کے تمام ازمنہ اور تمام اقوام کی ضروریات سے مطابقت رکھتا۔ اور انسان کو اس قابل بناتا ہے۔ کہ وہ اُن فرائض کو بوجہ احسن ادا کرے۔ جو خدا اور خدا کی مخلوق کے متعلق اس کے ذمے ہیں۔

اسلامی عقائد کا ایک ضروری جزو الہام بھی ہے۔ قرآن اس کی کوئی حد قائم نہیں کرتا۔

اور اس کے مطابق ہر ایک قوم وقتاً فوقتاً چشمہ الہام سے فیض یاب ہوتی رہی ہے۔ جواب بھی برابر جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہیگا۔

ناعاقبت اندیشی کی حیرت انگیز مثال

ماخوذ از مشرق ۷ ستمبر ۱۹۱۵ء

عنوان بالا کے تحت مین ایک مضمون جناب صاحبزادہ آفتاب احمدخان صاحب کا نظر سے گزرا جو ۲۸ جولائی کے مشرق مین شائع ہوا تھا۔ نہایت طبیعت خوش ہوئی کہ کیون نہو ٹکسالی لوگ ہین۔ اِن کی قابلیت تو مستند ہے۔ اس قسم کے مضامین محتاج داد نہیں۔ بلکہ اس قابل ہین کہ ان سے ہدایت و رہبری حاصل کی جائے۔ سبحان اللہ کس قدر صائب رائے ہے اور کس متانت اور صفائی کیساتھ اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ واقع مین جو لوگ نیک نیتی سے سوچتے ہین اُن کو اپنے خیالات پبلک کے روبرو پیش کرنے مین ذرا بھی باک نہین ہوتا۔ اور ضرورت بھی اس امر کی ہے کہ ہر قسم کے خیالات روشنی کو دیکھین۔ یعنی جو خیالات اعتدال کی حد سے تجاوز کر گئے ہین ان کو بھی معرض بحث مین لانے کی اجازت گورنمنٹ کو بےخوف و خطر دینی چاہیئے۔ کیونکہ مین پہلے بھی کہہ چکا ہون کہ پراگندہ خیالی کے انسداد کے لئے ہمارے ملک مین کافی ذرایع موجود ہین جن کی وجہ سے اس بات کا یہان اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ گندہ پانی کی نالیون مین سارا ملک بہہ جائیگا چنانچہ میرے خیال کی تائید مضمون مذکورۃ الصدر نہایت خوبی کیساتھ کرتا ہے اور مین اِس بات کو بھی کہہ سکتا ہون کہ ہمارے صاحبزادہ صاحب اس خیال کے صرف ایک ہی نہین معتدل مزاج ہندوستان مین اور بھی ہین۔ بلکہ مین خیال کرتا ہون کہ ایسے ہی لوگون کی کثرت ہے صرف اتنی بات ہے کہ اُن کی معتدل مزاجی ان کو زق زق بق بق مین پڑنے سے روکتی ہے۔ اس لئے شور و شر کی ہو حق تو برابر سننے مین آتی ہے۔ مگر سنجیدگی و متانت کی نظیرین اچھلتی کودتی نہین پھرتین۔ اگر ایسا نہو تو اُن مین وہ متبرک صفت قایم ہی کیون رہے۔ اگرچہ جی ضرور چاہتا ہے ایسے مقدس نفوس ملک کی رہبری کرتے ہوئے کثرت کیساتھ نظر آیا کرین۔ مگر مین اُن پر یہ بھی الزام لگانا پسند نہین کرتا کہ وہ بالکل عضو معطل بنے ہوئے ہین۔ بیہودہ سرائیون کو سنتے ہین غلط کاریون کو دیکھتے ہین اور خموش ہو جاتے ہین۔ نہین وہ اپنے اپنے دائرہ عمل مین برابر ملکی خدمت انجام دے رہے ہین۔ اس کا تجربہ ہر شخص کو جہان کہین وہ ہے متواتر ہو رہا ہے

مین اس خیال کی تائید مین اعداد حالی کو پیش کر سکتا ہون - یعنی اس ملک کی کل آبادی کو خیال
کیا جاے اور یہہ دیکھا جاے کہ اس آبادی کا کونسا حصہ ایسا ہے - جو ملکی ضروریات کو سوچتا ہے -
اور خیال کرتا ہے - پھر ان مین سے غل مچانے والے کتنی قلیل مقدار مین ہین - حد سے گزرے ہوئے
شاید ایک فی کروڑ بھی نہ نکلینگے - ان سے دوسرے نمبر کے شاید کچھہ زیادہ ہون - مگر سب ملک
بھی ٹھنڈے خیال والون کے مقابلہ مین کوئی حیثیت نہین رکھتے

ایک جگہ ایک امر کا تصفیہ ضروری ہے - ہندوستان مین ہندوؤن کی تعداد زیادہ ہے
اور ان کے حق مین آج کل تھوڑی سی بے انصافی ہو رہی ہے - جو بے سمجھے سوچے راے
قایم کرنے کا نتیجہ ہے - یعنی ہندو جتنے ہین وہ سب گورمنٹ کے بدخواہ ہین اور یہہ چاہتے
ہین کہ ہمارے ملک سے اگر انگریز لوگ آجکل نکل جائین تو بہتر ہے یہ خیال نہایت غلط ہے کانگریس ضرور
ہندوؤن مین پیدا ہوئی مگر اول تو کانگریس ہی کو باغیونکا گروہ سمجھہ لینا واقعات کے خلاف ہوگا - دوسرے ہر کانگریسی کو انتہائی
کانگریسی مان لینا بھی بیحد غلط ہوگا کانگریس کے ایک مقاصد کو خود گورمنٹ نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ نہایت اعلیٰ ہین
سوال صرف یہ باقی رہتا ہے کہ وہ مقصد آج پورے ہون یا کل - اس کا جواب مختلف اشخاص
مختلف طریقون سے دیتے ہین - کوئی روح بنکر صدیون کی قلانچ بھر جاتا ہے اور وہان سے
سر لٹکا کر کہتا ہے کہ اب موقع ہے اور کوئی دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ کی نسبت بھی ناک بھون
چڑھاتا ہے کہ بہت دیر ہو جائے گی - ان کے درمیان مین ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے
تک مسلسل ڈاک بیٹھی ہوئی ہے - اور وہان وہان کی وہ نے بندھی ہے کہ تار ہی نہین ٹوٹتا -

چنانچہ ہمارے صاحبزادہ صاحب بھی کسی جگہ کھڑے ہوئے لبیک کہہ رہے ہین -
مین اپنی راے سے سمجھتا ہون کہ صحت راے ان کی طرف زیادہ ڈھلی ہوئی ہے - مگر تاہم درجہ بھی
کا فرق تمیز کر سکتا ہون - اب قسم کا فرق مٹ گیا - یہ بڑی ہماری دولت ہے - جو غل مچانے
والون کے طفیل مین غریب ہندوستان کو حاصل ہو گئی ہے - یہ سچ ہے کہ ان کی آنکھین
ہماری سرکار عالی تیار ہی کھولین - ورنہ اُن کے سابقہ خیالات بھی ہمین معلوم نہین اور اس
لحاظ سے ہم صاحبزادہ صاحب کے ساتھہ نہایت خلوص سے ہم آہنگ ہین - اور گورمنٹ کا
اس قدر شکریہ ادا کرنا چاہتے ہین - جیسکی کہ وہ مستحق ہے - مگر کافی لفظ نہین پاتے - لہذا
شکر نعمت ہاے تو چندانکہ نعمت ہاے تو - کہکر لکھا ڈیوڑھا برابر کئے دیتے ہین -
مگر بیرطانویون نے صرف نظیر ہی عمدہ پیش کی - اور نقاد نے نظرون کو اپنی طرف کھینچ لیا

یعنی جب دیکھا کہ ہاتھی کے دانت ٹکانے کے اور دکھلانے کے اور ہین تو خواہ مخواہ لوگون کو خیال ہونے لگا۔ کیونکہ اس مین تو کچھ شبہ کی گنجایش ہی نہین کہ برطانوی برطانیہ مین ایک روش کو پسند کرتے ہین۔ مگر وہی ہندوستان مین آکر بالکل دوسری روش اختیار کر لیتے ہین۔ اس کی ضرورت تھی اور اس کو ہم بہت بڑے درجہ تک تسلیم کر لین گے۔ مگر یہ بات کھٹکتی ہے اور کھٹکتی رہیگی اسکا کوئی علاج نہین۔ چنانچہ اس پیش کردہ منظر سے اور تباین و تخالف سے متاثر ہو کر کچھ لوگ بڑبڑانے لگے۔ یہہ بھی قدرتی امر تھا۔ اس طرح رفتہ رفتہ تحریک پیدا ہو گئی۔ جو اب ماشاء اللہ کافی زور کے ساتھ جاری ہے اور رسٹ نہین سکتی۔ ان حالتون پر نظر کر کے خیال ہوتا ہے کہ جیسا ن صاحبزادہ صاحب فرماتے ہین۔ اور انشاء اللہ ایک وقت آئیگا۔ جبکہ برٹش عہد کی برکتون سے مستفید ہو کر خود اس ملک کے باشندے حکومت کے قابل ہو جائین گے۔ اس فقرہ مین کچھہ وضاحت کی ضرورت ہے۔ یعنی وہ ہندوستانی جو سلف گورنمنٹ کے خیال کو ملک کے روبرو پیش کر رہے ہین۔ اور اس کی خوبیون کو سمجھا رہے ہین۔ اُن کی برکتون کا اعتراف بھی کرنا لازم ہے۔ بلکہ شاید وہ زیادہ مستحق داد ہین۔ جس طرح محققین قدرت قابل توصیف و ثنا ہین۔ کیونکہ کتاب قدرت تو ہمیشہ سے کھلی ہوئی تھی۔ مگر جنھون نے دیدہ ریزی کر کے اُسے پڑھا اور اس کا مطلب اپنے بھائیون کو سمجھایا وہی خاص کر محسن انسان کہلائے ؎

ایمان کی کہین گے ایمان ہے تو سب کچھہ

کانگریس نے فی الواقع ملک پر بڑا احسان کیا ہے۔ اور کر رہی ہے اس کی کارروائیان بھی منظامی اصول سے تجاوز نہین کرتین۔ قانون کی متابعت کرتے ہوئے حقوق شہری کی طالب ہے۔ وہ کونسا انسان ہے۔ جو اس سے انحراف کر سکتا ہے۔

کانگریس کے مطالبات کی معقولیت سے بعض اس درجہ متاثر ہوئے کہ ملک مین فسادات پھیلانے پر آمادہ ہو گئے۔ عمال پر میون کی بھرمار کرنے لگے۔ اور شور و شر کو خط مستقیم سمجھہ لیتا۔ دوسری طرف ان کے بھائی اور کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔ کہ سلف گورنمنٹ مل جائے۔ چاہے مسلمان کتنے ہی ذلیل اور تباہ ہو جائین۔ چاہے مسجدین گرا دی جائین اور ان کی جگہ مندر بنا دئے جائین تو بھی ہم سلف گورنمنٹ سے راضی ہین۔"

سبحان اللہ عشق ہو تو اتنا تو ہو۔ اگرچہ عشق حقیقی تو پکار پکار کے یہ کہہ رہا ہے ؎

اپنی ہستی کے سوا غیر کو سجدہ ہے حرام مذہب پیر مغان مشرب رندان ہے یہی

چہرے پر تل تو سبھی کو اچھا معلوم ہوا کیا ہے - مگر بعض ہین کہ مستون اور رسولیون پر بھی دم دیتے ہین - کیا کہین ہماری آنکھہ مین تو تل تل مسّہ مسّہ اور رسولی رسولی ہی ہے - جو لوگ آزادی پر فدا ہو کر فتنہ و فساد پھیلانے پر اُتر آتے ہین - اُن کو خیر یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ انتہائی درجہ پر پہنچگئے مگر یہ بڑے بگڑے دل عاشق نکلے کہ کل عشق ہوا اور آج ہجر کے صدمون کی تاب نہ لا کر خودکشی پر آمادہ ہوگئے - مولانا فرماتے ہین ؎

بادہ از ما مست شد نے ما ازو قالب از ما ہست شد نے ما ازو

اسیطرح مین کہتا ہون کہ ملک ہمارے لئے ہے نہ کہ ہم ملک کے لئے اور اگر اُن کی دلیل شافی ہو سکتی ہے تو اس سے کچھ بحث نہین کہ کون سی قوم ملک مین آباد ہو - صرف یہ دیکھہ لیا جائے کہ وہ قوم آزاد ہے یا نہین - پس جو آزاد نہین ہین وہ مہربانی کر کے پنجرہ خالی کرین اور آزادون کو رہنے دین - کچھ ضرورت نہین ہے کہ ملک مین گھاس گوڑا پھیلا رہے ہندوستان کو خالی کردو اور یورپ کی آزاد قومون سے کہدو کہ اس کو بھی اپنی بستی بنالو - ہم نہونگے تو بلا سے ہندوستان آزاد ملک تو ہوگا - سو یہ خدا کے فضل سے اب بھی حاصل ہے یعنی فرمانروا قوم وہ آزاد قوم ہے جسکی ثانی نہین - پھر پانی بھرنے والون اور لکڑی کاٹنے والون کو آزادی کا سودا ہی کیون ہو -

سب سے سہل طریقہ تو وہی ہے - جیسا امریکہ مین عمل کیا گیا - اب دیکھئے امریکہ کیسا آزاد ملک ہے - بس خوش ہو جائے - اصلی امریکین کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا اور اُن کا کیا حشر ہوا - یہ گل باصنوبر چہ کرد کا قصہ ہے - جسکے سننے کی ضرورت نہین - یا آسٹریلیا کے اصلی باشندے کون تھے اور اب کہان گئے - اور جو خال خال باقی ہین وہ کس حالت مین ہین - اسکی کچھ پروا نہین - انسائیکلوپیڈیا برٹانکا طبع یازدہم مین ہین - ایک دن برٹش امپائر کا آرٹکل پڑھ رہا تھا اس مین صفحہ ۶۰۷ پر یہ عبارت نظر سے گزری -

" جنوبی افریقہ کے اصلی باشندے بشمین اور ہوٹنٹوٹ تھے - اب یہ دونون نسلین سرعت کے ساتھ کم ہوتی جاتی ہین - اور برطانوی جنوبی افریقہ مین امید کی جاتی ہے کہ بیسوین صدی گزرنے تک بالکل نیست و نابود ہو جائینگی - "

اسکو پڑھتے ہی میری پنسل نے بیساختہ لکھدیا

How Callous !!

یعنی اس عبارت مین کس قدر سنگدلی کا اظہار کیا گیا ہے - یہ قدرتی اثر تھا جو میری طبیعت پر پڑا - اور مین خیال کرتا ہون کہ جو شخص اپنے آپ کو جامۂ انسانیت سے مزین سمجھتا ہے - وہ ضرور میرا ہم خیال ہوگا - مگر کیون ؟ ایک وحشی قوم مٹ رہی ہے اور ایک آزاد قوم اُس کی جانشین ہوتی جاتی ہے - کیا یہ امر تشفی بخش نہین ہے - کیا موجودہ اُکھیڑ پچھاڑ ختم ہونے پر سارا ملک قطعی آزاد نہوگا ؟ جن مسلمانون نے جدید مدرسہ مین تعلیم پائی ہے - اُن کو تو کہنا چاہیئے کہ بہت ٹھیک ہو رہا ہے - کیونکہ اسی کی ضرورت ہے - مگر میرے دل کو ایسے عبرتناک قصون سے نفرت ہوتی ہے -

مین کسی طرح اپنے دل کو راضی نہین کر سکتا کہ ہندوستانی مسلمان روندے کھوندے جائین بلا سے - اگر ہندوستان آزاد ہو جاے مین اسکو کسی طرح آزادی کی محبت نہین کہہ سکتا - بلکہ یہ صریحاً غلامی کی آرزو ہے - جو غالباً اس دودھ کے اثر سے ہے جو مسلمانون سے ہندوستان مین آ کر پیا - اس نے شاید رگ ہاشمی و جوش تاتاری پر اس بلا کی بجلی گرائی ہے - محمود غزنوی کہان سو گیا - علاء الدین کدہر گیا - بابر کہان غارت ہو گیا - اکبر کہان مٹ گیا - کیا اسی دن کے لئے تم نے اس جانب قدم بڑھایا تھا - ذرا آ کر اپنے سپوتون کو تو دیکھو - تمہارا لگایا باغ یاغ ہو جائیگا -

پدرم باغ جنان (؟) برابد و گندم بفروخت ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

کیسے اندھیر کی بات ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیون کی وہ نوبت ہو گئی کہ پرائی بدشگنی کو اپنی ناک کٹانے کے لئے تیار ہو گئے - ارے ناشکرو برٹش گورمنٹ نے ایسی تمہارے ساتہ بالخصوص کیا برائی کی ہے - جو تم اس قدر اُس سے جلنے لگے - اور ہندوؤن نے تمہارے ساتہہ کون کون سے احسان کر دئے - جن کے بوجھہ سے تمہاری گردن نہین اُٹھ سکتی -

میان بھائیو جاؤ مونچھین منڈاؤ اور چوڑیان پہنو - تمہین سیاسی دنیا سے کیا تعلق - اس دنیا مین بیشک مر بھی مٹتے ہین - مگر وہ اپنے لئے - دوسرون کا تختۂ مشق بننے کو تو جس مین ذرہ بھی نشہ مردانگی ہے وہ حقارت کی نظر سے ہی دیکھے گا - ذرا آنکھہ کھول کر یورپ کو تو دیکھو کہ وہان آج کل کیا ہو رہا ہے - بلجیم ہی غریب کو دیکھو کہ مر مٹا - جان گئی - صدمہ اسیری کے سہے - مگر کس کے لئے - بلجیون کی آزادی کے لئے - فرانسی یا برطانوی آزادی کے لئے نہین

یہ اور بات ہے کہ اس کی قربانی نے فرانس کی جان بچادی۔ پس جو کچھ کرو۔ وہ اپنی قوم کے لئے کرو۔ اس کے ضمن مین بحالت موجودہ اگر اورون کو بھی فائدہ پہنچ جاے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ مگر ذبح ہو تو مسجد مین ہو۔ مندر مین جا کر ذبح ہوئے تو کہین تمہارے وہ بھائی جن پر تم جان دینا چاہتے ہو خود ہی نہ کہہ بیٹھین کہ تمھارے خون سے ہمارا مندر گندہ ہو گیا۔

خودداری کا نام وضعداری ہے۔ اپنی عزت کو سنبھالو اپنی قوم کی عزت کو سنبھالو۔ تب تو شاید تم دوسرون کو بھی فائدہ پہنچا سکو گے۔ ورنہ مس جی لس معلوم شد۔ باشندگی کی مثل صادق آئے گی۔ مگر یہ ہمت کا کام ہے اس کے لئے شیر دل درکار ہین۔ ایسے شناورون کی ضرورت ہے کہ خود بھی پار اُترین اور دوسرے جو ڈوب رہے ہون اُن کو بھی کنارے لگا دین اُن کا کام نہین ہے جو کہدین کہ بی بی ہین تو دے ہو ڈون مین ہی سمجھ لو،،

ہمارے باپ دادون کا قول تو یہ ہے۔ سگ باش برادر خورد مباش۔ اس گئے گزرے زمانہ مین بھی ابتک تو ہم مین ایسے ہی لوگ ہوتے چلے آئے ہین کہ گو ثروت جاتی رہی۔ دولت کافور ہو گئی۔ تعداد مین دوسرون سے ایک چہارم اُسپر بھی جہان اورون کا نام آتا ہے۔ وہان مابدولت کا پہلے نام لیا جاتا ہے۔ وہ تھوڑے تھے۔ مگر اُن کے دل تھوڑے نہ تھے۔ یہ اُن کی ہمت کا نتیجہ ہے کہ آپ لالون کے لال بنے ہوئے ہین۔ ورنہ دوسرے تو ساتھ کھلانے کے بھی روادار نہین ہین۔ پیاؤ پر فی سبیل اللہ پانی پلاتے ہین۔ تو مسلمانون۔ کو یون۔ چمارون اور بھنگیون کے لئے ایک بانس کا ٹونٹا لگا دیتے ہین۔

مین یہ ہرگز نہین کہنا چاہتا ہون کہ جو تمہارے ساتھ کرتے ہین۔ وہی تم اُن کے ساتھ کرو نہین۔ بلکہ تم اُن کیساتھ ہمیشہ وہی سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ سلوک کرین۔ مگر اپنا آگا پیچھا اتنا ضرور سوچ لو کہ اگر وہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہ کرین تو کہین تم مفت دھوکا ہی دھوکا مین نہ مارے پڑو۔ بلکہ جو کچھ کرنا ہو اپنے بھروسہ پر کرو۔ دوسرون سے توقع رکھنا اس دنیا مین خام خیال ہے۔ تاوقتیکہ تم مین اُس توقع کو پورا کرا لینے کا کس نہو۔ اُس کس کو اس سکٹ کو نہ مٹنے دو۔ بلکہ جتنی خدا تمہین توفیق دے اس کو بڑھاؤ۔ اگر ایسا کرو گے تو حافظ کی طرح تم بھی کہنے لگو گے۔ ؎

ساقی بنور بادہ بر افروز جام ما　　مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما

کمزورون پر سیاسی دنیا مین رحم نہین کیا جاتا۔ بکری کو سب نے حلال بتایا ہے۔ اور شیر کو

عوام ہی سمجھتے ہین - کیونکہ اس کا گوشت کوئی نہین کھاتا - تمہارے لئے کہا جاتا تھا کہ سوئے ہوئے شیر ہو - مگر عینک لگا کر غور سے جو دیکھا تو سوئی ہوئی بھیڑ ثابت ہوئے - مگر نہین تمہارے باپ دادا شیر تھے اور تم بھی شیر ہو - ہان یہ دوسری بات ہے کہ تم اپنے آپ کو نہین پہچانتے - ذرا آئینہ مین تو اپنی صورت دیکھو اور اپنے ارد گرد محض تعداد کو دیکھکر خائف نہو جاؤ -

تم پھر تم ہی ہو - اورون کو ابھی ذات پات کا تانا بانا ادھیڑنا ہے - اور تمہارے لئے ہر کلمہ گو ایک حیثیت رکھتا ہے - صاحبزادہ صاحب نے جو ضرورتین بیان کین وہ بالکل درست ہین - پہلے دوسرون کو مساوات کی سطح پر آنے دو اس وقت سلف گورنمنٹ کے شوق مین قدم سے قدم ملا کر چلنا اس عرصہ مین اپنے آپ کو دیکھو اپنی قوم کو دیکھو بہت سے کام تمہین ہی کرنے ہین چلنے کا نام گاڑی ہے چاہے آہستہ چلے - مگر جو استقلال کے ساتھ چلتا رہیگا - وہ یقیناً بازی جیتے گا - مگر اس شعر کو اچھی طرح یاد رکھو - ؎

اقبال کرم می گزد ارباب ہمم را ہمت نخورد نیشتر لا و نعم را

اس جگہہ مین یہ ضرور کہون گا کہ تیاریان جو کرو وہ سلف گورنمنٹ ہی کے خیال سے ہون - کوئی بات ایسی نہو کہ اس مین رخنہ ڈالے اس اصول کو ذہن نشین کر کے قومی کامون مین دل لگا کر جٹے رہو - ؎

نسبت تو ظاہر ہے حرم کی بندھی ہوئی پر دل مین دھن ہے کو صنم کی بندھی ہوئی

اپنی قوم مین صنعت و حرفت کو ترقی دو - تجارت اور زراعت مین قدم بڑھا کر رکھو - تعلیم کو آسان اور سستا کراؤ کہ تمہارے نادار بھائی اس سے مستفید ہو سکین - اپنی یونیورسٹی کو سنبھالو دیکھو قوم کا کتنا روپیہ بیکار پڑا ہے - کن محنتون کا یہ روپیہ ہے - اور اس کا کیا حشر ہوا ہے گورنمنٹ کے دل مین گھر کرو کہ وہ تم پر روز بروز زیادہ اعتماد کرے - اور تمہین ملک داری کے کامون مین بخوبی ہو کر شریک کرے - اس طرح تم مین اُن کامون کا سلیقہ پیدا ہو - یہ مت سمجھو کہ اس قسم کا سلیقہ الہام کے ذریعہ سے آجاتا ہے - اُس کے حاصل کرنے مین بہت بڑی دماغ سوزی اور عرق ریزی کی ضرورت پڑتی ہے - بلا تجربہ و مہارت کچھ نہین ہو سکتا - حالتین اس وقت سامنے ہین - دیکھو - اور سمجھو -

اپنے ہندو بھائیون کے ساتھ بھی دوستی و محبت کو بڑھانے کی کوشش کرتے رہو - جو امور ما بہ النزاع ہین - اُن کا دانائی اور ہوشمندی سے تصفیہ کرو - کہ روزمرہ کی کشمکش مٹے

مگر یہہ یاد رکھو کہ جو دوستی ذلت برداشت کرکے حاصل ہوتی ہے اُس کا نام دوستی نہین ہے اس بات کے کہنے کی یون ضرورت ہوئی کہ مین دیکھتا ہون ہمارے ہندو بھائی ہین کچھ زور کھینچکر دبانا چاہتے ہین - مگر ہمین وہ ایسا بودا نہ سمجھین کہ اُن کی دوستی کو ہر قیمت پر مول لینے کو تیار ہو جائین گے - ہم اُن سے یہ نہین پوچھتے - کہ تم ہندو کیون ہو - وہ اس کا کسی پہلو سے اشارہ تک نہ کرین کہ ہم مسلمان کیون ہین - جو کچھ ہم ہین موجود ہین - اگر اس طرح وہ ہماری دوستی کی ضرورت سمجھتے ہین - تو اُن سے پہلے ہم ہاتھ بڑھانے کو تیار ہین - اور اگر اس مین کچھ بھی چون وچرا ہے تو وہ اپنے گھر جائین اور بیٹھ کر ٹھنڈے دل سے سوچین اور مشورہ کرین - اُس کے بعد آئین - بُرے ہین یا بھلے ہین - ہم جیسے کچھ ہین - اگر اسیطرح وہ ہمین قبول کرتے ہین تو حاضر ہین - ہمارا اُن کا ساتھ ہے - چولی دامن کا ساتھ ہے - وہ ہمارے بھائی ہین - جہان اُن کا پسینہ گرے گا وہان ہم خون بہانے کو تیار ہین -

مگر یہ نہوگا کہ وہ ہماری کسی بات کو بُرا بتائین اور ہم کان دبا کر سنتے رہین اور ہاتھ جوڑ ان سے کہین کہ بہت اچھا حضور معاف کیجئے آئندہ سے ایسا نہوگا - اُن کے اگر زبان ہے تو ہم بھی گونگے نہین - بلکہ ہمارا نعرہ اللہ اکبر تو اقصاے عالم مین گونج چکا ہے - پھر جس زبان پر یہہ نعرہ جاری ہو سکتا ہے وہ بتیس دانتون مین دب کر نہین رہے گی جس کا گھر شیشہ کا ہو اُس کو چاہیئے کہ دوسرون کے مکانون پر اینٹین نہ پھینکے - ہماری جن باتون کو وہ ٹوکتے ہین اُن کا اعتراض قطعی تعصب پر مبنی ہے - مگر جو باتین ہم بتا سکتے ہین - اُن کی اصل سراسر سمجھداری اور روشن ضمیری ہوگی - اس لئے اُن کو مناسب ہے کہ حب وطن مین کورانہ تعصب کو ملحوظ نہ کرین - ملکی معاملات اور چیز ہین - مذہبی عقائد اور اخلاقی رسوم اور چیز ہین صرف ملک کی بہبود اور مرفہ الحالی کی کوششون مین ہم اُن کے دل وجان سے شریک ہین - رہین اور باتین اُن مین وہ ہمین سبق نہین دے سکتے -

وہ صرف گزشتہ پچاس برس کی تاریخ پر نظر ڈالکر دیکھین کہ انہون نے عیسائی اور مسلمانون سے شرما کر کتنی باتون کو خود چھوڑا اور ابتک چھوڑتے جاتے ہین - روزمرہ سینکڑون خرابیون کا رونا رویا جاتا ہے - جن کی خو بو یہان رہنے کی وجہ سے ہملوگون مین بھی آگئی تھی مگر شکر ہے خدا کا کہ روز بروز وہ آلایش ڈھلتی جاتی ہے - لیکن ہمین کوئی بات چھوڑنے کی ضرورت نہین پڑی - بخلاف اس کے یورپ تک چند در چند امور مین ہماری تقلید کرتا جاتا ہے اور ابھی اُس کو

بہت سی باتون مین اور تقلید کرنی پڑے گی۔

ہمارے ہندو بھائی ان دو باتون کے پیچھے بہت پڑے ہوئے ہین۔ ایک گاؤکشی۔ دوسری اردو زبان مین کہتا ہون کہ پہلے وہ نفس رکھشا تو کرلین۔ اس کے بعد گئو رکھشا کے بارے مین منھ کھولین۔ مین خیال کرتا ہون کہ خواہ کوئی مذہب ہو جو انسان کو ذلیل اور انسان سے زیادہ حیوان کو عزیز سمجھتے۔ وہ اندھا مذہب ہے۔ گائے ماتا ٹھہری۔ جس کا پیشاب تک پوتر۔ مگر بیچارے بھنگی چمار۔ ایسے ناپاک کہ پاس تک نہین آسکتے۔ یہی وہ گناہ کبیرہ ہے۔ جسکے خمیازہ مین ہمارے ملک کی آزادی اس وقت تک نہین نصیب ہوگی جب تک اس سے سچے دل سے ہم سب توبہ نہ کرین گے۔ افسوس ہے کہ یہان کے مسلمانون پر بھی تو پڑوسیون کا زہر اثر کر گیا۔ ورنہ یہہ کون سی عقل کی بات ہے کہ بھنگی نہا دھو کر بھی ہمین نہین چھو سکتا۔ یہ وہ حماقت ہے۔ جسکی نظیر ساری دُنیا مین شاید نہ مل سکے گی۔ لطف یہہ ہے کہ اس حماقت پر اب تک نہین شرماتے۔ پارسال لالہ لاجپت راے سنتا ہون الموڑہ تشریف لے گئے تھے۔ وہان نیچ ذاتون کی وکالت مین کوئی تقریر کی۔ اس پر وہان کے لوگ نہایت برہم ہوے کہ یہ تو ایسی باتین کرکے کمینون کو ہمارے سر پر چڑھا دینگے مگر ؎

ما درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال کاریکہ خدا کند فلک راچہ مجال

فی الواقع حکومت برطانیہ اس خاص معاملہ مین ہندوستان کے حق مین بڑی بھاری برکت ہے گو وہ پالیسی سے کام لیتی ہے۔ مگر غریبون کا اس مین بھلا ہو رہا ہے ؎

خدا خود میر سامان است اسباب توکل را

گورنمنٹ تو رعیت بہ بیخ است سلطان درخت کا خیال کرکے عوام کی تالیف قلوب کر رہی ہے قانون لگان کی ترمیم کی کہ کاشتکارون کی حالت سنبھلے اُن کے حقوق محفوظ ہون۔ مگر اُن کے بھائی زمیندارانہ حیثیت سے اس قانون کی مخالفت کرنے کھڑے ہوگئے۔ یہہ نہ سمجھے کہ وقت تو نکل ہی جائیگا مگر بات رہ جائیگی۔ خود غرضانہ لحاظ سے اُن کی مخالفت بجا تھی۔ مگر سیاسی پہلو سے وہ ایسی بھاری غلطی ہوئی کہ شاید کوئی اور اس کی برابر ہو سکے یعنی ہندوستان کی ۶۶ فیصدی رعایا کے دل مین اس بات کو بٹھا دیا۔ کہ گورنمنٹ ہماری حمایت کرتی ہے۔ مگر ہندوستانی زمیندار ہمارے لئے چھری تیز کئے بیٹھے ہین اور یہ خیال بالکل درست تھا۔ اس کی وجہ سے حکومت برطانیہ نے اپنی نیو کو ایسا مستحکم کرلیا کہ جس کا اندازہ مشکل ہے

کیا جا سکتا ہے اور سیلف گورنمنٹ کے خیال سے تمام کاشتکارون کو ایک گونہ نفرت پیدا ہو گئی ہو گی - کیونکہ وہ ضرور اپنے دلون مین سمجھتے ہون گے - کہ جب گورنمنٹ ہمارے ساتھ بھلائی کرنا چاہتی ہے تو خود ہمارے مکھیا اس مین بیالنس مار لینے کو تیار رہتے ہین - تو جس وقت اختیار انہین کے ہاتھ مین ہوگا تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کرین گے -

اس کے علاوہ زراعتی بنکون کے ذریعہ سے اُن غریبون کو ظالم مہاجنون کے چنگل سے چھڑایا جا رہا ہے - کواپریٹیو سوسائٹیان قایم کر کے دوسرے پیشہ ورون اور دستکارون کی دستگیری ہو رہی ہے - غرضکہ ہر صورت سے عوام کو مشکور کیا جاتا ہے -

کیونکہ خواص پر اب زیادہ بھروسہ نہین رہا - اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ عوام ساتھ نہ دین - تو کیا خواص اور کیا گورنمنٹ کوئی بھی کچھ نہین کر سکتا اور جس بات مین عوام خصوصاً کاشتکار کھڑے ہو جاتے ہین - اس مین کامیابی بھی نہایت آسانی کے ساتھ ممکن ہوتی ہے سلف گورنمنٹ کے دلدادے بتائین کہ وہ اس طرف کیا کر رہے ہین ؎

جوگی جگت جانے نہین کپڑے رنگے تو کیا ہوا

محض چیخ پکار مچانے سے اگر یہ سمجھا جاتا ہو کہ گورنمنٹ مل جائیگی تو ؎

دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست

کا مضمون ہوگا - بس ضرورت اس کی ہے کہ اس ملک کی جمہور کو یہ ضروری سبق سکھایا جائے کہ ملک اُن کا ہے اور اس کی حکومت کا سب سے زیادہ اثر اُن پر پڑتا ہے - مگر یہ سبق اُن کو کون سکھائے وہ لوگ کیا منہ رکھتے ہین کہ ان کے سامنے بھید کھلتے ہوئے جائین - جو اُن کو روندنے کھوندنے کے لئے خود سب سے پہلے ہر دم تیار رہتے ہین - اس لئے پہلا کام تو غش رکھتا کا ہے - جو ہمارے ہندو بھائیون کو خصوصاً کرنا لازم ہے - جب وہ یہ کر لین گے اس وقت ہم اور وہ مل کر سوچین گے کہ جانورون کے ساتھ ہم کہان تک رعایتین کر سکتے ہین - مگر جانورون مین تفریق کرنا تو ہماری سمجھ مین سوائے اس کے شاید اور کچھ نہ آسکے گا کہ کون سے جانور ہمارے کام کے ہین اور کون بیکار ہین - لیکن اُن کے ذاتی عقائد سے ہمین کسی حال مین تعرض نہ ہوگا - جن جانورون کو خرید کر وہ اپنا کر کے رکھ لین گے - اُن سے ہمین ہاتھ تک لگانے کی ضرورت نہ ہوگی - جیسے کہ جن پتھرون کو وہ پوجتے ہین اُن کو ہم اپنی دیوار کا جزو بنانے پر خواہ مخواہ اصرار کرین مگر جو شے ہماری مِلک ہوگی اس کی نسبت حقوق مالکانہ مین رخنہ اندازی کو ہم کیونکر گوارا کر سکین گے

رہا زبان کا مسئلہ اس کو چھیڑ کر تو صاف ظاہر کر دیتے ہین کہ وہ ہم سے بالکل منافقانہ دوستی
کرنا چاہتے ہین - ورنہ موجودہ زبان مین کچھہ حصہ اُن کا ملا ہوا ہے - کچھہ ہمارا اس نے ایک رنگ
اختیار کر لیا ہے - یہہ ہم مانتے ہین کہ ہماری زبان ابھی بہت ناقص ہے اور اُس کو نئے نئے الفاظ
و اصطلاحات کی بہت ضرورت ہے - جسکے لئے لیسا اوقات غیر زبانون سے ہمین دریوزہ گری
کرنی پڑتی ہے - اس معاملہ مین انصاف بیشک یہ چاہتا ہے کہ وہ اور ہم باہمی مشورہ سے جو
الفاظ ہماری زبان کے رنگ مین کھپ سکین لیتے چلے جائین خواہ وہ عربی ہون یا سنسکرت
انگریزی ہون یا لاطینی - اس سے زیادہ سروکار نہو - صرف اس لفظ کی حیثیت پر فیصلہ کیا جا
کہ اولاً وہ آسانی کے ساتھ ہماری زبانون پر چڑھ سکتا ہے یا نہین - دوم جس خیال کے ادا کرنے
کی ضرورت ہے - اس کے لئے وہ کافی ہو سکتا ہے یا کیا - لیکن اگر وہ چھانٹ چھانٹ کر ہمارے
الفاظ کو اس طرح پھینکین جس طرح دودھ مین سے مکھی کو نکال کر پھینکا جاتا ہے - تو وہ خوب
سمجھہ لین کہ ہماری اُن کی قیامت تک نہین بنے گی - کیونکہ وہ جو بات ہو چکی اس کو دہرانا چاہتے
ہین - مگر ہم چاہتے ہین کہ جو حالتین قائم ہو گئین اُن کو ٹھنڈے دل سے تسلیم کر لین - یہہ ہمین کوئی
شکایت نہو گی - اور ان کے لئے بھی زحمت نہو گی -

اگر یہہ نہین منظور ہے تو غالباً اُن کی نظر مین ہمارا یہان رہنا بھی اکھرتا ہوگا - سو اس کی پروا
ہم نہین کرتے نہ اُنکی خوشی سے ہم یہان آے نہ اُن کی خوشی سے ہم یہان سے نکلین گے - طوعاً و کرہاً
اُن کو ہمارے ساتھہ رہنا پڑا ہے - اور رہنا پڑے گا - کوئی اور علاج نہین - سوا اس کے صبر کرین -
اور اس خلش ہی کو اپنی طبیعتون سے نکال کر آگے کا راستہ دیکھین - تا کہ منزل کچھہ تو طے ہو -
ابھی بہت دور چلنا ہے اور وقت کم اور نازک ہے -

اگر یہہ بھی سمجھہ لیا جائے کہ وہ اپنی زبان کو ہماری زبان سے ملانا پسند نہین کرتے تو بسم اللہ
وہ اپنی ہندی سے ہمارے کل لفظون کو نکال ڈالین اور آئندہ سے قسم کھا لین کہ ہمارا کوئی لفظ
کبھی استعمال نہ کرین گے - مگر اتنی تو مہربانی کرین کہ ہماری اُردو پر تو یورش نہ کرین - یعنی
جو کچھہ اردو حرف مین لکھا پڑھا جائے اس کو تو اُس حالت پر چھوڑ دین - جس حالت پر وہ ہمین بھلی
معلوم ہوتی ہے - یہ کونسی بات ہے کہ اپنے عطیات کو اس مین خواہ مخواہ بھرنا چاہتے ہین
گو ہم مین اتنا تعصب نہین ہے کہ اُن کے الفاظ جو جزو اُردو ہو چکے ہین اُن کو نکال دینے کی
فکر کرین ورنہ کیا وہ مری ہوئی زبان کو زندہ کرنے کی ہمت رکھتے ہین تو ہم اپنی زندہ زبانون سے

بھی کام نہین لے سکتے - ہمارے لئے یہ بہت آسان ہوگا - مگر کیا کہین ہین تو ہندی نمک ہی مین مزہ آنے لگا ہے - اس ذائقہ کو محض اغیار کی ضد سے کیون چھوڑ دین - اُون کی مادری زبان اُردو نہین ہے - نہ سہی مگر ہماری تو ضرور ہے - اب اس بات کو دیکھنے والے خود دیکھ لین گے کہ کس کا دعویٰ واقعات پر مبنی ہے اور کون محض کٹھ حجتی کر رہا ہے -

ایک خدا لگتی بات اور کہدینا ضروری سمجھتا ہون - وہ یہ کہ مجھے عام ہندو بھائیون سے شکایت نہین ہے - بس بولنے والے تو بہت تھوڑے ہین - مگر جو اس امر مین نہایت متعصب ہین وہ بھی جب مہذب جلسون مین گفتگو کرتے ہین - اُس وقت خاص لطف آتا ہے - ڈھونڈہ ڈھونڈھکر سنسکرت الفاظ استعمال کرتے ہین - مگر پھر سیری نہین ہوتی - بلکہ اُردو کے بعض الفاظ تو اس درجہ زبان زد خلائق ہو گئے ہین - کہ اُن کے ہندی مترادف قطعی گنوار و سمجھے جاتے ہین اس وجہ سے ہمارے مہاتما بھی اُن کو بولنے سے شرماتے ہین چارناچار اُردو کے الفاظ بولتے ہین - مگر جیتتے وہی ہین ... کیونکہ قائل نہین ہوتے -

سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ اردو کی بدولت یہان مستعمل الفاظ کی بھی صورت بدل گئی ہے - اس کا شاید اُن کو کبھی خیال بھی نہین آتا - اور بے تکلف اسی طرح بولتے ہین جس طرح اُردو مین رائج ہین - حالانکہ تعصب حقیقی تو اس امر کا مقتضی ہونا چاہیے کہ ایسے لفظون کا لب و لہجہ بھی اصلی پسند کیا جائے - جو تبدیلی ہم نے کر دی ہے اس کو ترک کر دینا فرض ہے -

مگر ہمین اس تکرار سے کچھہ حاصل ہونے کی امید نہین ہے - صرف ہم اپنے مسلمان بھائیون سے اس قدر اور کہنا چاہتے ہین کہ اُن سے جو قومی تحفظ ہو سکے وہ کرین اس مین ان کو ہرگز غافل نہین ہونا چاہیئے - اگر وہ ذاتی کوششون سے اپنی قوم کو باوقار بنا سکے تو اُن کے ساتھہ دوستی کرنے کو سب اسی طرح تیار ہونگے جسطرح آج یورپ جاپان کو اپنا دوست سمجھنے لگا ہے - یہ خیال رہے کہ اپنا بھلا تو چاہین مگر کسی کا بُرا نہ چاہین اور چونکہ ہم اور ہمارے ہندو بھائی ایک ملک مین رہ رہے ہین - اس وجہ سے اُن کے اور ہمارے اغراض اکثر مل جاتے ہین - ایسے امور مین جو معقول و مناسب کام ہو اس مین نہایت فراخ حوصلگی سے ساتھ دین - تنگ نظری سے متاثر ہو کر اس کو خواہ مخواہ بُرا سمجھنے لگین اور اُن امور مین اُن سے کنارہ نہ کرین - اس طرح ملک کی حقیقی ضرورتون مین کبھی مسلمانون کی وجہ سے روڑا نہین اٹکنے

پائے گا اور دونون فریق مستفیض ہوتے رہین گے۔ اخلاقی امور مین اُن سے بحث مباحثہ کرنے کی ضرورت نہین۔ زمانہ خود سکھائیگا ٥

در نیابد حال پختہ ہیچ خام   پس سخن کوتاہ باید والسلام

راقم۔ واحد اکبر آبادی الٰہ آباد

جاپان کی پُرانی تاریخ کی ایک جھلک

(از بابو شیو چرن لال صاحب بی۔ اے)

ماخوذ از ہندوستانی ۹ ستمبر ۱۹۱۵ء

جہانتک تاریخ کی رسائی ہے جاپان کا سب سے پہلا شہنشاہ جیموٹینو Jimmu Tenno معلوم ہوتا ہے۔ جسکی تخت نشینی سنہ عیسوی سے ۶۶۰ سال قبل ہوئی تھی۔ یہ شہنشاہ اپنی پانچوین پشت مین سورج کی دیوی کے خاندان سے بتلایا جاتا تھا۔ مگر اس معاملہ مین رائے زنی کی ضرورت نہین ہے۔ کیونکہ اُس زمانہ مین مغرب و مشرق دونون کے بادشاہ آسمانی ہونے کے دعویدار تھے۔ اِس بادشاہ نے ۷۵ برس حکومت کرکے سنہ عیسوی سے ۵۸۵ سال قبل ۱۲۷ برس کی عمر مین انتقال کیا۔

اس خاندان کے بادشاہ گیارہ سو برس تک حکومت کرتے رہے اور ۲۳ شہنشاہ و شہنشاہ بیگم تخت نشین ہوئے۔ لیکن ۲۰۰ء مین شہنشاہ بیگم جنگو Jingo کے زمانہ مین سب سے بڑا معرکہ پیش آیا۔ اُس سال مین شہنشاہ بیگم نے ملک کوریا پر جہان تین بادشاہ حکومت کرتے تھے حملہ کیا اور ان بادشاہون نے مغلوب ہوکر وعدہ کیا کہ جب سورج مغرب مین نکلیگا۔ دریا اُلٹے بہنے لگین گے۔ اور دریا کے پتھر اُڑ کر ستارے بن جادین گے۔ اس وقت اُنکی وفاداری مین فرق آوے گا۔ اسی زمانہ سے کوریا اور جاپان مین تعلقات قایم ہین۔ اور کوریا کی تہذیب سے جو اُس کو چین سے حاصل ہوئی تھی۔ جاپان نے بہت فایدہ اُٹھایا ہے۔ لکھنا۔ تصویر بنانا۔ علم موسیقی۔ فن عمارت۔ طب۔ علم سیارگان۔ جادو وغیرہ۔ جاپان نے کوریا ہی سے سیکھا تھا۔ علاوہ ازین اہل کوریا نے جاپانیون کو چینی فلسفہ۔ علم ادب۔ فن تمدن سکھایا۔ جس سے اونھون نے گزشتہ صدی تک جبکہ جاپانی تہذیب پر مغرب کا گہرا رنگ چڑھنے لگا۔ کام لیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ کوریا نے تاریخ دُنیا مین سب سے

بڑا کام یہ کیا کہ بدھ مذہب کو صرف جاپان مین ہی نہین بلکہ دیگر چند ممالک مین پھیلایا۔
اور شہنشاہ جاپان سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے آدمی کا بدھ مذہب کر دیا۔ بدھ مذہب کی
اشاعت مین جو کوریا نے حصہ لیا تھا اُس کی مثال دنیا کی تاریخ مین اور کہین نہین
ملتی۔ جس طرح مغرب کو فخر ہے کہ اُس نے جاپان کو موجودہ ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا
دیا۔ اوسیطرح اگر اہل کوریا بھی فخر کرین کہ تقریباً دو ہزار برس تک وہ جاپانی تمدن تہذیب
فلسفہ و علم ادب کے اوستاد رہے تو کچھ بیجا نہوگا۔

جاپان کے مذہب مین تبدیلی ساتوین صدی عیسوی مین واقع ہوئی تھی۔ اس سے قبل
وہان بزرگان مرحوم کی عبادت کرنے کا رواج تھا۔ ایک دوسری بات یہ تھی کہ جہان بادشاہ
رہتا تھا وہی مقام دار الخلافت سمجھا جاتا تھا کوئی پایہ تخت مقرر نہ تھا۔ ۷۱۰ء مین ایک
دار الخلافت کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کا نام آرا تھا۔ یہ شہر ۷۹۴ء تک دار السلطنت رہا۔
اور اس کے بعد دار الخلافت شہر کیاٹو مین مستقل کیا گیا۔ بدھ مذہب جاری ہونے سے
قبل بادشاہان ملک پر خود حکومت کیا کرتے تھے۔ مگر بدھ مذہب کا صریحی نتیجہ یہ ہوا کہ
بادشاہون کو دنیا سے نفرت ہونے لگی اور وہ عبادت مین مصروف رہنے لگے۔ جس کی
وجہ سے عنان حکومت دوسرے اشخاص کے ہاتھ مین دینی پڑی۔ سب سے پہلا خاندان
جسنے بادشاہ کے نام سے ملک کی فوجی ورا nara غنہ [illegible] کا تھا اور یہ خاندان
اپنے کو سورج کی دیوی کی نسل سے بتایا تھا۔ اس خاندان نے اتنی طاقت حاصل کر لی تھی کہ
اگر کوئی بادشاہ اپنے ایام پیری مین تارک الدنیا ہونا نہین چاہتا تو یہ خاندان زبردستی اُس
کو معزول کرکے اس کے لڑکے کو تخت پر بٹھا دیا کرتا تھا۔ یہ خاندان اس وجہ سے سب سے
زیادہ ممتاز سمجھا جاتا کہ شاہی خاندان مین اُسی کی بیٹیان بیاہی جاتی تھین۔ لہذا اوسی
کی بیٹیون کی اولاد تخت پر بیٹھتی تھی اور اُس کو رعایا پر ہر قسم کے مظالم کرنے کا موقع ملتا تھا
اس خاندان کا زور ۴۰۰ برس تک رہا۔

اس کے بعد دو بہادرانہ خاندان پیدا ہوئے۔ جنکے بانی شاہی خاندان کے دو شہزادے
تھے۔ ان خاندانون نے "فوجی ورا" کے خاندان کو تباہ کر دیا۔ اور اُس کے اختیارات چھین
لئے۔ کچھ دنون بعد ان دونون جنگی خاندانون مین بھی آپس مین لڑائی ہوئی جو ۳۰ سال
تک رہی اور جب ایک خاندان کو شکست ہوئی تو دوسرا خاندان جس کا نام "سینی جالو"

سنا بر سر حکومت ہو گیا۔ جسکو بادشاہ کی جانب سے شوگن یعنی جنرل کا خطاب دیا گیا۔

"شوگن" خاندان کے آدمی ۱۸۵۹ء تک ملک پر حکومت کرتے رہے اور بادشاہ اُن کے ہاتھہ مین محض ایک کٹھ پتلی رہا۔ شاہی دار الخلافت کیاٹو مین تھا اور شوگن کا صدر مقام کماکورا اور بعد ازان یڈو رہا۔ بادشاہ اپنے محل مین رہا کرتا تھا۔ اور پر رعایا کی نظر کبھی نہین پڑتی تھی اور رعایا اُسکو بمنزلہ دیوتا سمجھتی تھی۔ ملک کا اصلی حکمران "شوگن" تھا۔ جو سلطنت کا سارا کام انجام دیتا تھا اور دیگر ممالک کے بادشاہون یا اُن کے سفیرون سے مراسم رکھتا تھا۔ یورپین اقوام شوگن کو ہی ملک کا اصلی بادشاہ خیال کرتی تھین اور بادشاہ کو بمنزلہ پوپ Pope کے سمجھتی تھین۔ جس کا کام عبادت مین مصروف رہنا قرار دیا گیا تھا۔

"شوگن" کی خاندان کی حکومت جاپان مین چھہ صدی تک رہی۔ اس زمانہ مین جاپان مین کئی معرکہ کی باتین ہوئین۔ جن مین سے چند حوالہ قلم کی جاتی ہین ۱۲۸۱ء مین جاپان پر مغلون نے حملہ کیا۔ جسمین مغلون کو شکست فاش ہوئی۔ سولہوین صدی کے آخری نصف حصہ مین مذہب عیسوی کو جاپان مین فروغ حاصل ہوا۔ مگر سترہوین صدی کے آغاز مین اُس کی بیخکنی کی اوسیطرح کوشش کی گئی۔ جیسی ہندوستان مین فرخ سیر نے سکھہ مذہب کی کی تھی۔ اس کے بعد اہل پرتگال و اسپین کو جو تقریباً ایک صدی سے جاپان کے ساتھہ تجارت کرکے اپنی تھیلیان بہر رہے تھے ملک سے نکالا گیا۔ اور یورپین اقوام کو جاپان مین داخل ہونے کی یا جاپانیون کو باہر جانے کی اجازت کی سخت ممانعت کی گئی۔ صرف چند اہل ہالینڈ کو نہایت شرمناک شرائط کے ساتھ ناگاساکی مین ایک کارخانہ رکھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ جاپان کا بیرونی دنیا سے قطع تعلق ہو گیا اور جاپانی لوگ ہندوستانیون کی طرح ایک عرصہ تک کنوئین کے مینڈک بنے رہے۔

۱۸۵۳ء مین کموڈر پیری Commodore Perry امریکہ کے جنگی جہازات کا ایک بیڑہ لیکر جاپان کے کنارون پر آئے اور اس نے شوگن کی گورنمنٹ کو مجبور کیا کہ وہ دنیا کی دیگر طاقتون کے ساتھہ اپنے تعلقات پھر جاری کرے۔ بیچارے جاپانی ایک عرصہ تک اپنے ملک مین مقید رہنے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے اور اُنہین معلوم نہ تھا۔ کہ بیرونی دنیا نے حکومت تجارت و آلات جنگ وغیرہ بنانے مین کس قدر زیادہ ترقی کر لی تھی۔

چنانچہ کموڈر پیری کے جہازات اور اُن کی توپون کا مقابلہ کرنے کے لئے جاپانیون کے پاس کوئی سامان نہ تھا۔ مجبوراً کموڈر پیری اور بعد ازان ہیریس Harris وکیل امریکہ کی درخواست کو مبنیر لحکم کے تھی۔ جاپانی گورنمنٹ کو منظور کرنا پڑا اور دول یورپ کے ساتھ جاپان کو از سر نو عہد و پیمان کے ذریعہ سے تعلقات قایم کرنے پڑے۔

۱۸۵۹ء مین یوکوہاما نیگاسکی اور ہیکوڈیٹی مین یوروپین نو آبادیان قایم ہوئین۔ اور یوروپین اقوام کو ایک محدود آزادی ملک مین تجارت کرنے کے لئے حاصل ہوگئی۔

خاندان شوگن سے شہنشاہ اور بڑے بڑے رؤسا سے بہت سخت ناراض ہوئے کہ اُس نے غیر قومون کو جاپان مین آنے اور ان سے تجارت کرنے کی اجازت دی۔ تجار اور دستکار لوگون کی آمدنی مین جو ریشم و چاء وغیرہ کا کام کرتے ہین اُمید کے خلاف اضافہ ہوگیا۔ اور رؤساء و قوم سموری کے سپاہی جو کبھی کام کے کرنے کے عادی نہ تھے۔ اُون کو آزادی تجارت کی پالیسی کی وجہ سے گرانی غلہ و دیگر ضروریات زندگی محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ ملک مین بغاوت پہیل گئی اور ایک بڑی بھاری خانہ جنگی سول وار ہوئی جسمین یوروپین اقوام کے لوگ گلیون مین مارے گئے اور انگریزی سفارت پر دو دفعہ حملہ کیا گیا۔ آخرش لڑائی اور دول یورپ سے تنگ آکر ۱۸۶۸ء مین آخری شوگن نے استعفاء دیدیا اور گورنمنٹ ملکی کے جملہ اعلیٰ ترین اختیارات شہنشاہ کے ہاتھ مین دے گئے۔ ادہر رعایا نے بھی محسوس کیا کہ موجودہ حالت مین ایک میان مین دو تلوارین رہنا ممکن نہ تہا۔

۱۸۶۹ء مین حال کے بادشاہ کی تخت نشینی ہوئی تہی اور وہ ایک سولہ سالہ لڑکا تھا۔ جاپان کے تعلقات ممالک مغرب سے قایم ہوئے دس سال ہوگئے تھے۔ مگر ابھی تک گورنمنٹ مین بہت سے ایسے افیسر موجود تھے۔ جن کا تعلق یا تو خاندان شوگن سے تہا۔ یا جنگی زبان پر یہ کلمہ رہتا تہا کہ وحشیون کو ملک سے نکالو،، نابالغ شہنشاہ کے مشیرون کو جن اہم تکالیف و مشکلات کا انتظام ملکی مین مقابلہ کرنا پڑا۔ اس کی تاریخ ہند مین عہد اکبر مین مثال ملتی ہے۔ ادہر مغربی بادشاہون کے سفیر اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ یوروپ کی تجارت کو جاپان مین ہر قسم کی آزادی حاصل ہو اور جو یوروپین لوگ ملکی بغاوت مین ضائع ہوچکے تھے۔ اُن کی جانون کا کثیر تعداد مین معاوضہ دیا جاوے ادہر رؤساء اور

شموری، قوم کے سپاہی زور مار رہے تھے - کہ غیر قوموں کے لوگوں کو ملک بدر کیا جاوے
ان کے علاوہ سلطنت کے کاشتکار اور دستکار لوگ تھے جو چلا رہے تھے کہ کسیطرح ملک مین
امن و امان قایم ہو - تاکہ اُن کو آرام سے روٹی نصیب ہو الغرض ہر طرف سے مصیبت اور پریشانی
کا سامنا تھا - آخرش بادشاہ کے وزیر ملک مین امن و امان قایم کرنے مین کامیاب ہوئے
اور وحشیون کو ملک سے نکالو، کی صدا ترک کی گئی -

بجائے مغرب سے گریز کرنے کے بادشاہ کے وزیرون نے اپنی پالیسی کا پہلا اصول یہہ
قایم کیا کہ مغرب کے ملکون سے فن سپہ گری - تمدن اور سوشل - سائنس جن مین اُنکو
جاپان پر فوق حاصل ہے سکھایا جاوے اور قوم نے اس اصول کو قبول کیا -

گورنمنٹ نے تجویز کیا کہ یڈو بدستور سلطنت کا دار الخلافت رہے - مگر اُس کا نام ٹوکیو
رکھا جاوے اور شہنشاہ اپنی تنہائی سے نکلکر ملک کا کام انجام دے - شموری، قوم کے
لوگون کو جن کا پیشہ پشتہا پشت سے سپہ گری تھا اور روپیہ کمانے کو ذلیل سمجھتے تھے -
حکم دیا گیا کہ وہ اپنی لٹکا ہوئی تلوارین چھوڑین اور معمولی رعایا سے کہا گیا کہ قانون کی نگاہ مین سب لوگ
برابر ہین اور بشرط قابلیت ایسا کوئی فوجی یا ملکی عہدہ نہین ہے - جو اُن کو نہ مل سکے - سب سے
بڑا کام یہ ہوا کہ ۲۰۰ سے زیادہ رؤسا ہرنے اپنی ریاستون سے جن کے نظم و نسق علیحدہ
علیحدہ تھے اور جن پر کے سکے (Daimio) مختلف اقسام کے تھے دست برداری
دیدی اور معمولی رعایا کی طرح سے شہنشاہ کی ماتحتی قبول کی - ؎

بگڑی بن جاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے

جاپانی طلبا ہزارون کی تعداد مین یوروپ و امریکہ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بھیجے
گئے اور قومی فوج اور بحری طاقت کی بنیاد ڈالی گئی -

انگلستان سے محکمہ ریل - تار - انجنیری - ٹکسال اور جہاز بنانے کے لیے بڑے بڑے
مشاہیر بلائے گئے - امریکہ سے محکمہ تعلیم ڈاک خانہ کے مشیر طلب کئے گئے - جرمنی سے
ڈاکٹر اور فرانس سے فوجی آفیسر آئے - غرضکہ ہر طرف سے ترقی کے آثار نمودار ہوئے -

جاپانی وزارت کو کئی اہم اور ضروری ملکی کام انجام دینے تھے ہزارون مدرسہ و کالج کھولے
گئے - تاکہ رعایا کو تعلیم دی جائے اور پالیمنٹری گورنمنٹ Parliamentary
Government کے قابل بنایا جاوے - ملک کی فوجی طاقت بڑہائی گئی -

تاکہ جاپان زبردست یوروپین طاقتون کے پنجہ سے محفوظ رہے - اور دنیا کی بڑی اور طاقتور سلطنتون مین شمار ہونے لگے - ملک مین تجارت وصنعت وحرفت کو فروغ دیا گیا تاکہ تعلیمی فوجی و دیگر اخراجات کے لیئے روپیہ کافی تعداد مین ہم پہونچے - "شوگن" کی گورنمنٹ اور یوروپین طاقتون کے درمیان جو عہدنامجات ہوتے تھے اُس مین یوروپین لوگون کو جاپانی عدالتون کے دائرہ اختیارات کے باہر رکھا گیا تھا اور جاپانی عدالتون کو کسی یوروپین کے سزا دینے کا اختیار نہ تھا اب جاپانی نوجوانون کو جو یوروپ و امریکہ سے تعلیم حاصل کرکے واپس آئے تھے یہ بات سخت ناگوار ہوئی اور وہ اس مین اپنے ملک کی ذلت سمجھنے لگے چنانچہ عہدنامون مین ترمیم کرنے کا خیال پیدا ہوا اور آخرش یوروپین طاقتون کو عہدنامجات مین تبدیل کرکے یوروپین لوگون کو جو جاپان مین تجارت یا سیاحی کرتے تھے تو جاپانی تعزیرات کا پابند بنانا پڑا ان سب سے زیادہ دشوار کام کوریا کو یوروپین طاقتون سے محفوظ رکھکر جاپان کے ماتحت بنانا تھا چنانچہ اسکی خاطر جاپان کو چین و روس کے مقابلہ مین ۱۸۹۴ء و ۱۹۰۵ء مین دو خون ریز لڑائیان لڑنی پڑین اور ۱۹۱۵ء مین سلطنت کوریا کا شہنشاہ جاپان نے باضابطہ الحاق علاقہ جاپان مین کرلیا اور دنیا کی دیگر طاقتین دیکھتی رہین - یہ الحاق جاپان کی بحری و بری طاقت کی جوتیون کا طفیل تھا - کیونکہ دنیا دیکھ چکی تھی کہ پانچ سال قبل جاپان نے روس کے کیسے دانت کھٹے کیئے تھے -

۱۸۷۳ء مین ملکی سال دسمت کو بالاء طاق رکھکر عیسوی سنہ جاپان مین جاری کیا گیا اور عیسوی و دیگر مذاہب کے لوگون کو جاپان مین اپنے اپنے مذہب کی تلقین کرنے کی اجازت دی گئی - ایک قومی ٹکسال سکہ جات بنانے کے لیئے قائم کی گئی اور نوٹون اور مختلف سکون کی قیمتین مقرر کی گئی - تعلیم کو عام بنایا گیا - اور کل رعایا کو اپنے بچون کو مدرسہ مین بھیجنا لازم آیا -

۱۸۹۰ء مین جاپان مین پارلیمنٹ قائم کی گئی - اس سے کچھ عرصہ قبل مقامی کونسلین ایک محدود طریق پر قائم کی گئی تھین - جن مین ووٹون کے ذریعہ سے ممبران منتخب کیئے جاتے تھے - موجودہ پارلیمنٹ کی بنا یوروپ کے حمہ ممالک کے طرز حکومت کو بغور مطالعہ کرکے جاپانی مدبران نے ڈالی تھی - اور شہنشاہ نے بہ نفس نفیس اس کا افتتاح کیا تھا یہ پارلیمنٹ اپنا کام نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے انجام دے رہی ہے اور اس نے جاپان کو اُس کے موجودہ عالی رتبہ پر پہونچا دیا ہے -

جاپانی سوسائٹی کی ایک جھلک

ماخوذ از اودھ اخبار ۱۱ ستمبر ۱۹۱۵ء

جو اشخاص چندروزہ سیر و تفریح کے لئے جاپان جاتے ہین - وہ وہان کے باشندگان کے طرز معاشرت و سوشل رواجات کی عجیب عجیب کہانیان بیان کرتے ہین اور ان کہانیون مین جاپانی لوگ بڑے سے بڑے افعال کے مرتکب اور اعلیٰ سے اعلیٰ انسانی خوبیون کے دلدادہ بیان کئے جاتے ہین - چنانچہ ایسے اشخاص کی شہادت جنکو عموماً قلیون - ہوٹلون کے ملازمون یا نیچے درجہ کے مرد و عورتون سے واسطہ پڑتا ہے زیادہ قابل لحاظ نہین ہے - ہم جو جاپانیون کے حالات لکھتے وہ ایسے آدمیون کے قلمون اور زبانون کے نکلے ہوئے ہین - جن کی عمر جاپان مین گزر گئی اور جنہون نے جاپانی خصائل پر بڑی گہری نگاہ ڈالی ہے -

قدرت نے جاپانیون مین حب وطنی - بادشاہ کی عظمت - بہادری مصیبت مین استقلال اپنی ذات پر اعتماد - کفایت شعاری - محنت - شرافت - صفائی - خلق کوٹ کوٹ کر بھرا ہے اور گو جملہ نسل انسانی کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے - لیکن بنظر انصاف سے دیکھا جائے تو اسی قسم کے لوگ اشرف المخلوقات کہلائے جانے کے سچے دعویدار ہو سکتے ہین - جو خوبیان جاپانیون مین ہین ان مین سے اکثر دیگر ممالک کے لوگون مین بھی ملتی ہین - مگر زمانہ موجودہ کی تہذیب کا جاپانی لوگ اعلیٰ نمونہ ہین - جاپانی حب وطنی کی کیفیت ناظرین جنگ روس ۱۹۰۴ء کے موقع پر بڑی وضاحت کے ساتھ ملاحظہ کر چکے ہونگے - اُن مین سے دو واقعے بطور مشتے نمونہ از خروارے اس جگہہ پیش کئے جاتے ہین - ایام جنگ مین ایک ضعیف العمر عورت سخت بیمار تھی اور اس کا اکلوتا لڑکا باوجودیکہ وہ جنگ مین شریک ہونے کا از حد خواہشمند تھا اپنی بیمار ماں کو چھوڑ کر میدان جنگ مین نہین جا سکتا تھا - ماں نے لڑکے کی دلی خواہش کو محسوس کر لیا اور اپنی زندگی کو بیکار اور اپنے بیٹے کی زندگی کو ملک کے لئے کار آمد سمجھکر شب مین خود کشی کر لی - تاکہ لڑکے کو تیمارداری سے سبکدوشی حاصل ہو جائے - اور وہ شریک جنگ ہو سکے - ایسی جنگ کے موقع پر جب فوج بھرتی کی جارہی تھی تو ضرورت سے زیادہ درخواستین شریک جنگ ہونیکے لئے پیش ہوئین اور بہت سے نوجوانون کو جنہون نے ملک کی خاطر جان دینا اپنا پہلا فرض سمجھ رکھا تھا - شک ہوا کہ ان کی درخواستین گورنمنٹ نامنظور کر دیگی - چنانچہ ان لوگون نے بڑی لمبی چوڑی درخواستین جن مین

اُن کی دلی آرزو کا پورا اظہار تھا اپنے جسموں کے نیلے خون سے لکھیں اور اُن درخواستوں کو گورنمنٹ کو سب سے پہلے منظور کرنا پڑا ! - یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایسی درخواستوں کی تعداد جو بدن کے خون سے لکھی گئی تھیں تیس ہزار تھی -

جاپانی دنیا بھر مین سب سے زیادہ ہنسنے والے ہوتے ہین - حتیٰ کہ جب وہ موت - بیماری یا کسی دیگر مصائب کا ذکر کرتے ہین تو اس وقت بھی مسکراتے رہتے ہین - جاپانیون مین یہ دستور ہے کہ وہ اپنے ذاتی غم و رنج کا حال دوستون کو سنا کر غمگین بنانا گناہ سمجھتے ہین - چنانچہ جسوقت کوئی اُن سے کسی نوجوان آدمی یا عورت کی موت یا کسی شخص کے قتل ہو جانے کا حال دریافت کرتا ہو تو بھی وہ مسکراکر ہی جواب دیتے ہین - صدہا سال سے جاپانیون کو یہ یقین ہوا ہے کہ مصائب کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے اور اپنا دکھ درد کسی کے سامنے نہ رونا چاہیئے چنانچہ عمل کرتے کرتے یہ بات اُن کی خصلت مین شامل ہو گئی ہے - ایک جاپانی رئیس کا بیس سالہ لڑکا جو نہایت ہونہار تھا - ایک دوست نے جسنے لڑکے کو عرصہ سے نہ دیکھا تھا دریافت کیا کہ "لڑکا کہاں ہے" - باپ نے مسکراکر جواب دیا کہ اس کا سر کاٹ ڈالا گیا - !

جسوقت فوج لام پر جاتی ہے تو بیویاں اپنے شوہرون سے اور باپ اپنے بیٹون سے مسکراکر بغلگیر ہوتے ہین - جب کوئی آدمی مرتا ہے تو جاپانی وہ دھاڑ مار کر کبھی نہین روتے - برعکس اس کے اپنی تقدیر پہ شاکر رہتے ہین اور متوفی کے لئے بڑی صدق دلی سے دعا مانگتے ہین موت کے موقع پر جو دوست و احباب شریک ہوتے ہین - تو وہ غم کا اظہار کبھی نہین کرتے بلکہ مرحوم کی تعریف اور خوبیان بیان کرتے ہین - اور پسماندگان کو مبارک دیتے ہین - کہ اُن کے گھر مین ایسا شخص پیدا ہوا جسکی زمانہ مین تعریف ہوئی - جسوقت جنازہ نکالا جاتا ہے - تو اُس کے آگے موٹے حرفون مین مرحوم کی تعریف لکھی ہوتی ہے - اور شریک میت اوس کی خوبیان بیان کرتے جاتے ہین - جس قوم مین موت و مصائب کا اس خوبی سے سامنا کیا جاتا ہے - تو سامان راحت و فرحت کا استعمال وہ کس حسن لیاقت کیساتھ کرتی ہوگی -

جاپانیون کا اخلاق نہایت زبردست ہے - غم کی طرح غصہ چھپانے کے بھی جاپانی عادی ہوتے ہین - کسی اعلیٰ خاندان کے مرد اور عورت کو آپ کبھی غصہ کا ظاہری شکار ہوتے اور چلاتے ہوئے نہ دیکھین گے - نیچے درجہ کے آدمی اور مزدور کبھی آپس مین لڑانے جھگڑنے لگتے ہین - ورنہ جس شخص کی تھوڑی سی تعلیم بھی ہوئی ہے - وہ اپنا مزاج سہولت پر رکھتا ہے اور آہستہ سے

بولتا ہے۔ عورت کا زیادہ بولنا یا چڑچڑے مزاج کا ہونا خاوند کے حق مین اس کو طلاق دینے کے لئے کافی وجہ سمجھی جاتی ہے۔ اور جس طرح ہندوستانیون کے گھرون مین صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ یا گالیون کی بوچھارین پڑتی رہتی ہین۔ اس کا جاپان مین نام ونشان بھی نہین ہے۔

جاپانی بہ نسبت بعض دیگر مغربی اور مشرقی اقوام کے زیادہ نیک چلن ہوتے ہین۔ مگر اُن سے زیادہ نیک چلن اُن کی عورتین ہوتی ہین۔ ایک معزز انگریز مصنف نے اپنی کتاب مین لکھا ہے کہ جو جاپانی لندن مین رہتے ہین وہ ان کارروائیون پر جو نوجوانان لندن روز شام کو ہائیڈ پارک مین کرتے ہین۔ سخت ناراض ہوتے ہین اور تعجب کرتے ہین کہ اہلِ لندن نیک چلنی کے ابتدائی اصولون سے ناواقف ہین!۔

جاپان مین ہندوستان کی طرح شادی کرنے کا رواج عام ہے۔ مگر شادی کے وقت دولھا دُلھن کی عمر ہندوستانی دولھا دُلھن کی عمر سے زیادہ ہوتی ہے۔ قانون کے مطابق شادی کے وقت دولھا کم سے کم اٹھارہوین سال اور دلہن سولہوین سال مین ہونی چاہیئے۔ مگر رواج نے ان دونون عمرون مین اضافہ کر دیا ہے۔ اور اکثر مرد عورتون کی شادی پچیس تیس سال کی عمر مین ہوتی ہے۔

اپنے ملک کی تواریخ مین جاپانی عورتون نے نمایان کام کئے ہین۔ ابتک شہنشاہی تخت پر شاہ بلکہ بحیثیت حکمران بیٹھی ہین۔ جن مین سے دو کے کارنامے نہایت زبردست اور قابلِ تحسین ہین عورتون نے مردون کا لڑائی مین ساتھ دیا ہے اور اکثر تواریخی واقعات ایسے ہین۔ جن مین عورتین اخیر دم تک ہاتھ مین تلوار لئے ہوئے قلعہ جات اور مکانات کی حفاظت کرتی رہین۔ اپنی آبرو اور عصمت کی خاطر جاپانی عورتون نے ہندوستان کی راجپوت عورتون کی طرح اکثر خودکشی کی ہے اور مردون کا بڑے اہم کامون مین ہاتھ بٹایا ہے۔

کتب نویسی۔ اور علم ادب کی اشاعت مین بھی عورتون نے ایک معقول حصہ لیا ہے۔ اور چند جاپانی عورتین اس درجہ شاعر گذری ہین کہ اُن کا کلام دیگر ممالک مین بھی بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سابق شہنشاہ بیگم جاپان یعنی موجودہ حکمران کی والدہ ماجدہ نے جاپانی عورتون کی حالت بہتر بنانے مین بیحد کوششین کی ہین۔ اور اپنے ملک کی قابل و فاضل عورتون کے بیشمار طریق پر مدد کی ہے۔

گو جاپانی عورتوں کو ابتک اپنی مغربی بہنوں کی طرح آزادی نصیب نہیں ہے - تاہم ایشیا کی کل قوموں میں جاپانی عورتوں کو سب سے زیادہ آزادی حاصل رہی ہے - ہندوستان کی عورتوں کی طرح جاپانی عورتیں اپنے خاوندوں کی نہایت فرمان بردار اور مطیع ہوتی ہیں - اور پاکدامنی کو نعمتِ عظمیٰ خیال کرتی ہیں - اکثر نیچے درجہ کی عورتیں اپنے خاوندوں کے پیشہ زراعت یا دستکاری میں مدد کرتی ہیں اور مردوں کا دیگر طریق پر ہاتھ بٹاتی ہیں -

موجودہ شہنشاہ کے والد کے زمانہ سے پہلے بہت کم عورتیں تعلیم یافتہ تھیں اور جن کو تعلیم دی بھی جاتی تھی تو وہ ادنیٰ قسم کی ہوتی تھی - برعکس اس کے لڑکے اور لڑکیوں کو مدرسہ میں داخل کرانا آج کل قانونی ضروریات سے ہے اور عموماً چھ سال کی عمر تک بچے مدرسوں میں پہونچ جاتے ہیں - کم سے کم نو سال تک مدرسہ میں رہنا ضروری ہے اور بچوں کو کتابی تعلیم کے ساتھ موسیقی - زردوزی - مصوری وغیرہ کام بھی سکھایا جاتا ہے - لڑکیوں کی تعلیم کے لیے بھی جاپان میں تو اتنی ہی سہولت ہے جتنی لڑکوں کی تعلیم میں اور عورتوں کے لیے ایک علیحدہ یونیورسٹی ہے - جو ہر طرح پر جرمنی یا امریکہ کی اعلیٰ یونیورسٹیوں کا مقابلہ کرتی ہے

تہذیب و تعلیم مغرب سے جاپان سب ایشیائی ملکوں سے زیادہ مستعد ہوا ہے اور اُس نے جس لیاقت سے مغرب اور مشرق کی خوبیوں کو اپنی ذات میں ملایا ہے - اُس کی وہ آپ ہی نظیر ہے -

اعلیٰ طبقات کی عورتیں ملک کو فائدہ پہونچانے کے اکثر ذرائع میں مشغول رہتی ہیں اور اکثر عورتیں کتب خانے - دواخانے - تعلیمی سوسائٹیاں قایم کرنے اور یتیم بچوں کی پرورش اور تعلیم کے لیے یتیم خانے کھولنے اور چلانے میں مصروف پائی جاتی ہیں - سنہ ۱۹۰۰ء میں محکمہ تعلیم کی مختلف شاخوں میں پینتیس ہزار عورتیں کام کر رہی تھیں - اب اس تعداد میں وسعت آبادی ملک میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اور بھی زیادتی ہو گئی ہوگی - اور بلا خیال تردید یہ کہا جا سکتا ہے - کہ کل مملکت کے مدرسے اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کم سے کم پچاس ہزار عورتیں آج کل تعلیم دینے کا کام کر رہی ہیں - ہمکو افسوس ہے کہ مدرسوں میں پڑھنے والی لڑکیوں کی تعداد اس وقت ہمارے سامنے موجود نہیں ہے - مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ چھ سال سے پندرہ سال بلکہ زیادہ عمر تک کی ہر ایک جاپانی لڑکی آج کل مدرسہ میں

تعلیم پا رہی ہے - اس عالمگیر تعلیم کا مسٹر گوپال کرشن گوکھلے مرحوم کے مسودہ قانون جبریہ تعلیم سے کہ جسکو ہماری سرکار عالیہ نے ضروریات ملک کے لئے بیش از وقت خیال فرمایا مقابلہ کیجئے

ببین تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا

شیو چرن

مسلمانوں کی وفاداری کی حیرت انگیز مثال

(ماخوذ از البشیر ۱۵ ستمبر ۱۹۱۵ء)

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم — از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

موجودہ جنگ یورپ نے سائنس کی ترقی - انسانی معلومات کی وسعت اور علوم جدیدہ کی کامیابی کی ایسی حیرت انگیز مناظر اہل دنیا کے سامنے پیش کئے ہین - جو میرے خیال مین ایک حد تک ضرور اُس خون ریزی اور عالمگیر بربادی کی تلافی کرتے ہین - جو اس عظیم الشان کارزار کی بدولت ہورہی ہے -

یہہ عجیب و غریب مشین کی توپین - یہ تخت سلیمانی کو یاد دلانے والے ہوائی جہاز اور زپیلین - یہہ شعلہ بار پچکاریان - یہہ زہریلی گیس پہیلانے والی نالین - یہہ غوطہ خور اور آبدوز کشتیان اور یہہ سمندر مین کانٹین بچھانے کی کشتیان قدرت الٰہی کے ایسے عجیب اور قابل قدر مناظر ہین - جو بغیر اس محشر خیز ہنگامہ کے انسانی مشاہدہ مین آنا تقریباً غیر ممکن تھے لیکن ان تمام مناظر مین سب سے زیادہ حیرت انگیز اور قابل قدر جو منظر ہے وہ اس موقعہ پر مسلمانون کی برٹش گورنمنٹ کے ساتھ مستقل اور غیر متزلزل وفاداری ہے -

دنیا مین تمام جذبات کا مقابلہ آسانی کیساتھ کیا جا سکتا ہے - لیکن مذہبی جذبات کا مقابلہ کرنا اور مآل اندیشی اور مصالح وقت کو مذہبی جذبات کے جوش سے مغلوب ہونے دینا غالباً دُنیا کے سخت ترین امتحانون مین سے ہے بلا خوف تردید ہم کہہ سکتے ہین کہ ہندوستان کے ہر طبقہ اور ہر گروہ کے مسلمانون نے اس مشکل امتحان مین اس قدر امتیاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے کہ اُس کی کوئی اور نظیر دنیا کی تاریخ مین موجود نہین ہے -

اس وقت تک ہندوستان مین جس قدر باغیانہ سازشون گورنمنٹ کے افسرون اور حکام کو امداد دینے والے باشندگان ملک پر بزدلانہ حملون اور باضابطہ مسلسل خفیہ انجمنون اور

پولیٹیکل ڈکیتیون کا پتہ چلا ہے۔ اور اُن کے حالات کا انکشاف ہوا ہے۔ اُن سے بحمد اللہ مسلمانان
ہندوستان کا دامن بالکل پاک و صاف ثابت ہوا ہے - یہان تک کہ مقدمہ سازش لاہور
کی سنسنی پیدا کرنے والے انکشافات سے بھی ہندوستان کے مسلمان بری اور بے تعلق ثابت
ہوتے ہین -

لیکن باوجود سلطان ٹرکی کو خادم حرمین شریفین تسلیم کرنے اور باوجود اس کے کہ مسلمانون کا
ایک بہت بڑا گروہ اُن کو خلیفۃ المسلمین کہتا ہے اور باوجود مذہبی عظمت کے جو تمام دنیا سے
اسلام مین سلطان موصوف کی کی جاتی ہے اس واقعہ سے پورے طور پر باخبر ہونے کے بعد کہ
برٹش گورنمنٹ اور سلطان ٹرکی باہم سرگرم کارزار ہین - ہندوستان کے مسلمانون کا گورنمنٹ کے
ساتھ طرز عمل اور اُن کی عملی وفاداری اور جان نثاری مین ایک سرمو فرق نہ آنا ایک ایسا
نادر الوجود و مہتم بالشان واقعہ ہے - جس کی وجہ سے برٹش گورنمنٹ ہندوستان مین
اپنے طرز حکومت کی کامیابی پر اور ہندوستان کے مسلمان اپنی وفاداری اور اطاعت شعاری
پر جس قدر فخر کرین وہ کم اور بہت کم ہے -

کیا وفاداری کا یہ جذبہ نہایت حیرت انگیز نہین ہے کہ انگلستان کے رومن کیتھلک
باشندون کا ایک گروہ تو بوجہ اس کے کہ جرمن بھی رومن کیتھلک ہین - برٹش گورنمنٹ
کی دعاے فتح و نصرت مین شرکت سے اجتناب کرے اور ہندوستان کے مسلمان
اپنی مساجد و معابد مین سرکار برطانیہ کی فتح و نصرت کے واسطے اُن مخالفین کے مقابلہ
مین دعائین مانگین - جن مین اُن کے خادم حرمین شریفین بھی داخل ہین اور نہ صرف جاہ
طلب دنیادار بلکہ مسلمانون کے بڑے بڑے مذہبی پیشوا احجاج اور حفاظ اور صوفی اور شمس العلما
ان دعاؤن مین پیش قدمی اور سرگرمی ظاہر کرین - سچ یہ ہے کہ آج تک دنیا مین کسی محکوم قوم
نے اپنے حاکمون کے ساتھ ایسی مضبوط وفاداری اور اطاعت شعاری کا اظہار نہین
کیا ہے اور نہ کر سکتی ہے -

نہ صرف ہندوستان کے بلکہ جزائر عرب اور خلیج بنگال کے وہ خود مختار عرب والیان ملک
مثل سلاطین مسقط اور لاہج کے جن مین مذہبی جذبات ہندی مسلمانون سے زیادہ پائے
جاتے ہین - اس موقعہ پر برٹش گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری اور جان نثاری مین ہندوستان
کے مسلمانون کے پہلو بہ پہلو جا رہی ہین -

اگر اہل ہنود اپنا تن من دھن اس موقع پر برٹش گورنمنٹ کے اوپر نثار کر دیں تو کوئی جائے تعجب نہیں ہے - اسواسطے کہ برٹش گورنمنٹ کی برکات سے اونھون نے تعلیمی اور تمدنی ترقی اور تمول مین سب سے زیادہ حصہ پایا ہے - اور اُن کے مذہبی جذبات اور محسوسات کو موجودہ جنگ سے کوئی صدمہ نہیں پہونچتا ہے - لیکن باوجود اس کے کہ اُس قوم کے ایک گروہ مین باضابطہ مسلسل سازشین برٹش گورنمنٹ کی بیخ کنی کے واسطے دریافت ہو رہی ہین اور اُسے قوم کے سینکڑون ہونہار اور تعلیم یافتہ نوجوان جو برٹش گورنمنٹ کی فیاضانہ تعلیمی پالیسی کے سرچشمہ سے سب سے زیادہ سیراب ہوئی ہین - آئے دن ملک مین بدامنی بد اخلاقی اور بغاوت کے سامان مہیا کرتے ہین - لیکن اس وقت تک کسی ہندو لیڈر نے اشارتاً اور کنایتاً بھی ان مسلسل اور متواتر افعال قبیحہ کو ہندو قوم کی ناعاقبت اندیشی کی جانب منسوب نہین کیا نہ اوس قوم کے لیڈرون اور اکابر نے اپنی قوم کے ایسے نوجوانون کو ناعاقبت اندیشی سے بچانے کا خیال کیا اور نہ کسی گورنمنٹ کے افسر نے اس باضابطہ اور مسلسل سازش کو ہندو قوم کی طرف منسوب کیا - اہل ہنود مین سے ہر ایک آج کل اپنی قومی وفاداری اور جان نثاری کے ڈنکے بجاتا ہے - اور چارطرف سے سواے اُن کے آواز بازگشت کے اور کوئی صدا سُنائی نہین دیتی -

اگر ہندوستان کے پارسی اس موقع پر برٹش کے ساتھ غیر معمولی وفاداری اور جان نثاری کا ثبوت دین تو کوئی تعجب کی بات نہین ہے - اسواسطے کہ باوجود اس کے کہ ہندوستان مین اُن کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے - لیکن برٹش گورنمنٹ کی برکات سے جو ترقی - عروج اور حقوق اُن کو اُس ملک مین حاصل ہین - وہ کسی اور محکوم قوم کو حاصل نہین ہین - اگر ہندوستان کے یورپشین اور دیسی عیسائی اس خطرناک موقع پر اپنا کل جاہ و حشم اور جان و مال کو برٹش گورنمنٹ پر قربان کر دین تو وہ بھی تعجب کی بات نہین ہے اسواسطے کہ اُن کا وجود اور اون کی ہستی برٹش گورنمنٹ کیساتھ اس ملک مین قایم ہے اور جو اعلیٰ حقوق اور مراعات اُن کو حاصل ہین - وہ رعایا کے کسی اور طبقہ کو حاصل نہین ہین جنکی بدولت وہ اپنے کو فاتح ہند اور شریک سلطنت خیال کرتے ہین -

لیکن مسلمانون کی حالت ان تینون قومون سے مختلف ہے نہ اُن کو وہ تعلیم اور تمول حاصل ہے - جو اہل ہنود نے برطانیہ کے عہد حکومت مین حاصل کیا ہے نہ اُن کا اعزاز اور اختیار ہے

جو پارسیون کو برٹش گورنمنٹ نے عطا فرمایا ہے۔ نہ اُن کے وہ حقوق اور مراعات ہین۔ جو یورپشین اور دیسی عیسائیون کو حاصل ہین۔ ایسی حالت مین اُن کی گورنمنٹ کے ساتھ سچی اور عدیم المثال وفاداری جو سلطنت برطانیہ کے استقلال اور ملک مین امن و امان اور ہندوستان کے بہبود کے خیال پر مبنی ہے تمام دیگر اقوام کی وفاداری سے بہت زیادہ قابل قدر و منزلت ہے۔

لیکن کیا مسلمانون کی اس وفاداری اور جان نثاری کی دل سے قدر و منزلت اور اعتراف کیا گیا ہے۔ جسکے وہ مستحق ہین اور کیا اُن کے ویسے حوصلہ افزائی ہو رہی ہے جو اس حیرت انگیز طرز عمل کے صلہ مین ہونا چاہیئے تھی۔ مگر واقعات اس بات کے شاہد ہین کہ جس قدر مسلمانون کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا یہ رویہ حیرت انگیز ہے اُس سے زیادہ اوس کی ناقدری اور خود مسلمانون کی جانب سے مسلمانون کو مشتبہ اور ناعاقبت اندیش قرار دینا تعجب خیز ہے۔

اگر برٹش حکام کی طرف سے کوئی سرد مہری یا بیجا اعتنائی اس زمانہ مین ظاہر ہو۔ تو اوس کی شکایت کا بلا شبہہ یہہ موقع نہین ہے۔ اس واسطے کہ وہ خود ایک نہایت سخت اور خطرناک حالت مین مبتلا ہین۔ اور اُن کو ایک طرف تو میدان جنگ کا فکر اور دوسری طرف اپنی نہایت وسیع قلمرو مین اس خطرناک موقع پر امن و امان اور تسلط قایم رکھنے کا خیال دامنگیر ہے۔ اُن کا اس زمانہ مین غیر قومون کے ساتھ غیر معمولی احتیاط کا برتاو کرنا کچھہ بیجا نہین ہے۔ جبکہ جنوبی افریقہ مین اُن کو خود اپنی ہم قوم اور ہم مذہب رعایا کے گروہ سے غداری اور بغاوت کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ باوجودیکہ اُن کو آزادی اور حکومت خود اختیاری کے وہ تمام حقوق حاصل تھے۔ جو اہل ہنود کے دایرہ خیال سے بھی ابھی بہت دور ہین۔

اس کے علاوہ شخصی مصایب اور خانگی پریشانیون مین برٹش حکام آج کل ایسے مبتلا ہین کہ اس وقت نہ اُن سے کسی خدمت کے صلہ کی توقع ہونا چاہیئے نہ اُن کا کوئی غیر معمولی احتیاط اور جو کچھہ کرتے ہین کا فعل قابل شکایت ہونا چاہیئے۔ گورنمنٹ سے جو کچھہ ہمکو کہنا ہے اور جو کچھہ لینا ہے۔ اوس کا وہ وقت ہوگا۔ جبکہ میدان جنگ سے فتح و نصرت کیساتھ اعلی حضرت ملک معظم کی افواج واپس آئین گی اور دنیا مین ایک مستقل اور قابل وثوق امن قایم ہوگا البتہ اس وقت ہماری قوم کے اکابر اور اُن مقتدر حضرات کا جن کو گورنمنٹ کی بساط اعزاز پر

حاشیہ نشینی کی عزت حاصل ہے اور جنکی جنبش سب حکام کی با خبر سامعہ کو نہایت آسانی سے اپنی طرف متوجہ کر سکتی ہے - یہ کام تھا کہ وہ اپنی قوم کی اس عدیم المثال وفاداری اور ایثار کی کماحقہٗ داد دیکر اُن کی ہمت افزائی کرین - تاکہ اُن کے حوصلے پست نہو جائین اور انکی وفاداری کے جذبات مین اور زیادہ قوت اور جوش پیدا ہو اور گورنمنٹ کی خفیہ پورٹون اور حکام کے دلون مین اپنی قوم کی سچی وفاداری کے ایسے حالات کا ذخیرہ مہیا کرتے جو صاحب اندوزی کے وقت اُن کی قوم اور اُس کے ذریعہ سے اُن کے ذاتی اعزاز اور سرخروئی کا باعث ہوتا جس طرح پر کہ سید احمد خان علیہ الرحمتہ نے ۱۸۵۷ء کے پر آشوب زمانہ مین سب سے اول مسلمان وفاداران گورنمنٹ کے حالات اور جذبات بذریعہ ایک مطبوعہ کتاب کے حکام وقت کے سامنے پیش کی تہی اور اُس نازک وقت مین جبکہ حکام وقت کے نقطہ خیال کے خلاف لب کشائی کرنا جان جوکھون کا کام تھا - اُس قوم کے سچے ہمدرد نے اسباب بغاوت ہند لکھکر اپنی قوم کی بے گناہی ثابت کی - اونہون نے اپنی عزت اپنی قوم کے اعزاز مین خیال کی اور اپنی قوم کے خون مین ہاتھ لال کرنے کو اپنی سرخروئی کا ذریعہ نہین گردانا -

لیکن نہایت افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ آج کل مسلمانون مین اُن حضرات کا جنکو گورنمنٹ ہاؤس کے ایوان شاہی مین داخلہ کی عزت حاصل ہے - یہ خیال ہے کہ وہ اپنی وفاداری کا ثبوت صرف اس طرح پر دیسکتے ہین کہ اپنی قوم کو شوریدہ سر اور ناعاقبت اندیش قرار دین - اور گورنمنٹ کے بہی خواہون اور وفاشعارون کا علقہ اپنی قوم مین اس قدر محدود کرین - کہ سوائے اُن کے چند ہم خیالون کے کوئی اور قابل اعتماد نہ خیال کیا جائے - جن باتون کا حکام کو خیال بہی نہین ہوتا اُن کو یہ حضرات اپنی دماغ سوزی اور قوت متخیلہ کی کرشمہ سازی سے نہایت ڈراؤنی اور مہیب شکل مین دکہا کر خواہ مخواہ گورنمنٹ کو اپنی قوم کی طرف سے مشتبہ اور بدظن کرتے ہین اور جو لوگ گورنمنٹ کی وفاداری کے ساتھہ اپنی قوم کے بہی خواہ اور ہوا خواہ ہین - اُن پر نہایت جہوٹے اور بے بنیاد الزام لگا کر مفت مین بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہین - یہ ہے عاقبت اندیشی کی حیرت انگیز مثال جس مین بدقسمتی سے آج کل ہماری قوم کے چند سرآوردہ اصحاب مبتلا ہو رہے ہین ؎

من از بیگانگان ہرگز ننالم | کہ با من آنچہ کرد آن آشنا کرد

یاد رکھو کہ اپنی قوم کو مشتبہ اور غدار بنا کر کسی طرح قابل اعتماد نہین بن سکتے اور مسلمانون مین سے

گورنمنٹ کے ہوا خواہون کی تعداد گھٹا کر تم کسی طرح اعزاز و امتیاز کے مستحق نہین ہو سکتے
ایک غدار اور ناعاقبت اندیش قوم کے چند افراد جو اپنی کو لیڈر کہتے ہون - گورنمنٹ کی نظر مین کیا
وقعت اور عزت حاصل کر سکتے ہین - اچھی طرح سمجھہ لو کہ گورنمنٹ بھی سچی عزت اُسی شخص یا
اشخاص کی کرتی ہے - جو اپنی قوم کی نگاہ مین بھی معزز اور موقر ہون اور لیڈر بننے کا شرف بھی
اُسی کو حاصل ہو سکتا ہے - جسکے متبعین کی تعداد اور اُس کے فرمان بردارون کا حلقہ اثر
نہایت وسیع ہو - ؎

ہر کہ با اہل خود وفا نہ کند ۔۔۔ نہ شود مرد نزد دانش مند

لیکن مجھے کامل امید ہے - کہ ان دل شکن واقعات سے مسلمانون کی سچی اور غیر متزلزل
وفاداری اور امن پسند پالیسی مین جو اُن کی پاک مذہب کی مقدس تعلیم کا نتیجہ ہے کہ کوئی
فرق نہین آئے گا - اور اپنی ضرب المثل صبر اور استقلال کیساتھہ وہ صراط مستقیم پر ثابت
قدم رہین گے - اور جس طرح کہ اپنے عروج کے زمانہ مین اُن کے اسلاف اور بزرگ رواداری
رعایا پروری اور فیاضی کی زبردست یادگارین دنیا کی تاریخ مین چھوڑ گئے ہین اسی طرح
اس تنزل اور محکوم ہونے کی حالت مین ہمارا ایثار - وفاداری امن پسندی اور صداقت
آئندہ زمانہ کی تاریخ مین یادگار رہے گی ؎

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے ۔۔۔ مرے بت خانہ مین گر کعبہ مین گاڑو برہمن کو

راقم محمد یعقوب وکیل مراد آباد

کرمون کا پھل

ماخوذ از اودھ اخبار - ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء

(۱) مجھے ہمیشہ آدمیون کے پرکھنے کا خبط رہا ہے - اور مین تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہون کہ یہ مطالعہ
جس قدر دلچسپ اور انکشافات سے لبریز ہے اتنا شاید اور کوئی مطالعہ نہوگا - لیکن اپنے
دوست لالہ سائین دیال سے بہت عرصہ تک دوستانہ اور بے تکلفانہ تعلقات رہنے پر بھی مجھے
اُن کی تھاہ نہ ملی - یون تو وہ بہت ہی معمولی درجہ کے آدمی تھے - جن مین انسانی کمزوریون
کی کمی نہ تھی - وہ وعدے بہت کرتا تھا - لیکن اُنہین پورا کرنے کی زیادہ ضرورت نہ سمجھتا
تھا - اُسے اپنے فرض پر پابند رہنے کے لئے دباؤ اور نگرانی کی ضرورت تھی - محنت سے

جی جرا لنے والا اور اصولون کا کمزور ایک ڈھیلا ڈھالا آدمی لیکن جب کوئی مصیبت سر پر آ پڑتی تو اس کے دل مین استقلال اور مردانگی کی وہ زبردست طاقت پیدا ہوجاتی تھی۔ جسے شہادت کہہ سکتے ہین۔ اس کے پاس ایک مختصر سی کپڑے کی دوکان کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ اور مذہبی باتون سے اسے وحشت ہوتی تھی۔ ایسی حالتون مین اس کی ہمت اور استحکام کا سوتا کہان چھپا ہوا تھا۔ یہان تک میری نگاہ تحقیق نہین تھی۔

(۲) باپ کے مرتے ہی مصیبتون نے اس پر یورش کی۔ غریب نے ایکی برسی سے نجات نہین پائی تھی کہ مہاجن نے نالش کی اور عدالت کے طلسمی احاطہ مین پہونچتے ہی یہہ مختصر ہستی یون پہولی جس طرح مشک پھولتی ہے۔ ڈگری ہوئی۔ جو کچھہ جمع جتھا تھی برتن بھانڈے ہانڈی تو سب اس کے گھر پیٹ مین سما گئے۔ مکان بھی نہ بچا۔ بیچارے مصیبتون کے مارے سائین دیال کا اب کہین ٹھکانا نہ تھا۔ بالکل آوارہ وطن کوڑی کوڑی کو محتاج کئی کئی دن فاقہ سے گزر جاتے اپنی تو خیر چندان فکر نہ تھی۔ لیکن بیوی تھی۔ دو تین بچے تھے۔ اُن کے لئے تو کوئی نہ کوئی فکر کرنا ہی پڑتی تھی۔ آہ! مین نے ایک بار اسے ریلوے اسٹیشن پر دیکھا۔ اس کے سر پر ایک بھاری بوجھہ تھا دم پھول رہا تھا۔ لیکن بشرہ سے کامل صبر ٹپک رہا تھا۔ کئی مہینہ تک یہی کیفیت رہی۔ بالآخر اس کی ہمت اور قوت برداشت اسے اس دشوار گزار وادی سے باہر نکال لائی۔

(۳) تھوڑے ہی دنون کے بعد مصیبتون نے اسے پھر حلہ کیا مین مہینہ کے لئے بمبئی چلا گیا۔ تھا۔ وہان سے لوٹ کر اس کی ملاقات کو گیا۔ آہ وہ نظارہ یاد کر کے آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین۔ صبح کا وقت تھا مین نے دروازے پر جا کر آواز دی اور اپنے معمول کے مطابق بے تکلف اندر چلا گیا۔ مگر وہان سائین دیال کا وہ ہنس مکھ چہرہ نظر نہ آیا۔ اس کی بیوی سر جھکائے ہوئے آئی۔ اور مجھے اس کے کمرہ مین لیگئی میرا دل بیٹھ گیا۔ سائین دیال ایک چارپائی پر میلے کچیلے کپڑے لپیٹے آنکھین بند کئے پڑا اور درد سے کراہ رہا تھا۔ اس کی بیوی نے میری طرف مایوس نگاہون سے دیکھا میری آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ اس مٹے ہوئے ڈھانچے مین بیماری کو بھی مشکل سے جگہہ ملتی ہوگی۔ زندگی کا کیا ذکر مین اس کی صورت دیکھکر گھبرا گیا۔ کیا بجھتے ہوئے چراغ کی آخری جھلک تو نہین ہے۔ ؟ میری سہمی ہوئی صورت دیکھکر وہ مسکرایا اور بہت ہی دھیمی آواز مین بولا تم ایسے اُداس کیون ہو یہ سب میرے کرمون کا پھل ہے۔

(۴) مگر کچھ عجیب بدقسمت آدمی تھا۔ ڈاکٹر دن نے بھی جواب دیدیا تھا۔ لیکن مصیبتوں کو ابھی اس سے پرانا حساب چکانا تھا اس کو اپنی آنکھوں سے اپنے اکلوتے بیٹے کا سوگ دیکھنا تھا۔ کیسا ہنس مکھ۔ کیسا خوبصورت ہونہار لڑکا تھا۔ جفا شعار موت نے اسے چھانٹ لیا۔ پلیگ کی وبائی مچی ہوئی تھی۔ شام کو گلٹی نکلی اور صبح کو وہ زندگی چراغ سحری کی طرح بجھ گئی۔ مین اس وقت اس بچے کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میری اور سائین دیال کی آنکھوں کے سامنے ظالم موت نے اس بچے کو ہماری گود سے چھین لیا۔ مین روتا ہوا سائین دیال کے گلے سے لپٹ گیا۔ جب میرے آنسو تھمے تو مین نے سائین دیال کی طرف دیکھا۔ لیکن اس کے چہرہ پر مردانہ تسلیم اور استقلال کا رنگ نمایان تھا۔ اس غم والے کے سیلاب اور طوفان مین بھی سکون کی کشتی اس کے دل کو ڈوبنے سے بچائے ہوئے تھی۔

اس نظارہ نے مجھے متحیر بنادیا۔ ممکنات کی حدین گو کتنی ہی وسیع ہون ایسی جانکاہی کے عالم مین حواس اور اطمینان کو قایم رکھنا ان حدود سے پرے ہے۔ لیکن اس لحاظ سے سائین دیال انسان نہین۔ مافوق الانسان تھا۔ مین نے روتے ہوئے کہا بھائی صاحب اب صبر کا موقع ہے اس نے مستقل انداز سے جواب دیا ہان یہ سب میرے کرمون کا پھل ہے۔

(۵) سائین دیال نے دھیرج کو ہاتھ سے نہ دیا وہ حسب دستور زندگی کے کامون مین مصروف ہو گیا۔ دوستون کی ملاقاتین اور کنار دریا کی سیر اور تفریح اور میلون کی چہل پہل ان دلچسپیون کی ایک ایک حرکت کو ایک ایک بات کو غور سے مطالعہ کرتا مین نے بارہا دوستی کے آداب کو فراموش کر کے اسے اس عالم مین دیکھا۔ جہان اس کے خیالات کے سوا اور کوئی غیر نہ تھا۔ لیکن اس عالم مین بھی اس کے چہرہ پر اسی مردانہ تحمل کا جلوہ تھا۔ شکوہ شکایت کا کبھی ایک لفظ اس کی زبان پر نہین آیا۔

(۶) اس اثنا مین میری چھوٹی لڑکی چندر مکھی نمونیا کی نذر ہو گئی۔ دن کے دھندے سے فرصت پاکر گھر پر آتا اور اسے پیار سے گود مین اٹھا لیتا تو جو میرے دل کو تفریح اور روحانی تقویت ہوتی تھی اُسے لفظون مین مین نہین ادا کر سکتا۔ یکایک مین نے سائین دیال کو آتے دیکھا مین نے فوراً آنسو پوچھ ڈالے اور اس ننھی سی جان کو زمین پر لٹا کر باہر نکل آیا۔ اس صبر و تحمل کے دیوتا نے میری طرف ہمدردانہ نگاہون سے دیکھا اور میرے گلے لپٹ کر رونے لگا۔ مین نے

اس طرح کبھی چیخ مار کر روتے نہیں دیکھا۔ روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اضطراب سے بے سدھ اور بے حال ہو گیا۔ یہ وہی شخص ہے۔ جس کا اکلوتا بیٹا مرا اور پیشانی پر بل نہیں آیا۔ یہ کایا پلٹ کیوں ہے؟

(۷) اس سانحہ کے کئی دن بعد جبکہ غم رسیدہ دل سنبھلنے لگا تھا۔ ایک روز ہم دونوں دریا کی سیر کو گئے شام کا وقت تھا۔ دریا بھی تھکے ہوئے مسافر کی طرح آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا۔ ہم دور جا کر ایک ٹیلے پر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا کتابوں میں تو استقلال اور صبر کی بہت سی روایتیں پڑھی ہیں لیکن یقین مانو تمہارا جیسا مستقل مزاج مشکلات میں سیدھا کھڑا رہنے والا انسان آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ تم جانتے ہو کہ مجھے انسانی خواص کے مطالعہ کا ہمیشہ سے شوق ہے۔ لیکن میرے تجربہ میں تم اپنی قسم کے اکیلے آدمی ہو میں یہ نہ مانوں گا کہ تمہارے دل میں درد و گداز نہیں ہے۔ اسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ پھر اس عارفانہ صبر و اطمینان کا راز تم نے کہاں چھپا رکھا ہے۔ تمہیں یہ راز اس وقت مجھ سے کہنا پڑے گا۔

سائیں دیال کچھ پس و پیش میں پڑ گیا اور زمین کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ یہ کوئی راز نہیں میرے کرموں کا پھل ہے۔

یہ جملہ میں نے چوتھی بار اس کی زبان سے سنا۔ بولا۔ جن کرموں کا پھل ایسا تقویت بخش ہے ان کرموں کی کچھ مجھے بھی تلقین کرو میں ایسے پھلوں سے کیوں محروم رہوں۔

سائیں دیال نے پر حسرت لہجہ میں کہا۔ ایشور نہ کرے کہ تم سے ایسے کرم سرزد ہوں اور تمہاری زندگی پر ان کا سیاہ داغ لگے میں نے جو کچھ کیا ہے وہ مجھ اپنی ہی نگاہ میں ایسا شرمناک معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی مجھے جو کچھ سزا ملے میں اُسے خوشی کیساتھ جھیلنے کو تیار ہوں آہ! میں نے ایک ایسے پاکیزہ خاندان کو جہاں میرا اعتبار اور وقار تھا۔ اپنے نفس کی غلاظت سے ملوث کیا ہے۔ ایک ایسے پاک دل کو جس میں تازگی اور وفا تھی اس پاک دل میں میں نے گناہ اور دغا کا بیج ہمیشہ کے لئے بو دیا۔ یہ گناہ ہے۔ جو مجھ سے سرزد ہوا ہے اور اس کا پلہ ان مصیبتوں سے بھاری ہے جو میرے اوپر اب تک پڑی ہیں یا آئندہ پڑینگی کوئی سزا کوئی صدمہ کوئی نقصان اس کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

میں سائیں دیال کو ہمیشہ عزت کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔ ان باتوں کو سنکر میری نظروں

مین اس کی عزت سہ چند ہو گئی - مین نے اُس کی طرف ارادتمند آنکھون سے دیکھا اور اس کے گلے سے لپٹ کر بولا - سائین دیال آج معلوم ہوا کہ تم اُن پاک نفسون مین ہو - جن کا وجود دنیا کے لئے برکت ہے - تم ایشور کے سچے بھگت ہو اور مین تمہارے قدمون پر سر جھکاتا ہون -

اسلام کی کشش

ماخوذ از زمیندار ۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء

مسٹر ٹی - ڈبلیو - آرنلڈ سابق پرنسپل مدرستہ العلوم علیگڈھ مصنف پریچنگ آف اسلام نے اپنی کتاب کے اخیر مین چند ایسے اشخاص کا تذکرہ کیا ہے - جو باوجود عیسائی پادری اور ماہر دینیات عیسوی ہونے کے اور باوجودیکہ نہ کسی مسلم مشنری نے ان تک اسلام کو پہنچایا - اور نہ ابھی ان کو کوئی ذاتی تعارف اہل اسلام سے حاصل ہوا - جس سے ان کے خیالات مین تبدیلی پیدا ہوتی - انھون نے دین الٰہی قبول کیا اور تادم مرگ اس پر استوار رہے - تاریخ کے صفحات ایسی مثالون سے بھرے ہوئے ہین - اور مسٹر آرنلڈ نے بھی چیدہ چیدہ چند مثالین بیان کی ہین - مگر ان مین سب سے زیادہ دلچسپ وہ حصہ ہے جو کتاب تحفتہ الاریب فی الرّد علی اہل الصلیب کے مصنف نے قلمبند کیا ہے - یہ کتاب ۱۴۲۰ء مین ایک عیسائی پادری نے لکھی تھی - جسنے اپنا نام بعد قبول اسلام عبداللہؐ بن عبداللہ رکھا دیباچہ کتاب مین مصنف نے اپنی سوانح عمری دی ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجوّرکا کے ایک شریف خاندان مین پیدا ہوا - اور اس کے والدین کا ارادہ شروع سے ہی اس کو پادری بنانے کا تھا - چھ سال کی عمر مین اس کو انجیل کی تعلیم شروع کرائی گئی - جس کا اس نے بہت سا حصہ حفظ کر لیا - اور جب وہ نحو - منطق کی تعلیم بھی حاصل کر چکا تو اسے پریڈا واقعہ کیٹلونیا کی یونیورسٹی مین بھیجا گیا - جہان اس نے کچھ عرصہ علم ہیئت و علم الطب کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد کامل چار سال تک دینیات کا مطالعہ کرتا رہا - لیڈیا سے وہ بولانا کے مشہور یونیورسٹی مین گیا - جس کی ہردلعزیزی اور شہرت کا آفتاب نصف النہار پر تھا - وہ اپنی کتاب مین ذکر کرتا ہے - کہ وہان مین ایک معزز ضعیف العمر پادری نکولس مارٹل نامی کے مکان مین جا کر ٹھیرا - یہ پادری اپنے علم اتقاء اور ریاضت نفس مین اپنا ثانی نہ رکھتا تھا - اور لوگون کے دلون مین اس کی قدرومنزلت بھی اس کے علم و اتقاء کے مطابق تھی - دینیات کے پیچیدہ پیچیدہ مسائل اور مشکل سے مشکل عقدے بشش جہت سے اس کے

پاس حل و جواب کے لئے آتے تھے۔ جن کے جواب وہ بآسانی دیتا۔ اور دنیائے عیسائیت مین سے کسی کو اس کے جوابات پر نکتہ چینی کی قابلیت و جرأت نہ ہوتی تھی۔ سالہا سال تک مین نے اس پادری کی خدمت کی اور اس سے دین عیسوی کے اصول و فروغ۔ احکام و نواہی اچھی طرح حاصل کئے۔ مین ہر وقت اس کی خدمت مین حاضر رہا کرتا تھا اور وہ بھی مجھ سے اس قدر خوش ہو گیا کہ مجھے اپنا دلی دوست بنا کر اپنے مکان اور سٹور روم (گودام) کی کنجیان میرے حوالہ کر دین۔ اس طرح اس عمر رسیدہ پادری کی خدمت اور شاگردی مین مجھے دس سال سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا۔

اتفاقاً ایک روز پروفیسر صاحب (عمر رسیدہ پادری صاحب) بیمار ہو گئے۔ اور لیکچر ہال مین تشریف نہ لا سکے۔ ہم سب طلباء لیکچر ہال مین بیٹھے ہوئے اُن کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ اور مختلف مسائل دینی پر بحث ہو رہی تھی۔ کہ انجیل کا وہ فقرہ جو حضرت عیسیٰ کی زبانی خدا نے فرمایا ہے کہ ''میرے بعد ایک نبی آئیگا۔ جس کا نام پیر کلیسٹ ہوگا۔،، ایک طالب علم کی نظر پڑا۔ اس نے سب کو اس کی طرف توجہ دلائی اور بحث اسی فقرہ پر ہونے لگی۔ پیر کلیسٹ کے نام پر ایک زور شور کی بحث ہوئی۔ مگر یہ عقدہ نہ حل ہونا تھا نہ ہوا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی جداگانہ راے دی۔ جس کے ماننے کے لئے کوئی بھی تیار نہ تھا۔ آخر کار بحث کو ادہم بیچ ہی مین چھوڑ کر طلباء اپنی اپنی جگہ کو چل دئے جب مین اپنے پروفیسر صاحب کے مکان پر پہنچا تو انھون نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تمہاری بحث آج کس مضمون پر تھی؟ مین نے کہا کہ پیر کلیسٹ کے نام پر بحث تھی۔ مگر ایک کی راے دوسرے سے نہ ملتی تھی۔ اور آخر تک کوئی فیصلہ نہین ہوا۔ مین نے یہ بھی بتلایا کہ کس کس طالب علم نے کون کون سا شخص تجویز کیا تھا۔ پروفیسر صاحب نے دریافت کیا۔

پروفیسر صاحب۔ تم نے کیا جواب دیا۔

مین۔ فلان عالم دینیات و مفسر انجیل نے جو لکھا ہے۔ وہی مین نے بھی کہا۔

پروفیسر صاحب۔ شاباش۔ تمہارا جواب ایک لحاظ سے تقریباً بالکل صحیح ہے۔ تاہم حقیقت سے بہت بعید ہے تم مین سے بعض اصلی نام کے قریب قریب پہنچے ہین۔ مگر درحقیقت کسی کا بھی جواب درست نہین اور اصلیت یہ ہے کہ سوائے عالمان اجل اور فاضلان اکمل کے اور کوئی اس کا صحیح جواب نہین جانتا۔ اور تم نے ابھی بہت ہی کم علم حاصل کیا ہے۔ یہ الفاظ سنکر مین پروفیسر صاحب کے قدمون پر گر پڑا۔ ان کو بوسہ دیا۔ اور عرض کی۔

مین - اے استاد مہربان - آپ کو معلوم ہے کہ مین دور دراز ملک سے آپ کی خدمت
مین تعلیم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہون پچھلے دس سال سے آپ کی خدمت دل وجان سے
کرتا رہا ہون - آپ کی فیض رسانی کا ذکر تحصیل حاصل ہے - آپ نے جو جو عنایت مجھ پر
کی ہین اُن کا شکریہ کرنے سے میری زبان قاصر ہے - اب ان عنایات کے پیمانہ کو اس شخص کا
اصلی نام بتلا کر لبریز کر دیجئے - کہ تا دم زیست غلام بے دام ہون "

میری زبان سے یہہ الفاظ سنکر ضعیف العمر پادری زار زار رونے لگا اور بولا کہ اے
فرزند یقیناً تم نے میری بہت خدمت کی ہے اور مین بھی تم کو بوجہ اس خدمت کے اور بوجہ
اس محبت کے جو تم کو میرے ساتھ ہے - بیحد عزیز رکھتا ہون - مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اگر یہہ
قابل قدر نام معلوم ہو جاے تو تمکو اس سے بہت فائدہ ہوگا - مگر جان من خوف یہ ہے کہ اگر مین
تم پر اس راز کو ظاہر کر دون - تو عیسائی تمکو فوراً جان سے مار ڈالین گے - "

مین - خدائے اعلی کی قسم - صداقت انجیل کی قسم اور اس پاک ہستی کی قسم جس پر
انجیل نازل ہوئی - مین صدق دل سے وعدہ کرتا ہون کہ بغیر آپ کی اجازت کے آپ کا راز
کسی کے سامنے افشا نہ کرون گا -

پروفیسر صاحب - اے فرزند جب تم اول اول میرے پاس آئے تو تمکو یاد ہوگا کہ مین نے
تمہارے وطن کی بابت تم سے سوال کیا تھا - میرا مدعا اس سے یہ معلوم کرنا تھا کہ آیا وہ
ملک مسلمانون کے ملک کے قریب تھا - یا نہین - آیا تمہارے ملک کے رہنے والے مسلمانون
کے برخلاف جنگ کرتے تھے یا نہین - اور سب سے بڑی بات یہ کہ تمہارے دل مین اسلام
کی طرف سے کس قدر نفرت جاگزین تھی - پس اے دل پسند معلوم کر کہ پیر یلیٹ
سے مراد مسلمانون کا نبی محمدؐ ہے - جس پر خدا کی الہامی کتاب (قرآن پاک) جس کے
نزول کا ذکر پیغمبر دانیال نے کیا ہے - نازل ہوئی - بالیقین اُن کا مذہب سچا مذہب ہے -
اور اُن کا دین وہی شاندار دین ہے - جسکی انجیل شہادت دیتی ہے -

مین - جناب من اگر یہ سچ ہے - تو دین عیسوی کی بابت آپ کی کیا راے ہے -

پروفیسر صاحب - اے فرزند - اگر عیسائی اپنے اصلی دین پر قایم رہتے تو وہ بھی خدا
کے سچے مذہب کے پیرو تھے - کیونکہ حضرت عیسیٰ دیگر پیمبرون کی طرح خدا کا ہی مذہب
لائے تھے -

مین - مگر اب اس کا علاج کیا ہے -

پروفیسر صاحب - اسلام قبول کرلو -

مین - لیکن کیا جو شخص اسلام قبول کرلے - اس کو نجات حاصل ہو گی -

پروفیسر صاحب - بیشک اس کو نجات ملیگی - اس دنیا مین بھی اور آخرت مین بھی -

مین - مگر جناب من - عاقل آدمی جس چیز کو دوسرون کے لئے اچھا سمجھتا ہے - اسکو اپنے لئے بھی پسند کرتا ہے - آپ فرماتے ہین - کہ اسلام سچا اور بہترین مذہب ہے - کیا مین یہہ دریافت کرنے کی جرأت کر سکتا ہون کہ جناب کیون ابھی تک دائرہ اسلام مین داخل نہین ہوئے

پروفیسر صاحب - جناب من اسلام اور پیغمبر اسلام کی صداقت و عظمت کی حقیقت جو مین ابھی تم کو بتلا چکا ہون خدائے تعالیٰ نے عہد پیری بھی مجھہ پر ظاہر کی ہے جبکہ مین عمر رسیدہ ہو گیا ہون اور میرے قویٰ مضمحل ہو گئے ہین - مین اس کو بطور حیلہ و بہانہ کے بیان نہین کرتا کیونکہ برعکس اس کے خدا کی دلیل میرے اس بہانے کے خلاف ہے - لیکن اگر خدا مجھے اس وقت ہدایت دیتا جبکہ مین تمہاری عمر کا تھا - تو مین چیزدن کو چھوڑ کر دین حق کو قبول کر لیتا - مگر دنیا کی محبت تمام گناہون کی جڑ ہے - تمکو معلوم ہے کہ دنیائے عیسائیت مین بھی کسی مرتبہ رفیعہ پر ہون اور میری کس قدر عزت ہوتی ہے - اگر اب عیسائیون کو معلوم ہو جائے - کہ میرے خیالات اسلام کی طرف راغب ہین - تو وہ مجھے ہرگز ہرگز زندہ نہ چھوڑین گے اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیا جائے - کہ مین ان سے جان بچا کر مسلمانون کے ملک مین صحیح و سلامت جا پہنچون تو صورت حالات یہ ہو گی - کہ مین ان سے کہون گا کہ مین نے اسلام قبول کیا ہے اور وہ مجھے جواب دین گے کہ اسلام قبول کر لینے سے تم نے اپنا بھلا کیا ہے - ہمارے اوپر کوئی احسان نہین کیا - کیونکہ دین حق پر ایمان لانے سے تم خدا کے عذاب سے نجات پاؤ گے - اس حالت مین مین غریب ستر سال کا بوڑھا مغلوک الحال ان کی زبان و عادات سے ناواقف فاقہ کشی کرتا ہوا مر جاؤن گا - اور ان کو خبر تک نہ ہو گی کہ عیسائیت مین میری کیا عزت و رفعت (قدر و منزلت) تھی - خدا کا شکر ہے کہ مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصلی مذہب پر قائم ہون - خدا اس پر میرا گواہ رہے -

مین - تو جناب مجھے مشورہ دیتے ہین کہ مین مسلمانون کے ملک مین جا کر اسلام قبول کر لون

پروفیسر صاحب - بیشک اگر تم عاقل اور نجات کے خواہان ہو تو فوراً ایسا ہی کرو - کیونکہ اس سے تم کو دین و دنیا کی بہبودی حاصل ہو گی - اور سنو اس وقت تک کسی کو

اس معاملہ کا علم نہین ہے - جو میرے اور تمہارے درمیان ہوا ہے - تم بھی اس کو کمال احتیاط سے پوشیدہ رکھنا - کیونکہ اگر یہ ظاہر ہو گیا - تو تمہاری جان کی خیر نہین ہے - اور مین تمہاری جان بچانے کے لئے کچھہ نہ کر سکون گا - اگر تم نے مجھہ پر الزام ڈالا - تب بھی کچھہ فائدہ نہ ہوگا - کیونکہ جو کچھہ مین کہون گا - وہ ساری دنیا مانے گی - اور جو کچھہ تم میرے خلاف کہوگے - اس کو کوئی یقین نہ کرے گا - اگر تم نے ایک لفظ بھی اس معاملہ کا افشا کیا - تو مین تمہارے خون سے بری الذمہ ہون گا -

مین - خدا نہ کرے - کہ افشاے راز کا خیال تک بھی میرے دل مین آے -

مین نے پروفیسر صاحب سے اخفاے راز کا وعدہ کیا - اور پھر سفر کی تیاری کی - اور ان سے رخصت ہوا - جاتے وقت انہون نے مجھے بہت سی دعائین دین - اور سفر خرچ کے لئے پچاس دینار عطا کئے - مین اپنے زاد بوم شہر مجورکا کو روانہ ہوا - اور وہان چھہ ماہ قیام کیا - بعدہٗ جزیرہ سسلی کو چلا گیا - اور پانچ ماہ تک انتظار کرتا رہا کہ کوئی جہاز ایسا ملے - جو مجھے مسلمانون کے ملک مین پہنچا سکے - آخر کار ایک جہاز کی نسبت معلوم ہوا کہ ٹیونس کو جانے والا ہے مین نے اس کا ٹکٹ خرید لیا - شام کو ہمارا جہاز سسلی سے روانہ ہو کر دوسرے دن دوپہر کو ٹیونس پہنچ گیا -

جب مین جہاز سے اتر کر چنگی خانہ پہنچا - تو چند عیسائی سپاہیون نے میرا حال سنکر مجھسے ملاقات کی - اور مجھے اپنے مکانون پر لے گئے - چند ایک عیسائی سوداگر بھی ٹیونس ہی مین بود و باش رکھتے تھے - ان کے ہمراہ ہو لے چار ماہ تک ان کے ہان مہمان رہا - اور انہون نے بھی مہمان نوازی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا - اس اثنا مین مین نے ان سے دریافت کیا کہ آیا سلطان ابو العباس احمد ۱۳۴۹ء ۱۳۹۴ء کے دربار مین کوئی ایسا شخص بھی موجود ہے - جو عیسائیون کی زبان بول سکتا ہو - انہون نے کہا کہ ہان ایک شخص یوسف نامی جو ایک بڑے پایہ کا عالم اور طبیب - اور سلطان کا منظور نظر ہے - عیسائیون کی زبان جانتا ہے - مجھے اس خبر کے سننے سے جو خوشی ہوئی اس کی کوئی انتہا نہ تھی - مین اس کے مکان کا پتہ معلوم کر کے ایک روز وہان گیا - اپنا سارا حال اس کو کہہ سنایا - اور کہا کہ میرے یہان آنے کا مدعا صرف یہ ہے کہ مین مسلمان ہونا چاہتا ہون - حکیم یوسف اس بات کو سنکر بیحد خوش ہوا - کیونکہ مین سلطان کے سامنے بتوسل اس کے

مسلمان ہونے آیا تھا۔ وہ فوراً ہی گھوڑے پر سوار ہوا اور مجھے ساتھ لیکر محل شاہی کو چلا۔
محل کے اندر جاکر اس نے سلطان سے میرا تمامی حال بیان کیا اور درخواست کی کہ سلطان
مجھے اپنے سامنے بلالیں۔ سلطان نے اس کی درخواست منظور کی اور مجھے شرف باریابی بخشا
سلطان - مرحبا - تم مسلمان ہونے آئے ہو - بڑی خوشی کی بات ہے اسلام قبول کرو
خدا کی رحمت تمہارے شامل حال رہے۔
مین نے ترجمان سے کہا۔ کہ بادشاہ سلامت کی خدمت مین عرض کرو - کہ عموماً لوگ اس وقت
اپنا مذہب چھوڑتے ہین - جبکہ ان کے ہم مذہب آدمی ان کے برخلاف ہون - یا ان کو کسی قسم اور
کی تکلیف دیتے ہون - اور وہ اپنے مذہب سے تنگ آگئے ہون - مگر میری حالت ایسی
نہین ہے - حضور سے میری التجا ہے - کہ حضور ٹیونس کے عیسائی سپاہیون اور سوداگرون
کو اپنے روبرو حاضر کرکے میرے بارہ مین ان سے دریافت فرمائین - تاکہ حضور کو معلوم ہوجائے
کہ میری نسبت ان کے کیا خیالات ہین اس کے بعد مین مسلمان ہوجاؤن گا -
سلطان نے ترجمان کے ذریعہ کہا -
سلطان - تمہاری درخواست بالکل ویسی ہی ہے - جیسی عبد اللہ ابن سلام نے حضرت
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے قبول اسلام کے وقت کی تھی -
پھر سلطان نے عیسائی سپاہیون اور چند عیسائی سوداگرون کو بلوایا اور جب وہ آگئے
تو مجھے ایک علیحدہ کمرہ مین بند کرکے ان سے میری بابت دریافت کیا -
سلطان - اس پادری کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے - جو چند ماہ کا عرصہ ہوا - فلان
جہاز سے یہان آیا تھا -
عیسائی - وہ ہمارے مذہب کا ایک چیدہ عالم ہے - اور ہمارے گروہ نے اس سے
بڑھکر عالم اور متقی کوئی نہین دیکھا ہے -
سلطان - اچھا تو تم اس کی بابت کیا کہو گے - اگر وہ مسلمان ہوجائے -
عیسائی - توبہ - توبہ - وہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کرے گا -
جب سلطان نے میری نسبت ان کی رائے معلوم کرلی تو مجھے بلایا اور اسیوقت ان عیسائیون
کے روبرو مین نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھا - اور بصدیق دل مسلمان ہوگیا -
عیسائیون نے اپنے چہرون پر صلیب کا نشان انگلیون سے کیا - اور کہا کہ یہ صرف شادی

کرنے کے لئے مسلمان ہوا ہے - کیونکہ ہمارے ہان پادری شادی نہیں کرتے - یہ کہکر وہ ایک مضطربانہ حالت مین وہان سے چلے گئے۔

اسی کتاب کے صفحات ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ سے ظاہر ہوتا ہے - کہ بعد قبول اسلام اس نے اپنا نام عبداللہ بن عبداللہ رکھا - چار دینار روزانہ اسے خزانہ شاہی سے ملنے لگے - اور تھوڑے عرصہ کے بعد اس کو چنگی خانہ کا افسر انچارج بنا دیا گیا - آج تک ٹیونس مین اس کا مزار موجود ہے اور اس کا خاص احترام کیا جاتا ہے۔

اس واقعہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا - کہ دنیاوی جاہ وعزت کی طلب بعض اوقات عاقل سے عاقل انسان کو راہ راست سے گم کر دیتی ہے اور وہ غلط راستے کو چھوڑ کر صراط مستقیم کو اختیار نہیں کرسکتا - سچ ہے - ولاتجبو الدنیا فتکونوا من الخسرین -

کتاب مذکور کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے - کہ وہی مسلمان جن کو آج تعصب اور حقارت بھرے دل تہذیب وتمدن کا دشمن - ظالم - جابر - اور قومون کو تباہ کرنیوالا بتاتے ہین - اسلام کی بدولت آج سے چھ صدی قبل اس پایہ تہذیب کو پہنچے ہوئے تھے - جہان زمانہ آجتک پہنچنے سے قاصر رہا ہے - اسلامی تاریخ ایسی بیشمار مثالین پیش کرکے اس حقیقت کو عالم آشکار کر رہی ہے کہ جن نامسلمانون کو خود نامسلمان ملک پناہ نہ دے سکتا تھا - جن کو خود اپنے ملک اور اپنے ہم مذہبون مین دینی آزادی حاصل نہ تھی - ان کو مسلمانون کی معدلت نواز اور حریت پسند حکومتون نے پناہ دی - برابر کے حقوق دئے - اور ان مین سے تو مسلم وغیر مسلم کو سلطنت کے عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز کیا - دراصل شاذ ہی کوئی ایسا حقیقت تلاش یورپین ہوگا جسنے دین اسلام کو اچھی طرح سمجھا ہو - اور سمجھنے کے بعد بھی غیر مسلم ہی رہا ہو -

اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم پر چند متعصب اور کم علم یورپین اصحاب نے بعض ناپاک حملے کئے ہین ان کا جواب ایک قابل یورپین نے نہایت خوش اسلوبی کیساتھ دیا ہے - اگر زمانے نے فرصت دی - تو انشاءاللہ عزیز ممدوح کے خیالات کا اقتباس ہدیہ ناظرین کیا جائیگا - وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم -

(محمد حمید از شملہ)

زرتشت کا اثر ہندوستان پر
بہند تازہ شد آئین دین زرتشتی
(ماخوذ از زمیندار ۲۶ ستمبر ۱۹۱۵ عیسوی)

(۱) - ۱۷ ستمبر ۱۹۱۵ء کو ہندوستان کی پارسی قوم نے زرتشت کی سالگرہ منائی - جو ایران کا پیغامبر اور ایران ہی نہیں ہندوستان میں بھی آئین آتش پرستی کا مروج تھا۔
زرتشت کی پیدائش کے متعلق کوئی معتبر و مستند تحریری شہادت موجود نہیں - لیکن زمانہ حال کی تحقیق و تدقیق نے قدیم ایرانی خط میخی یا مسماری کے جو کتابے برآمد کئے ہیں - اُن کی مدد سے ایک حد تک یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ شہر رے سے جو شمالی ایران میں واقع ہے - زرتشت کا مولد تھا - اور زرتشت کی پیدائش خاندان کیانی کے آخری بادشاہ دارا سے گشتاسب کے عہد میں بارہ سو برس قبل مسیح ہوئی تھی -
اس کی پیدائش کا دن ۱۷ ستمبر تھا - اور یہی دن ہے - جس دن کہ ایران کا پہلا شاہنشاہ کیومرث اور اس کے نامور جانشین ہوشنگ و کیخسرو بھی پیدا ہوئے تھے -
یہ دن پارسی سال کے اول ماہ کے چھٹے روز پڑتا ہے - پارسی اسے خورداد سال کہتے ہیں - خورداد پارسیوں کے عقیدے کے بموجب سرگروہ فرشتگان ہے - اور پانی - نباتات اور تمام قسم کے پھلوں پر اس کی حکومت ہے -
گزشتہ چند روز سے پارسی روزے رکھ رہے ہیں - یہ رسوم مرگ کے متعلق ہیں -
جو زیادہ راسخ الاعتقاد ہیں - وہ ۱۸ روزے رکھتے ہیں - دوسرے کہتے ہیں کہ ہماری کتاب مقدس میں صرف ۱۲ روز دن کی تاکید ہے - ان روزوں کو "متقتاد" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے -
پارسیوں کا عقیدہ ہے کہ ان دنوں بالعموم ارواح سوئی عالم بالا سے اتر کر اپنے گھروں میں آتی ہیں - مردوں کے متعلقین اپنے گھروں میں خاص اہتمام کرتے ہیں - تا کہ روحوں کو اپنے عارضی قیام میں کوئی امر باعث تکلیف و پریشانی نہو -
یہ زرتشتیوں کے مراسم و معتقدات ہیں جنہیں ہندوستان میں ہم پارسی کہتے ہیں اور ابتک انکی نسبت یہی سمجھتے رہے ہیں کہ ایران میں فتوحات اسلامی کے ایام میں وہ مسلمانوں کے خوف سے جلائے وطن ہو کر ایران سے ہجرت کرکے ہندوستان آئے تھے اور یہاں پر ایک ایسا حیرت انگیز تمدن قائم کیا تھا - جسے عام اہل زمانہ آج تک ہندو تمدن سمجھتے رہے - مگر اصل میں وہ پارسی تھا - حتی کہ پاٹلی پتر (پٹنہ) کے جو حیرت انگیز آثار تمدن اس وقت برآمد ہوئے ہیں - موڑیا راجاؤں کیساتھ جو عظیم الشان مدنیت ہندوستان میں منسوب کی جاتی ہے مہاراجہ چندر گپت سے جس بنیان شائستگی کو نسبت دی گئی ہے - ان سب کے بانی اصل میں یہی پارسی تھے موڑیا قوم خود پارسیوں کی تھی اور مہاراجہ چندر گپت بھی فارسی الاصل تھا -

ڈاکٹر سپوز لکھتے ہین۔

ہمارے تاریخی افق ہند پر پہلے پہل موڑیا اور چندر گپت کب اور کہاں نمودار ہوتے ہین؟ اندازہ کیا گیا ہے کہ بہت اوپر شمال مغرب ہندوستان مین کہین ٹیکسلا کے قریب سے نمودار ہوئی ہے - یہ حملہ آور فاتح (چندر گپت) ایران سے اسکندر اعظم کی معیت مین آیا تھا - اور خاص ایرانی (پارسی یا زرتشتی مجوسی) تھا -

اب دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا چندر گپت اسکندر اعظم کے اس لشکر عظیم مین سے تھا جو ایران سے ہندوستان فتح کرنے آیا تھا - پلوٹارک کے ایک اعلان سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے - اور یہ امر یہ ظاہر نا ممکن بھی نہین ہے -

بہر حال تحقیق کے ساتھ صرف اس قدر معلوم ہے کہ وفات اسکندر کے بعد جب چندر گپت نے مگدھ دیس پر فوج کشی کی تو اس نے ایک عظیم ایرانی لشکر کی مدد سے تخت حاصل کیا اپنی سرحد سے مگدھ دیس پر اس طرح چڑھائی کرنے اور اپنے ہم قوم یعنی آخری نند، کو اخر ایرانی ٹڈی دل لشکر کی بدولت مغلوب بنانے کے بعد چندر گپت نے اپنے نئے شاہنشاہی محل تعمیر کرائے - جو براہ راست پرسی پولیس (ایران) کے محلوں کی نقل تھے -

چندر گپت کے ہندوستانی قصر و کاخ کو غیر ملکی (ایرانی) نمونے کی تصویروں سے آراستہ پیراستہ کیا گیا - ان کی زیب و زینت ایرانی وضع پر کی گئی - دربار کی ترتیب خاص ایرانی طریق پر ہوئی - اور شاہی رسم مین یہان تک اہتمام کیا گیا کہ بادشاہ یا مہاراجہ کا سر ایرانی دستور ہی کے مطابق دُھلنے لگا -

طرز تحریر کی ترویج ہوئی تو وہ بھی ایران کے کیمیائی طریق پہ ہوئی - چندر گپت کے پوتے کے عہد کے کتابے دارائے ایران کے عہد سلطنت کے کتابے جیسے نمونے کے ہین -

اس کے ہان ایرانی معمار ہین - جن کا اسے اس قدر احترام مدنظر ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ان افراد کے لئے خاص تعزیرین وضع کرتا ہے - جو ایرانی معمارون کو کسی قسم کی اذیت پہنچائین معمار مذکور ایرانی دیوتا (ہورمزدیا اہورامزدا) کا نام موری محلات سے اس طرح وابستہ کر دیتے ہین کہ وہ قرنہا قرن کے امتداد کے بعد "اسورامایا" کی صورت مین ہمارے گوش زد ہوا ہے قطع نظر اس کے چندر گپت سلیوکس کی دختر سے شادی کرتا ہے - موخر الذکر وہی تاجدار ہے جو اُن دنون سرزمین ایران پر حکمران تھا -

کیا ان تمام باتون سے یہ امر بآسانی سمجھ مین نہین آسکتا - کہ چندرگپت موریائی ایرانی تھا -
دو باتین ایسی ہین - جو اس استدلال پر کچھہ شک و شبہ ڈالتی ہین - ان مین سے ایک چنکیا کی شخصیت ہے
کہتے ہین کہ چنکیا ایک برہمن وزیر تھا - اور اس کی ہوشیاری اور حیلہ سازی کی بدولت حملہ آور موریا کو بہت کچھہ کامیابی حاصل ہوئی تھی -
دوسری بات یہ ہے کہ چندرگپت اور نند راجاؤن کے آخری گھرانے مین کچھہ تعلق بتایا جاتا ہے
مگر جب ہم ان امور پر نظر غائر ڈالتے ہین تو ہمارے پہلے قیاس ہی کی تائید ہوتی ہے -
خاندان نند کے ساتھ تعلق بھی ہمارے راستے مین کوئی مشکل حائل نہین کرتا - مسٹر جیاس ول کا یہ خیال بہت معقول ہے کہ "نوا نند" کے معنی نو نندون کے نہین - بلکہ جدید نندون کے ہین -
اور یہ اصطلاح خاندان نند کے صرف دو آخری راجاؤن پر بخوبی چسپان ہے -
(۲) راسخ الاعتقاد ہندوستان نے کب کسی اثر کو قبول کیا ہے ؟ کب کسی غیر مذہب کے پرچم تمدن تلے پناہ لی ہے ؟ ہندوستانی اساطیر اولین کا ہمیشہ یہی دعویٰ رہا ہے کہ جو تمدن آج تم ہندوستان مین دیکھہ رہے ہو یہی نہین - بلکہ دنیا بھر مین جہان جہان جس جس نوعیت و حیثیت کے تمدن پہلے ہین - ان سب کے بانی ہندو تھے - یا یہ کہ دوسارے تمدن ہندو شائستگی ہی سے ماخوذ ہوئے تھے اس دعوے کی نسبت خواہ کچھہ ہی کیون نہ کہا جائے - لیکن بہر حال یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہندوستان کا تمدن بہت ہی قدیم ہے اور چاہے اُس کا ماخذ آسمانی ہو یا انسانی اس مین شک نہین کہ اس تمدن نے دنیا پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے - اور دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ پر نافذ الکلمہ رہا ہے -
یہ تو ہمارا عقیدہ ہے - لیکن دانایان فرنگ کی تحقیق اب آج کل اس کی تائید مین نہین - بلکہ ابطال مین ہے - وہ اس قدر تو مانتے ہین کہ قدیم ہندو (آریہ) اور قدیم ایرانی یہ دونون ایک ہی قوم ہین - لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ماننے لگے ہین کہ ہندوستان مین آریون نے کسی خاص تمدن کی تخلیق نہین کی بلکہ جو کچھہ آثار تمدن یہان نظر آرہے ہین - وہ اُن خالص ایرانیون کے یادگار ہین - جو حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے ہزار بارہ سو برس قبل ایران سے ہجرت کرکے ہندوستان آئے تھے اور یہان اپنی ایک عظیم الشان حکومت و سلطنت قائم کی تھی - مہاجرین ایران کو جو ہندوستان مین آباد ہوئے - ہندوؤن کے رسم و رواج و مذہب و معاشرت سے کچھہ علاقہ نہ تھا - کیونکہ وہ زرتشتی (آتش پرست) تھے - اور ہندو بت پرست تھے -

ہندوؤں کی زبان سنسکرت یا ہندی تھی اور اُن کی پہلوی یا پارسی تھی - اگرچہ بعد میں ان پارسیوں پر بھی ہندی زبان کا رنگ چڑھ گیا - اور وہ ہندوؤں میں شاید اپنا مذہب پھیلانے کے لئے ہندی زبان میں کتابیں تالیف کرنے اور وعظ کرتے رہنے پر مجبور ہوئے تھے

دانایان فرنگ کو یہاں تک غلو ہے کہ سارا چندر گپت - پنڈت چانکیہ - راجگان خاندان " نند " فرمانروایان موریا - جو ہندوؤں کی رائے میں بہترین ہندو تمدن کے ناشر و بانی گزرے ہیں - یہ سب ہندو نہ تھے - بلکہ فی الاصل پارسی تھے - اتھروید اور ارتھ شاستر جو ہندو مذہب کی عمدہ علمی کتابیں ہیں - یہ بھی ہندوؤں کی نہ تھی - نہ پارسیوں کی تھیں -

ڈاکٹر سپونر کی رائے میں قول فیصل یہ ہے - کہ غالباً راجگان خاندان نند ابتدا ہی سے پارسی نہ تھے - بلکہ شروع کے نند راجے پکے راسخ العقیدہ ہندو تھے - لیکن بعد میں پارسی فرمانروا حکومت کرنے لگے - اور چونکہ اس خاندان کے ساتھ وہ بھی دور و نزدیک کا تعلق رکھتے تھے - اس لئے اُنہیں بھی اسی خاندان نند کا راجہ کہا گیا -

تمام محقق اس امر کے اظہار میں متفق اللسان ہیں کہ قدیم نند راجاؤں اور ان کے نو دولت کمتر درجہ کے جانشینوں میں ایک عظیم خلیج فارق حائل ہے -

سو خر الذکر کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا - اور اس کا تحریری ثبوت موجود ہے کہ انہوں نے سارے کھتریوں کا استیصال کر دیا تھا -

اگر وہ ایرانی حملہ آور سمجھے جائیں تو یہ کافی معقول ہو سکتا ہے - اگر وہ خود ہندو کھتری تھے - تو پھر کھتریوں کی بیخ کنی کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آ سکتا -

ہمیں یہ بھی مد نظر رکھنا چاہیئے کہ زمانہ مابعد کے کمتر درجے کے نند راجے اپنی دولت و حشمت کے لئے شہرۂ آفاق تھے -

ہم بعد میں ثابت کریں گے کہ اگر سرزمین ہندوستان میں ایرانی حکمرانوں کا وجود تھا تو وہ ابتدا میں تاجر شہزادوں کی حیثیت سے وارد ہوتے ہونگے - اور انہوں نے اسیطرح تخت و حکومت حاصل کی ہوگی - جس طرح انگریزوں نے کی ہے -

کیا ثروت و دولت مناسب صفت نہیں ؟ -

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے - کہ نند راجاؤں پر داستان ہنود میں موریاؤں کی نسبت زیادہ روشنی ڈالی گئی ہے -

کیا قومی تنفر اس معاملہ مین بھی ذمہ دار ہے ؟-
بہرحال آخری دو نند راجہ اور موریا خاندان ہنود کے نزدیک یکسان قابل نفرت ہے - اس اعتبار سے دونون خاندانون کا باہمی تعلق ہمارے نزدیک کوئی معقول دلیل نہین-
چنکیا کا معاملہ اور بھی دلچسپ ہے -
چنکیا بھی ہمارے تاریخی افق پر ٹیکسلا مین نمودار ہوتا ہے - اور اس کی نسبت یہ بتایا جاتا ہے کہ مہاراجہ چندر گپت کا یہ برہمن وزیر با تدبیر اصل مین طبابت کا پیشہ رکھتا تھا-
کیا یہ ادعا راست و درست ہے ؟ ممکن ہے یہی مفروضہ مسلم ہو - مگر ایک وزیر السلطنت کے مرتبہ کے برہمن کے لیے یہ حالات ہمارے نزدیک مشتبہ و مشکوک نظر آتے ہین -
طبابت گو مجوسیون کے ساتھ خاص طور پر وابستہ تھی - لیکن مشرق مین اسے کوئی درجہ امتیاز حاصل نہین تھا-
ہندوستان کے منتھلے شمال مغرب مین برہمن بالعموم راسخ الاعتقاد مشہور نہین ہین - پھر یہ کیا معاملہ ہے - اور اس عقدۂ لاینحل کو جو رسوخ فی الاعتقاد کی کمی سے ایک نئی پیچیدگی کی شکل مین طرح طرح سے الجھاؤ پیدا کر رہا ہے - کیونکر سلجھایا جائے ؟ -
اس کا جواب حقیقی تو راسخین فی العلم دین گے - لیکن کیا یہ ممکن نہین کہ اس معاملہ مین برہمن کا لفظ ہی غلط فہمی کا باعث ہو ؟ -
اچھا اب ہم چنکیا کی تصنیف کی ہوئی فقہی کتاب (ارتھ شاستر) کا ملاحظہ کرتے ہین - اور دیکھتے ہین کہ چنکیا کس قسم کا برہمن تھا-
سب سے اول کتاب کی نذر و تقدیم (ڈیڈیکیشن) ہماری توجہ و التفات کو خاص طور پر جذب کر لیتی ہے اور خود اس مین منجذب ہو جاتی ہے -
"شکر" اور "برہسپت" یہ کیا ہین - یہ آسمانی علوی ہستیان ہین - لیکن کتاب کو ان ہستیون کے نام سے معنون کرنا ہمارے لئے کم از کم امید افزا ضرور ہے -
امید افزا ہونے کا ایک سبب یہ ہے کہ اس مین سیارۂ زہرہ (شکر) اور مشتری (برہسپت) کو نذر گزرانیون کا رنگ پایا جاتا ہے - اور زمانہ قدیم کے مغ و موبد (برہوہت اور پیشوا) اگر منجم نہ تھے - تو اور کچھ بھی نہ تھے -
اس وقت کے پیشوایان مذاہب کیسے تھے - ان مین فن تنجیم رسیارون کے متعلق حکم

لگانے اور اُن سے آیندہ حوادث کی پیشنگوئی کرنے کا باقاعدہ رواج عام تھا۔ وہ سیارون کو انسانی دنیا پر متصرف مانتے تھے۔ اور تغیرات عالم کو انہین سے وابستہ جانتے تھے۔

سیارون کے لئے پیشوایان مذہب اعلیٰ سے اعلیٰ چیزین بھینٹ چڑہاتے تھے۔ اور یہی عقیدت کی شان تھی۔ جسکی بنا پر یہ کتاب بھی زہرہ و مشتری کی نذر کی گئی۔ کیونکہ ایرانی مجوسیون کا یہ خاص دستور تھا اور وہ بڑی سختی کیساتھ اس قاعدۂ مذہبی کے پابند رہا کرتے تھے۔

اچھاّ اس خصوصیت ممیّزہ سے بھی قطع نظر کر لو جو ایرانی مجوسیون کے لئے مخصوص تھی۔ اور جو صاف ثابت کر رہی ہے کہ یہ کتاب دبہ لحاظ اپنی خصوصیت کے جس کا ہندؤن مین رواج نہ تھا) اُمین ایران سے تعلق رکھتی ہے۔ آؤ اس کتاب کے علوم و فنون کو دیکھین۔ اس کی ترتیب و تبویب کو دیکھین اور اُس تسلسل علمی پر غور و خوض سے نظر ڈالین۔ جو کتاب مذکور (ارتھ شاستر) مین بڑی صفائی کیساتھ یون مذکور و مرقوم ہے:۔

(۱) انوک شکی۔ (۲) تینون وید۔ (۳) ورتہ۔ وزراعت یا عام کاروبار۔ (۴) حکومت

کیا کوئی راسخ الاعتقاد ہندو کسی شے کو تینون ویدون پر مقدم کر سکتا ہے؟ پھر کیا بات ہے کہ اس کتاب مین وید کو ایک اور علم سے موخر رکھا گیا ہے؟۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ انوک شکی سے کیا مراد ہے۔ جسے ویدون پر فوقیت دی گئی ہے۔

خوش قسمتی سے مصنف خود ہی صاف طور پر اس اصطلاح کا مفہوم ہمین بتاتا ہے اور اسے سنکھیہ۔ یوگ اور لوکایت پر مشتمل ٹھہراتا ہے۔

موخر الذکر کے معنی از روئے ترجمہ دہریت یا نیچریت یعنی فطرت پرستی خیال کئے جاتے ہین۔

اگر یہ امر صحیح ہو تو چنکیا کی راسخ الاعتقادی فوراً زائل ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ہرگز ہندو نہ تھا۔ لیکن اس سے بھی قطع نظر کر کے یوگ (اعمال جوگیانہ) کی تقدیم اس کتاب مین نہایت معنی خیز ہے۔ جس پر یہان مبسوط و مفصل بحث کرنے کی چندان ضرورت نہین۔

یوگ کے عملیات آج بھی موجودہ ہندوستان مین اور کسی شے کی نسبت مجوسیون کی قدیم رسمیات سے بہت زیادہ مشابہت کا ملہ رکھتے ہین۔

پھر ان دلائل واضحہ کی روشنی مین کیا یہ کہنا جائز ہے کہ اَرتھ شاستر، ہندو تصنیف ہے یا اس کا مصنف ہندو تھا؟۔ ہرگز نہین۔ وہ علانیہ اپنے آپ کو پارسیون کی کتاب ثابت کر رہی ہے کہ ہندوستان مین جس متمدن قوم کے لئے یہ لکھی گئی تھی وہ پارسی تھے۔ جن کے

تمدن کی خوشہ چینی سب نے کی اور اس کو اپنا بنا لیا۔

(۳) راجہ اس شخص کو اپنا پیشوا مقرر کر سکتا ہے۔ جس کا خاندان اعلیٰ اور چال چلن عمدہ ہو۔
جو بیدون اور چھہ انگون سے خوب واقف ہو۔ جو سماوی و اتفاقی شگونون کا مطلب سمجھہ سکے۔
جو حکمرانی و فرمان روائی کے علم مین خوب ماہر ہو۔ جو فرمان برداری کا عادی ہو۔
جو انسدادی تدابیر مندرجہ اتھر دن وید پر عمل پیرا ہو کر آسمانی اور انسانی مصائب کو ٹلا سکے
یہہ مہاراجہ چندر گپت کے وزیر اعظم (چانکیہ) کی تعلیم ہے۔ جو اُس کی مشہور و معروف کتاب
مین درج ہے۔ اس سے ڈاکٹر سپونر نے حسب ذیل نتیجہ استنباط کیا ہے۔

یہہ امر صاف ظاہر ہے اگر چانکیا خود اتھر دن (افسون گر) نہ ہوتا تو راجہ کو اپنے اتھردن
پروہت کی ذلیل متابعت کا کبھی مشورہ نہ دیتا۔

عام طور پر یہی خیال ہے کہ پروہت مذہبی پیشواؤن کی اسی خاص جماعت مین سے مقرر
ہو سکتے ہین۔

لیکن ایسا کیون ہوتا ہے ؟

دربار مین اتھر دن پیشوا کی اس قدر عظمت اور راجہ پر پروہت کی متابعت ایسی باتین
ہین۔ جو آسانی سے سمجھہ مین آسکتی ہین۔ اور اتھر دن و دیگر بیدون کی اضافی حیثیت سے
بھی ہنود کے خیال مین بے محل معلوم ہوتی ہین۔

لیکن کیا یہ ممکن نہین کہ ویدون مین اتھر دن وید کی کم پایگی ہی متذکرہ بالا مسئلہ
کے حل کرنے مین مدد دے ؟۔

یہہ مسلم ہے کہ اتھر دن وید محض جادو اور منترون پر مشتمل ہے

یہہ بھی ظاہر ہے کہ اگر قدیم ہندوستان مین فارسی الاصل راجے تھے۔ اور وہ اپنے ہمراہ
اپنے مذہبی پیشوا بھی لائے تھے۔ تو ان کے تمام مذہبی رسمیات کا یہان قایم رکھنا بھی مقصود تھا
ان کی جستجو ہمین لازماً اتھر دن وید مین کرنی چاہیئے۔

اگر سرزمین ہندوستان کے اولین فرمانروا ایرانی تھے تو اتھر دن پروہتون کا شاہی
درباروں مین اس قدر عجیب و غریب رسوخ حاصل کر لینا باعث حیرت و استعجاب نہین رہتا۔
اس صورت مین یہ بات بالکل صاف ہے کہ لوگ ایک حد تک دراصل مجوسی ہی ثابت
ہو جائین گے۔ جو حملہ آورون کے ہمراہ آئے ہوئے معلوم ہون گے۔

مشابہت نسل مماثلت اعتقادات اور مطابقت رسم ورواج کے باعث ہندوؤن نے انہین یقینی طور برہمن سمجھ لیا۔ کیونکہ تقدس ان مین تھا اور اُن مین بھی۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ خواہ کسی قوم کا مذہبی پیشوا ہو۔ اگر اس کی حالت ہندوؤن سے ملتی جلتی ہو گی تو ہندو اس کو ہندو ہی سمجھین گے اور چونکہ ہندوؤن کی پیشوائی برہمنون ہی سے مخصوص ہے۔ اس لئے ایسے مذہبی پیشوا کو ہندو بجز برہمن کے اور کیا سمجھ سکتے ہین۔ لیکن اس پر بھی افتراق جنسیت کے آثار بالکل معدوم نہین ہوئے تھے۔ ہندو اُن کو برہمن بھی سمجھتے تھے اور ان برہمنون اور دوسرے اصلی ہندوستانی برہمنون مین فرق بھی کرتے تھے۔ جن کے وسیع شواہد کا ایک گنجینہ قدیم آثار ہنود نے فراہم کر رکھا ہے ایرانی برہمن ہندوؤن کی نظر مین عموماً کمتر و کہتر درجے کے متصور ہوتے تھے۔ مگر ہندوستان کی ایرانی حکومت اُنکو سب سے اعلی واشرف سمجھتی تھی۔ شاہی آنکھون مین اس فروتری کا کوئی وجود نہ تھا۔ یہ ایرانی راجاؤن کے ہموطن پروہت تھے۔ جن کی نسبت ایرانیون کا گویا ایکطرح کا قومی و جنسی عقیدہ ہو گیا تھا کہ انہین کی افسون گری سے راجاؤن کی محافظت ہوتی تھی۔

ایرانی راجاؤن کو ہمیشہ اور ہر حال مین مذہب کے نام سے یہی سبق پڑھایا جاتا تھا کہ پروہتون کی سحر کاری سے ان کا تاج و تخت قایم ہے۔

ان حقائق واضحہ سے صاف طور پر یہہ عجیب و غریب امر مترشح ہوتا ہے کہ ہندوستان مین پروہت باقاعدہ اتھروَن برہمن ہی ہوتے تھے۔

لیکن کیا اس قیاس کی تائید مین کوئی شہادت موجود ہے۔؟

کیون نہین۔

ہمین یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اتھروَن وید کا نام دو لفظون سے مرکب ہے۔ اس وید کو "اتھروانگراساس" بھی کہتے ہین۔

اس مرکب لفظ کا ہر ایک لفظ اچھا خاصہ ایرانی ہے۔

یہ فرض کرنا صحیح نہین کہ تمام وید خالصتہً فارسی الاصل ہے۔ یا ان سب کے واضع و بانی اہل ایران ہی تھے۔ نہین۔ ہم خود تو ہندوؤن کی راے سے اتفاق رکھتے ہین اور کوئی وجہ نہین سمجھتے۔ کہ وید مقدس کے کسی حصہ کو غیر ہندوؤن سے منسوب کرنا کسی طرح جائز خیال کر سکین۔ لیکن دانایان فرنگ کا یہہ خیال نہین ہے۔

وہ اگر وید مقدس کے تمام اجزا کو نہین تو بیشتر اجزا کو ایرانی مجوسیون کا نتیجہ طبع ماننے لگے ہین

ڈاکٹر سپونر لکھتے ہین -

ہماری موجودہ علمی تحقیقات اور محققانہ معلومات کی بنا پر جن نتیجہ صادقہ کو واقعات کیساتھ صریحی تطابق حاصل ہے - اس سے اتنا ضرور تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ یہہ (اتھروید) "حقیقتہً" مجوسی اور ہنود کے اعتقادات کا جامع اور معجون مرکب ہے -

مجوسیون نے ہندوؤن کے اُن عقائد کو بھی اس مین شامل کر دیا ہے - جو ان کے عقائد سے مشابہ تھے - اور جن کے شمول سے خود اُن کے نفس مذہب پر کوئی ناگوار اثر نہین پڑتا تھا ممکن ہے کہ ابتدا مین نو وارد مجوسی پروہتون اور ہندی پروہتون کے مابین کسی نوع کی کچھہ قومی رقابت اور جنسی حسد وکینہ بھی بہ لحاظ ابقاے نفس کہین کہین رونما ہوا ہو -

ڈاکٹر سپونر امکان مذکور الصدر پر خصوصیت کیساتھ زور دیتے ہین - لیکن اسی کے ساتھہ وہ اس بات کے بھی قائل ہین - کہ ہندوستان مین جب فاتح ایرانیون نے بود و باش اختیار کر لی تو بر بناے اتحاد جنس ہندوؤن سے وہ بہت جلد گھل مل گئے - جس سے ڈاکٹر موصوف یہہ راے استنباط کرتے ہین کہ فوائد مشترکہ کی ضرورت نے ان دونو متغائر اقوام (ہنود و مجوس) کو باہم گر متفق و متحد بنا دیا ہوگا -

سب سے عجیب بات جو ڈاکٹر سپونر نے دریافت کی ہے وہ ہندوؤن کے مقدس صحیفہ (بحر وشنو پران) کے ایک اقتباس پر مبنی ہے جس سے ڈاکٹر موصوف کی راے مین کسی ہندو یا غیر ہندو کو ہرگز جرأت انکار نہین ہو سکتی - کیونکہ یہہ الحاقی بات نہین ہے اور نہ الحاق کا اس پر شبہ و شک ممکن ہے - ڈاکٹر موصوف بڑے طمطراق کے دعوے سے لکھتے ہین -

(۱) وشنو پران مین مذکور ہے کہ "انگراسا" ایک "سکا دیپ" دیو ہے یعنی ایرانی صحیفہ ہے

(۲) عجیب بات یہ ہے کہ سکا دیپ مین جنگ جو ذات کو گلدھ کے نام سے یاد کیا گیا ہے

(۳) برہمنون کو ماگا اور کھتریون کو مگدھ کہتے ہین - اور سنسکرت مین مگدھ کے معنی صرف باشندہ مگدھ ہی کے نہین - بلکہ ایرانی جنگجو اور "دوغلے آدمی" کے ہین - اور یہہ محض اتفاقی بات نہین -

یہہ باتین اتفاقی ہون یا نہ ہون - بہرحال ان سے ڈاکٹر سپونر نے ہندوستان مین ایرانیون کے استعمار و حکومت پر استدلال کرتے ہوئے ثابت کیا ہے - کہ ہندوستانی

تمدن حاضرہ جسپر ہندو فخر کرتے ہین - اصل مین اس پر پارسیون کو فخر کرنا چاہیئے - کیونکہ اُنھین کے آبا و اجداد اس کے بانی تھے یہہ ہم نہین جانتے - یہہ اکتشافات صرف خدمت علم و تاریخ کے لئے ہین یا کسی دوسری مصلحت پر مبنی ہین - لیکن ہم یہہ ضرور جانتے ہین کہ شریف ہندو قوم نہایت متمدن و مہذب و صاحب علم و فضل گزری ہے - اور ایک بہت بڑا تمدن اس نے دنیا مین یادگار چھوڑا ہے - جسپر ہم پچھلے سال بھی اپنے سلسلہ مضامین (ہندو مسلمانون کے تعلقات) مین بحث کر چکے ہین اور اب کسی دوسری فرصت مین بھی پھر تبصرۂ مزید کرین گے -

جاپان پچاس سال قبل کیا تھا اور اب کیا ہے؟

ماخوذ از ہندوستانی ۲۰ ستمبر ۱۹۱۵ء

ہم اپنے مضمون مین یہہ نہین بتائین گے کہ جاپان مین کتنے دریا ہین - وہ کس کس طرف کو بہتے ہین - کتنے اونچے اونچے آتش فشان پہاڑ ہین - اور سال مین اوسطاً کتنے زلزلے آتے ہین - کتنی جھیلین و آبشار ہین وغیرہ وغیرہ - یہہ جملہ باتین معمولی جغرافیہ کی کتابون مین جو ہمارے اسکول مین پڑھائی جاتی ہین - مل سکتی ہین - ہمارا مدعا اس باب مین صرف یہہ دکھانا ہے کہ گزشتہ پچاس سال کے عرصہ مین یعنی شہنشاہ مٹسو ہیٹو سابق حکمران مملکت جاپان کی تخت نشینی سے اب تک سلطنت کی وسعت آبادی اور تجارت وغیرہ مین کیا کیا اضافہ ہوا ہے -

سلطنت جاپان کے جملہ جزائر کی تعداد تقریباً ۳۰۰۰ ہے - پچاس سال قبل ان مین سے بہت سے غیر آباد اور ویران تھے - اور اب بھی بعض بعض اس قابل نہین ہین کہ وہان انسانی بود و باش ہو سکے - مملکت کے کنارون کی لمبائی جسکی جاپانی جنگی جہازون کو محافظت کرنی ہوتی ہے ۱۸۰۰۰ میل اور سب سے بڑے جزیرہ یعنی ہنپن کا رقبہ تقریباً ایک لاکھ مربع میل یعنی ریاست حیدرآباد کشمیر کے رقبہ سے فرداً فرداً دس ہزار مربع میل زاید ہے - سلطنت کا موجودہ و پرانا دار الخلافت و نیز بڑے بڑے شہر اسی جزیرہ مین واقع ہین اور اسی جزیرہ کی تعریف مین جاپانی شاعرون اور مصنفون نے اپنی طبیعتون کی زور آزمائی کی ہے -

سنہ ۱۸۷۱ء سے سنہ ۱۹۱۱ء تک ان جزائر کی آبادی مین جو اضافہ ہوا ہے اُس کی کیفیت یہہ ہے کہ سنہ ۱۸۷۱ء مین ۳۳۱۱۰۸۲۵ تھی اور سنہ ۱۹۱۱ء مین ۱۰۰۰۰۰ تک پہونچگئی سنہ ۱۹۱۴ء مین

جاپان اور چین مین جنگ ہوئی - جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ جزیرہ فارموزہ چینیون کے قبضہ سے نکل کر جاپان کے قبضہ مین آگیا - سنہ ۱۹۱۰ء مین سلطنت کوریا کا الحاق باضابطہ شہنشاہ جاپان نے اپنی مملکت مین کر لیا - جسکی وجہ سے ایک لاکھ مربع میل رقبہ اور تقریباً ایک کروڑ آبادی اور جاپان مین شامل ہوگئی - سنہ ۱۹۰۵ء مین جاپان نے روس کے مقابلہ مین لڑائی لڑی - جس مین کامیابی حاصل ہونے کی وجہ سے بندرگاہ آرتھر جزیرہ نما لیوٹنگ کا اور جزیرہ سگھالین کا ایک بڑا حصہ جاپان کے قبضہ مین آگیا - سنہ ۱۹۱۵ء یعنی جبکہ یہہ مضمون لکھا جا رہا تھا - جاپان نے جرمن کے مقابلہ مین جنگ کی - جسکی وجہ سے جزائر کیاچاؤ اس کے قبضہ مین آگئے - اس وقت سلطنت جاپان کی آبادی تقریباً ساڑھے چھہ کروڑ ہے - یعنی جتنی کہ جرمن کی یورپ مین ہے - اور علاوہ جرمن کے دنیا مین کوئی دوسرا ملک نہین ہے - جہان آبادی اس قدر زیادہ ترقی کر رہی ہو - پچاس سال کے عرصہ مین مع فتوحات کے جاپان کی آبادی دوچند ہوگئی ہے ابھی تک ۶۲ فی صدی انسانون کا پیشہ زراعت ہے - مگر ترقی تجارت کی وجہ سے ہر سال ہزارہا آدمی زراعت کا پیشہ چھوڑ کر شہرون مین آباد ہو رہے ہین سنہ ۱۸۹۴ء مین ایسے قصبون کی آبادی جن کی مردم شماری دس ہزار سے زائد ہے ۶۷ لاکھ سے اوپر تھی سنہ ۱۹۰۸ء مین ایسے شہرون کی آبادی جن کی مردم شماری بیس ہزار سے زائد تھی - ایک کروڑ ہوگئی سنہ ۱۸۹۸ء مین ۲۵ شہر ایسے تھے - جن کی آبادی تیس ہزار ایک لاکھ تک تھی اور ۶ شہر ایسے تھے جنکی آبادی ایک لاکھ سے اوپر تھی سنہ ۱۹۰۸ء مین دس شہر ایسے تھے جنکی آبادی ایک لاکھ سے زائد تھی اور ۹۰ شہر ایسے تھے جنکی آبادی تیس ہزار سے زائد تھی اور ۲۶ ایسے تھے جنکی آبادی بیس ہزار سے زائد تھی - دار الخلافت ٹوکیو کی آبادی سنہ ۱۸۹۸ء مین ۱۴۴۰۱۲۱ تھی - سنہ ۱۹۰۸ء مین ۲۱۸۶۰۷۹ ہوگئی - یعنی تقریباً کلکتہ - بمبئی - اور مدراس کی مجموعی آبادی کے برابر - ایک زمانہ تھا کہ جاپانیون کو غیر مملکت کے باشندون سے سخت نفرت تھی - ایک زمانہ آج ہے کہ دنیا کے جملہ اقوام کے لوگ جاپان مین موجود ہین اور تجارت کر رہے ہین - مندرجہ ذیل تفصیل ملاحظہ ہو -

چینی ۱۱ ہزار - برطانوی دو ہزار چھہ سو - امریکن (ریاست ہاے متحدہ) ایک ہزار آٹھ سو - فرانسیسی چھہ سو - اہل کوریہ پانچ سو - پرتگالی دو سو - سوئس یک صد - اہل ہالینڈ یک صد - اہل سیام - ۱۷ - ترک و مصرانی ۳۰ - ان کے علاوہ ہزارون ہندوستانی تجارت - ملازمت یا تعلیم کی غرض سے ہر سال جاپان جاتے ہین اور اس ملک سے

فائدہ اٹھاتے ہین۔ موجودہ جنگ یورپ سے جو تجارت جرمن کو ہندوستان اور دیگر ممالک
مین نقصان پہونچا۔ اُس سے جاپان نے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔ ہندوستان سے
جاپان چونکہ زیادہ قریب ہے۔ لہذا ہندوستان کے بازار آج کل جاپان کے مال سے
بھرے ہوئے ہین۔ ہندوستانی لوگ تو زبانی اور کاغذی جمع خرچ ہی کرتے رہے۔
مگر جاپان نے جنگ کے ایک سال کے عرصہ مین ہی کروڑون روپیہ کما لیا! ۱۸۶۱ء سے
قبل جاپان مین ایک اخبار یا رسالہ بھی نہ تھا۔ ۱۸۵۵ء مین ایک بہت بڑا زلزلہ آیا تھا۔
اوس کا مفصل حال لوگون نے پرچون پر ہاتھ سے لکھکر سلطنت کے مختلف شہرون
مین تقسیم کیا تھا۔ ۱۸۶۸ء مین جب گورنمنٹ مین تبدیلی واقع ہوئی تو سرکار کی طرف سے
ایک گزٹ جس کا نام ڈیجو وان نشی ""انتظامی کونسل کی روزانہ کارروائی"" تھا شائع
کیا گیا۔ اس گزٹ مین ملکی انتظامات تقرری افسران و محکمہ فوج وغیرہ کی خبرین شائع
کی جاتی تھین ۱۸۷۱ء مین مشہور جاپانی مدبر کڈو نے ایک اور اخبار شیمن لاشی "خبرون کا
مجموعہ" کے نام سے جاری کیا۔ جس مین سب سے پہلے یہ خبر درج کی گئی تھی کہ شہنشاہ
محض چند ہمراہیون کے ساتھ بازار مین نکلا۔ برعکس اس کے سابق حکمران جاپان
بڑے ساز و سامان کیساتھ نکلا کرتے تھے اور تین روز پہلے سے رعایا کو ممانعت ہو جاتی تھی کہ
اپنے مکانون مین آگ نہ جلا دین۔ تاکہ ہوا دہوئین سے پاک رہے۔ مکانون کی اوپر کی منزلین
بند کر دی جاتی تھین۔ تاکہ اوپر سے کوئی شخص شاہی جلوس پر نگاہ نہ ڈال سکے۔
"شیمن زاشی" کچھ عرصہ کے بعد بند ہو گیا۔ مگر اسی زمانہ مین دو اخبارات اور گورنمنٹ کی امداد
سے قایم ہوئے۔ مگر سب سے بڑا کام جس سے جاپان مین اخبارات کو فروغ ہوا وہ ایک
شخص مسمیٰ بلیک تھا جو اسکاٹلینڈ کا رہنے والا تھا۔ یہ شخص عرصہ سے یوکوہوما مین ایک
انگریزی اخبار چلا رہا تھا۔ اسے خیال پیدا ہوا کہ ٹوکیو (دار الخلافت جاپان) مین اگر جاپانی
زبان مین اخبار چلایا جاوے تو اس سے بہت فائدہ متصور ہے یہ شخص جاپانی زبان سے
ناواقف تھا۔ چنانچہ اس نے جاپان کے مشہور اہل قلم سے مدد لی اور اڈیٹری مین اپنا
نام رکھا۔ اڈیٹری مین اپنا نام رکھنے کی وجہ یہہ تھی کہ اس زمانہ تک گورنمنٹ جاپان کو
غیر ممالک کے باشندگان اُنکے خلاف کوئی قانونی عمل کرنے کا مجاز نہ تھا۔ بلیک نے
سرکاری کارروائیون کی بڑی زور سے تردید کی اور قریب قریب اپنے اخبار کو اس ڈھنگ سے

چلایا - جسطرح انگلستان یا امریکہ کے اخبارات لکھے جاتے ہین - گورنمنٹ کو یہ کارروائی سخت ناپسند تھی - مگر گورنمنٹ مجبور تھی - کیونکہ اڈیٹر کے خلاف وہ کوئی قانونی عمل نہین کرسکتی تھی لہذا گورنمنٹ نے یہ ترکیب چلی کہ بلیک کی تقرری ایک بڑی تنخواہ کے ۸۰۰ ین پر کی اور اس کا اخبار بند کرادیا - اسی عرصہ مین ایک قانون جاری کیا - جس مین انگریزون کو جاپان مین اخبار چھاپنے کی ممانعت کی گئی اور اس قانون پر انگریزی سفیر متعینہ جاپان کے دستخط لیے گئے - اس کے بعد بلیک کو موقوف کرادیا گیا - یہ قانون مطابع جو جون ۱۸۷۵ع مین نافذ ہوا تھا - نہایت سخت تھا اور اس کی منشا اخبارات کی آزادی قطعی چھین لینے کا تھا جسطرح سے کہ ہندوستان مین ان دنون گورنمنٹ کو اختیار حاصل ہے کہ جس اخبار کو چاہے بند کردے یا اس سے ضمانت طلب کرے اسیطرح جاپانی گورنمنٹ بھی اپنے اختیارات کو سختی کے ساتھ کام مین لاتی تھی - سینکڑون اخبارنویس و نامہ نگاران اس قانون کی بدولت جیل خانون مین گئے - مگر جاپانی لوگون نے اپنی آزادی کو پورے طور سے ہاتھ سے نہ جانے دیا - انگلستان - جرمن - امریکہ سے جو ہر سال سینکڑون طلباء تعلیم حاصل کرکے واپس آتے تھے وہ ان ممالک کے اخبارات اور اپنے ملک کے اخبارات کا مقابلہ کرتے تھے - اور جاپانی اخبارات کی حالت نہایت ردی بتاتے تھے - ان لوگون نے اخبارون اور لکچرون مین گورنمنٹ کی اس حرکت پر سخت ناراضگی ظاہر کی اور آخرش مجبوراً سنہ ۱۸۸۳ع مین گورنمنٹ کو اس قانون مین ترمیم اور نرمی کرنی پڑی -

سنہ ۱۸۹۰ع مین جو جدید پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس ہوا - اس مین بہت سے اہل اخبار شامل تھے - انہون نے قانون مطابع پر سخت حملات کئے اور سنہ ۱۸۹۷ع تک اخبارات کے معاملہ مین گورنمنٹ کی دست اندازی قطعی جاتی رہی - چنانچہ اب جاپان کے اخبارات کو اتنی ہی آزادی حاصل ہے - جتنی امریکہ - انگلستان - فرانس یا جرمن کے اخبارات کو حاصل ہے - جاپان مین سب سے پہلا اخبار سنہ ۱۸۶۱ع مین قایم ہوا تھا - آج علاوہ ماہواری اور دوہفتہ رسالون کے جاپان مین کم سے کم ۱۰۰۰ اخبارات شائع ہوتے ہین اور خاص دارالخلافت ٹوکیو سے ۶۰ روزانہ اخبارات نکلتے ہین ! -

جاپان مین دس ہزار آبادی کا بھی کوئی قصبہ ایسا نہین ہے - جہان روزانہ اخبار

نہیں ہے یہ اخبارات جگہ بعنا سبن جو قیاس مین آسکتے ہین درج کرتے ہین۔ تمدن
تونج۔ مذہب۔ علم ادب۔ سوشل ریفارم۔ سائنس۔ صنعت و حرفت۔ موسیقی۔ ڈاکٹری وغیرہ
کے متعلق علیحدہ علیحدہ اخبارات ہین۔ مگر گھوڑ دوڑ کے متعلق بہت کم اخبارات شائع ہوتے
ہین۔ کیونکہ گھوڑ دوڑ مین بازی لگانا جرم ہے۔ رسالون کی تعداد کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے
اور مزدور لوگون سے لیکر عالیشان دربار تک ایسا کوئی فرقہ نہیں ہے جسکی دلچسپی
کے مضامین رسالجات شائع نہ کرتے ہون۔ رسالون مین نہایت اعلیٰ درجہ کی تصاویر
ہوتی ہین اور اکثر مستورات اخبارات و رسالجات کی اڈیٹر یا مضمون نگار ہین۔ سب سے
بڑا اخبار جی جی ہے۔ جو سنہ ۱۸۸۲ء مین قایم ہوا تھا۔ اور جسکی اشاعت دو لاکھ سے زیادہ ہے
اس کو جاپان کا لندن ٹائمس سمجھنا چاہیئے۔ علاوہ ازین اور کئی اخبارات ایسے ہین۔
جن کی اشاعت لاکھ سے زیادہ ہے۔ وسعت آبادی اور سطح مین جاپان کی ترقی کا ذکر اوپر
آچکا ہے اب اس کی تجارت و صنعت کی ترقی کا ذکر کرتے ہین ۱۸۵۹ء مین جاپان کا باضابطہ تعلق دیگر ممالک سے
ہوا اس سے قبل اہل پرتگال یا ہالینڈ گاہے گاہے اپنے جہازون مین مال بھر کر لاتے تھے۔ جس طرح
ہندوستانیون کے ہاتھ بیچ جایا کرتے تھے۔ اوسیطرح جاپانیون کے ہاتھ اپنا
سامان فروخت کر کے جاپان سے سونا چاندی اپنے ملکون کو لیجاتے تھے سنہ ۱۸۶۸ء
مین جاپان کی تجارت کا تخمینہ ایک کرور پونڈ کیا گیا تھا۔ اس سے قبل کی میزان مستند
نہیں کہی جا سکتی۔ کیونکہ درآمد و برآمد کی نگرانی سنہ ۱۸۶۸ء سے قبل کما حقہ نہ تھی علاوہ
ازین اپنی ملکی ضروریات کے لئے جاپانی کاریگر سامان تیار کرتے تھے اور بیرونجات کو بھیجنے
کی گنجایش نہ تھی۔ اگر جاپان سے باہر کوئی چیز کبھی نکلتی بھی تھی تو اس کی تعداد زیادہ نہ تھی
اور جاپانی ریشم۔ چائے اور چاول دوسرے ممالک کی پیداوار کے مقابلہ مین زیادہ
قیمت نہ لاتے تھے سنہ ۱۸۹۴ء کی جنگ چین و جاپان نے جاپانیون کے اندر ایک نئی روح
پھونک دی۔ تین کرور پچاس لاکھ پونڈ جاپان کو چین سے تاوان جنگ ملا۔ اوس کو
جاپانیون نے تجارتی مدرسہ و کالج کھولنے مین اور اپنے ملک کی صنعت و حرفت کو فروغ
دینے مین صرف کیا۔ اس سے قومی دولت مین بہت اضافہ ہوا اور بجائے چاندی کے
سکون کے سنہ ۱۸۹۷ء سے ملک مین سونے کے سکون کا رواج ہو گیا۔ گورنمنٹ نے تجارتی
درسگاہین کھولنے پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ رعایا نے جو کارخانے کھولے اون کی بھی بڑی فراخدلی

سے مدد کی - جاپانیون مین اب یہ خیال پیدا ہوگیا کہ جو مال اوس کے ملک مین جرمن - انگلینڈ یا امریکہ سے آتا تھا وہ خود اپنے ملک مین تیار کرکے محض اپنی سلطنت کے ہی نہین بلکہ دیگر ممالک کی ضرورتین بھی پوری کرسکتے ہین - چنانچہ سنہ ۱۸۷۲ء سے قبل جاپان مین ایک کارخانہ بھی ایسا نہ تھا جسکو "فیکٹری" کا نام دیا جاسکتا - مگر سنہ ۱۸۸۳ء مین ۸۴ کارخانے اور سنہ ۱۸۹۳ء مین ۱۱۶۳ کارخانے علاوہ روئی کے اور سرکاری کارخانون کے قایم ہو گئے - سنہ ۱۹۰۹ء کے اخیر مین جاپان مین ۸۰ کارخانے صرف روئی کے کامون کے تھے - جسمین ۱۰ لاکھ ۷۰ ہزار چرخیان کام کرتی تھین - اب تو یہہ تعداد اور بھی بڑھ گئی ہوگی - اور دیاسلائی - صابون - چھتری اور سگرٹ سے لیکر توپ - ہوائی - جہاز ہر قسم کے انجن اور تار پیڈو کشتیان تک کوئی چیز بھی ایسی نہین ہے کہ جو جاپان مین نہ بنتی ہو - غرضکہ اپنی صنعت و تجارت مین جاپان کو وہ فروغ حاصل ہے جو امریکہ - انگلستان - جرمنی کو حاصل ہے - بلکہ بڑے بڑے یوروپین مدبران پریشان ہین کہ جاپانی چیزین ارزانی محنت کے وجہ سے یوروپ کے بازارون مین یوروپ کی بنی ہوئی چیزون سے زیادہ سستی بکتی ہے -

اوپر ذکر کیا جاچکا ہے - کہ سنہ ۱۸۷۰ء مین جاپان کی تجارت کی میزان ایک کرور پونڈ تھی - سنہ ۱۹۱۰ء مین یہہ میزان دس کرور پونڈ ہوگئی ! - اس میزان مین صرف وہی جزائر شامل ہین - جو عرصہ سے جاپان کے قبضہ مین چلے جاتے ہین - فارموزا - ساگھین - کوریا - پورٹ ارتھر - اور لیوٹنگ وغیرہ جو جاپان کو فتوحات کے ذریعہ سے حاصل ہوئے ہین - ان کے علاوہ ہین - اگر ان سب جزائر اور مقامون کی تجارت کو یکجا کیا جاوے تو جاپان کی تجارت گذشتہ ۴۰ سال کے عرصہ مین بیس گنی سے زائد ہو گئی ! یہہ وہ حیرت انگیز اور نادر ممکن ترقی ہے جو تاریخ دنیا مین خود ہی اپنی نظیر ہے - اور جرمنی یا امریکہ کو بھی کبھی نصیب نہوئی !

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہین کہ خوبصورتی اور صفائی کے مقابلہ مین جاپان کا مال کمزور اور کم چلنے والا ہوتا ہے - مگر وہ یہہ فراموش کرجاتے ہین کہ جرمنی انگلستان اور امریکہ کے خیال کے مقابلہ مین جاپانی مال کتنا سستا ہوتا ہے کیا معترض لوگ یہ امید کرتے ہین کہ جاپان کا بنا ہوا دو آنہ والا موزہ اُتنا ہی چلنا چاہیئے جتنا کہ برٹش یا جرمن ساخت کا چھ آنہ والا موزہ ! - وہ کونسا مہذب ملک ہے کہ جو تجارت کے پیرایہ مین دوسرے ممالک سے سب سے زیادہ دولت کھینچنے کا خواہشمند نہین ہے جو جاپان پر یہہ الزام عائد کیا جاتا ہے - بمصرعہ - رموز مملکت خویش خسروان دانند *

اجرام فلکی کا وزن کیونکر معلوم کر سکتے ہین

رہنمائے تعلیم لاہور ستمبر سنہ ۱۹۱۵ عیسوی

اس رسالہ مین کسی دوسری جگہ بہ عالی جناب منشی عبد اللہ خان صاحب ہیڈ ماسٹر ناگ پاڑا اُردو اسکول میونسپل کمیٹی کا ایک مختصر سا مضمون بعنوان "حکایات کے سبق کے متعلق یادداشت" مرسلہ مولوی محمد عبدالرحیم صاحب سیکرٹری انجمن معلمین اردو مدارس میونسپل بمبئی درج ہے - امید ہے کہ ہمارے ناظرین جب آپ کا وہ مضمون اور حسب ذیل مضمون پڑھین گے - تو ان پر واضح ہوگا - کہ آپ کو نہ صرف طریقہ تعلیم مین ہی ید طولی حاصل ہے : بلکہ آپ جملہ علوم و فنون مین فاضل اجل ہین گرچہ پھر بھی یہ مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ آپ کو اپنے رسالہ کے ناظرین کرام سے ذرا تفصیل کیساتھ انٹروڈیوس کرایا جائے - آپ شہر ستارا واقع بمبئی پریسیڈنسی کے رہنے والے ہین - آپ نے پونہ ٹریننگ کالج مین پہلے - دوسرے اور تیسرے سال کے امتحانات مین کامیابی حاصل کی ہوئی ہے - اس لحاظ سے صاحب موصوف تھرڈ ایر ٹرینڈ ٹیچر ہین - آپ کو مرہٹی اور سنسکرت زبانون مین بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی دسترس حاصل ہے - اور علم نجوم مین تو خصوصیت کیساتھ ید طولیٰ رکھتے ہین - چنانچہ سنہ ۱۹۱۰ع مین بھارت دہرم مہا منڈل سبھا نے ہندوستان کے اخبارات مین سیارون کی تاثیرات کے متعلق چند سوالات شائع کئے تھے اور یہ شرط لگائی تھی - کہ جو شخص ان سوالات کے جوابات سب سے اچھے اور مدلل لکھے گا - اس کو ایک خاص مقدار کا زر نقد بطور اظہار قدردانی پیش کیا جائیگا چنانچہ منشی صاحب موصوف نے ان سوالات کے جوابات جو عقلی دلائل پر مبنی ہین ایسے اچھے پیرایہ مین لکھے کہ سبہا مذکور نے آپ کا درجہ ہندوستان بھر کے ماہران علم نجوم مین اول قرار دیا اور آپ کو ایک خاص رقم پیش کرنے کے علاوہ آپ کے جوابات کو بھی مرہٹی زبان مین کتاب کی صورت مین چھاپ دیا -"

الغرض جناب منشی عبد اللہ خان صاحب ان فضلاء مین سے ہین جن کو علامہ کا خطاب سجتا ہے - پس ہم آپ کے مضامین حاصل ہونے پر جس قدر بھی فخر کرین - کم ہے - امید ہے - کہ جناب موصوف آیندہ بھی رسالہ ہذا کو اپنے نادر مضامین سے زینت بخشتے

اور ان سے ناظرین رسالہ ہذا کو مستفید فرماتے رہا کرین گے - اڈیٹر

سورج - چاند - ستارون اور سیارون کے پیدا کرنے کی علت غائی خالق کون و مکان علام الغیوب کے علم مین ممکن ہے کہ کچھ اور ہو - لیکن بظاہر یہ اس لئے بنائے گئے ہین - کہ ہمین اپنی روشنی اور حرارت سے فائدہ پہنچائین -

بادی النظر مین اجرام فلکی کے محض یہ تعلقات ہمین اس امر کی جرأت نہین دلا سکتے کہ ہم ان کی حقیقتون پر غور و خوض کرین نہ یہ امید ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے اس مقصد مین کامیابی ہوگی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جسطرح ہم اس زمین پر اپنے آس پاس کی چیزون پر غور کر سکتے ہین - اور ان کی حقیقتون سے واقف ہو سکتے ہین - اسیطرح اجرام فلکی کے حقایق پر بھی غور کر سکتے ہین - مثلاً ہم اپنے اردگرد کی چیزون کا وزن کر سکتے ہین - ایک چیز کا فاصلہ دوسری چیز تک آسانی سے معلوم کر سکتے ہین - وغیرہ وغیرہ - اسیطرح اجرام فلکی کا وزن ایک جرم سے دوسرے جرم تک اُن کا فاصلہ اُن کی رفتار - یہی نہین - بلکہ یہ بھی کہ وہ کن اجزا سے مرکب ہین اُن مین کتنی حرارت ہے وغیرہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ معلوم کر سکتے ہین -

زمانۂ قدیم مین یہ باتین جس قدر معما اور دور از قیاس سمجھی جاتی تھین - زمانۂ حال مین علمی ترقی کی بدولت یہ مسائل اسیقدر آسان اور قرین ہو گئے ہین -

تخمیناً چار سو برس سے بیشتر یہ سوال زیر بحث تھا کہ سیارون کا مرکز زمین ہے یا سورج محققین اس کی تحقیق مین مصروف تھے - چنانچہ اسی زمانہ مین ایک مشہور منجم ٹائیکو برا ہے نے نہایت ہی غور و خوض اور تحقیق کے بعد اجرام سماوی کے بہت کچھ حالات قلمبند کئے - تصویرین بنائین - مدارون کے نقشے کھینچے - جن کے ذریعہ سے اُن کی حقیقتون پر غور کرنا اور صحیح نتیجہ پر پہنچنا بہت آسان ہو گیا تھا - لیکن صیاد اجل نے اس شیفتۂ تحقیق کو اتنی مہلت نہ دی کہ اس گل مقصود پر وہ کچھ ترنم اور نغمہ سنجی کرتا - یہ انتقال کر گیا - اور اُس کے ایک شاگرد مسمی بہ کیپلر نے اپنے اُستاد کے تحقیق کردہ مسائل و دلائل پر فی توجہ کی - اور بقول کسیکہ "گر پدر نتواند پسر تمام کند" اپنی ساری عمر اسی جانچ پڑتال مین صرف کرکے اجرام سماوی کی نسبت بہت سارے قانون دریافت کئے -

کیپلر کی جانفشانی اس کی محنت شاقہ کوئی معمولی بات نہ تھی - لسا اوقات ایسا

ہوا ہے کہ جن دریافت شدہ حالات کو اصول ریاضی کی بنا پر اس نے مدلل کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ صحیح نتیجہ دینے والے نہین ہین۔ اور سارے توڑ جوڑ غلط ہین۔ اصلی حالات سے اُن کی مطابقت نہین ہو سکتی۔ لیکن ان ناکامیون سے اس کے دل پر لا آفرین بر دست و بر بازوے او) مایوسی کا اثر ہونا۔ ایک ناممکن بات تھی۔ اس کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ اُس نے اِس کی کچھہ پرواہ نہ کی۔ اور سلسلۂ تحقیق کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ چنانچہ سیّارون کے مدار اور ان کی گردش اور اُن کے درمیانی فاصلہ کی نسبت کامل بیس برس کی فکر و تحقیق کے بعد مندرجہ ذیل تین قانون مرتب و ثابت کر دئے۔

(۱) سیارون کے مدار بیضوی ہین اور نظام شمسی کا مرکز سورج ہے۔

(۲) سورج اور سیّارون کو ملانے والے فرضی خطوط مستقیم وقت مقررہ مین ایک خاص فاصلہ طے کرتے ہین۔

(۳) اس عدد کا مکعب جو کسی سیارے سے اُس کے مدار کے مرکز تک کے فاصلہ کو ظاہر کرنے والے عدد کے مربع کے مساوی ہوتا ہے۔ جو اس سیارے کو اپنے مدار پر ایک دفعہ گھوم جانے کے لئے درکار ہے۔

یہی تین قانون تھے۔ جن مین کشش ثقل کا سربستہ راز چھپا ہوا تھا۔ جسکی جانب خود کیپلر کا دماغ رجوع نہ ہوا تھا۔ لیکن جب نیوٹن نے اسپر غور کیا۔ حقیقت نے رہنمائی کی معلوم ہوا کہ سارے اجسام۔ ایک دوسرے کے ساتھ کشش ثقل کے ذریعہ سے رشتہ داری رکھتے ہین۔ چنانچہ کیپلر اپنی ایک کتاب کے آخر مین رقمطراز ہے (جس سے ظاہر ہے کہ کشش ثقل کے مسئلہ کی طرف اس کا ذہن رجوع نہ ہوا تھا۔)

کہ جب خدا تعالی اپنے بنائے ہوئے سیارون کے حرکات اور ان کے قانون دریافت کرنے والے شخص کا (خود کیپلر مراد ہے) پانچہزار سال تک منتظر رہا ہے۔ تو کوئی وجہ نہین ہے کہ مین ان قوانین کے اصول دریافت کرنیوالے شخص کے انتظار مین بیقرار رہون یعنی اس کو قوی امید تھی کہ میرے بعد خدا تعالی کسی ایسے شخص کو بھی ضرور پیدا کردیگا جو میرے دریافت اور ثابت کردہ قوانین کی بنا پر اُن کے اصول دریافت کرے گا۔ فی الحقیقت ہوا بھی ایسا ہی کہ اس سے کچھہ عرصہ کے بعد نیوٹن پیدا ہوا اور اُس کا دماغ کشش ثقل کے مسئلہ کی جانب رجوع ہوا۔ جس کی مدد سے اس نے

وہ اصول دریافت کئے۔ جن پر سیارون کی حرکتون کے قانون ہو قوف تھے۔ اور کیپلر کی محنت ٹھکانے لگی

اس سے پہلے کہ اصل مضمون پر بحث ہو مندرجۂ ذیل امور قابل یادداشت ہین۔

ماہرین علم ہیئت نے

(۱) زمین سے سورج تک کے فاصلہ کو۔ سورج سے دیگر سیارون کی دوری کا اندازہ کرنے کے لئے فاصلہ کی اکائی فرض ہے۔

(۲) وہ وقت جو زمین کو سورج کے گرد ایک دفعہ گھومنے کیلئے درکار ہے دیگر سیارات کے اُسوقت کے اندازہ کرنے کے لئے جو اُن کو سورج کے گرد ایک دفعہ گھومنے کے لئے درکار ہے۔ وقت کی اکائی فرض کیا ہے۔

(۳) سورج کے وزن کو دیگر سیارون کے وزن کے اندازہ کرنے کے لئے وزن کی اکائی فرض کیا ہے۔

علاوہ ازین یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ

(۱) سورج سے زمین ۹ کروڑ میل دور ہے اور زحل اس سے ۹ گنا فاصلہ پر۔ یعنی ۸۱ کروڑ میل۔ لیکن سورج سے زمین تک کا فاصلہ سورج سے دوسرے سیارون تک کے فاصلون کی اکائی ہے۔ اس لئے ۸۱ کروڑ (یعنی سورج سے زحل کا فاصلہ) بمنزلہ ۹ اکائی ہے۔

(۲) زمین سورج کے گرد ایک چکر ایک سال مین پورا کرتی ہے اور زحل ۲۷ سال مین لیکن زمین کے سورج کے گرد ایک دفعہ گھومنے کا وقت دوسرے سیارون کے گرد گھومنے کے وقت کی اکائی ہے۔ اس لئے ۲۷ سال (یعنی سورج کے گرد زحل کے ایک دفعہ گھومنے کا وقت) بمنزلہ ۲۷ اکائی ہے۔

اب کیپلر کے دریافت کردہ قانون نمبر ۳ کی سچائی ثابت ہو گئی۔ اس لئے کہ سورج سے زمین تک کے فاصلہ کا مکعب $(9)^3 = 9 \times 9 \times 9 = 729$ برابر ہے۔ اس کے سورج کے گرد ایک دفعہ گھوم جانے کے وقت کو ظاہر کرنے والے عدد کے مربع۔

$(27)^2 = 27 \times 27 = 729$

علیٰ ہذا القیاس سورج سے دوسرے سیارون مثلاً مریخ و مشتری وغیرہ کی دوری کا مکعب اُن کے سورج کے گرد ایک دفعہ گھوم جانے کے وقت کے

مربع کے مساوی ثابت ہوگا۔
نیوٹن کا دعوی ہے کہ جب ایک جرم دوسرے جرم کے گرد کشش ثقل کے اثر سے گردش کرے تو (اس عدد کا مکعب جو اُن کے درمیانی فاصلہ کو ظاہر کرے) ÷ (اس عدد کا مربع جو اُن میں سے ایک کو دوسرے کے گرد گھوم جانے کے وقت کو ظاہر کرتا ہے) = (اس عدد کے جو ان دو جرموں کے مادہ کے وزن کو ظاہر کرے)۔
اب اگر ہمیں یہ منظور ہو کہ کرۂ زمین اور چاند کا مجموعی وزن دریافت ہو تو چونکہ زمین اور چاند کا فاصلہ سورج کے فاصلہ کا $\frac{۱}{۴۰۰}$ ہے اور چاند $\frac{۱}{۱۳}$ سال میں اپنے مدار پر ایک دفعہ گھوم جاتا ہے۔
اس لئے (زمین اور چاند کے وزن کی حاصل جمع) = $(\frac{۱}{۴۰۰})^۳ \div (\frac{۱}{۱۳})^۲$
= $\frac{۱}{۳۴۰۰۰۰}$ تقریباً (یعنی ۳ لاکھ ۴۰ ہزار زمین اور چاند کے کرے۔ مساوی ہیں سورج کے کرے کے)
کشش ثقل کا عمل صرف نظام شمسی ہی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ تمام کائنات میں جاری ہے۔ چنانچہ اس دعوی کی نیوٹن کے بعد ہیلے۔ سر ہرشل۔ لاپلاس وغیرہ وغیرہ ماہرین علم ہئیت نے .... تائید ہی نہیں کی ہے۔ بلکہ اپنی اپنی کتابوں میں ثابت بھی کر دیا ہے۔
تارے جو دکھائی دیتے ہیں۔ اُن میں سے بعض ایسے ہیں جو ہمیں بوجہ دوری بظاہر ایک نظر آتے ہیں۔ لیکن دوربین کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ان کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہے۔ اس قسم کے تاروں کو جفت تارے کہتے ہیں۔ ان کی رفتار بھی قانون کشش ثقل سے وابستہ ہے۔ اگر ان دو تاروں کا درمیانی فاصلہ اور ایک دوسرے کے گرد مدار پر ایک دفعہ گھوم جانے کا وقت معلوم ہو تو کیپلر کے قانون نمبر ۳ سے ان کا وزن معلوم ہو سکتا ہے۔
جفت تارے کے دو تاروں کا درمیانی فاصلہ معلوم کرنے کے لئے پہلے اس امر کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ وہ نظام شمسی سے کتنے فاصلہ پر ہیں۔
بعض تاروں کا فاصلہ بڑی جانفشانی اور سخت کوشش کے بعد دریافت کیا گیا ہے۔ پھر بھی بے شمار تارے ایسے ہیں۔ کہ ان کی دوری معلوم کرنا اب تک تو ناممکن سا ہے۔

کسی دور کی چیز کا فاصلہ معلوم کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے کسی مقام پر ایک خط مستقیم مناسب لمبائی کا ناپ لیا جائے۔ یہ فرض کرکے کہ وہ چیز (جس کا فاصلہ معلوم کرنا ہے) ایک نقطہ ہے۔ یا اس پر کوئی نقطہ ہے۔ خط مستقیم کے دونوں سروں سے اس چیز یا نقطہ پر نظر ڈالی جائے۔ اس طرح دیکھنے کے بعد خطوط منظری سے اُن کے درمیان اُس چیز یا اس کے مفروضہ نقطہ پر جو زاویہ بنے اس کو ناپ لیا جائے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر یہ زاویہ ایک سیکنڈ کا بنے تو فاصلہ خط مفروضہ کا تخمیناً ۲ لاکھ دس ہزار گنا ہوتا ہے۔ اور اگر زاویہ دو سیکنڈ کا بنے تو فاصلہ قاعدۂ مذکورہ کے موجب مفروضہ خط مستقیم کے طول کے دو لاکھ دس ہزار گنا کا ½ ہوتا ہے۔ اور تین سیکنڈ کا زاویہ بنے تو فاصلہ دو لاکھ دس ہزار گنا کا ⅓ ہوتا ہے۔

سورج پر (جو تمام تاروں کی بہ نسبت ہم سے بہت قریب ہے) اگر زمین کے نصف قطر (۴۰۰۰ ہزار میل) کو خط مستقیم مان لیں تو خطوط منظری کے درمیان ۹ سیکنڈ کا زاویہ بنتا ہے۔ اس لئے سورج کا فاصلہ $\frac{۲۱۰۰۰۰ \times ۴۰۰۰}{۹}$ = ۹ کروڑ میل تقریباً ہے۔

کرۂ زمین پر زیادہ سے زیادہ لمبا خط مستقیم اس کا قطر ہے۔ مگر تارے اس قدر دور ہیں کہ مذکورہ قاعدہ کے لئے اس کے قطر کا خط مستقیم ناکافی ہے۔ اس لئے کہ اس کے دونوں سروں سے خطوط منظری کسی تارے پر زاویہ نہیں بنا سکتے۔ بلکہ کسی تارے پر پہنچنے سے پہلے مل جاتے ہیں۔

مدارِ ارضی کا قطر ۱۸ کروڑ میل ہے اگر اس کو خط مفروضہ مانکر مدارِ ارضی کے کسی مقام سے کسی تارے پر نظر ڈالی جائے۔ اور چھ مہینے کے بعد (جبکہ کرۂ زمین اس کے دوسرے سرے پر پہنچ جاے) اسی تارے پر پھر نظر ڈالی جائے تو خطوط منظری کے درمیان کسی تارے پر ایک سیکنڈ کا بھی زاویہ نہیں بن سکتا ہے۔ چنانچہ کلب ( ) جو ایک مشہور اور نہایت روشن تارا ہے اس پر مدارِ ارضی کے قطر کے ہر دو سروں سے خطوط منظری کے درمیان ⅓ سیکنڈ کا زاویہ بنتا ہے۔ مدارِ ارضی کا نصف قطر یعنی کرۂ زمین سے سورج کا فاصلہ ۹ کروڑ میل ہے۔ اس کو اگر خط مفروضہ مان لیں تو یہ زاویہ (جو کلب پر بنتا ہے) ⅙ سیکنڈ کا بنتا ہے۔ اس طرح سے نظام شمسی سے اس تارے کا فاصلہ سورج سے زمین کے فاصلہ کی نسبت تخمیناً چھ لاکھ گنا ہوگا۔

کلب جو حقیقت مین جفت تارا ہے - دوربین کے ذریعہ سے دیکھنے سے اُس کے دو تارون کا درمیانی فاصلہ ۲ سکینڈ دکھائی دیتا ہے - اور ان مین سے ایک دوسرے کے گرد ۵۰ سال مین ایک دفعہ گردش کرجاتا ہے - اس لئے $\frac{۶۰۰۰۰۰ \times ۷}{۲۱۰۰۰۰}$ = ۲۰ ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ اُن دو تارون کا درمیانی فاصلہ سورج اور زمین کے درمیانی فاصلہ کا ۲۰ گنا ہے -

نیوٹن اور کیپلر کے قانون کے بموجب کلب کا وزن $\frac{۲۰ \times ۲۰ \times ۲۰}{۵۰ \times ۵۰}$ = ۳ $\frac{۱}{۵}$ (یعنی کلب کے ہر دو تارون کا وزن سورج سے ۳ $\frac{۱}{۵}$ گنا ہے)

زمین کی کثافت اضافی ۵ ہے - اور زمین کا قطر ۸ ہزار میل ہے - ایک مکعب فٹ پانی کا وزن $\frac{۱}{۲}$ ۶۲ پونڈ ہوتا ہے - اس حساب سے کرۂ زمین کا وزن ۶۰ کرور ٹن ہے -

واللہ اعلم بالصواب -

مشرق اور مغرب کے متبرک درخت

ماخوذ از ظل السلطان بابت ستمبر ۱۹۱۵ء

کسی تمدنی - تاریخی یا مذہبی مسئلہ کے تحقیق کو جو بات دشواری پیدا کرتی ہے وہ ایک واقعہ کا زمانہ سلف اور قدیم اقوام مین یکسان طور پر وقوع مین آنا ہے - یہہ واقعات اس طرح ملتے جلتے ہوتے ہین کہ ان کے اسباب اور علل پر اطمینان ہو ہی نہین سکتا - کیا یہہ اوس زمانہ کی طرف اشارہ کرتے ہین - جب آج کل کی علیحدہ علیحدہ پہیلی قومین ملی ہوئی تھین ؟ - یا صرف اس بات کی شہادت ہے کہ فطرت انسان ہمیشہ اپنی ضرورت کے پورا کرنے مین خود ہی اپنا راستہ ایک دوسرے کو دیکھکر تلاش کرتی ہے ؟ - تمام اوقات اور تمام ممالک کی اقوام کے مذہبی خیالات اور چند قسم کے درختون کا تعلق بھی انہی واقعات دلچسپ (بشرطیکہ یہہ لفظ اس مثال مین استعمال ہو سکتا ہو) مین شامل ہو سکتا ہے - ہندوستان مین درختون کی پرستش کے متعلق یہان زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہین - چھوٹا سا پودا تلسی ہندوستان کی ہر عورت کے دل مین مقبولیت رکھتا ہے - یہان بھی دہی پیچیدگی نظر آتی ہے - کیونکہ تلسی یا جسکو انگریز بیسل Basil کہتے ہین - مغرب مین بھی متبرک شمار کیا جاتا ہے

یہ پودا سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کے مقبرہ پر اوگا اور اس مین جادو کی کئی تاثیرین موجود ہین۔ تلسی کے علاوہ ہندوستان مین جو درخت متبرک خیال کئے جاتے ہین وہ فکس (ficus) یا انجیر کے خاندان سے ہین۔ بڑ کا درخت جسکی شاخون سے جڑین نکلتی ہین۔ پہلے پہلے ہندوستان کے دیکھنے والون کے نزدیک عجائبات سے تھا۔ ہندوستان مین آنے والون نے پہلے اسے دکن مین دیکھا اور یہین تک محدود خیال کیا۔ چنانچہ ملٹن نے جس مین ہر قسم کے علم حاصل کرنے اور اس کو بیان کر دینے کی قابلیت تھی۔ ایک مشہور موقع پر اس کا ذکر کیا ہے۔ ایک درخت کے متعلق اُس نے کہا ہے کہ:-

وہ مالابار دکن مین اپنی شاخین پھیلاتے ہوے ہے۔ اتنی چوڑی
اور اتنی لمبی اُس کی شاخین پھیلی ہوئی ہین کہ جھکی ہوئی شاخون
مین جڑین نکل آئین اور اُن سے درخت پیدا ہوئے۔ درخت کے گرد
یہ ستون بن گئے اور سایہ کر لیا اور اونچی محرابین بن گئین اور درمیان مین راستے

بڑ کے درخت سے زیادہ مشہور پیپل کا درخت ہے۔ یہ بھی انجیر کے خاندان مین شامل ہے۔ بدھ اس کو اپنے مذہب مین متبرک خیال کرتے ہین۔ سیلون کے ہر گاؤن مین بھو (Bo tree) درخت ہوتا ہے جس پر وہان کے باشندے نازان ہین۔ اس کے گرد پتھرون کا احاطہ بنا دیا جاتا ہے۔ تاکہ جڑون اور تنہ کو کسی قسم کا صدمہ نہ پہونچے۔ عموماً اسکے سامنے ایک باغچہ ہوتا ہے۔ جس مین خوشبودار پھول کھلتے ہین۔ درخت مین چینی لالٹینین اور خوش رنگ کپڑون مین جھنڈیان مذہبی ہوتی ہین۔ اس موقع پر یہ ذکر کر دینا چاہیئے کہ جو بیچارے سری پاد (چوٹی آدم پر بدھ کے متبرک نقش قدم) کی زیارت کو جاتے ہین وہ درختون مین جھنڈیان باندھتے جاتے ہین۔ یہ رسم بہت قدیم ہے۔ اس کی اصلیت کے متعلق جتنے بھی قصے مشہور ہین وہ ایسے ہی ہین۔ جیسے کسی پرانی بات کے لئے ہوا کرتے ہین۔

پیپل کا تعلق وشنو سے بتلایا جاتا ہے۔ اور بدھ وشنو کی خاص تعظیم کرتے ہین۔ ایک بڑے بھو درخت کے نیچے گوتم بدھ کو پیغام ربانی پہنچا تھا۔ اور اس درخت کا انتخاب کرنا شائد اتفاقی نہ تھا۔ بلکہ بدھ سے مدتون پہلے سے بھو کی فضیلت چلی آتی تھی۔ ان درختون کی بہت عمر ہوتی ہے اس درخت کے نشانات ابتک

ریا کچھ زمانہ پہلے تک) گیا مین موجود ہین۔ سیلون کے ایک مقام انوزدہ پورہ مین ایک اتنا ہی مشہور درخت ابھی تک محفوظ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہان مذہب بدھ ابھی تک زندہ ہے اس درخت کو آسوکا کی بہن سنگھا متا نے لگایا تھا۔ ایک مصنف کو اکثر اس درخت کے احاطہ کے اندر کھڑے رہنے کا اتفاق ہوا ہے اور ہمارے پر شور زمانہ اور بدھ کے خاموش وقت کا موازنہ کرکے دل کبھی رنج سے خالی نہ رہا۔ بدھ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدایش سے نصف صدی پہلے گزرا ہے۔

ایک اور عجیب درخت پیپل یا بڑ کا ہے۔ جسکے متعلق نیرکس نے سکندر اعظم سے بیان کیا تھا کہ اس کے نیچے (۱۰۰۰۰) آدمی آسکتے ہین کہا جاتا ہے کہ یہہ درخت ابھی کچھ دن ہوئے موجود تھا اور ندی کی طغیانیون سے صدمے اٹھانے کے بعد بھی اس کا قطر (۲۰۰۰) فٹ کا تھا۔ اور اس مین ۳۰۰۰ شاخین تھین پیپل کی عظمت تمام ہندوستان مین کی جاتی ہے۔ مگر وہ بات نہین ہے۔ جو سیلون مین درخت بدھ کے متعلق ہے۔ یہان تو ایک پتی توڑنا گناہ ہے۔ اور اگر نمونہ کاٹ لیا یا توڑ لیا جائے تو غالباً بلوہ ہو جائے۔ ہر گاؤن مین چوراہے پر یا سڑک کے بازو پر یہہ درخت نظر آئیگا اور اس کے نیچے ایک چھوٹا سا مندر ہوگا کہین کہین مرتی ہنوا کا بیٹا، یا گنپتی۔ پنچایت کا خدا بشکل پتھر کی مورت مین نظر آتا ہے اور عموماً آڑے ٹیڑھے پتھر جو سرخی سے لپے پتے ہوتے ہین۔ خدا بنائے جاتے ہین۔ آخری شام یا شروع رات مین کوئی شخص ان درختون کے قریب نظر نہین آتا۔ کیونکہ تمام قسم کے بھوت پریت ان کی شاخون مین گھومتے رہتے ہین۔ غول کے غول ایک درخت سے دوسرے درخت پر جاتے ہین۔ سب سے زیادہ شور کرنے والا بھوت باتول (Bala B) ہے یہہ ایک برہمن کا لڑکا ہے اور یہہ ڈورے کی رسم اور شادی کے درمیان مر گیا تھا۔ ایسی روحین دنیا مین مقید کردی جاتی ہین۔ کیونکہ یہہ رسم پوری نہین کرنے پاتین یہہ دنیا مین پھر آنے کی کوشش کرتی ہین۔ اس لئے لوگ ان سے احتیاط رکھتے ہین اسیطرح سیلون مین یہودی لیا۔ (Bhade lema R) (ایک حاملہ عورت کی روح جو بچہ پیدا ہونے سے پہلے فوت ہوگئی تھی) ایک خطرناک بھوت ہے۔ یہہ دنیا مین آنے کی کوشش مین راستہ چلنے والون کو رسی کی شکل مین

ملتا ہے اور آنکی گردن مین لپٹ کر گلا گھوٹتا ہے - ایسے موقع پر جو حربہ استعمال کیا جا سکتا ہے
وہ بندوق ہے - بندوق چلی اور رسی غائب - زمین پر ایک مردہ گرگٹ نظر آنے لگا - مصنف
کو خود کبھی ایسا اتفاق نہین ہوا البتہ سنا ہے یہ بھوت عجیب طریقہ سے سانس لیتا ہے
جس سے سیٹی کی آواز نکلتی ہے - کم سے کم آواز کی روایت تو صحیح ہے -
وہ انجیر کا درخت جس سے حضرت مسیح (علیہ السلام) کا مشہور قصہ وابستہ ہے - پیپل یا بڑ کا درخت
نہ تھا - بلکہ فیکس کیریکا (Ficus Carica) تھا -
(۲) جیسا کچھ ہندوستان مین پیپل ہے ویسا ہی ایش (Ash) ہمارے آباؤ اجداد
کے نزدیک تھا - اسکینڈی نیویا کے قدیم باشندون کے ہزار ہا قصے جادو کے درخت ڈریسیل
(Drassil) کے متعلق مشہور ہین - کارلائل نے ایک مشہور مقام پر کہا ہے -
"اسکینڈی نیویا" والون کے نزدیک تمام زندگی ایک درخت ہے ڈریسیل انسانی وجود کا درخت
ہے اس کی جڑین موت کی سلطنت تک گئی ہین - اس کا تنہ جنت تک پہونچا ہے - شاخین
تمام دنیا پر چھائی ہوئی ہین - اس کے نیچے موت کی حکومت مین قسمت کے تین شخص ماضی و حال
اور مستقبل رہتے ہین - جو اس کی جڑون مین ایک پاک کنوئین سے پانی دیتے ہین - اس کی
کلیان اور کونپلین (واقعات تکالیف و مصائب) تمام ممالک مین اور تمام زمانہ مین پھیلی ہوئی ہین
اس کی ہر پتی ایک سوانح عمری اور ہر ریشہ ایک کام یا لفظ ہے اس کی شاخین قومون کی تاریخ
ہین - اس کی سنسناہٹ دنیا کا شور و غل ہے - جو شروع سے جاری ہے -
قدیم نارس (Norse) (انگریزون کے آباؤ اجداد) اور ہندو دونون انسانی
زندگی کو درخت کی صورت مین پیش کرتے ہین - ایک تو شمالی پہاڑون کے ایش
(Ash) کو منتخب کرتے ہین اور دوسرے گرم میدانون کے انجیر (Fig) (پیپل یا
بڑ) کی طرف رجوع کرتے ہین - آج کل بھی انگلینڈ مین کئی نشانات درختون کی پرستش
کے موجود ہین -
اور ایک سچا عیسائی اس کو ہر پہلو سے دیکھکر چونک پڑتا ہے - جسکے نشان بیسوین صدی تک چلے آتے
ہین - مثال کے طور پر بڑے دن کو لو - دسمبر کے آخری ہفتہ مین دعوتین کرنا - خوشیان
منانا - تعطیلین لینا - یہ سب کیا ہے - یہ رومیون کے سیٹرنیلیا (Saturnalia) کی
تقلید ہے - بڑے دن پر درخت بنانا - اس مین روشنی کرنا اور رنگین جھنڈیان لگانا کیا ہے

درختون کی پرستش کا ایک نشان ہے۔ جیسے بدھ مذہب والے پیپل کو کپڑون اور پھولون سے سجاتے ہین۔ اوس کی جڑ مین دئے جلاتے ہین۔ اس کے علاوہ اور لغویات نہین؟ جیسے کہ پھول دار ایک اونچا بانس جو مٹی مین آراستہ ہوا تھا) مئی کے مہینہ کی خوشیان ہین۔

اُن کی مذمت مین سترہوین صدی کے مصنفون نے جو کچھ لکھا ہے اُس کے دیکھنے سے اصلی واقعات کا پتہ چلتا ہے۔

یونان اور اطالیہ قدیم مین ہم کو درختون کی پرستش کے بہت سے علامات ملتے ہین۔ پرانے یونانیون کے نزدیک درخت کی بھی ایسی ہی حالت ہوتی تھی جیسی دریا پہاڑ اور قدرت کی دوسری خوبصورت صناعیون مین تصور کی جاتی تھی۔ ان کے بڑے بڑے خداون کو درختون سے واسطہ رہا ہے۔ زیوس (Zeus) نے دوڈنا مین اپنے منشا کا اظہار درختون کے ہلنے کی آواز مین کیا ہے۔ حقیقت مین سچے عیسائیون کے نزدیک مذہب عیسوی نے اس چیز کے قصہ سے پلٹا کھایا۔

اس ممنوع درخت کا پھل جسکے قاتل مزہ نے موت اور ہماری تکلیف کا قدم دنیا مین لایا۔ اس کے بعد صلیب عیسٰی کے متعلق جو روایات مشہور ہین اُن کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ لیکن ایسا ارادہ کرنا اس مضمون کے حدود سے باہر قدم رکھنا ہے اس لئے جس کسی کو شوق ہو وہ کیوریس متھس آف دی مڈل ایجیز Curious myths of the middle ages مین قصہ صلیب دیکھ لے۔

یہودیون کی ایک روایت ہے کہ درخت نالج (Knowledge) (علم) کے تین بیجون مین سے ایک بیج سیتھ نے آدم کے منہ مین دفن کرنے سے پہلے ڈالا۔ اس سے جو درخت پیدا ہوا اس سے صلیب بنایا گیا۔ پھر یہان ویسی ہی پیچیدگی نظر آتی ہے جس کا ذکر شروع مضمون مین کیا گیا ہے۔ درخت تلسی کی ابتداء کے متعلق بھی ہندوستان مین ایک ایسا ہی قصہ مشہور ہے۔ وشنو کی معشوقہ ورندا نے اپنے آپ کو جلا دیا۔ اس خدا کو چین نہ آتا تھا۔ یہان تک کہ پاربتی نے اس مردہ کی راکھ مین تین بیج بوئے۔ ان مین سے ایک تلسی کی شکل مین پیدا ہوا۔ جسکی محبت خدا اور بندے دونون کرنے لگے۔

یہودیون کے متعلق ہزارہا قصے ہین۔ لیکن اُن کو یہان لکھنے کی گنجائش نہین۔ شاید درخت مین کوئی ازلی معجزہ ہے۔ جسکی وجہ سے اس کو کسی باطنی خدائی کا

ظاہری نشان مان لیا کرتے تھے - اب ہم اس مسئلہ کو یہین ختم کرتے ہین - کارلائل کہتا ہے کہ مسلسل غور و فکر سے انسان کو معلوم ہوا کہ دنیا ایک ظاہری نمایش ہے اور کوئی

اصلی چیز نہین - تمام سیمی ر وحین ہند و محدث - جرمن - فلاسفر - شیکسپیر یا کوئی اور فکر کرنے والا کہین پر کیون نہو دنیا کو ایسا ہی تصور کرے گا -

"ہماری ہستی ایسی ہے جیسے خواب"

اور ہمارے خواب مین درخت اون سایون مین سے ایک ہے جو اُس اصلیت کے قریب ہو پہنچنے مین جسکو ہم اُس وقت دیکھین گے جب اپنی اس نیند سے جس کا نام زندگی ہے - موت مین آنکھین کہولین گے -

(ترجمہ) سید عبد الکریم متعلم محمڈن کالج علیگڈہ -

ظل السلطان - اس موقع پر ہم یہ ظاہر کر دینا مناسب خیال کرتے ہین کہ اسلامی نقطہ خیال سے نہ کوئی درخت قابل پرستش ہے اور نہ متبرک - پرستش کے قابل صرف وہی ایک ذات ہے جسنے کل چیزون کو بنایا ہے اور درخت کا بھی خالق وہی ہے - قرآن مجید اور احادیث مین جو کسی درخت کو عمدہ اور کسی کو برا کہا گیا ہے وہ اُن کے منافع اور مضرت کے لحاظ سے ہے - یعنی جس درخت کا پھل خوش ذائقہ اور مفید ہوتا ہے یا اُس مین عمدہ حسین و خوبصورت اور خوشبودار پھول لگتے ہین اس کو شجرہ طیبہ یا شجرہ مبارکہ کہا گیا ہے اور جس درخت کا پھل بدمزہ اور مضر یا پھول بدبودار ہوتے ہین اون کو خبث سے تعبیر کیا گیا ہے

اسلام جو ایک خالص توحید کی منادی کرنے دنیا مین آیا اوس کے نزدیک اس قسم کے تبرکات کی جو وقعت ہے اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوگا -

ایک درخت جسکے نیچے ٹہیر کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ سے بیعتہ الرضوان لی تہی اور واقعہ کی مناسبت سے اُس درخت کا نام بھی شجرۃ الرضوان پڑ گیا تہا - بعض مسلمان اُس کو بہت متبرک سمجہنے لگے تہے - اور جدید مسلمان اس درخت کی عظمت زیادہ کرنے لگے تھے -

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جو اسلامی تعلیم کا ایک مکمل نمونہ تھے - یہہ حالت دیکھکر اوس درخت کو جڑ سے اکھڑوا دیا کہ مبادا یہ عظمت بڑہتے بڑہتے اشجار پرستی تک نہ پہنچ جائے -

کیا سائینس کی مدد سے حیوانات کی تخلیق ممکن ہے

ماخوذ از وکیل امرتسر ۱۶ر اکتوبر ۱۹۱۵ء

یہہ ایک اہم سوال ہے جسکے حل کرنے کے لئے ماہران سائینس اپنا پورا زور صرف کر رہے ہین - پروفیسر شافر کا جو ایڈنبرا یونیورسٹی مین علم النفس کے پروفیسر ہین - دعویٰ ہے کہ جاندار اور بیجان مادہ مین اب سے پیشتر جو امتیازی حد فاصل تھی - وہ سائینس دانون کی نظر مین اب بہت کم ہو گئی ہے - اور یہ یقین بالکل بیجا اور غلط ہے کہ زندگی صرف گزشتہ زمانہ مین کسی وقت ظہور مین آئی تھی - پروفیسر موصوف لکھتے ہین - کہ برعکس اس کے ہم اس امر کے تسلیم کرنے پر مجبور ہین کہ رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے اصول کے مطابق زندگی کا بیجان مادہ سے موجودہ اور نیز آئندہ زمانہ مین بھی ظہور ممکن ہے - یعنی جسطرح گزشتہ زمانہ مین انسان - گھوڑا - اونٹ - کتا - بلی پیدا ہو چکے ہین - اور ان کا ماخذ بیجان مادہ تھا - اسیطرح ممکن ہے کہ وہ آئیندہ زمانہ مین بھی بیجان مادے سے پیدا ہو جائین -

بیجان چیزون سے جاندار چیزین عام طور سے یہ خیال اہل دنیا مین پھیلا ہوا ہے - کہ روے زمین پر زندگی کا جو اول اول ظہور ہوا وہ کسی ما فوق الفطرت اور غیر معمولی طاقت کا کرشمہ تھا - مگر اس خیال کی تائید کسی علمی اصول سے نہین ہوتی اس کی بجاے ہم یہہ یقین کرنے پر مجبور ہین کہ جاندار مادہ کا سرچشمہ بیجان مادہ ہے اور زندگی صرف رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے اصول اور عمل کا نتیجہ ہے -

زندگی کی صحیح تعریف زندگی کیا ہے ؟ یہہ ایک ایسا سوال ہے - جسنے نہایت تیز فہم اور طاقتور دماغون کو بھی پریشانی مین ڈال دیا ہے - ہربرٹ سپنسر جیسے اہل دماغ سائنسدان کو بھی اپنی کتاب " اصول علم حیات ،، مین مجبور ہو کر تسلیم کرنا پڑا کہ کوئی ایسی صحیح تعریف نہین ملسکتی جو جاندار چیزون کی ان تمام خاصیتون پر حاوی ہو سکے - جو اب تک دنیا کو معلوم ہو چکی ہین - اور ساتھ ہی اس تعریف سے وہ تمام اوصاف خارج کئے جا سکین - جو بیجان چیزون کے مانے جاتے ہین - ہربرٹ سپنسر کو ایک ایسے عقدہ کے حل کرنے کی طرف مطلق رغبت نہین ہوئی جو نہایت عالی دماغ فلاسفرون کے لئے بھی جو عقل کے پتلے کہلاتے تھے - دشوار ثابت ہو چکا تھا - اِس کی وجہ یہ ہے کہ گزشتہ چند سالون مین علم کے ذخیرہ مین جو اضافہ ہوا ہے

اور جو ترقیاں ہوئی ہین - ان سے یہ امر ممکن معلوم ہوتا ہے کہ اب سے پیشتر جو حد فاصل جاندار
اور بیجان چیزون مین مانی جاتی رہی ہے وہ اس قدر نمایان نہین ہے - جس قدر کہ وہ اب تک
سمجھی جاتی رہی ہے -

ذی روح و غیرذی روح کے یکسان اوصاف | زندگی سے جس قدر سوالات کا تعلق ہے - ان تمام
کا تعلق مادہ سے بھی ہے - زندگی کے متعلق کسی امر کی تحقیقات بھی انہین طریقون سے ہوسکتی
ہے - جن سے مادہ کے متعلق تمام باتون کی تحقیقات ہوتی ہے - اور اس قسم کی تحقیقاتون
سے جو عام نتایج نکلے ہین - ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے - کہ جاندار چیزون پر ایسے قوانین حاوی
ہین جو اُن قوانین سے مشابہ ہین جو بیجان مادہ پر حاوی ہین - فلاسفرون اور سائنسدانون نے
زندگی کے اوصاف کی بابت جس قدر زیادہ تحقیقات کی - ان کو اس عملی اصول کی صداقت کا
اسی قدر زیادہ یقین ہوتا گیا کہ زندگی بیجان مادہ مین تبدیلی کا نام ہے اور اسیقدر زیادہ ان کے
اس عقیدہ مین کمزوری آتی گئی کہ ان کو زندگی کے اوصاف کی تشریح کرتے وقت ان اوصاف
کو کسی نامعلوم طاقت کی طرف منسوب کرنا چاہیئے -

جاندار اور بیجان مین موہوم فرق | کیمسٹری کے طالب العلم جانتے ہین کہ اس دنیا کی تمام چیزین
دو حصون مین تقسیم کی جاسکتی ہین - ایک وہ جنہین آرگینک کہتے ہین یعنی ذی روح اور
دوسری وہ جنہین ان آرگینک کہتے ہین یعنی غیرذی روح کہتے ہین - ان دونون مختلف اوصاف
رکھنے والی چیزون کے درمیان جو حد فاصل گزشتہ صدی کے وسط تک سائنسدانون کو
بہت نمایان اور وسیع معلوم ہوتی تھی - وہ آخرکار بہت دھندلی اور کمزور نظر آنے لگی اور موجودہ
زمانہ مین تو وہ بالکل قایم نہین رہی - اب تو ہر روز یہ امر زیادہ عیان ہوتا جاتا ہے کہ جاندار
چیزین دراصل ان لعابدار مرکبات سے واسطہ رکھتی ہین - جو نیٹرجن کی قسم کی چیزون
سے بنتے ہین - وہ جاندار مادہ جو لعابدار ہوتا ہے اور جسے انگریزی اصطلاح مین پروٹوپلازم
کہتے ہین - جو دراصل ایک ایسے مرکب کی شکل کا ہوتا ہے - جس مین لعاب پایا جاتا ہے
بس جاندار اور بیجان مادہ مین یہی فرق ہے -

آیندہ کے امکانات | اگر زندگی یعنی جاندار چیزون کا موجودہ زمانہ مین بنانا ممکن ہے
اور اپنی طرف سے مجھے اس مین شک کرنے کی کوئی وجہ نظر نہین آتی تو آرگینک مادہ تو
درکنار رہا - ان آرگینک مادہ کے بھی جوش دینے سے جو عرق بنے گا وہ زندگی کا سرچشمہ ہوگا

اس بارہ مین لوگون نے جس شک کا اظہار کیا ہے - اس کے باعث یہہ ضروری نہین ہے کہ ہم یہ تسلیم نہ کرین کہ بیجان چیزون سے جاندار چیزین بنانا ممکن ہے -
لوگون مین یہ خیال پایا جاتا ہے کہ اول اول جب زندگی یعنی جاندار چیزون کا ظہور ہوا تہا تو وہ ایک فوق الفطرت طاقت کا نتیجہ تہا - یہہ خیال علمی اصول سے بالکل گرا ہوا ہے - اس لئے ہم نہ صرف یہ یقین کرنے مین حق بجانب ہین بلکہ مجبور بھی ہین کہ جاندار چیزون کا وجود رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے عمل اور اصول کی بدولت ظہور مین آیا ہوگا -

کیا زمین پر زندگی دوسرے سیارہ سے آئی تھی؟

بعض قابل ترین سائنسدانون کا یہ یقین ہے کہ اس دنیا مین جاندار چیزون کا ظہور کسی دوسرے سیارہ یا دنیا یا یون کہو کہ کسی دوسرے نظام شمسی کی طفیل مین ہوا تہا - یہ عقیدہ بالکل غلط ہے - کیونکہ رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے اصول اور عمل کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ بیجان مادے مین تبدیلی پیدا ہو کر زندگی پیدا ہو گئی ہو - لیکن اس قسم کے تغیرات روئے زمین پر پہلے کب اور کہان واقع ہوئے - کب اور کہان واقع ہو کر ان کا عمل جاری رہا - یا وہ اب بھی کہان واقع ہو رہے ہین؟ یہ سوالات جس قدر دلچسپ ہین - اسیقدر مشکل بھی ہین - لیکن ان کے مشکل ہونے کی وجہ سے سائنسدانون کو یہ فرض کر لینے کا حق حاصل نہین کہ روے زمین پر زندگی کے متعلق تغیرات ہی نہین ہوئے

حیات بعد الممات

انسان کی زندگی ان کئی کروڑ ننہی ننہی جاندار کوٹھریون کا نتیجہ ہے جو ہمارے جسم کے اندر اور خون مین پائی جاتی ہین ان کوٹھریون مین سے بعض کی زندگی کا ہم خاتمہ کر سکتے ہین - مگر باقی کوٹھریون کی زندگی پھر بھی قایم رہ سکتی ہے - زندگی کے جس عمل کو عام طور پر موت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے - وہ جسوقت واقع ہوتا ہے اس وقت بھی بعض کوٹھریان زندہ رہ جاتی ہین - اور جسم کے بالکل مردہ ہو جانے کے بعد بھی ان کوٹھریون مین سے کئی ایک جو اعصاب اور پٹھون مین ہوتی ہین - زندہ پائی گئی ہین - ان کوٹھریون مین سے بعض کی زندگی کم ہوتی ہے اور بعض کی زیادہ - بعض کوٹھریان جن سے سفید جاندار چیزین بنتی ہین - ان کی زندگی رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے عمل کے ذریعہ سے ایک خاص وقت مین غیر ضروری ہو جاتی ہے - اس لئے وہ مر جاتی ہین - کیونکہ ان کی زندگی کا قایم رہنا نقصان دہ ہوتا ہے اس مین شک نہین کہ اس قسم کی کوٹھریون کی زندگی کا خاتمہ کرنے مین قدرت نہایت عمدہ خدمات انجام دیتی ہے - اگر قدرت ان کی زندگی کا خاتمہ نہ کرے تو ایک زمانہ اس قسم کا آتا ہے

جبکہ عمل جراحی سے ان کی زندگی کا خاتمہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

موت کا وقت یہہ بھی بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ موت انسان کے بے حس ہونے کا نام ہے اور زندگی حس کی موجودگی کو کہتے ہین۔ مگر یاد رہے کہ علم حیات کے بعض ماہرین کی یہ بھی رای ہے کہ حس کی حالت کسی خاص پیمانہ پر قایم نہین رہتی بلکہ اسے حسب ضرورت دور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کی تائید علمی اصول پر نہین ہو سکتی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جسم انسان مین جو زندہ کوٹھریان ہین وہ آخر کار بوڑھی ہو جاتی ہین۔ اور اپنے فعل کو پورا کرنے سے قاصر رہتی ہین۔ جب کوٹھریون کی حالت یہ ہے تو اس کا نتیجہ موت ہونا چاہیے۔ یہ ایک عالمگیر قاعدہ ہے جو ہمیشہ تک قایم رہیگا۔

دیگر علما کی رائین۔ سر لنکاسٹر کا خیال ہے کہ پروفیسر شافر کے دعوے پر بیچینی یا گھبراہٹ پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہین۔ کیونکہ اگر فی الواقع انسان مختلف چیزون سے بن سکتا ہے تو ایسے انسان کے رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے اصول کے مطابق بننے کے لئے ابھی ۔ اکرور سال درکار ہین۔ زندگی کے جس مرکب کی نسبت پر وفیسر شافر نے دعوی کیا ہے۔ اس کا دریافت ہو جانا گو اغلب ہے۔ مگر بالکل یقینی نہین ہے۔ پروفیسر صاحب نے متعصبانہ بحث سے بچنے کے لئے زندگی اور "روح" مین کوئی تمیز نہین کی۔ مگر یہ دونون چیزین ایک دوسرے سے جدا جدا ہین۔ میری راے مین جسے روح کہتے ہین۔ وہ رفتہ رفتہ ترقی کے عمل سے پیدا ہوتی ہے اور زندگی کا ایک حصہ ہے۔

سر آلیور لاج نے جو برمنگھم یونیورسٹی کے پرنسپل اور قابل سائنسدان ہین یہ راے ظاہر کی ہے کہ بیشک کسی نہ کسی دن مصنوعی طریقہ سے جاندار مادہ پیدا کیا جا سکیگا۔ گو ابتک یہ بات نصیب نہین ہو سکی مگر اس کے لئے مسلسل تجربات ہو رہے ہین۔

مانچسٹر کے لاٹ پادری اس بارہ مین فرماتے ہین کہ زندگی کا پیدا کرنا اس وقت خدا کے ہاتھہ مین ہے اور آیندہ بھی اسی کے ہاتھہ مین رہیگا۔ بہر حال یہہ ایک دلچسپ علمی بحث ہے اور اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان راز زندگی دریافت کرنے کے لئے کس قدر بیتاب ہے

الشد اد جرائم

ماخوذ از وده اخبار ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء

فاضل ہمعصر ماڈرن ریویو مین مضمون عنوان الفوق پر مسٹر بہر یشور سین صاحب پنشنر ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ

پولیس کی قلم سے ایک نہایت اعلیٰ آرٹیکل شائع ہوا ہے یہ مضمون خصوصاً اس وجہ سے زیادہ اہم ہے کہ
ایک پولیس افسر کی ساری عمر کے تجربہ کا نچوڑ ہے اور بہت کم پولیس افسر پبلک کو اپنے قیمتی تجربون سے
فائدہ پہنچاتے ہین - راقم مضمون کے خیال مین جرایم کے خاص سبب ہوا کرتے ہین - یعنی ایک
تو افلاس یا کافی خوراک کا نہ ملنا - اور دوسرے کافی تربیت کا نہونا - اول الذکر باعث کے متعلق
مسٹر ہیر پشورسین کیا خوب فرماتے ہین - کہ فاقہ کشی اور ڈاکہ زنی کرنیل سلیم صاحب نے
اپنی کتاب کرائیل آف کرائم (داستان جرم) مین اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے - کہ جن
تین چار سو مجرمون کا اس کتاب مین ذکر ہے - انہون نے کبھی جرم نہ کیا ہوتا اگر انہین کافی خوراک
مل سکتی - ہندوستان مین کوئی قانون الغربا نہین ہے - اور اکثر بے روزگارون کا گزارہ
پبلک کی خیرات پر ہوتا ہے - لیکن بعض قلیل التعداد بیکار آدمی جن کو یا تو خیرات ملی ہی نہین سکتی یا جو خیرات
مانگنے مین کسر شان سمجھتے ہین - ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کر لیتے ہین - ایسے آدمیون کی تعداد کسی صورت مین پانچ
لاکھ سے کم نہین ہے صرف دو ہی سال کا عرصہ ہوا ہی کہ گورنمنٹ پنجاب نے انسداد گداگری کا مسودہ قانون محض
اس لئے منظور کر دیا ہے کہ اس سے کئی لاکھ آدمیون کی پرورش کا کفیل ہونا متصور تھا - لیکن
باایں ہمہ ہماری فیاض گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا ذریعہ ضرور نکالے - جس سے ان لوگون
کا کام نبھایا کرے - جو کام چور تو نہین ہین - مگر پھر بھی کام نہ مل سکنے کے باعث بیکار اور فاقہ مستی کی
زندگی بسر کرنے پر مجبور ہین - ایسے لوگون کو کام کے مل جانے سے وہ اپنی بسر اوقات کر سکین گے -
آگے چل کر صاحب موصوف فرماتے ہین کہ فاقہ مستی کا صرف یہی باعث نہین ہے - بلکہ تمام
اجناس کی گرانی اور ضروریات زندگی بڑھ جانے سے بھی سوسائٹی پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے -
اور فاقہ کشی تک نوبت آجاتی ہے - اس سے لوگون کے دلون مین سراسیمگی پیدا ہو گئی
ہے - اور معلوم نہین کہ وہ آپس مین کیا کر گزرین - کیونکہ اوگم کردہ جہاز مین سامان
خورد و نوش کی کمی کے باعث مسافران جہاز ایک دوسرے کو نگل جانے یا اپنے ساتھیون
کو جہاز سے گرا دینے پر آمادہ ہو جایا کرتے ہین - اس صورت حالات کا زیادہ اثر متوسط حال طبقہ پر پڑتا
ہے اور کسی وجہ سے ان کے خیالات کو بھی زیادہ صدمہ پہنچ رہا ہے اور بنگال مین اس طبقہ کے
اکثر نوجوانون کو ڈاکو لوگ اپنے ساتھ شامل کرنے مین کامیابی حاصل کر رہے ہین -
گزشتہ چند برسون کے واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ صرف خیالات ہی نہین ہین - بلکہ

اصلیت کو لئے ہوئے ہین۔

بنگال مین ایک وقت تھا۔ جبکہ شایستہ خان نے چاولون کی قیمت فی روپیہ آٹھ من مقرر کر رکھی تھی۔ لیکن گزشتہ مہیب زلزلہ کے وقت آج سے چند سال پیشتر چاولون کے بیوپاریون نے ایک سیر فی روپیہ چاول بیچنے کی کوشش کی۔ چپرا اس وقت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے چار سیر کا نرخ مقرر کر دیا۔ کیا گورنمنٹ اب بھی کوئی اس قسم کی کارروائی کرسکتی ہے۔ مجھے خوف ہے۔ کہ گورنمنٹ کو فری ٹریڈ کے اصول ایسا نہ کرنے دین گے۔

لیکن یقیناً گورنمنٹ دوسری صورتون مین لوگون کی مدد کے لئے بہت کچھ کرسکتی ہے۔ اور جو چیزین خاص گورنمنٹ کی طرف سے فروخت ہوتی ہین۔ اُن کی قیمت کو گھٹا سکتی ہے۔ مثلاً اسکولون کی فیس مین تخفیف کی جاسکتی ہے۔ امتحانون کے داخلہ کو گھٹایا جاسکتا ہے اور کورٹ فیس وغیرہ مین بھی کمی ہوسکتی ہے۔

اس وقت گرانی کا سوال ساری دنیا کے لئے حل طلب معمہ ہے۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ جنگ یورپ چھڑنے کے زمانہ سے کچھ عرصہ پیشتر ممالک یورپ کی بہت سی میونسپل کمیٹیان اپنی طرف سے دکانین کھول کر گرانی کا انسداد کرتی رہی ہین۔ اگر ہمارے ملک کی گورنمنٹ بھی ان میونسپلٹیون کی مثال پر چلے تو کوئی شخص اس پر اعتراض نہ کریگا۔ البتہ انجمن ہائے تجارت کے چند سنڈیکیٹ تو شاید اعتراض کرین۔ مگر ان کے اعتراضات خودغرضی پر مبنی ہونے کے باعث ناقابل وقعت ہونگے۔

صاحب مضمون کی راے مین گورنمنٹ کا یہ بھی فرض ہے کہ لوگون کو تعلیم دینے اور متوسط الحال لوگون کے لئے وسائل آمدنی پیدا کرنے سے لوگون کی اخلاقی حالت کو روباصلاح کرے۔ تمام سرکاری آسامیون کے لئے جو آدمی مقرر کئے جائین۔ اُن کے لئے امتحان مقابلہ کا طریقہ ہونا چاہیئے۔ اس صورت مین متوسط الحال لوگون کو یہ معلوم کرکے اطمینان ہوجائیگا کہ اپنی لیاقت اور ہمت سے جو رتبہ چاہین حاصل کرسکتے ہین۔ فی الحال کوئی آدمی خواہ استعداد علمی کے لحاظ سے کیسا ہی قابل کیون نہو۔ سرکاری ملازمت حاصل نہین کرسکتا۔ اور نہ اُس مین ترقی یا عزت حاصل کرسکتا ہے۔ جب تک کہ وہ کسی گورنمنٹ افسر کا فرزند یا کسی حاکم کا منہ چڑھا مصاحب نہو۔ صاحب اقبال گھرانے مین پیدا ہونے کے باعث ہی کسی فرد بشر کو دوسرون پر فوقیت دینے سے اکثر عوام مین ایک قسم کی مایوسی سی پیدا ہو جاتی ہے۔

کیونکہ امیر و غریب گھرانے مین پیدا ہونا کسی آدمی کے اختیار مین نہین ہے - لہذا قوم کے کسی حصہ کو اس قسم کی مایوسی کا شکار نہین ہونے دینا چاہیئے۔

فاضل مضمون نویس نے اس کے بعد اُن جرایم کے متعلق بحث کی ہے - جن کا باعث نہ احتیاج ہے اور نہ ترقی کے راستہ کی بندش - بلکہ ان کا ارتکاب محض ایڈونچر یا حصول امتیاز کے خیال سے ہی ہوتا ہے - بنگال مین یہہ اسپرٹ حال ہی مین پیدا ہوئی ہے - اور اس مین کئی واقعات ظہور پذیر ہوئے ہین - یعنی بعض نوجوانون نے ڈاکہ پر کمر باندھ لی اور دوسرون نے ان کے انسداد پر اس بات کو ایک نہایت دلچسپ مثال دیکر واضح کیا گیا ہے۔

چند لڑکون اور نوجوانون کے گروہ ڈاکہ زنی پر اُتر آئے - لیکن اُن سے بہت زیادہ نوجوان آدمیون نے شہرون اور مواضعات مین ایسے جتھے اور دستے قایم کرئے جن کا مقصد بدمعاشون کو گرفتار کرنا اور سوسائٹی کی حفاظت کرنا تھا - لیکن عام قاعدہ کے موافق چونکہ ان مین سے بعض آدمی غدار ثابت ہوئے - اس سے پولیس کو ایسا معلوم ہونے لگا - کہ لوگ ڈاکوؤن سے ملے ہوئے ہین پس وہ نیک و بد مین تمیز نہ کرسکی - اور نیک نہاد لوگون کو بنظر اشتباہ دیکھنا شروع کردیا - چنانچہ مجھے تین انسپکٹران پولیس نے بتایا تھا کہ کوئی سات سال ہوئے ضلع باقرگنج مین ایسا ہی واقعہ ہوا تھا - سن چار مین بھی اسی قسم کا واقعہ ہوا تھا - مگر مجھے یاد نہین رہا کہ اس بات کا ذکر مجھ سے کس نے کیا تھا - جس شوق امتیاز کا مین نے اوپر ذکر کیا ہے - وہی ان لوگون مین بھی موجود ہے جو حال مین اس قدر پولیس افسرون کے مارے جانے کے باوجود پولیس مین ملازمت حاصل کرنے کے خواہشمند ہین۔

تعلیم یافتہ عورتون کی ایک تصویر

ماخوذ از اودھ اخبار ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء

ہم سے زیادہ تعلیم نسوان کا کوئی حامی نہ ہوگا - لیکن ہم دیکھتے ہین کہ لڑکیون کا طریقۂ تعلیم سخت اصلاح کا محتاج ہے - تعلیم کا نتیجہ بقول ہم قلم ہندوستان اب تک یہہ نکلا ہے کہ عورتین فیشن ایبل اور آرام طلب بنتی جاتی ہین - تعلیم یافتہ عورتون کو کھانا پکانا یا بچون کو

دودھ پلانا یا گھر کا کام کاج کرنا دشوار ہے۔ جسم ولباس کی صفائی ایک برکت ہے
لیکن ہر وقت اچھا لباس زیب تن رکھنے سے گھر کے ضروری کامون سے اجتناب
کرنا پڑتا ہے۔

ہند و تعلیم یافتہ لیڈیان اپنا زیادہ وقت کتابون کے مطالعہ یا ہوا خوری یا بناؤ سنگار
مین صرف کرتی ہین۔ ان کے خیال مین کھانا پکانا یا سینا پرونا حقیر کام ہین۔
اگر موجودہ نسل کے لوگون کی دادی ان عورتون کو دیکھے جو تمام دن آرام کرسی پر
بیٹھکر کتابین پڑھتی رہتی ہین تو بہت حیران ہو کہ نہ ان کے سامنے چرخہ ہے نہ انہین
چکی پیسنی پڑتی ہے نہ بچون کے رکھ رکھاؤ پر وہ توجہ ہے۔ جس طرح ایک فیشن ایبل
جنٹلمین کو آج کل شرم آتی ہے کہ بازار سے دس یا پانچ سیر وزن میوہ یا سبزی خود
اٹھا لائے۔ یا کنوئین پر جاکر دو چار ڈول پانی کے بھر کر خود نکالے یا بوقت ضرورت اپنا
کھانا خود پکائے۔ اسیطرح عورتون مین روز بروز نزاکت اور آرام طلبی بڑھتی جاتی
ہے اس کا نتیجہ اخراجات کی زیادتی اور صحت کی خرابی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ بلکہ اولاد
کمزور پیدا ہوگی۔

چالیس سال پہلے کا ہندوستان بالکل مختلف تھا بڑے سے بڑے ساہوکارون کی عورتین
کنوئین سے پانی بھر کر لاتی تھین۔ رانیان مہارانیان تک چرخہ کاتتی تھین ہم نے
دیکھا ہے کہ راج کنیان تک کی شادیون مین ابھی تک چرخہ جہیز کی چیزون مین
شامل ہوتا ہے۔ راجپوتانہ مین بعض جگہ عورتین چار چار میل سے پانی لاتی ہین
دو گھڑے سر پر ہوتے ہین۔ ایک ڈول بغل مین سہیلیون سے باتین کرتی ہوئی اس
بے اعتنائی سے چلی آتی ہین۔ گویا سر پر پھولون کا ہلکا سا گلدستہ رکھا ہے۔
ابھی تک نواح دہلی سے راجپوتانہ اور گجرات تک عورتین خود ہی آٹا پیستی اور
چرخہ کاتتی ہین۔

اسی دستور کی وجہ سے ہندوستان مین اب تک آبادی ہے۔ ورنہ نازک
مزاج عورتین تنومند اولاد پیدا نہین کرسکتین۔ ظاہر ہے کہ شہرون کی آبادی کی
صحت مقابلہ دیہات کے ناقص ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ دیہاتی مستورات محنت
شاقہ اٹھاتی ہین۔ ممالک یورپ مین بھی اب حالت بدل گئی ہے۔ وہان مستورات

ہر قسم کی محنت کا کام کرنے کو تیار ہین۔ ٹرکی مین جہان پردہ بھی ہے۔ اناطولیہ کے تجارتی مقامات مین کارخانون اور روئی بنانے کے کارخانون مین کام کرتی ہین اور اپنے شوہرون کو کاشتکاری مین مدد دیتی ہین۔

جرمنی کی ۶ کروڑ اور ۴۰ لاکھ آبادی مین سے ایک کروڑ عورتین اپنی محنت سے روٹی کماتی ہین۔ ۴۵ لاکھ زراعت اور صنعت کے کامون مین مزدوری کرتی ہین ۱۲½ لاکھ ملازمت پیشہ ہین۔ ۲ لاکھ اخبار بیچتی ہین۔ ۹۰ ہزار معلمہ ہین۔ ستر ہزار نرسین ہین جن مین زیادہ تر عالی خاندانون کی لیڈیان ہین۔ ۱۲ ہزار تھیٹرون مین ملازم ہین۔

فرانس کی ۳ کروڑ ۹۰ لاکھ کی آبادی مین ۴۴ لاکھ عورتین محنت مشقت سے روزی حاصل کرتی ہین۔ ایک لاکھ ۲۸ ہزار مختلف سرشتون مین ہین۔ ۱۸ ہزار ڈاک ٹیلیفون و تارگھرون مین ۶ ہزار ریلوے کمپنیون مین ۱۱ لاکھ ۸۲ ہزار کارخانون مین ۹½ لاکھ درزی کا کام کرتی ہین۔ ۲ لاکھ ۲۵ ہزار سوداگرون کی دکانون پر ملازم ہین۔ ایک لاکھ معلمہ ہین۔ ۳۰ ہزار ماہران موسیقی۔ ۱۳ ہزار نرسین۔

امریکہ مین ۴۰۰۰ معلمہ ہین۔ ۱۰۰ محکمہ پولیس مین ۱۰۰ بیرسٹر اور ایک جج ہے۔ اور بیشمار اخبارات فروخت کرتی ہین۔ اور محکمہ ڈاک مین ملازم ہین۔

لہذا تعلیم یافتہ ہندوستانیون کے طبقہ مین مستورات کے اس میلان کو ابھی سے بدلنے کی ضرورت ہے۔ کہ عورتون کو کسی کام کرنے کی ضرورت نہین ہے۔ عورتین جس قدر زیادہ مشقت پسند ہون اتنی ہی ان کی صحت درست رہتی ہے۔ زمانۂ گذشتہ مین ہزارون لاکھون مثالین ملتی ہین۔ کہ بیوہ عورتون نے چرخہ کات کر چکی پیسکر اپنی اولاد کو پالا ہے لیکن زمانۂ حال کی عورتون مین سے خدا نخواستہ اگر کسی کو یہ مصیبت پیش آئے تو کیا حال ہو۔ لہذا عورتون کو بالکل نازک نہ بنا دینا چاہیئے۔

ڈیڑھ لاکھ برس کا قدیم انسان

ماخوذ از زمیندار ۱۹۱۵ء

مشرقی افریقہ مین ایک خشک جھیل کی تہ مین سے ڈیڑھ لاکھ برس کا ایک پرانا انسانی پنجر برآمد ہوا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ شخص جھیل مین ڈوب کر مرگیا ہوگا اسکے نیچے

زمین کا ایک اور طبقہ تھا۔ جس مین بہت سے گینڈون کے پنجر دبے ہوئے تھے۔ مٹی کی ایک تہ انسانی پنجر کو چھپائے ہوئے تھی۔ اس پر مرور زمانہ سے مٹی کے اور طبقات بنتے اور جمتے چلے گئے۔ حتی کہ جھیل ہی خشک ہو گئی۔

ایک جرمن پروفیسر نے مذکورہ بالا قدیم انسانی پنجر کی حقیقت دریافت کی ہے اور وہ جرمنی مین اسپر لیکچر دیتا ہے۔ اس کی مختصر کیفیت یہ ہے۔

پنجر کی حالت عمومی بنی نوع انسان کے اس وحشی نمونے پر دلالت کرتی ہے جو سرزمین یورپ کے غارون اور طبقات الارض مین پایا جاتا ہے۔ خانہ جسم اور استخوان بینی کی بناوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ ما قبل تاریخ کا یہ انسان جنوبی افریقہ کے بدنما اور بھدے وحشی انسانون سے مشابہت رکھتا ہے۔ افریقہ کے وحشی انسانون نے تو سیدھے کھڑے ہو کر چلنا سیکھ لیا ہے لیکن قدیم انسان مذکور سیدھا چلنا نہ جانتا تھا۔ اس کی پسلیان اور سینہ لنگور کی طرح ہے لیکن کاسہ سر اور دانت موجودہ انسانون کے سے ہین۔ جو شخص تشریح انسان سے واقف ہو وہ پنجر کے انسانی ہونے مین کچھ شک و شبہ نہین کر سکتا۔

شریعت اور رواج

ماخوذ از وکیل امرتسر ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء

یہ ضروری ہے کہ جب کوئی مسلمان خلاف قانون وراثت اہل اسلام کسی رواج کا عذر پیش کرتا ہے تو اس کو نہایت بین اور واضح ثبوت دینا پڑتا ہے۔ ورنہ فیصلہ شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن پنجاب مین اس قسم کے مقدمات اس کثرت سے عدالتون مین پیش ہوتے ہین۔ اور رواج کو شرع پر اس قدر تفوق حاصل ہو گیا ہے۔ کہ اس بارے مین ایک خاص قانون وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ جو کہا جاتا ہے کہ ایک مستقل قانون رواج کی شکل مین رونما ہوگا۔

اس مدعا کے لئے شملہ پر حکومت پنجاب کی طرف سے ایک کانفرنس عنقریب منعقد ہونے والی ہے۔ جس مین چیف کورٹ کے جج اور وکلاء اور لیجسلیٹو کونسل کے متعدد ممبر شریک ہونگے اور اگر تجویز مذکور اس مین پاس ہو گئی۔ اور رواج نے بالآخر قانون کی شکل اختیار کر لی۔ تو مسلمانون کو قانون شریعت اسلامیہ کے مطابق تقسیم جائداد کا حق حاصل نہین رہیگا۔

مذکورہ بالا عبارت وکیل ۲۵ ستمبر کے اُس مقالہ افتتاحیہ کا اقتباس ہے جو رواج کی مخالفت اور شریعت کی تائید مین لکھا گیا ہے۔ وکیل نے اس معاملہ پر قوم کی وکالت کا حق ادا کیا ہے۔ اور علم الاقتصاد کے مشہور اصول کہ زر کا کثیر التعداد افراد مین تقسیم ہو کر پھیلنا مفید ہوتا ہے۔ اور یورپ مین ماہرین اقتصاد اور قانون دانون کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ مسلمانون کے قانون وراثت کیساتھ کسی اور قوم کا قانون لگا نہین کھا سکتا

مسلمان اگر زندہ ہوتے۔ اُن مین احساس ہوتا۔ اور مسلمانان در گور مسلمانی در کتاب" پر ناک بھون چڑھانے والے اس حقیقت سے آگاہ ہوتے کہ اسلام یا قومیت سے چڑانے بگڑنے اور باہمی بغض و نفاق کی بجاے اپنے اصول کی حفاظت۔ عزت اور اشاعت کا نام ہے۔ تو یقیناً وکیل کے قلم کی نرم آواز سے نہ صرف پنجاب بلکہ کل ہندوستان مین گونج پیدا ہو جاتی۔ ہر شہر۔ ہر قصبہ اور قریہ مین سینکڑون جلسے ہوتے۔ گورنمنٹ پنجاب کی خدمت مین ہزارون عرضداشتین اور وفد پہنچتے۔ اخبارات کے کالم سیاہ ہوتے۔ عالم و جاہل۔ امیر و غریب اور شہری و دہقانی کی درخواست ہوتی کہ عادل گورنمنٹ مذہب۔ اور اصول قومیت نہ چھیڑے۔ لیکن آج کل مسلمان مردہ ہین اور بدقسمتی سے اُن مین وہ عادات و خصائص پیدا ہو گئی ہین۔ جو کسی عہد مین کفار کے ساتھ مخصوص تھین۔

شہر مدین مین بت پرستی کیساتھ بد دیانتی اور بے ایمانی...... پھیلی۔ باسنگ دار ترازو اور کم وزن باٹون کی ترویج ہوئی اور بندگان خدا کے حقوق غصب ہونے لگے تو قدرت الٰہیہ نے حضرت شعیبؑ کو مبعوث فرمایا۔ جنہون نے توحید اور امانت و دیانت کی تلقین شرع کی اور کفار کی طرف سے اس کا جواب املواتک تامرک ان نترک مایعبد اباؤنا اوان لفعل بالنشاء فی اموالنا اور یا شعیب لا نفقہ کثیراً مما تقول وانا لنراک فینا ضعیفا۔

ملا نے لاکھ سمجھایا کہ خواہ مخواہ کی مخالفت نہین۔ تمہاری بہتری چاہتا ہون۔ مگر کفار کی طرف سے یہی جواب تھا کہ اگر تمہاری قوم نہ ہوتی تو ہم تجھے جیتا نہ چھوڑتے۔

اِس عصیان و کفران کا جو نتیجہ ہوا وہ یہ تھا کہ عذاب الٰہی سے منکرین شریعت اللہ جہان تھے وہین تباہ و برباد ہو گئے۔

مصر کی پر آشوب و تباہ کن ضلالت۔ فراعنہ کی رعونت و حکومت اور انبیاء و ملوک

کی قوم بنی اسرائیل کی رسوائی و ذلت حد سے بڑھ گئی تو غیرت حق جوش میں آئی اور موسٰی علیٰ نبینا وعلیہ السلام مبعوث ہوئے۔ حضرت ہارون کو ساتھ لیا اور حکم ربانی کے مطابق مصر پہونچے۔ تلقین و تبلیغ شروع کی لیکن پر نخوت حکمران جماعت نے ساحر کا خطاب دیا۔ اور کبھی مست انشاء حکومت فرعون نے الیس لی ملک مصر ہذا کے تعلی آمیز راگ الاپے

نبی برحق نے اپنی قوم سے اپیل کی کہ خدا سے امداد کے طلبگار ہو کر مخالفین کا مقابلہ کرو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ تو نے پہلے بھی ہمکو تکلیف دی اور اب بھی اذیت دینے آیا ہے۔ اور کوئی ہوتا تو دل چھوڑ دیتا۔ مگر اولو العزم نبی باستقلال مقابلے میں جمنے کی وجہ سے انجام کار مشکلات پر غالب آیا۔ بارے سنگدل اسرائیلی نرم ہوئے اور ایک قلیل جماعت کے ساتھ حضرت موسٰی نے عصائے توحید سے کفر و حکومت کا سر توڑنا چاہا۔

مغرور فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ مقابل میں صف آرا ہوا۔ تھوڑے سے مقابلہ و مقاتلہ کے بعد انصار حق دریا کے پار نکل گئے اور فرعونیوں نے تعاقب کیا اور اپنی شامت اعمال اور دین فطرت کے عدم اتباع کی وجہ سے دریا میں غرق ہو گئے۔

بنی اسرائیل شاد شاد دین الٰہی کی خدمت کرتے رہے۔ لیکن جب ارض مقدس میں داخل ہونے کے لئے حکم ربانی پہنچا۔ تو غلامی کے خوگرد نی الطبع اسرائیلی کہنے لگے ہم اس وقت تک اس میں نہیں داخل ہو سکتے۔ جب تک زبردست حکمران قوم خود بخود نہ خالی کر جائے۔ اور اگر لڑائی کی ضرورت ہے تو تم دونوں بھائی (موسٰی و ہارون) جا کر لڑ دیکھو۔ اس نافرمانی کی سزا یہ ملی کہ وہ صحرائیں چالیس برس تک گم کردہ راہ پھرتے رہے۔ پھر عیسٰی اور محمد رسول علیہما الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے سے انکار کیا۔ تو ذلت و مسکنت کی وہ ابدی مہر لگی۔ جو آج تک نہ ٹوٹی ہے اور نہ ٹوٹے گی۔

اس کے بعد ایک شہر ایک قصبہ اور ایک ملک و قوم کی بجائے تمام دنیا کی روحانی و جسمانی حالت بگڑی۔ نور پر ظلمت۔ حق پر باطل۔ حریت پر غلامی اور عدالت و انصاف پر ظلم و ستم کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ اور خلیفۃ اللہ یعنی حضرت انسان کی خود غرضی و نفس پروری یہاں تک بڑھ گئی کہ وہ شرک اور دیگر جرائم کے ساتھ اس جنس لطیف کے خلاف بھی ظلم پر کمربستہ ہو گئے۔ جس کو انس و محبت کی دیوی اور حلاوت و افادت کی مجسم تصویر بلکہ خود انہیں کا تتمہ و ضمیمہ کہنا چاہیئے۔ یعنی خواتین تمام حقوق سے محروم کر دی گئیں۔

ہندوستان کے مشہور و معروف مقنن کی عدالت عالیہ نے فیصلہ دیا کہ غلام اور مریض امراض مہلکہ
کی طرح عورت بھی ملکیت نہین حاصل کر سکتی - وہ وراثت سے قطعاً محروم ہے - بچپن
مین اُس کی حفاظت و اخراجات باپ کی شفقت پر ہین - اور جوانی و پیری مین خاوند و فرزند کے رحم پر
اور اس سے بڑھکر وشسشٹ جی مہاراج نے یہ کہکر اس کے برائے نام حقوق کا اور خاتمہ کردیا -
کہ باوجود اُن روحانی فوائد کے جو اولاد نرینہ یا متبنّی پیچھے چھوڑنے سے والدین کو پہنچتے ہین - عورت
خاوند کی اجازت بغیر تبنیت مین بھی حصہ نہین لے سکتی -
یورپ کے امام و متبوع روحانی جج نے اُن نقصانات سے متاثر ہوکر جو حد سے بڑھی ہوئی
آزادی نسوان سے اُس کی قوم کو پہنچے تھے - اپنے فیصلہ مین لکھدیا -
فرقۂ اناث اپنی ذاتی ملکیت کا بھی مالک نہین - اجرائے ڈگری (شادی) کی تاریخ سے عورت
اور اس کی جائداد بحق خاوند قرق ہو جاتی ہے - لہذا اس کے نام حکم امتناعی جاری ہوتا ہے
کہ وہ کسی سے معاہدہ تک نہین کر سکتی "-
انبیاء و ملوک کا قدیم خاندان بنی اسرائیل فرعونیون کی غلامی اور جکڑ بند مین ظلم کا مزا چکھنے کے
باوجود اس ستم ظریف دور مین کسی سے پیچھے نہ رہا - اور بے زبان و مظلوم خواتین کو اُن کے
حقوق سے محروم کردیا -
عربون نے خاندانی حقوق و جائداد کے تحفظ اور ننگ و عار کے خیال سے بیس بیس شادیان
اور لڑکیان زندہ درگور کرنی شروع کردین
ایرانیون نے اس سے بھی بڑھ کر ستم ڈھایا کہ اور تو اور مان بہن اور بیوی تک کا فرق اُڑا دیا -
اس تجاوز عن حدود اللہ کا جو نتیجہ ہونا تھا اور ہوا وہ محتاج بیان نہین - اور آج بھی علم التشریح
کا یہ اصول کہ " مان کی عادات و اطوار اور صفات و جذبات کا بچے پر بہت
گہرا اثر پڑتا ہے " - صاف بتا رہا ہے کہ جس قوم اور ملک مین بیکس اور بے بس
کرکے نہ صرف خاوند بلکہ ساس - نند اور بعض صورتون مین خاوند کے بعید رشتہ دارون
کے جائز اور ناجائز احکام کی تعمیل پر ماؤن کو مجبور کیا جائیگا - اور وہ خادمانہ حیثیت مین رہنے
کی وجہ سے خودداری اور اعتماد علی النفس کو خیرباد کہکر رنج و کرب اور غم و
غصہ کی حالت مین زندگی بسر کرینگی - اُن کے فرزند ایسے رستم اور تہمتن ہرگز نہین ہو سکتے جو آجکل بین
الاقوامی میدان مقابلہ و مسابقہ مین اپنے ہاتھون قبر کھودنے کی بجائے حریف سے

گوے سبقت لیجائیں۔

دنیا کے اس ظلم وستم اور عالمگیر تباہی وبربادی سے غیرت حق حرکت مین آئی۔ فاران کی چوٹیون سے وہ چشمۂ ہدی ابلا۔ جسکی انبیاے رسل بشارت دیتے آئے تھے۔ اعنی محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ایک ایسا کامل ومکمل قانون لاے۔ جسکی اُس وقت دنیاکو سخت ضرورت تھی۔ اس قانون نے جہان اور روحانی وجسمانی اصلاحین کین۔ رسومات قبیحہ کی بیخ کنی کی وہان وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون کا نصفت آگین آئین بھی قایم کیا اور بتایا کہ حاجات تمدن واستفادہ کی وجہ سے ضرورت ہے کہ مان بیٹی بہن اور بیوی مخصوص حصص وراثت کی مستحق قرار دی جائین۔

اور حضور انور نے اپنے متبعین کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جسکو قانون واصول کے مقابلہ مین مال تو مال اپنی جان تک کی پروا نہ تھی۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ دو شخص حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے۔ اور ایک نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق فرمایئے۔ دوسرے نے گزارش کی۔ ہان کتاب اللہ کے موافق فرمایئے۔ مگر اُس سے قبل مجھہ کو گفتگو کی اجازت ہو۔ ارشاد ہوا۔ جو چاہتے ہو کہو۔ شخص مذکور رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ میرے بیٹے نے اس شخص کی عورت کے ساتھہ فعل ناجائز کیا۔ لوگون نے بتایا کہ میرے بیٹے پر سنگسار ہونے کی سزا ہے۔ مین نے ایک سو بکریان اور ایک لونڈی فدیہ مین دی۔ اس کے بعد لوگون نے بتایا۔ کہ میرے بیٹے کی سزا صرف سو درّے لگانا اور ایک سال تک اخراج عن البلد ہے۔ اور رجم کی سزا عورت کو ہوگی۔ حضور فداہ ابی وامی نے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جسکی ہاتھہ مین میری جان ہے مین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرتا ہون۔ تمھاری بکریان اور لونڈی تمھین واپس دی جاے لڑکے کو سو درون اور ایک سال اخراج عن البلد کی سزا ہے۔ اور اے انیس تم اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ۔ اگر زنا کا اقرار کرے۔ تو سنگسار کردو۔ چنانچہ اپنے اعتراف کے مطابق وہ رجم کردی گئی۔

محل غور ہے کہ دو شخص آتے ہین۔ ایک کو بیوی اور دوسرے کو بچے کی جان کا خطرہ ہے۔ مگر دونون کتاب اللہ کا فیصلہ چاہتے ہین۔ اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ ایک کمزور دل خاتون اپنے ہاتھون موت مول لیکر قانون پر بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔

یہ اتباع قانون الٰہی مسلمانون مین اس قدر عام تھا کہ اوردن کا گیا ذکر خود خلفاء اور ملوک کی تمیز نہ کی جاتی تھی اور تمام قانون کے سامنے سرتسلیم خم کرنے پر مجبور تھے - چنانچہ فتح بیت المقدس کے وقت بنی غسان کا مشہور رئیس جبلہ ابن ایہم مشرف باسلام ہوا - اور طواف کعبہ کے وقت چادر کا کونا ایک غریب مسلمان کے پیر تلے آگیا - تو مغرور رئیس نے طیش مین آکر غریب کو ایک تھپڑ مارا - جس کا جواب ترکی بترکی ملا - غسانی نے خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوکر تمام ماجرا گوش گذار کیا - ارشاد ہوا - تم نے جو کچھ کیا - اس کی سزا پائی - جبلہ بولا - ہم اس رتبہ کے لوگ ہین کہ ہم سے کوئی گستاخی سے پیش آئے تو قتل کا مستحق ہوتا ہے - جواب ملا - جاہلیت مین یہ تھا - مگر اسلام نے امیر و غریب اور پست و بالا کو ایک کردیا ہے - اور اس اتباع پر مسلمانون کو اس قدر فخر تھا کہ مصالحانہ سفارتی گفتگو مین رومیون نے اپنے جاہ و حشم پر ناز کرتے ہوئے جب کہا کہ ہمارا بادشاہ سب سے بڑا تاج دار ہے اور تعداد مین ہم آسمان کے تارون اور زمین کے ذرون کے برابر ہین - تو اسلامی قائم مقام حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہم نے فرمایا -

تمکو ایسے شاہنشاہ کی رعایا ہونے پر فخر ہے - جسکو تمھاری جان و مال کا اختیار ہے - لیکن ہم نے اپنا ایسا تاجدار بنایا ہے - جو کسی بات مین اپنے آپ کو ترجیح نہین دے سکتا اگر زنا کرے تو درے لگین اور چوری کرے تو ہاتھ کاٹے جائین -

برادران ملت! مقام توجہ ہے کہ یورپ کی سب سے بڑی اور قدیم تاجدار قوم کا ایک فرد اپنی شوکت و عظمت اور کثرت پر ناز کرتا ہے - تو اس کے مقابلہ مین تمھارا ایک ایسا بزرگ جسکی نیکی اور ملت پرستی ضرب المثل تھی - اتباع شریعت غرا اور عدم امتیاز امراء و غرباء پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم مین سب سے بڑی خوبی یہ ہے ہم اپنے قانون کے سچے پیرو ہین -

اس اتباع قانون کا جو نتیجہ ہوا وہ یہ تھا کہ اُس قوم کا پلہ دنیا سے بھاری ہوگیا - جسکو ہمارے قومی شاعر نے ڈھورون کا گلہ کہا ہے اور اگر اس کی عظمت و شوکت کا صحیح اندازہ کرنا ہے - تو ناظرین تاریخ کے اُن صفحات پر نظر غائر ڈالین - جو عہد عمرؓ کی حیرت انگیز فتوحات - بغداد کی پرشوکت و حشمت خلافت - ہسپانیہ مین سورون کی کامیابی - ہندوستان پر محمود غزنوی - اور شہاب الدین کے حملون - خالد و قعقاع جیسے سپہ سالارون - بوعلی سینا - شہاب الدین

مقتول اور رازی وغزالی جیسے فلاسفرون - حسان ابن ثابت ابوالعلیٰ معرّی اور فردوسی و
خاقانی جیسے ادیبون بخاری و مسلم جیسے محدثون - امام مالکؒ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف
جیسے فقہا - ابن خلدون و بلاذری جیسے مورخین - اور عائشہ صدیقہ - حضرت خولہ اور زبیدہ
جیسی خواتین کے متعلق خبر دیتے ہین -

بعد ازان مسلمان امرا و حکام نے دین مبین کو چھوڑ دیا - محبت کی جگہہ بغض و حسد نے
لے لی - ممنوعات شرع کا ارتکاب کھلے بندون ہونے لگا - تو ہسپانیہ سے حکمران
مسلمان اس بُری طرح سے نکالے گئے کہ اُس سرزمین مین ایک متنفس بھی باقی نہ رہا - ایک ایک
دن مین پچاس پچاس ہزار خدا کے بندے جہاز مین سوار کر کے غرق کر دئے گئے اور اب اگر اُن کے
وجود کا ثبوت ملتا ہے - تو اُن کے کھنڈرون سے جو بُری حالت مین ہین - یا اُن نیم وحشیون سے
جن کی پشتو نی زبان مین کچھہ تو عربی الفاظ ہین - اور کچھہ مقامی زبان کے -

علیٰ ہذا القیاس عباسیون کی خود غرضی - نفس پروری اور عدم اتباع شریعت کی وجہ
سے وسط ایشیا کی ایک وحشی قوم (ترک) نے اس بُری طرح سے خلافت کی اینٹ سے
اینٹ بجائی کہ صدمہ کی وجہ سے مورخ کا قلم رک جاتا ہے - ہاتھہ کام سے بیکار ہو جاتے ہین -
اور کلیجہ بلیون اچھلنے لگتا ہے - مگر زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ تیسری ہی نسل مین بقول

ع - صیاد آپ زلف کے پھندے مین آگیا ؎

فاتح مفتوح اور در پئے تخریب محافظ دین متین بن گئے - اور مختلف گروہون مین بٹ کر اعلائے
کلمتہ اللہ کرنے لگے - جن مین سے ایک خاندان فارس ہوتا ہوا ہندوستان جنت نشان کی
طرف بھی آنکلا اور یہان پہنچکر جہان اس نے اپنی محکوم قوم سے بہترین برادرانہ تعلقات پیدا
کئے - وہان مدت تک اپنے اصول بھی ہاتھہ سے نہ دئے - لیکن پھر رفتہ رفتہ اس کے امرا و
حکام مین عیش و عشرت اور عدم اتباع شریعت کا مرض بڑھ گیا - جس کا نتیجہ اور انجام یہ ہوا کہ کئی
نسلون باعزت و شوکت حکومت کرنے کے بعد سلطنت مسلمانون کے ہاتھہ سے نکل گئی - مگر
مقام شکر تھا - کہ عوام کے اسلام مین فرق نہ آیا تھا -

لیکن آج چودھوین صدی مین نہایت افسوس کے اس اندوہناک واقعہ پر قلم اٹھانے کی
ضرورت پڑتی ہے - کہ جس مذہب نے وحشیون کو مہذب جاہلون کو عالم اور مردون کو زندہ کیا
تھا - آج اس کے متبعین پنجاب کے پانچ دریاؤن مین ایسی بُری طرح سے

اسے غرق کرنا چاہتے تھے۔ کہ اصلی وارثون کو اس کی لاش تک کا پتہ نہ ملے۔
متبعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے قصون کو الف لیلہ کی کہانیان۔ تاریخ کے
فیصلے کو بچون کا کھیل اور اقوام کے گرنے اُبھرنے کو گھروندون کا بنانا اور گرانا نہ تصور کرو۔
اور اپنے کو دکانہ ہاتھون سے دین فطرت کو برباد کرنے سے پہلے ذرا غور کرو کہ اس کا انجام کیا ہوگا
اور آیا اس کے بعد ہم خود بھی زندہ رہ سکین گے یا نہین؟
قوم شعیب اور موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے قصون کو غور سے پڑھو۔ اور دیکھو
کہ مخالفین اصول حقہ کو حق تعالیٰ کس طرح سزا دیتا ہے؟ اور ہسپانیہ۔ بغداد۔ ترکون۔
اور مغلون کے عروج و زوال پر اظہار مسرت اور رنج و کرب کرنے کی بجائے اُن کے
اسباب پر غور کرو اور پھر سوچو کہ ہمکو کیا کرنا چاہیئے۔
مورخین اور علمائے سیاست کا فیصلہ ہے کہ کوئی قوم صفحۂ ہستی سے اس وقت تک نہین مٹ
سکتی۔ جبوقت تک کہ وہ اپنے لباس تمدن اور اصول کو بخوشی یا بجبر فراموش نہ کر دے۔
چنانچہ رومن امپائر کی حیرت انگیز ترقی کا ایک باعث یہ بھی تھا کہ رومانی اپنی تہذیب اور اصول
کے پھیلانے مین بے انتہا کوشش کرتے تھے۔
خوش قسمتی سے ہمکو ایک ایسی حکمران قوم ملی ہے۔ جو اپنی اور رعایا کی ضروریات کی وجہ سے
محکوم قومون کے ذاتی قوانین مین دست اندازی نہین کرنا چاہتی۔ مگر اس کا کیا علاج کہ ہم
خود اپنی بربادی کے درپے ہین۔
زندہ دلان پنجاب تم اپنے ترجمان حقیقت سے ع۔ تمہین آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہین سکتی۔
کا طعنۂ دلخراش سن چکے ہو۔ مختلف ممالک کے بھائیونکی بربادی و تباہی کا منظر تمہاری نظرون کے
سامنے ہے۔ تم بارہا اپنی حرکت نبض کا ثبوت دے چکے ہو۔ مگر اب پھر تباہی کے گڑھے مین گرنے کے لئے
تیار ہو۔ سنبھلو۔ سوچو اور بچو۔ ع۔ ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا *
و آخر دعوانا ان اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم و لا الضالین۔

مآثر و آثار اسلام

ماخوذ از زمیندار روزنامہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۵ء

جناب مولوی حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی نے اپنے ایک طویل مضمون مین حضرت معاذ بن جبل کا

واقعہ بیان کیا ہے کہ معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ نوجوان خوش رو - خوش خو - کشادہ دل سخی تھے۔ اپنی قوم کے بہترین نوجوان میں سے تھے - سخاوت و کشادہ دستی کا یہہ حال تہا کہ کسی چیز کا رکہنا اور جمع کرنا جانتے ہی نہ تھے - ایسے سخی کریم النفس کی آمدنی اگرچہ وہ فی حد ذاتہ زیادہ بھی ہو کہان تک خرچ کا ساتھ نباہ سکتی تھی - آخر قرض لیکر خرچ کرنا شروع کیا - اور اس قدر قرض دار ہوگئے - کہ تمام اموال منقولہ و غیر منقولہ قرض کے احاطہ مین آگئے -

جب آمدنی کی کوئی صورت نہ رہی - قرض خواہون نے مطالبہ شروع کیا تو حضرت معاذ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین بدین غرض حاضر ہوئے کہ آپ کے ایما پر قرض خواہ کچھہ نہ کچھہ مسامحہ کرین گے اور کسی حصہ دین سے درگزر کر کے تھوڑی سی پر قناعت کر لین گے - قرض خواہون نے باوجود آپ کے ایما کے کچھہ بھی چھوڑنا گوارا نہ کیا - تو آخر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے آپکا تمام مال فروخت کر کے قرض ادا فرما دیا - حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بالکل خالی ہاتھہ رہ گئے - کوئی چیز اُن پاس باقی نہ رہی - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی اس حالت کا فکر تہا - فتح مکہ کے سال آپ نے ملک یمن کے کسی حصہ پر اُن کو والی مقرر فرما کر بہیجا - تاکہ اُن کی حالت کسیقدر درست ہو جائے اور جو نقصان مالی اُن کو پہنچا ہے - اُس کا جبر اس آمدنی سے ہو جاسے - جو بیت المال سے بمعاوضہ عطا ہو گی -

حضرت معاذ اُدہر تو امیر یمن تھے - اُدہر وہان کچھہ تجارت کی سلسلہ جنبانی کر دی اور اسطرح اچھی مقدار مال کی اُن کے پاس جمع ہو گئی - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے - صدیق اکبر کی خلافت کا زمانہ تہا - حضرت عمرؓ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ معاذ کے پاس اتنا چھوڑ کر جس سے وہ زندگی بسر کر سکین - باقی سب روپیہ و سامان لیکر بیت المال مین داخل فرما لین - صدیق اکبرؓ نے اس کے جواب مین فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے اسی لئے بہیجا تہا کہ اُن کے نقصان کی تلافی ہو جائے - ایسی حالت مین مین اُن سے کچھ نہ لون گا - ہان وہ خود داخل کرین تو مضائقہ نہین -

حضرت عمرؓ نے جب یہ دیکھا کہ ابوبکر صدیقؓ نے اس بات کو قبول نہین کیا تو خود حضرت معاذ کے پہنچے - اور یہ درخواست کی تم اس مال کو داخل بیت المال کر دو - حضرت معاذ نے وہی جواب دیا کہ مین یمن مین بہیجا ہی اس لئے گیا تہا - کہ وہان رہ کر تلافی نقصان کرون اب مین ہرگز کچھہ بھی نہ دون گا -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سنکر خاموش ہو گئے۔ لیکن کچھ عرض کے بعد حضرت معاذ آپ سے ملے اور فرمایا کہ بھائی میں آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں پانی کے گرداب میں غوطے کھا رہا ہوں۔ ڈوبنے کے قریب ہوں۔ تم نے مجھ کو اُس سے نجات دلائی ہے۔ اس کے بعد حضرت معاذ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ اور جو کچھ کما کر لائے تھے سامنے رکھکر بحلف عرض کیا کہ میں نے کسی چیز کو مخفی نہیں رکھا۔

صدیق اکبرؓ نے حلف کے ساتھ فرمایا کہ میں اس میں سے کچھ نہ لوں گا۔ میں اپنی طرف سے تم کو ہبہ کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ موجود تھے۔ فرمایا کہ اب اس کے رکھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نہایت جلیل القدر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں۔ اُن کی فضیلت و منقبت کا اندازہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد یاتی امام العلماء برتوۃ۔

(معاذ بن جبل قیامت کے روز علماء کے آگے رہیں گے۔ اور اونچے مقام پر ہوں گے۔ ایسے جلیل القدر صحابی سے یہ تو ناممکن تھا کہ بیت المال میں کسی قسم کی خیانت ولے احتیاطی کرتے یا رعایا کو ستا کر اپنا خزانہ بھرتے۔ بطور روزینہ کے کچھ لیا تو وہ جائز تھا۔ بیت المال کے مال میں تجارت کر کے نفع حاصل کیا تو باذن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

آپ نے اُن کو یمن بھیجا ہی اس لئے تھا کہ وہاں اُس نقصان کا جبر ہو جائے۔ جو تمام جائداد و اموال کی فروخت سے پہنچ چکا تھا۔ ایسی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اول صدیق اکبرؓ سے اور پھر خود حضرت معاذ سے اموال مکسوبہ یمن کو واپس کر دینے کے لئے اصرار کرنا اس بنا پر تو ہو نہیں سکتا۔ کہ اُن کی طرف کسی قسم کی سوءظنی تھی۔ یا اس طریقہ کسب کو ناجائز اور مال مکسوب کو حرام و مشتبہ سمجھتے تھے۔ بلکہ بات تو یہی تھی کہ حضرت معاذ جیسے پاک بے لوث کے لئے آپ اس کو پسند نہ فرماتے تھے۔ اُن کے دل میں ثروت و دولت کی کچھ بھی قدر و منزلت ہو۔ ولایت و قضاء کے معاوضہ میں جو ایک ضروری اسلامی و دینی خدمت تھی۔ سوا ءکفاف یا قدر گزران اوقات کچھ بھی لیں۔ غرض اُن کے دل کو حب دنیا سے پاک رکھنا اور اس تلوث سے دور کرنا تھا۔ جو ممکن ہے کہ ولایت صوبہ کی جلیل القدر منصب یا تحصیل مال میں ہو گیا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ جب تک حضرت معاذ کی طبیعت میں کچھ بھی تعلق یا میلان

اس مال کی طرف رہا۔ آپ کی طرف سے اس کی واپسی پر اصرار رہا اور جبوقت وہ تعلق منقطع ہوکر خود واپس کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ دل سے اُس خیال کو دور کر کے حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت مین سب کچھ حاضر کردیا۔ اور آپ نے اس کے قبول سے انکار فرمایا تب حضرت عمرؓ نے بھی یہی فرمایا کہ اب اس کے رکھنے مین کچھ حرج نہین۔ کیون اس لئے کہ جو مقصود تھا۔ حاصل ہوگیا۔ اس وجہ سے نہین کہ پہلے ان کو رکھنا حرام و ناجائز تھا۔ اب حلال ہوگیا۔

ایک عیسائی کے خیالات دربارۂ اسلام

مسٹر محمد حمید بی۔ اے۔ (شملہ)

ماخوذ از زمیندار مطبوعہ ۱۷-۲۱-و ۲۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ع

ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لیٹنر۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی۔ پی ایچ۔ ڈی۔ ڈی۔ او۔ ایل نے کتاب ریلیجس۔ سسٹمز آف دی ورلڈ Religious Systems of the World مین ایک مضمون بعنوان دین محمدی لکھا ہے اور متعصب و کم علم اشخاص نے جو جو ناپاک اور سراپا غلط حملے اسلام اور پیغمبر اسلام (صلعم) کے ذات پر کئے ہین۔ ان کا نہایت خوش اسلوبی سے جواب دیا ہے مضمون کی دلچسپی اس وجہ سے اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے کہ اس کا لکھنے والا ایک زمانہ حال کا یورپین اور عیسوی مذہب کا پیرو ہے۔ اسلام کی بابت خواہ کتنی ہی واقفیت غیر مسلم افراد حاصل کرلین۔ مگر بہت کم ایسے ہونگے جو ہٹ دھرمی اور تعصب کو چھوڑ کر حق بیجا نب بات کہہ دین۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ زیادہ تر تعصب اور اپنے ہم مذہبون مین ملحد ٹھیرائے جانے کا خیال ہے۔ مگر صداقت ایسی چیز نہین کہ دیر تک چھپی رہے۔ باطل کو فروغ ممکن ہے کہ ایک قلیل مدت کے لئے ہو۔ مگر ہمیشہ کے لئے نہین ہوسکتا۔ اور آخر حق کا بول بالا ہوکر ہی رہتا ہے۔

لقد جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا ط

ڈاکٹر موصوف فرماتے ہین۔

اکثر دین محمدؐ کی بابت جو کچھ مین نے سیکھا ہے اس کی ابتدا مین نے ۱۸۵۴ع مین قسطنطنیہ کے ایک مسجد کے مکتب مین کی اور قرآن شریف کے چند جزو حفظ کرلئے۔ مین نے ٹرکی ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک مین مسلمانون کے مختلف فرقون سے رابطہ و اختلاط

پڑھا یا اور زبان عربی کا مطالعہ کیا - کیونکہ قرآن شریف اور مسلمانون کے دیگر مذہبی کتب عربی ہی مین ہین اور عربی کی واقفیت کے بغیر اسلام اور مسلمانون سے کما حقہ واقفیت پیدا کرنا تقریباً ناممکن ہے مگر زبان عربی کی واقفیت بھی کسی کام نہین آسکتی اگر ہم کو اسلام اور مسلمانون سے ہمدردی نہو - یہ ہمدردی ہی ایک ایسی چیز ہے - جو علم کو علم کا رتبہ دیتی ہے بغیر ہمدردی کے علم استخوان بوسیدہ سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا - ایسے یورپین سکالرجن کو اہل اسلام اور ان کے مذہب سے ہمدردی نہ تھی بہت سی سخت غلطیون کے مرتکب ہوئے ہین -

اسلام بیشک بہتر لفظ ہے مگر اسلام مین یہودیت و عیسویت وغیرہ جملہ پیغمبرون کے مذاہب شامل ہوسکتے ہین - اس لئے مین نے اس مضمون کا عنوان دین محمدی رکھا ہے -

دین اسلام سب پیغمبرون کا دین رہا ہے - اس لحاظ سے یہودی اور عیسائی بھی مسلم ہین حضرت محمد صاحب (صلعم) لئے کوئی نیا دین نہین نکالا - بلکہ وہ وہی خدائی دین لائے - جو حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ لاتے تھے - مگر چونکہ یہود و نصاریٰ اپنے اپنے دین سے منحرف ہوچکے تھے - اور اپنے اصلی مذہب کو کھو بیٹھے تھے - اس لئے ضرورت ہے کہ ایک مصلح آئے اور دین حق کی تکمیل کرے ہر سہ پیغمبرون کی تعلیم بلحاظ خدا کو ایک ماننے اور اس کو ہر وقت اور ہر جگہ حاضر ناظر جاننے کے یکسان ہی تھی - اور ایک وقت تھا کہ یہودی اور عیسائی بھی اپنے آپ کو مسلم کہہ سکتے تھے - مگر جب انہون نے خدا کا بھیجے مذہب سے انحراف کیا تو ضرورت پڑی کہ ایک نبی آخری دفعہ دین اللہ کی تکمیل کے لئے بھیجا جائے - حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے آئے اور دین خدا کی تکمیل کر گئے -

اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن پاک رسول مقبول کا تصنیف کردہ ہے اور اس مین جو کچھ ہے وہ سب توریت اور انجیل وغیرہ سے لیا گیا ہے - مگر میرا ایمان ہے کہ اگر دنیا مین الہام کوئی چیز ہے اور الہام کا وجود ممکن ہے - تو قرآن شریف ضرور الہامی کتاب ہے - اگر پہلے درجہ کا ایثار نفس - نیک نیتی اپنے مشن (مقصد) کے تکمیل کے خیال سے باوجود ہزارہا تکالیف کے باز نہ رہنا - سوسائٹی کی غلطیون کو فوراً معلوم کرنا اور ان کے اصلاح نہایت دانشمندانہ تدبیر سوچنا اور ان تدابیر کو عملی جامہ پہنانا - اگر یہ سب باتین سچی رسالت کے ظاہری اور بیرونی نشانیان ہین - تو مین نہایت عاجزی سے اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہون کہ حضرت محمد صاحب

(صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سچے نبی تھے اور اُن پر وحی نازل ہوتی تھی۔
حضرت محمد صاحب (صلعم) نے صاف صاف فرمایا کہ دین اسلام وہی دین ہے جو حضرت ابراہیم لائے تھے۔ آن حضرت کے پاک دل مین خلق خدا کی بہبودی کا خیال جوش زن تھا۔ اس لئے یہ کہنا کہ اسلام صرف ملک عرب ہی کے لئے بہیجا گیا تھا۔ سخت غلطی ہے۔
اسلام جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے تمام دنیا کے لئے آیا ہے اور اس کی بدولت لکھو کھا وحشی اور غیر مہذب انسان تہذیب و تمدن کے اعلیٰ پایہ پر پہنچے ہین۔ اسلام کے بغیر یہ لکھو کہا تو مسلم کبھی اسلامی برادری مین داخل نہ ہو سکتے۔ جو اسلام کا خاص امتیازی نشان ہے۔
عیسائیون نے حضرت رسول مقبول پر نہایت ہی نا معقول اور ناپاک حملے کئے ہین۔ اور وہ سب کے سب بے بنیاد اور کم علمی کا نتیجہ ہین۔
ہر ایک مسلمان اپنے دین کا نمونہ ہے۔ ہر ایک قابل شخص کو آزادی حاصل ہے کہ دینی معاملات مین اپنی رائے دے اور یہ صرف اس لئے کہ وہ مسلم ہے۔
مسلمان اپنے علماء کے اس قدر محتاج نہین ہین۔ جتنے کہ عیسائی۔ عیسائی بغیر کسی پادری کے عبادت نہین کر سکتے مگر برخلاف اس کے مسلمان بغیر کسی عالم یا مولوی کے توسل کے اپنے خدائے واحد کی عبادت کر سکتے ہین اور یہ بھی نہین کہ وہ مسجد کے بغیر نماز ہی نہ پڑہ سکین بلکہ نماز کے وقت وہ جس جگہہ ہون وہین اس فرض کو ادا کرلین۔
مسلم واعظ یا عالم جو کام چاہین کر سکتے ہین قدماء مین سے بعض جید عالم کفش دوزی کا کام کرتے تھے۔ مسلمانون کے ہان کوئی پوپ وغیرہ نہین۔
قرآن شریف مین ایک جگہہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملامت کی گئی ہے کہ کیون ایک غریب اندہے سے منہ موڑا اور اس کی دل شکنی کی۔ اگر جیسا کہ عیسائی کہتے ہین۔ پیغمبر اسلام (صلعم) سچے نبی نہ ہوتے اور قرآن شریف اُن کا خود تصنیف کردہ ہوتا تو کیا اس سرزنش کو قرآن مین رہنے دیتے؟ - ہرگز نہین۔
مسلمان کی ظاہری علامتین نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا اور کلمہ شہادت کا بصدق دل پڑہنا ہے۔ ان تمام اعمال کا تفصیلی ذکر مختلف مذہبی کتب مین موجود ہے۔ اور جملہ ضروری باتین ان کتابون کے مطالعہ سے بلکہ بقول شیخ الاسلام ہر ایک مسلمان سے سیکھی جا سکتی ہین۔ کیا کوئی عیسائی پادری بھی کہہ سکتا ہے کہ جملہ مسائل دینی ہر ایک عیسائی کو

معلوم ہین
اسلام نے نماز سے پہلے وضو کرنا فرض رکھا ہے جس سے مقصود صفائی ظاہری و باطنی ہے
زکوٰۃ کو اسلام نے بجا طور پر مالی عبادت کہا ہے ہر شخص کو اپنے مال و جائداد مین سے
چالیسوان حصہ یعنی ڈھائی فیصدی۔ غربا۔ مساکین و مستحقین کو دینا لازمی ہے۔
جب یہ رقم خزانہ شاہی مین داخل ہوتی ہے۔ تو منجملہ دیگر نیک کامون کے اس سے
غلامون کو آزاد کرایا جاتا ہے۔ اگرچہ اسلام کو غلامی کا ملزم قرار دینے اور اس کی بنیاد
کو مستحکم کرنے والا کہا جاتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ غلامی کی آزادی اور ان کی حالت
کی بہتری کا دنیا مین سب سے پہلے اسلام نے ہی بیڑا اٹھایا اور ایسا قانون بنایا جس سے
آخرکار یہ رسم بالکل نیست و نابود ہو گئی۔ اسلام نے جو حقوق غلام کو دئے کسی قوم یا
مذہب نے نہ دئے تھے۔
زکوٰۃ دینے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مال اس نے جائز طریقہ سے حاصل
کیا ہو۔ چوری۔ ڈاکہ۔ یا کسی دیگر ناجائز طرح سے مال جمع کر کے اس مین سے زکوٰۃ دینا
ہرگز جائز نہین۔ زیادہ خوش اعتقاد اور نکوکار آدمیون کے لئے ۲/۱ سے زیادہ زکوٰۃ
دینے کی بھی اجازت ہے اور اس کار خیر کی جزا ان کو خدا کے ہان سے ملے گی۔
حج کعبہ ایک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ دنیا کے ہر ایک حصہ سے مسلمان وہان جمع ہوتے
ہین۔ یہ اجتماع اتحاد اسلامی کو از سر نو تازہ اور استوار کرنے والا پیمان ہے۔ اور
دنیائے اسلام کا ایک ایسا جامع اور حقیقی معبد ہے کہ اب تک عیسائیت کو نصیب
نہین ہوا۔ مزید بران حج ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جسکی وجہ سے عربی تہذیب و تمدن
کو وسعت ہوئی اور ہوتی ہے۔ زبان عربی ایک طرح سے نہ صرف مذہب اسلام کی کلید
ہے۔ بلکہ مسلمانون کے قلوب کی کنجی بھی ہے۔ دنیائے اسلام کے ہر گوشہ مین کوئی عربی
لفظ ہر مسلمان تک پہنچ سکتا ہے اور زبان عربی کا وجود مسلمانون کے پاس تمدن کی وہ
مشترکہ ملکیت ہے۔ جو آج تک دنیا کے کسی مذہب کو حاصل نہین ہوئی۔
روزہ ایک طرح سے ضبط کی تعلیم ہے۔ مگر اس سے جسمانی صحت پر نہایت عمدہ اثر پڑتا
ہے اور اس کا فرض کیا جانا پُر از حکمت ہے۔ ظاہری و باطنی صفائی کے فرائض (نماز۔
وضو۔ روزہ وغیرہ) بالکل معقول ہین۔ اور ان کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حکمت کے

لحاظ سے صحت بدنی کی ضروریات بھی پوری ہوتی جاتی ہین۔

اسلام نے جو قواعد شراب۔ خنزیر۔ اور خلاف شرع ذبیحہ وغیرہ سے پرہیز کرنے کے متعلق رکھے ہین۔ ان کی نسبت بلاریب و بآسانی کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ قواعد عمل پیرا ہونیوالون کو محض تکلیف دینے کی خاطر نہین بنائے گئے۔ بلکہ ان سے جسم اور روح کی ترقی اور صفائی مدنظر ہے۔

مسلمانون کی سوسائیٹی کو دیکھئے۔ امیر و غریب مین کوئی فرق امتیازی نظر نہین آتا۔ دونون دوش بدوش نماز پڑھتے ہین اور ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھاتے ہین۔ ایک مسلم کا غلام نہ صرف گھر کا ایک ممبر ہے۔ بلکہ اس کے لئے گورنمنٹ اور سوسائیٹی مین اعلیٰ پوزیشن پر پہنچنے کے لئے بہ نسبت ایک غریب عیسائی کے بہت مواقع ہین۔ ملازمین کو بھی کھانا ملتا ہے جو مالک کھاتا ہے۔ جو شخص کھانے کا محتاج ہے اسے کھانا ہر جگہہ مل جاتا ہے اور خیرات قانون الفقراء کے توسل سے نہین۔ بلکہ براہ راست کی جاتی ہے۔ اسلامی نقطۂ خیال سے خیرات کرنیوالا اس شخص کے زیر احسان ہے۔ جس نے اس کی خیرات کو قبول کیا اور اس طرح اسے فیاضی کے نیک جذبات کو پورا کرنے کا موقع دیا۔ اگرچہ خیرات و فیاضی عیسائیت نے بھی بہت سکھائی ہے لیکن اگر مین نے کبھی کوئی اعلیٰ درجہ کا عیسائی (شاید نیک دل شخص سے مراد ہے) اپنی عمر مین دیکھا ہے تو یا وہ مسلمان تھا۔ جسنے حضرت عیسیٰؑ کی بحیثیت پیغمبر عزت کی۔ یا وہ یہودی جسنے اسپنے لوٹنے والے عیسائیون کی حالت بیماری مین تیمارداری کی۔

مسجد مین تمام مسلمان برابر ہین۔ عیسائی گرجون کی طرح ان مین خاص نشستین نہین ہوتین۔ امام یا اگر امام موجود نہ ہو تو کوئی اور مسلمان آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے۔ اور جب مسلمان امام کے آواز پر بطریق مقررہ نماز مین ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل عبادت بیشک اسی کا نام ہے کہ کامل خاموشی طاری ہے اور کسی قسم کی بے قاعدگی کا نام و نشان نہو۔

اکثر معترضین قواعد و قوانین کے الفاظ کی طرف زیادہ غور کرتے ہین اور ان کے اصلی مطلب کو سمجھنے کی کوشش نہین کرتے۔ اس لفظی پوجا سے بہت سے بڑے بڑے نتائج پیدا ہوتے ہین۔ اگرچہ سخاوت ایک اعلیٰ درجہ کی صفت اور سب سے افضل نیکی ہے مگر خیراتی چندہ کے جمع اور تقسیم کرتے ہین جن جن مقررہ طریقون اور قانونی رسوم کو ادا کرنا ہوتا ہے

ان سے اس کی فضیلت اور شان بالکل گھٹ جاتی ہے - ہم اس بات کا لحاظ نہین
رکھتے کہ قوانین لوگون کی رہنمائی کے لئے بنائے جاتے ہین -
آج یورپ مین نہلسٹ (اباحیین) اور اشتراکیین کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جائے
اگر یورپین سوسائٹی کی بنا اسلام پر رکھی جاسے - کیونکہ اسلام لوگون کو غیر قانع اور ہر موجودہ
چیز سے ناخوش رہنے والا نہین بناتا - جو یورپ کی تہذیب و تمدن کا خاصہ اور مطمح منظر ہے -
نکاح ایک مذہبی کام اور سنت رسول ہے - نکاح کے وقت دو گواہون کا ہونا ضروری ہے
خاوند اپنی منکوحہ کو مجبور نہین کر سکتا کہ وہ اس کے ساتھ غیر ملک کو جاسے - مگر اس حالت
مین بھی خاوند پر فرض ہے کہ نان و نفقہ اس کو دیتا رہے - عورت اور خاوند مین اگر کوئی تنازع
ہو تو حکم مقرر ہوتے ہین - اور اگر دونون کے نباہ کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو طلاق کی اجازت
مل جاتی ہے - ہر عاقل آدمی اس بات کو مانے گا کہ اسلام نے جو قانون نکاح اور طلاق کے
متعلق رکھے ہین - اس پر عیسائیون نے جتنے اعتراض کئے وہ سب کے سب بیجا اور
کم علمی کا نتیجہ ہین -
یہ کہنا کہ اسلام نے مرد کو عام اجازت دی ہے کہ جتنی بیویان چاہے نکاح مین لے آئے اور جسے
چاہے طلاق دیدے - صریح بہتان ہے - طلاق سواے خاص خاص صورتون کے اور وہ بھی بغیر
حَکَم کے فیصلہ کے نہین دی جاسکتی -
نکاح کے وقت مہر کا مقرر ہونا ضروری ہے اور اکثر عورتین مہر کی مقدار خاوند کی استطاعت
سے بہت زیادہ مقرر کرتی ہین کہ نہ مرد اس رقم کو ادا کر سکے گا - اور نہ طلاق - کیونکہ طلاق کے
وقت مہر کا ادا کرنا لازمی ہے - مجھے نہایت رنج و افسوس سے اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے - کہ
باوجودیکہ مسلمانون کو طلاق دینے کی اجازت ہے - مین نے طلاق کے واقعات عیسائیون
مین بہ نسبت مسلمانون کے زیادہ دیکھے ہین - مجھے اس بات کے کہنے مین بھی تامل نہ
ہونا چاہیئے - کہ قریبی رشتہ دارون - بوڑھون - عالمون اور اجنبیون کے ساتھ نیک سلوک
کرنے اور حیوانات پر رحم کرنے مین اکثر مسلمان نام نہاد عیسائیون کے لئے نمونۂ تہذیب ہین
کثرت ازدواج پر عیسائیون نے جو اعتراض کئے ہین وہ بالکل بیجا ہین - کیونکہ اگرچہ
اس سے زیادتی تعداد نسوان کا انتظام ہو جاتا ہے اور بدکاری اور اس کے متعلق بیماریون
سے آدمی محفوظ رہتا ہے - تاہم یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اکثر مسلمان ایک ہی بیوی رکھتے ہین

جسکی وجہ سوائے اسلامی تعلیم کے اور کوئی نہین ہوسکتی - آن حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ایسی قوم مین آئے تھے کہ جن کے ہان لڑکی کا ہونا قسمت کی برگشتگی کا مترادف سمجہا جاتا تھا - اور جہان لڑکیان لبسا اوقات زندہ گاڑدی جاتی تہین بیویون کی کوئی تعداد مقرر نہ تہی - اور جب کوئی مرد مرجاتا تو اس کی بیویان دیگر جائداد کی طرح اس کے وارث آپس مین تقسیم کرلیتے تھے - اس غیر محدود تعداد ازدواج کو پیغمبر اسلام (صلعم) نے روکا اور خدا کا یہہ حکم سُنایا - کہ ایک مرد زیادہ سے زیادہ چار بیویان نکاح مین رکہہ سکتا ہے - بشرطیکہ وہ ہر ایک سے یکسان محبت و انصاف کرسکے - اب اگر عملی طور پر ایسا کرکے دیکہا جاے تو معلوم ہوجائیگا کہ کوئی شخص دو یا دو سے زیادہ بیویون کے ساتھ یکسان محبت اور یکسان انصاف نہین کرسکتا - پس معلوم ہوا کہ قانون اسلام کا اصلی مطلب صرف ایک ہی شادی کی رسم قایم کرنا تہا -

اسلام نے عورت کو ملکیت کی ذیل سے نکال کر مالک بنادیا اور خاوند کے مرنے کے بعد اس کی پہلی قانونی وارثہ اس کی بیوی ہی قرار دی گئی -

حضرت صاحب محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایک الزام یہہ لگایا گیا ہے کہ انہون نے خود متعدد شادیان کرکے (نعوذ باللہ) عیاشی کو جائز قرار دیا - آؤ اس بیان کی تحقیق کرین خوش قسمتی ہے ہم کسی فرضی قصے کہانی کے ہیرو پر بحث نہین کر رہے - بلکہ ایک ایسے تاریخی شخص کی زندگی پر نکتہ چینی کر رہے ہین - جس کا ہر قول و فعل مجموعہ احادیث مین درج ہے - جن کو مسلمانون نے ضابطۂ قانون اسلام کی حیثیت سے قرآن شریف سے صرف دوسرے درجے پر رکہا ہے - ان کے جمع کرنے مین سخت ترین احتیاط و نکتہ چینی سے کام لیا ہے - اور ان کی صداقت پرکہنے کے لئے سخت سے سخت قواعد مقرر کئے ہین - اور جب تک کسی حدیث کا راوی رسُول پاک کا کوئی معتبر صحابی نہ ہو - اسے قابل تسلیم و تعمیل نہین سمجہا جاتا - اگر بنظر انصاف دیکہا جاے تو ہمارے حضرت عیسیٰؑ کے اقوال و افعال ایسے محققانہ طور پر قلم بند نہین کئے گئے - اچہا تو اب بتلائیے کہ آن حضرت (صلعم) کو عیاش ثابت کرنے کے لئے آپ کے پاس کسی صحیح یا ضعیف یا مشکوک روایت کی سند ہے ؟ اگر بفرض محال ایسی کوئی روایت موجود بھی ہے تو مین بلا تامل کہہ سکتا ہون کہ اس روایت کی جب پوری طرح تحقیق کی جائے گی تو بالکل بے بنیاد و غلط ثابت ہوگی - برعکس اس کے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر تعریف کے مستحق ہین - کہ انہون نے ایسے لوگون مین رہ کر اپنی عفت کے دامن کو

عیاشی کے بدنما دھبہ سے بچا سے رکھا۔ جو اس نیک طریق کے مطلقاً پابند نہ تھے۔ جاہل اور
عیاش عربون مین انہون نے اپنی زندگی کے پچیس ۲۵ سال پرلے درجے کی پرہیزگاری اور
اتقاء مین بسر کئے اور آخرش جب ۲۵ سال کی عمر مین آپ نے شادی کی تو کسی نوجوان
حسینہ سے نہین بلکہ ایک چالیس سالہ بیوہ سے اور اس لئے کہ وہ ان کی محسنہ اور ان کی
نبوت پر پہلی ایمان لانیوالی عورت تھی۔ جب تک وہ زندہ رہی آپ اس کے ساتھ وفادار
رہے۔ اور اس کی وفات کے بعد بھی تمام عمر اس کی تعریف کی۔ حضرت خدیجہؓ کے وصال
کے کئی سال بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک روز آنحضرت (صلعم) سے پوچھا کہ کیا مین حضرت
خدیجہؓ جیسی نہین ہون۔ تو آپ نے فرمایا نہین۔ تم ہرگز ویسی نہین ہو۔ کیونکہ وہ مجھپر
ایمان لائی اور میری مصیبت اور کس مپرسی کی حالت مین میری مددگار رہی جبکہ کوئی اور
مجھپر ایمان لانے والا نہ تھا نہ مددگا۔
یہ سچ ہے کہ پچپن ۵۵ سال کی عمر کے بعد آپ نے یکے بعد دیگرے متعدد شادیان کین۔
مگر کیا جس شخص نے اس عمر تک اس قدر ضبط اور نفس کشی کا ثبوت دیا ہو۔ اس کی
نسبت یہ خیال کرنا مناسب ہوگا کہ عیسائیون نے ان شادیون کے جو وجوہ دئے
ہین۔ اور جو نتائج ان سے نکالے ہین۔ اُن کے برعکس کچھ اور ہی وجوہات ہون گے۔
جنہون نے آن حضرت (صلعم) کو ان شادیون پر مجبور کیا وہ وجوہات کیا ہوسکتے ہین؟۔
میرا ایمان ہے کہ بڑھاپے مین ان شادیون سے آن حضرت (صلعم) کا مطلب صرف
اپنے مظلوم و مقتول صحابیون کی بیوگان کی سرپرستی کرنا اور ان کی عصمت کو بچانا تھا۔
آپ کے معتقدین کی تعداد قلیل تھی اور مخالفون کا زور رہتا۔ مسلمانون پر طرح طرح کے
مظالم توڑے جاتے تھے۔ یہان تک کہ بعض اوقات انہین کھانا بھی نصیب نہ ہوتا تھا۔
یہی وجہ تھی کہ بہت سے صحابی ابی سینیا کے عیسائی بادشاہ نجاشی کے پاس جاکر
پناہ گزین ہوئے۔ ایک عرصہ تک وہ ابی سینیا مین نجاشی کی پناہ مین رہے۔
بعض نے وہین داعی اجل کو لبیک کہا۔ ایسے مظلوم پردیسی ساتھیون کی بیوگان کو
حضرت صاحب (صلعم) اپنے نکاح مین لے آئے۔ تاکہ ان کی جانین اور عزتین تلف
نہ ہون پس یہ خیال کہ آن حضرت (صلعم) نے یہ شادیان کسی نامناسب ارادے سے
کین محض بے بنیاد ہے۔ خصوصاً جب ہم اس بات کو مدنظر رکھین کہ آنحضرت (صلعم) اپنی

جوانی کے عالم مین پرہیزگاری کا کافی ثبوت دے چکے تھے۔
آن حضرت (صلعم) کے حضرت زینب کے ساتھ شادی کرنے کے متعلق بھی غلط فہمیان ہوئی ہین۔ کیونکہ حضرت زینب ان کے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ زید کی مطلقہ بیوی تہین جاہل عربون کے ہان متبنیٰ کی مطلقہ عورت سے شادی کرنا ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ حالانکہ وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیویون سے شادی کر لینا جائز سمجھتے تھے۔
آن حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بیہودہ رسم کو یہ کہکر توڑا کہ حقیقی بیٹا اور متبنیٰ یکسان نہین ہین۔ اور اس لئے متبنیٰ کی مطلقہ سے شادی کرنا ناجائز نہین پس جو کچھ آپ نے کیا وہ اس قانون الٰہی کی تصدیق وشہادت کی غرض سے تہا۔ نہ اس لئے کہ آپ کو ایک اور شادی کی ضرورت تہی۔ قرآن شریف مین جو آیت اس بارہ مین آئی ہے۔ اس کا معترضین نے غلط مطلب سمجھکر اسے فعل ناجائز قرار دینے والا حکم کہا ہے۔ مگر جو کچھ معترضین نے سمجھا وہ غلط سمجھا ہے۔
اِن غلط فہمیون کی وجہ ایک حد تک یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اکثر لوگ کسی مذہب کے مخالف یا معترض کی تصانیف کو پڑھ کر یہ سمجھ لیتے ہین۔ کہ معترض نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اور اُس مذہب کی اصلی مذہبی کتب کا مطالعہ نہین کرتے۔
تجرد کی رسم مسلمانون مین تقریباً معدوم ہے۔ شاذ ونادر ہی کوئی ایسی عورت ہوگی۔ جو شادی کی عمر کو پہنچ گئی ہے۔ اور اس کی شادی نہ ہوئی ہو۔
زنا کی سزا مرد وعورت دونون کے لئے یکسان ہے۔ زانی وزانیہ کے لئے حکم ہے کہ ہر ایک کو علانیہ سَو دُرّے لگائے جائین۔
اسلام نے لونڈیون کا رکھنا جائز قرار دیا ہے اور اس لئے ان کی اولاد کے حقوق بھی منکوحہ عورتون کی اولاد کے حقوق کے برابر رکھے ہین۔
مسلمانون کے ہان شراب خانے وقمار خانے وغیرہ مطلقاً نہین ہین اور نہ ان کو طوائف بازی (علانیہ حرام کاری) کے لئے کسی قانون بنانے کی ضرورت کبھی محسوس ہوئی (کیونکہ زنا حرام ہے) اس کی علانیہ اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔؟
اگر ان کی روزانہ عام گفتگو سنی جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ بہت سے یورپینون کی نسبت وہ عام طور پہ زیادہ شائستہ اور مہذب ہوتے ہین۔ مین نے سکولون اور کالجون کے

نوجوان مسلمان لڑکے دیکھے ہین - ان کی روش - ان کی گفتگو عیسائی نوجوانون کی گفتگو وغیرہ سے بدرجہا زیادہ مہذب ہوتی ہے - بلکہ اگر سچ پوچھا جائے تو اکثر عیسائیون کی گفتگو وغیرہ اس قسم کی ہوتی ہے کہ اگر وہ کسی اسلامی ملک مین ہوتے تو سخت سزا کے مستحق ٹھیرتے

ایک مزوجہ مسلمہ زمانہ حال کی عیسائی مزوجہ عورت سے بدرجہا بہتر ہے - اول الذکر شہادت یا گواہی دے سکتی ہے اگرچہ جمہوری فرانس نے آج تک یہ حق عورت کو عطا نہین کیا -

اسلام پر ہر قوم اور ہر ملک بغیر کسی قسم کی تکلیف کے کاربند ہو سکتے ہین - قرآن شریف کے احکام کے سمجھنے مین جلدی نہ کرنی چاہیئے - کیونکہ اس سے اکثر سخت غلطیان وقوع مین آتی ہین - مثال کے طور پر لیجیے - قول تعالی واقتلوا الکافرین یعنی کافرون کو قتل کرو - یہہ ایک قرآنی حکم ہے مگر دوسری جگہ صاف لکھا ہے کہ اگر وہ تم کو قتل کرین تو تم ان کو قتل کرو - اگر وہ تم سے لڑین - تو تم ان سے لڑو - پس جو شخص صرف پہلی ہی آیت کو دیکھکر یہہ کہے کہ اسلام کشت و خون کی تعلیم دیتا ہے - سخت غلطی کا مرتکب ہوگا - جہاد ایک جوابی لڑائی ہے - جو اپنے بچاؤ کی خاطر ان لوگون کے خلاف کی جاتی ہے - جو مسلمانون کو صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے اذیت دیتے ہین -

مذہبی آزادی مسلمانون کے ملک مین بہ نسبت عیسائیون کے بہت زیادہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے یونانی - ارمنی اور یہودی - اسلامی سلطنتون کے ماتحت بود و باش رکھتے ہین -

اسلامی سلطنتون سے یورپ کو رحمدلی مذہبی آزادی اور بردباری کے سبق حاصل کرنے چاہئین سورہ حج مین قرآن پاک نے صاف فرمایا ہے کہ جہاد کا مطلب صرف مساجد اور ان معابد کا بچانا اور ان کی حفاظت کرنا ہے - جن مین خدا کی عبادت ہوتی ہے - مجھے بہت سے ایسے مسلمانون کا علم ہے - جنہون نے گرجاؤن وغیرہ کے لئے چندے دیئے - کیا کوئی عیسائی کہہ سکتا ہے کہ اس نے کبھی مساجد کے لئے چندہ دیا - ! حالانکہ ان مساجد مین ہمیشہ خدا کا نام لیا جاتا ہے -

کہا جاتا ہے - کہ مسلمانون نے عیسائیون پر بہت ظلم کئے ہین - مگر یہہ کہتے وقت اس بات کا مطلق خیال نہین کیا جاتا کہ عیسائیون نے بعض موقعون پر کسی بیدردی سے مسلمانون کا قتل عام کیا ہے - جب حضرت عمرؓ نے یروشلم کے فتح ہونے سے پہلے قسم کھائی کہ شہر کو فتح کرکے اس کے تمام محافظین کو تہ تیغ کردیا جاویگا - تو شہر کے فتح ہونے کے بعد آپ اس قسم کے

پورا کرنے سے باز رہے اور فرمایا۔ کہ مجھپر جو گناہ بھی ہو۔ مین اپنی قسم کو توڑ دونگا۔ مگر یہ نہین ہو سکتا۔ کہ مخلوق خدا کے ایک متنفس کا بھی خون بہایا جاوے۔

آخیر مین مین یہہ کہنے سے باز نہین رہ سکتا۔ کہ اسلام یہودیت۔ اور عیسائیت دراصل ایک ہی سرچشمہ کے بہترین ہین۔ اور میری خواہش ہے کہ وہ دن خدا جلد لائے۔ کہ عیسائی حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت کرنے سے حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی عزت کرسکین۔

عیسائیت اور اسلام بعض باتون مین مشترک ہین اور وہ شخص دراصل ایک اچھا عیسائی ہے جو حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور ان کی صداقتون کی دل سے عزت کرتا ہے

عید کی غرض

ماخوذ از زمیندار ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ع

دنیا کے جملہ مذاہب کے شعار مین کوئی نہ کوئی غرض مستتر ہوتی ہے۔ مگر ایک اسلام ہی ہے جس مین کہ دین و دنیا دونون کی خاطر ہر ایک شعار اسلام مین مابہ الامتیاز خصوصیات رکھی گئی ہین۔

نماز پنجگانہ سے یہ عبادت مقصود ہے کہ اتحاد قومی ہو اور خداوند تعالیٰ کی یاد سے تزکیہ نفس ہوتا رہے۔

روزہ سے تقویٰ اور مفلسون کے ساتھ غم خوری مقصود ہے۔ زکوٰۃ سے بھی غربا کی اعانت اور امرا کی حرص کا کم کرنا مطلوب ہے۔

عیدالاضحیٰ جو حج کی تکمیل کا عنوان ہے۔ دونون قسم یعنی دنیوی و دینی مصالح اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ عید کی دینی مصلحت یہ ہے کہ ہم سال بھر مین ایک دفعہ یک جا ہو کر مذہبی جذبات کا اندازہ لگا سکین۔ اگر اصلی حالت پر قایم ہو تو سمجھ لین گے کہ مذہب زندہ ہے اور اگر بجھ رہا ہے تو قیاس ہو سکے گا کہ مذہب چراغ سحری کی طرح ٹمٹما رہا ہے۔ اگر بندگان خدا اسلام شعار اسلامی سے بے بہرہ ہو گئے ہین۔ تو اس مجمع عام مین خطیب کو اور نیز جملہ مومنین راسخین کو معلوم ہو سکے گا کہ نخل اسلام آبیاری کا طالب ہے۔ یا اس کے بار و برگ ابتک ہرے بھرے ہین۔

اگر عید مذہبی رنگت مین نمایان ہو تو ایک گونہ شبیہ اسلام ہے ورنہ تعیش کی ایک لہر ہے

جو آئے دن مسلمانون مین وارد ہو کر تباہی کا موجب ہوتی ہے۔
دنیوی خصائص کو بھی شعار اسلام مین گہرا تعلق ہے۔ ہر ایک قوم اپنی افراد و اجماع کے عزت کی نمایش کی فطرۃً خواہان ہوتی ہے۔ اسلام نے سال بھر مین دو عیدین اس غرض سے تجویز فرمائین کہ مسلمانون کا اتحاد۔ ان کی یگانگت۔ ان کے اسلام کی سچی تصویر غیر مسلمون کے سامنے پیش ہو کر ایک گونہ تبلیغ اسلام کا کام سر انجام پاتا رہے۔ یہ بھی واضح ہوتا رہے کہ اسلام جسکی اشاعت و خبر گیری کرنے کے لئے کوئی ظاہری سیدنہ نہین ہے۔ باوجود ایسی رکاوٹون کے اپنی صداقت کی مشعل ہاتھ مین لئے ہوئے دنیا مین زندہ موجود ہے۔
دنیوی سوسائٹیان۔ انجمنین اور کانفرنسین جو آئے دن اہل مغز کی حسن سعی کا نتیجہ ہو کر قائم ہوتی رہتی ہین۔ وہ سب فانی ہوتی ہین۔ لیکن بانیٔ اسلام خود خدائی قدوس ہے۔ جس کی بنائی ہوئی اسلامی انجمن کو کسی دیگر سرپرست کی ضرورت نہین ہے۔ بوجہ اس کی صداقت کے اس کا سالانہ اجلاس خواہ مخواہ مقررہ ایام مین ہو جاتا ہے۔ اور علاوہ اس کے اس اجلاس سے ایک یہ بھی فائدہ متصور ہے کہ اگر دینی یا دنیوی مصالح کے لئے کسی تجویز کی ضرورت پیش آئے تو اس جلسہ مین پیش ہو کر کثرت راے سے اس کا فیصلہ ہو جایا کرے اور دین کامل اپنے پورے کمال سے دنیا مین قائم رہے۔
اگر عید شعائر اسلام کا نمونہ لئے ہو اور منشاے آیتہ کریمہ دین کی تکمیل کا اظہار کرتی ہو۔ مذہبی روح کو زندہ کرتی ہے۔ عہد محبت کی۔
تجدید کرتی ہے۔ کارنامۂ اعمال دینی کو دنیا کے سامنے بطور نمونہ پیش کرتی ہے۔ خدا کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانون کو اتفاق۔ یگانگت۔ اتحاد کا سبق دیتی ہے اور اُمت مرحومہ کے ہر فرد کو ایک نظام مین مربوط کرتی ہے اور اخلاق اسلامی کی پوری شبیہ ہے کہ تہمیات کا فوٹو۔ تو بے شبہ وہ عید اسلامی ہے۔ ورنہ محض نمایش ہے اسراف ہے اور ایک کھیل کا دن ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔
محمد لطیف منشی فاضل مختار عدالت۔

ظالم پودے

ماخوذ از اودہ اخبار سنہ ۱۹۱۵ء

مسٹر ایل۔ ایس۔ بیسٹن صاحب لکھتے ہیں۔
کئی پودے کیڑون اور جانورون کو شدید صدمے پہنچاتے ہین۔ اور پودے محض اپنی ہستی کو برقرار رکھنے کے لئے کیڑون کا مجبوراً شکار کرتے ہین۔
ڈارلنگ ٹوبیا نامی پودا عموماً پردار کیڑون کو پکڑتا ہے۔ اس کی ڈالیون کے سرے پر پتے ہوتے ہین۔ جن سے کہ شہد جیسا لعاب نکلتا ہے اور میٹھا اس کیڑون کو اپنی طرف کشش کرتی ہے۔ اور پتون کے نچلی طرف خلا واقع ہونے پر یہ کیڑے خوب پھنس جاتے ہین۔ اس ٹوپی کے اوپر کے سرے پر شفاف ریشون سے کئی ایک کھڑکیاں بنجاتی ہین۔ جب کوئی مکھی باہر نکلنا چاہتی ہے تو وہ قدرتی طور پر ان کھڑکیون سے آنیوالی روشن شعاعون کی طرف دوڑ پڑتی ہین اور باہر نکلنے کی سرگرم کشمکش سے مکھی اپنی ہلاکت کا موجب بنتی ہے۔
جیوم نامی پھول مین اس سے بھی عجیب مثال ملتی ہے۔ اس پھول مین چھوٹے چھوٹے کانٹے ہوتے ہین۔ مکھیون کی ٹانگیں ان کانٹون مین جکڑ جاتی ہین ان کا چھٹکارا تو کسی طرح ہو ہی نہین سکتا۔ لہذا ان کی موت بری طرح سے واقع ہوتی ہے۔

(وحشت انگیز کانٹے)

جنوبی امریکہ مین ایک پھل بنام مارٹینا ہوتا ہے جو بڑے غضب کے کانٹون سے مسلح ہوتا ہے۔ کئی پھلون کے کانٹے پانچ پانچ چھ چھ انچ لمبے ہوتے ہین اور لطف یہ کہ وہ سب سیدھے نہین بلکہ ٹیڑھے اور خمدار ہوتے ہین۔ کہین اُڑتا پھرتا جانور اس کی زد مین آگیا تو بس بیچارے کی بوٹی بوٹی چھلنی ہو گئی اور یہی کہا جاتا ہے کہ بعض اوقات بیل بھی ان کانٹون سے بڑی اضطرابی کی حالت مین پریشان ہو جاتے ہین

(صرف پھل سے شیر کی ہلاکت)

جنوبی افریقہ کا ایک پھل بنام ہیگو فیٹن چھوٹا سا پودا ہے۔ جسمین بہت بڑے بڑے پھل ہوتے ہین اور پھلون مین۔ بڑے کھنے کانٹون کی جھالری ہوتی ہے۔ جب کوئی بھیڑ بکری یا ہرن گھومتا ہوا اس پودے کے اوپر سے گزرتا ہے۔ یہ جانور کے پیر کے پٹھون مین کھب جاتے ہین۔ بیچارہ جانور ادھر ادھر لنگڑاتا ہوا پھرتا ہے اور اسی حالت مین ہفتے گزر جاتے ہیں۔

ایک ہرن کے پانوٗن مین یہ کانٹے پیوستہ تھے اور کسی شیر نے اس پر حملہ کیا۔ جب شیر نے اس کا گوشت کھانا شروع کیا تو خمدار کانٹے اس کے مٗنہ مین آ گئے۔ جبڑون مین کانٹون کا پہونچنا ہی تھا کہ انھون نے مٗنہ کے سب حصون کو خوب دبوچ لیا۔ درد اور تکلیف کے باعث شیر اپنا منہ بھی بند نہین کر سکتا تھا اس طرح پر جانورون کا بادشاہ گزر جاتا ہے۔

رسوم مین عجیب اختلافات

ماخوذ از ظل السلطان۔ بھوپال بابت اکتوبر ۱۹۱۵ء

غلط فہمی باہمی حقارت اور نفرت دنیا سے اس وقت اٗٹھ جائیگی۔ جب ہم فرداً فرداً یا ہماری قومین اس بات کا احساس پیدا کرلین گی کہ دنیا کے تمام مراسم اور تمام قواعد و قوانین تہذیب جو ہماری نظرون مین عجیب و غریب معلوم ہوتے ہین۔ کسی ملک اور کسی قوم مین اس کی ضروریات یا کسی اور وجہ سے رائج ہین۔ جو لوگ ہماری تہذیب اور ہمارے رسوم پر اعتراض کرتے ہین۔ کوئی وجہ نہین کہ اٗن سے نفرت یا تضحیک یا تحقیر کے برتاؤ کا اظہار کیا جائے۔ مین نے ایک مرتبہ پیرس مین دیکھا کہ ایک انگریز (باشندۂ انگلینڈ) جا رہا تھا۔ اٗس کے داہنے جانب سے ایک گاڑی گزری تو وہ فوراً آگ بھبوکا ہو گیا اور گاڑی والے سے ڈانٹ کر پوچھا۔ کیون گاڑی داہنی طرف چلاتا ہی اس نے جواب دیا۔ یہان کا یہی دستور ہے۔ آپ نے بڑی نفرت سے کہا۔ کیا واہیات دستور ہے۔ (کیونکہ انگلینڈ مین گاڑیان بائین جانب چلتی ہین) جب کسی کو پیرس کے بازارون مین گزرنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ اس نے دیکھا ہوگا کہ دوکانون کے صدر دروازے برہنگی تصویرون کی آرائش ہوتی ہے اور یہ تصویرین پرانی یادگارون اور قدیم نقاشیون کی نقل ہوتی ہین۔ اگر کوئی انگریز دوکاندار بھی ایسا کرنے کی جرأت کرے۔ تو یقیناً سزا کا مستوجب ہوگا۔ انگلینڈ مین بھی اگر ایسی آرائش شروع ہو جائے تو تباہی اخلاق سے تعبیر کیا جائے گا۔ انگریز لڑکیان دوکان مین داخل ہوتے وقت آنکھین کھلی نہ رکھ سکین گی۔ لیکن فرانس کی شریف سے شریف اور نیک سے نیک لڑکی دوکانون مین بلاتکلف داخل ہوتی ہے اور کوئی غیر معمولی

علامت اس کے چہرے سے ظاہر نہین ہوتی - یہہ چیزین جو انگریزون کی نگاہ مین قابل سزا ہین - اگر
فرانس سے نکال بھی لیجاہین تو میرے خیال مین اہل پیرس کی سوسائٹی مین کوئی فرق محسوس نہ ہوگا
لیکن جب ہم مشرق و مغرب کو سامنے لاکر رکھتے ہین تو پھر ایک سے بڑھکر ایک رسم جو اپنی نوعیت
مین جواب نہین رکھتی سامنے آتی ہے - جسکو ایک قوم غلط بیان کرتی ہے دوسری
اس کے سچے ہونے کا دعوی پیش کرتی ہے - جسکو یورپ والے بدتہذیبی کہتے ہین
اُس کو ایشیا والے بالکل مہذب خیال کرتے ہین جسکو انگریز غلط تصور کرتے ہین اُس
کو ہندوستانی بالکل درست مانتے ہین - مغربی تہذیب کو اعلی جانتے ہوئے ایک
گورا کالے پر تحقیر کی نظر ڈالتا ہے - لیکن وہ نہین جانتا ہے کہ گورے کی بھی بہت سی
باتین ایسی ہین جو کالے کے نزدیک قابل تحقیر ہین - لندن مین مشنری کا ایک جلسہ ہوا -
جسمین تمام عورتین ہی عورتین تہین - ایک مشنری نے ہندوستان کی عورتون کی قابل
رحم حالت کا ذکر کیا اور کثیر الازدواجی کی عجیب و غریب تصویر کھینچکر پیش کی - اس واقعہ نے
جادو کا اثر کیا - ہر ہاتھ تانبا چاندی سونا پھینکنے لگا - کیونکہ سامعین کا دل اپنی اُن ہندوستانی
بہنون کی بدقسمتی پر لرزنے لگا - جنکے گھر اور جنکی زندگی کا کوئی اور بھی حصہ دار ہوتا ہے - مین
اس جگہہ کثیر الازدواجی کی طرفداری نہین کرنا چاہتا - لیکن مجھکو اس شخص پر افسوس
ہے حالانکہ مین اس کے جرأت کی داد دیتا ہون جو ایک سے زیادہ بیوی رکھتا ہے کیونکہ
تجربہ نے بتلادیا کہ ایک بیوی کافی ہوتی ہے - اس موقع پر مجھکو ایک پر لطف واقعہ یاد آیا
ایک ہندو مع اپنے خاندان کے عیسائی ہونا چاہتا تہا - اس شخص کے دو بیویان تہین
اُس جگہہ بڑی الجھن پڑی - مشنریون کی ایک جماعت تو کہتی تھی کہ اُس مرد کو اور اُس کی
بیوی کو عیسائی کر لیا جائے - کیونکہ مذہب عیسوی کسی طرح ایک سے زیادہ بیوی رکھنے
کی اجازت نہین دیتا - دوسری جماعت کی راے تھی کہ دوسری عورت کو کیون عیسائیت
کی نعمت سے محروم رکھا جاے اور اُس کا دعوی یہ تہا کہ کیا وجہ ہے کہ ایک شخص عیسائی
ہوکر اپنی منکوحہ بیوی کو چھوڑدے اور سوسائٹی کا مجرم بنے اور یہ جماعت کہتی تھی کہ
ایک سے زیادہ بیوی رکھنا کوئی گناہ نہ تہا - بائیبل مین کہین اس کی ممانعت نہین
ہے - البتہ یہ حکم ہے کہ بشپ (پادری) ایک سے زیادہ نہ رکھے - مجھے یاد نہین کہ نتیجہ
کیا ہوا - لیکن اس واقعہ کے ذکر سے میرا مطلب صرف یہ ہے کہ ایک بات مشرق مین

رائج ہے اور قانون اُس کی اجازت دیتا ہے۔ دوسری بات جو بالکل اس کے خلاف ہو
وہ مغرب مین رائج ہے اور قانون اس کی بھی اجازت دیتا ہے۔ ہم کو چارون طرف
نظر ڈال کر وہ بات اختیار کرنی چاہیئے۔ جو موزون اور مناسب ہو۔
کئی برس گذرے کہ لندن مین میرا ایک ہندوستانی دوست طالب علم ملا اس نے
اطلاع دی کہ مالک مکان نے مجھے مکان چھوڑ دینے کو کہا۔ وجہ دریافت کرنے پر جواب
دیا کہ کچھ بھی نہین ہوا تم جانتے ہو کہ آج کل کس قدر گرمی ہے (اس سال سڑکون پر
گزرنے والون کے ہاتھ مین پنکھے نظر آتے تھے) مین باہر آمدہ مین بیٹھا ہوا تھا کہ مالک کی
لڑکی میرا ناشتہ لیکر آئی۔ مجھکو دیکھتے ہی ایسی پریشان ہوئی کہ قریب تھا کہ چائے کے
برتن اس کے ہاتھ سے گر پڑین۔ مگر اُس نے جیسے تیسے میز پر برتن رکھے اور ایکدم غائب ہوگئی
تھوڑی دیر مین اس کی مان باہر نکلی اور میرے پیرون کی طرف اشارہ کرکے کہا (اُسوقت
گرمی کی وجہ سے مین نے جوتا اُتار دیا تھا) کیا شریف آدمی اس طرح برتاؤ کیا کرتے ہین۔
آپ مکان خالی کردیجئے اور مین کوئی عذر سننا نہین چاہتی۔
اُس نے کہا کہ تم نہین جانتے کہ تم نے ایک شریف لڑکی کے جذبات کو صدمہ پہونچایا۔
مین کہنے لگا۔ شریف لڑکی جی ہان ضرور اگر آپ اُس کو شانہ کھلے ناچ مین جاتے ہوئے
دیکھتین تو کبھی ایسی رائے ظاہر نہ کرتین۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ یہان کا رواج ہے
اور اس مین کوئی نقصان نہین خیال کیا جاتا۔ تم مکان بدل دو اور آئندہ خیال رکھو کہ ننگے پیر
نہ رہنا۔
زیادہ عرصہ نہین گزرا ہے کہ مین اُس ملک مین سفر کر رہا تھا رات کو دس بجے ایک
پادری اور اس کی بیوی ایک اسٹیشن سے سوار ہونے والے تھے۔ ان دونون کو ایک
ڈبہ مین جگہ نہ مل سکی۔ مجبوراً پادری کی بیوی کو زنانہ ڈبہ مین جانا پڑا۔ ریل کی روانگی کے
وقت دونون رات بھر کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے اور حسب رواج ایک
ایک نے دوسرے کو کھلے پلیٹ فارم پر پیار کیا۔ میرے ڈبہ مین چند ہندوستانی مسافر
بھی تھے۔ اس منظر کو دیکھکر اُن کی جو حالت ہوئی وہ بیان نہین کی جاسکتی وہ ایسے
بھونچکے ہوئے کہ شاید سانس لینا بھی بھول گئے۔ اُن کے نزدیک یہ فعل ایسی بدتہذیبی
اور بے حیائی تھی کہ اُن کو کوئی لفظ اُس کی تذلیل کے لئے نہین ملتا تھا۔

ہندوستانی اپنی بیوی کو تالے کنجی مین رکھتا ہے اپنی مان یا بڑے عزیز کے سامنے بات نہین کرسکتا۔ اگر کوئی دوست خیریت پوچھے تو یہ نہین کہے گا کہ آپ کی بیوی کیسی ہین۔ بلکہ وہ کہیگا آپ کے گھر مین کیسی ہین۔ اگر خاوند اور بیوی ساتھ سفر کرتے ہون توکسی عزیز یا ملازم کے ذریعہ سے کوئی بات چیت ہوگی۔ کم درجہ لوگون کی ہی جو پردہ کی پابند نہین یہ حالت ہے کر میان بیوی کہین چلین تو ساتھ نہ ہونگے۔ ایک آگے دوسرا پیچھے۔ اگر کوئی ضروری بات کرنا ہو تو تب بھی ضروری فاصلہ کا لحاظ ضرور رہیگا۔ یہ سب کیا ہے ملک کا رواج ہے۔

برانیٹس مین۔ مین ایک پنجابی دوست کیساتھ سمندر کے کنارے پر ٹہل رہا تہا وہ ایک جگہہ لیا یک رُک گیا اور مجھسے کہنے لگا کہ اس سے بڑھکر اور کیا شرم کی بات ہوگی۔ اس کا اشارہ اُن چند لوگون کی طرف تہا جو کپڑے اُتار کر نہانے یا پیرنے چلے گئے۔ مجھکو نہ معلوم کس طرح ایک واقعہ یاد آگیا۔ مین نے کہا تم نے .... دشہر کا نام لیک جہان کا یہ شخص رہنے والا تہا اور جہان مین ایک مرتبہ گیا تہا۔ ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک تالاب دیکہا ہوگا۔ مین نے اس طرف گذرتے ہوئے عورتون کی جماعت دیکھی جو لباس سے نہایت شریف معلوم ہوتی تہین۔ پیشتر اس کے کہ مین یہ سوچون کہ ان کا مطلب کیا ہے مین نے دیکہا وہ جسم سے تمام لباس علحدہ علحدہ کرکے پانی مین کود گئین۔ کچہہ عورتین وہان سیڑہیون پر بیٹہے دہو رہی تہین۔ اور سامنے دجس کا فاصلہ زیادہ نہ تہا) مرد نہا رہے تھے۔ جنکی چہوٹی چہوٹی لنگوٹین لگی ہوئی تہین۔ میرے دوست نے جواب دیا کہ یہ تو پنجاب کی رسم ہے۔ مین نے کہا کہ یہہ یہی یہان رسم ہے۔ پس ان کو اسیطرح چہوڑو اور آگے چلو۔ یہ شخص کہتا تہا کہ وہ پھر کبھی اُس طرف نہین گیا۔ معلوم نہین اپنے ملک کو واپس جاکر اس نے یہ رسم اُٹھائی یا نہین۔ لیکن اگر کسی مرد کو ایسی حالت مین دیکہہ پایا ہوگا تو بغیر تہپڑ مارے نہ رہ سکا ہوگا۔ اُن جوان لڑکیون کو دیکھو جنہون نے اپنے سسرال والون سے بات کرنا تو کجا اُن کی شکل بھی نہ دیکھی ہوگی۔ اُن کی شرم سے لوگون کو اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ دنیا کیسے بسر کرینگی۔ لیکن انہین کو گنگا یا کسی اور تیرتہہ گاہ پر اشنان کرتے ہوئے دیکھو سب شرم وحیا رخصت ہوجاتی ہے۔ اگر تم اس جماعت کو دیکھو جو سڑک پر اچھے اچھے کپڑے پہنے گاتی ہوئی جاتی ہے۔ تو تمکو معلوم ہوگا کہ سب عورتین ایسی ہین جو عموماً گہرون مین رہتی ہین اور کسی تہوار یا شادی کی تقریب مین باہر نکلنے کا

موقع ملتا ہے تو خوب دل کھول کے اور حلق پھاڑ کے گاتی ہین۔ نہ کسی کی ہنسی کی پروا ہوتی ہو نہ کسی کے بُرا ماننے کا خیال۔

لباس اور لباس کے رنگ کا خیال بھی نہایت دلچسپ ہے۔ سفید لباس یوروپ والون کے نزدیک خوشی کی علامت ہے۔ تمام مذہبی رسوم کے وقت سفید کپڑے پہنے جاتے ہین۔ دولہن شادی کے وقت سفید پوشاک پہنتی ہے۔ سیاہی کا لین نشان ہی نہین ہوتا سیاہ رنج وغم کے موقعون کے لئے مخصوص ہے۔ اب ایک ہندو بیوہ کو دیکھو اس کا لباس سفید ہوگا۔ اگر حاشیہ پر رنگین بیل بھی ہو تو کپڑا سفید ہی رنگ کا ہوگا۔ اور اس رنگ کے بدلنے کی اس کو اجازت نہین ہوتی۔ جو پوشاک اوس کی یورپ والی بہنین خوشی کے موقعون پر پہنتی ہین ان کے رنج والم کا نشان ہوتی ہے۔ اس کے خلاف مسلمانون کے یہان رنج مین سبز کپڑے پہنے جاتے ہین۔ چنانچہ محرم مین حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی شہادت کی یاد مین مرد عورت سب سبز پوش ہوتے ہین۔ دکن کی عجیب رسم ہے جو تمام دنیا سے نرالی ہے۔ اچھے کپڑے پہننا اور پورے کپڑے پہننا تعظیم کی علامت ہے یورپ مین اور ایشیا مین بھی جب اپنے سے بڑے سے ملاقات کرتے ہین۔ تو اچھی پوشاک پہنی جاتی ہے بادشاہون کے دربار کی خاص پوشاک ہوتی ہے۔ ہندوستان کے بادشاہ جن کو سرفراز کرنا چاہتے تھے۔ اُن کو خلعت عطا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نظام نے بھی مہاراجہ کشن پرشاد کو وزیر بناتے وقت کئی لاکھہ کا خلعت عطا کیا تھا۔ لیکن دکن کی بعض ریاستون مین بالکل اس کے برخلاف رواج ہے ٹراونکور اور کوچن کے مہاراجہ اور کالیکٹ کے زمیورن کے سامنے اُن کی رعیت اُس وقت تک نہین آتی جب تک اپنے اوپری حصہ جسم کے تمام کپڑے اوتار کر صرف پیٹھ پر ایک کپڑا نہ لپیٹ لے نہ صرف مرد بلکہ عورتین بھی اسیطرح تعظیم کیا کرتی ہین۔ مہاراجہ کے محل کی عورتون کو پیٹ ڈہانکنے کی سخت ممانعت ہے اور چھوٹے لوگون مین جسم کے اوپری حصہ پر کپڑے پہننے کی سزائین مقرر ہین نہ مرد اور نہ عورتین اسکو محسوس کرتی ہین کہ کھلے پیٹ پھرنا بدتہذیبی ہے۔ ساحل ملابار کے با عزت اور تعلیم یافتہ خاندان اسی طرح نظر آتے تھے۔ البتہ اب چونکہ بیرونی دنیا کے ملنے کا زیادہ اتفاق ہوتا ہے۔ اس لئے یہ دستور کم ہوگیا ہے۔ سر کے لباس مین بھی بڑے بڑے اختلاف ہین۔ مغربی لوگ جب کسی مکان مین داخل ہوتے اور خصوصاً کسی مذہبی جگہہ مین تو اپنی ٹوپی

تعظیماً اُتار لیتے ہین - کاروبار کی جگہ ایسا نہین کرتے - البتہ فرانس والے دوکانون پر لڑکیون کو بیٹھا دیکھکر اُن کی تعظیم کے لئے ٹوپی کو چھو لیتے ہین - تمام عام یا خاص جلسون مین لوگ ننگے سر بیٹھتے ہین - سوا ہاؤس آف کامنس کے جہان ممبر ٹوپی نہین اُتارتے اور اگر اُتارتے ہین تو صرف صدر کی تعظیم کے لئے - لیکن جب کوئی ممبر تقریر کرنے کھڑا ہوتا ہے تو پہلے ٹوپی اُتار لیتا ہے - یورپ مین صرف یہودی مذہبی موقع پر سر ڈھکے نظر آتے ہین - مگر یہ پرانے لوگ ہین اور پرانے رسوم کے پابند ہین - مگر جب کوئی یہودی عیسائی عبادت گاہ مین داخل ہوتا ہے تو اپنی ٹوپی اُتار لیتا ہے - حالانکہ پرانی قومین ایسا نہین کیا کرتین - چنانچہ شاہ ایران جب ۱۸۷۳ء مین سینٹ پال گرجا دیکھنے آئے تھے تو انھون نے اپنی ٹوپی نہین اُتاری تھی -

بہت سے رسوم ایسے ہین جو قطعی بے معنی ہین لیکن مشرق و مغرب مین تعظیم کے چند دستور مین جو اختلاف ہے وہ بے وجہ نہین ہے - مثلاً سرد ملک مین پیر ڈھکے رہنا ضرور ہے اور گرم ملکون مین اس کی کوئی ضرورت نہین - اور ہم اس پرانی رسم کی کہ بڑے شخص سے ملتے وقت یا کسی مجلس مین شریک ہوتے وقت جوتے اُتار دیا کرتے ہین یہی وجہ کہہ سکتے ہین - یہ رسم دکن مین زیادہ رائج ہے اور شمالی ہندوستان مین بہت کم - جسطرح ہم نے جوتا اُتار دینے کی وجہ بتائی اسی طرح ہم کہہ سکتے ہین کہ ٹوپی اُتار لینا عجز و انکساری کی علامت ہے - چونکہ پیرون پر پگڑی انتہائے عاجزی کے وقت ڈالی جاتی ہے یہ دستور عام پرانی اقوام مین رائج ہے - سوا بنگالیون کے جن کے قومی لباس مین ننگے سر رہنا بھی شامل ہے - جیسا کہ برہمن اور بنگال کا شودر دونون انھین کی نسل سے ہین جو شمالی ہندوستان مین آئے تھے تو پھر بنگالیون کا عام قاعدہ کے خلاف عمل کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے - کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بنگالیون نے اس زمانہ کے وحشیون کا یہ طریقہ اختیار کیا - جس سے دماغ کو آرام ملتا ہے - اور جس سے دماغ کی قدرتی نشو و نما مین ترقی ہوتی ہے - کچھ ہی وجہ ہو لیکن یہ بھی ایک اچھا اختلاف ہے -

ترجمہ
سید عبد الکریم
متعلم محمڈن کالج علی گڈھ -

لڑکی کی زندگی ہندوستان میں

ایک دفعہ مجھے ایک انگریزی صاحب کی زبانی یہ جملہ "ہندوستان مین لڑکیون کی زندگی کچھہ نہین ہے" سننے کا اتفاق ہوا - اُس ہی وقت سے مین اس مسئلہ پر غور کر رہا ہون اس مین شک نہین کہ یہہ جملہ بہت کچھہ صداقت کا پہلو لئے ہوئے ہے اور بالکل واقعات پر مبنی ہے - اگر ہم کسی لڑکی کے مقصد زندگی پہ غور کرتے ہین - تو سوا اس کے کچھہ نظر نہین آتا - کہ اُس کو ایک معیاری متاہل زندگی کے لئے تیار کیا جاتا ہے - لیکن ہم یہہ بتلانا چاہتے ہین کہ جو صورتین ہم اس مقصد تک پہونچنے کے لئے اختیار کرتے ہین - وہ کہان تک مستحسن ہین -

پیدایش کے بعد ہی سے اُسے مکان کی چہار دیواری مین مقید کر کے رکھا جاتا ہے - جس کا اثر اس کے جسمانی اور دماغی قوی پر پوشیدہ طور پر پڑتا رہتا ہے - اس نازک غریب پودے کو کبھی اتنا موقع نہین دیا جاتا کہ کشادہ میدان کی صاف اور تازہ ہوا کھا سکے اور آفتاب کی روشن شعاع اس پر پڑ سکین - اسکو اس قدرتی نشو و نما کے ذرائع سے محروم رکھکر مصنوعی شیشہ کے مکان مین بند کیا جاتا ہے - جسکی وجہ سے وہ نہایت کمہلائی اور ٹھٹھری ہوئی حالت مین پڑی رہتی ہے -

عالم طفولیت مین لڑکے اور لڑکیان مصائب کے برداشت کرنے مین برابر کی حصہ دار ہوتی ہین - دونون تازہ اور کشادہ ہوا سے محروم رہتے ہین کہ ان کے لئے کچھہ اس قسم کے کھیل فراہم نہین کئے جاتے ہین جو تفریح پیدا کرنے کیساتھہ جسم اور دماغ کے لئے ورزش کا کام دین اور اس طرح ان کا دل و دماغ بغیر تندرستی بخش غذا حاصل کئے ہوئے رہ جاتا ہے - حکما کا قول ہے کہ اٹھارہ مہینے سے تین برس کی عمر کے درمیان مین بچّون کی عادات اور خصائل پہ جس قسم کا اچھا یا برا اثر پڑتا ہے اس مین ڈہل جاتے ہین - جس طرح کا بھی مرد یا عورت بننا ہو اس کی بنیاد اس ہی زمانہ مین پڑ جاتی ہے - اب اس امر پہ ناظرات خود غور فرمائین کہ یہ تربیت کا زمانہ کس قدر لاپروائی اور بے توجہی کی حالت مین گزرتا ہے -

بچہ ایک نرم تودہ مٹی کی طرح ہوتا ہے - اس زمانہ مین اس پر جسطرح کے بھی نقش

پڑجاتی ہیں - وہ خشک ہونے پر اسی طرح مستحکم ہوجاتے ہیں کہ اُس کا دور کرنا محال ہوتا ہے لڑکی طبعاً لڑکے کے مقابلہ میں بہت زیادہ نازک طبع ہوتی ہے اور ہر بات کا اس کو بہت جلد احساس ہوتا ہے - اس پر جس قسم کا بھی اثر ڈالا جائے بہت جلد قبول کرلیتی ہے اگر ایک لفظ بھی اس سے ترش روئی سے بولا جائے تو اُس کا نازک دل چھوئی موئی پودے کی طرح کمہلا جاتا ہے -

بچون کے لئے ہوا خوری اور ورزشی کہیل کا انتظام نہ کرنے کی وجہ والدین کی کم استطاعت اور غربت بتلائی جاسکتی ہے - حقیقتاً بیشتر صورتون مین یہی وجوہ سد راہ ہوتے ہین مگر قابل افسوس تو یہ امر ہے کہ جو والدین ان باتون پر قادر بھی ہوتے ہین وہ لاپروائی کی وجہ سے ان امور پر کچہہ توجہ نہین کرتے وہ یہ نہین سمجھتے کہ لڑکیون کی جسمانی صحت اچھی ہونے کی کس قدر ضرورت ہے - کیونکہ یہی لڑکیان ایک زمانہ مین مائین ہونگی اور جب تک کہ یہ خود تندرست اور توانا نہ ہون - بچون کے تنومند ہونے کی توقع کرنی عبث ہے - جب ہم لڑکی کے بچپن کے زمانہ سے لڑکپن کے عمر کی طرف نظر کرتے ہین - تو وہ اور بھی زیادہ قابل تاسف ہوتا ہے - بچپن مین لڑکون اور لڑکیون کی حالت مین زیادہ تفاوت نہین ہوتا - لیکن جونہی وہ تعلیم کے زینہ پر قدم رکھتے ہین تو دونون مین ایک بین فرق ہوجاتا ہے - لڑکے بڑی بڑی تمناؤن اور آرزون کے ساتھ مدرسون مین داخل کئے جاتے ہین - جہان کھلے میدانون مین اُن کے کہیل اور ورزشون کا انتظام ہوتا ہے -

اب لڑکیون کی حالت پر غور کیجئے اُن لڑکیون کی جسمانی ورزش کا تو ذکر ہی نہین جو سکولون پر تعلیم پاتی ہین - (بلکہ ایسے بھی معدودے چند ہی گھر ہین جہان تعلیم نسوان کو جائز تصور کیا جاتا ہے) لیکن لڑکیان مدرسون مین محض اس مقصد سے داخل کی جاتی ہین کہ کلام مجید پڑھ لین اور کچہہ اپنی مادری زبان آجائے جسمانی ورزش اور کہیل تفریح کا اہتمام کجا اس اعلی مقصد زندگی کے حاصل ہوجانے پر وہ مدرسہ سے اُٹھا لیجاتی ہین اور گھر کے کام دہندون مین پہنس جاتی ہین - چونکہ لڑکپن مین اُن کے قوی اچھی نشو ونما نہین پاتے - اس لئے ۲۵ برس کی عمر تک پہونچنے پر ضعیفی کے آثار اُن کے چہرون پر نمایان ہوجاتے ہین - چہرے پر جہریان پڑجاتی ہین - رنگ زرد ہوجاتا ہے

چلنے مین ایک خاص کمزوری نظر آتی ہے اور کسی نہ کسی مرض کا شکار ہو کر دنیا کو خیرباد کہہ جاتی ہین۔

آج ہم مغربی اقوام کو جو تعلیم اور تہذیب مین یکتا پاتے ہین - اس کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ اُن کی مائین علاوہ تعلیم کے زیور سے مزین ہونے کے جسمانی صحت مین بھی پوری ہوتی ہین اور وہ اس کی اہمیت سے بخوبی واقف ہوتی ہین جسکی بدولت وہ اپنے بچون کی جسمانی صحت کا خیال رکھتے ہوے تعلیم اور تربیت کرتی ہین - اور اس ابتدائی اچھی بنیاد پر ایک روز وہ فخر قوم اور رشک عالم بنتی ہین - اس لئے اگر ہم بطور ایک زندہ قوم کے زندہ رہنا چاہتے ہین تو ہمین چاہیئے کہ علاوہ عورتون کو تعلیم دلانے کے اُن کی جسمانی ورزش کا بھی اہتمام کرین -

(ترجمہ) سید عبد الجلیل متعلم محمڈن کالج علیگڈھ

کیا درخت سنتے اور ڈرتے بھی ہین

ماخوذ از رہنمائے تعلیم لاہور - اکتوبر ۱۹۱۵ء

سریان ڈاکٹر بوس نے یہ تو ثابت کردیا ہے کہ درختون مین سب باتین موجود ہین - جو حیوانات مین ہین - وہ کھاتے پیتے - سوتے جاگتے ہین - تکان اور زہر کو محسوس کرتے ہین رنج اور خوشی سے متاثر ہوتے ہین - بجلی کی لہرون کے اثر کو لیتے ہین - لیکن اخبار پنجابی مین ایک صاحب عجیب تجربہ بیان کرتے ہین - وہ لکھتے ہین کہ ہمارے باغ مین آمون کے بہت سے درخت ہین ایکدرخت دس سال سے پھل نہین دیتا تھا - لوگون نے کہا کہ درخت کے نیچے جا کر کہو کہ اگر پھل نہین دوگے - تو کاٹ ڈالے جاؤگے - اور ایک آدمی سے دو ایک ضربین کلہاڑے کی لگوا دو - مگر ایک تیسرا شخص یہ کہے کہ اب کے سال معاف کردو - اگر آیندہ پھل نہ دیگا - تو کاٹ ڈالا جائیگا - دسمبر اور فروری دو مرتبہ یہی ڈھونگ کیا گیا اور مارچ کے آخر مین درخت پر بور آگیا - عقل مین تو بات نہین آتی کہ درخت دھمکی مین آکر پھل دینے لگے - ممکن ہے کہ کلہاڑے کی ضرب سے اپریشن ہو جانے سے اس کا مرض بانجھ پن دور ہو گیا ہو -

جنتری سے متعلق چند نکات کہ کوئی صدی جمعہ - یکشنبہ اور چہارشنبہ سے

شروع نہیں ہوا کرتی ہر سال کی جنتری ہر چھین سال پھر کار آمد ہو سکتی ہے - اکتوبر کی پہلی تاریخ اسی دن ہوگی - جس روز جنوری کی پہلی ہوئی تھی - اسیطرح یکم جولائی سے یکم ستمبر اور یکم دسمبر بلحاظ دن کے مطابق ہوا کرے گی - فروری - مارچ اور نومبر ہمیشہ سے ہر سال ایک ہی دن شروع ہوا کرتے ہیں اور ان میں کبھی مطابقت نہیں ہو سکتی ہر سال کا پہلا اور آخری دن ہمیشہ ایک ہی ہوا کرتا ہے - یعنی اگر یکم جنوری کو بدھوار ہو تو ۳۱ دسمبر کو بھی بدھوار ہی ہوگا -

امریکہ میں ایک نیا طریقہ تعلیم

دماغی آزادی کی ضرورت

ماخوذ از وکیل امرتسر ۶ نومبر ۱۹۱۵ء

مہرپنامہ کی یادگار میں جو عظیم الشان نمائش ممالک متحدہ امریکہ کے شہر فرانسسکو میں ہوئی - اس میں ایک نئے طریق تعلیم کے متعلق ایک کانگرس بھی ہوئی تھی اسمیں اس جدید طریقہ کے بانی ڈاکٹر میریا منٹسوری نے ایک دلچسپ تقریر کی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے -

تعلیم اور دماغی آزادی یہ کہا جاتا ہے کہ تعلیم میں کامل آزادی کا ہونا ضروری ہے یعنی بچے کی رہنمائی کرو اور اس کو پیروی کرنے دو - یہ خیال بہت شاندار ہے - آزادی کے معنی زندگی کے ہیں - پرندوں کی آزادی پرواز کرنا ہے اور پودوں کی آزادی نشو و نما پانا - پرندے اڑنے میں آزاد ہیں - اور پودے پھولنے پھلنے میں - اور دونوں اپنی اپنی زندگی کے قوانین کی متابعت کرتے ہیں - اسیطرح موجودہ زمانہ کے خیال کا مثبت پہلو بچے کی زندگی کی اصلاح کرنا ہے مثبت سائنس نے بچوں کے لئے بہت کیا ہے اس نے انہیں تندرست اور خوبصورت بنا دیا ہے اس نے انہیں بیماری اور قبل از وقت موت کے خطرات سے آزاد کر دیا ہے -

اگرچہ بچے کو نشو و نما حاصل کرنے میں آزادی ہے - لیکن ہم اسے نشیلی چیزوں کے استعمال کی اجازت نہیں دیتے - کیونکہ یہ اسکی نشو و نما کے خلاف ہے - ہم اس کی فطرت کے قوانین کا لحاظ کرتے ہیں - کمزور غذا بیماری اور موت کا باعث ہوتی ہے - قوانین صحت کی مناسب نگہداشت بچے کو جسمانی آزادی بخشتی ہے اسیطرح مناسب تعلیم اسے دماغی آزادی عطا کرتی ہے -

سبق کی خاص غرض بچہ بذاتہ ایک انکشاف ہے۔ اس کو خواہش در شخصیت
کی بندشوں سے آزاد کردو میرے طریقہ تعلیم کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ استاد مجموعی حیثیت
کی نسبت بچوں کے ساتھ انفرادی حیثیت سے کام کرے اور ان کو ایسے سبق دے جو
مختصر سادہ اور پر معنی ہوں اور جن میں کوئی غرض پنہاں ہو۔ الفاظ جتنے کم استعمال
کئے جائیں گے سبق اتنا ہی مکمل ہوگا۔ سبق کی سب سے بڑی اور ضروری خوبی
یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کسی غرض پر مبنی ہو اور اس قسم کا استاد کی ذات بچے کی نظروں سے
اوجھل ہو جائے اور صرف وہی غرض اس کے سامنے رہ جائے۔ جس پر استاد بچے
کی توجہ کو مائل کرنا چاہتا ہے۔

تعلیم بطور ایک ورزشی آلہ کے با این ہمہ استاد کو ہمیشہ بچے کی پوری پوری نگرانی کرنا
لازم ہے۔ مثال کے طور پر استاد کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا بچہ ایک خاص سبق میں
دل چسپی لیتا ہے یا نہیں اس کو کس طرح اس میں دل چسپی لینے پر راغب کیا جاسکتا ہے
اور کب تک معلمہ کو بچے کے چہرے کی علامات کا بھی مشاہدہ کرنا چاہیئے اور اس کی
رہنمائی اس اصول سے کرنی چاہیئے جو اسے ذاتی فعل کی آزادی دے۔ اگر معلمہ یہ
معلوم نہ کرسکے کہ بچہ اس سبق کو وبال جان محسوس کرتا ہے اور اس کی نگاہ غیر مطمئن ہے
تو کامیابی مشکل ہے۔ معلم کو چاہیئے کہ بچے کو بدمزہ سبق کو بار بار رٹنے پر مجبور نہ کرے اور
بچے کو کبھی یہ محسوس نہ ہونے دے کہ میں نے سبق کو نہیں سمجھا۔ اگر بچے کا دل سبق کو
حاصل کرنے کے لئے آزاد ہو تو وہ اسے دو سیکنڈ میں ذہن نشین کرسکتا ہے۔
مشق کے ذریعہ سے سبق کا بار بار دہرانا اندرونی نشوونما کا وسیلہ ہے۔ جب بچہ
بغیر کسی وقت کے سمجھ سکے تو اس کو خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے ہم ہر ایک چیز
کو ورزشی آلہ کی شکل میں تبدیل کرتے ہیں۔ یہ بیرونی طور پر تعلیم حاصل کرنے سے مختلف
ہے۔ جب ہم بچہ کی جگہ خود کوئی کام کرلیتے ہیں تو ہم اس کو پیچھے ہٹا دیتے ہیں۔ کیونکہ
متابعت بچے کی نشوونما کو پیچھے ڈال دیتی ہے۔

آزادی کا تعلق بداخلاقی سے - پرانے تعلیمی طریقہ والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اخلاق
تعلیم کے ذریعہ سکھانا چاہیئے اور آزادی بداخلاقی کی تعلیم دیتی ہے۔ لیکن میرا عقیدہ
یہ ہے کہ بچے میں اخلاق باہر سے نہیں ڈالا جاسکتا۔ بچے خلیق ہوتے ہیں۔ تجربہ سے اکثر

پوچھا جاتا ہے کہ شریر بچون کو کس طرح پڑھانا چاہئیے؟ - لیکن در حقیقت شریر بچے دنیا ہی
نہین پیدا ہوئے - پرانے وقتون مین بچے رلائے جاتے رہتے تھے - اُن کا رونا تکلیف کی وجہ سے ہوتا تھا
آج کوئی تکلیف کی وجہ نہین ستاتی بلکہ شیطانی اپنے کرنے کی خواہش ہوتی ہے -
جو بچون کو شریر بنا دیتی ہے - جب ان کی روحانی ضرورت بہم پہنچ جاتی ہے تو پھر وہ شریر
نہین رہتے - مثال کے طور پر نا قدردون کے ایک گروہ کو لیجئے - یہ گروہ ایک روٹی کے ٹکڑے
پر لڑتے ہین - اس لئے ہم انہین بُرے آدمی کہتے ہین - لیکن جب ان کی یہ ضرورت پوری ہو
جائے تو پھر وہ روٹی کے ٹکڑے پر نہین لڑتے - پس ہم انہین اچھے آدمی کہتے ہین -
یہی حال بچون کا ہے - جب ان کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو وہ خاموش ہو جاتے
ہین - اگر بچے کی دماغی ضرورت پوری کر دی جائے تو وہ اچھا بچہ بنتا ہے - بچے کو کھیلنے
کی خواہش ہوتی ہے - اگر اس مین پہلے سے محبت کا مادہ موجود نہ ہو تو ہم اس کے
دل مین محبت نہین ڈال سکتے -

شاگردون کی آزادی | تعلیم کے متعلق ایک ادنیٰ امر ہے - وہ یہ کہ ہم خوبصورت
روحین پیدا کئے گئے ہین - خیال کی آزادی کی فتح نے نامعلوم وقتون سے زندگی کے
لئے پھیلنے کا راستہ پیدا کیا ہے - ہم قدم بقدم شاہراہ ترقی پر چلے آئے ہین - ہر ایک
زمانہ مین ہمین مزید ترقی حاصل ہوئی - آج ہمین جسمانی آزادی کی اتنی خواہش
نہین - جتنی کہ دماغی آزادی کی ہے - اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا خیال دوسرون
کے خیال سے آزاد ہو - کسی کا پابند نہ ہو - تاکہ ہم اپنی زندگی کے قوانین کی پیروی
کرنے کے قابل ہون - اس لئے استاد کو آزادانہ تعلیم کا طریقہ تعلیم اختیار کرنا چاہیے
شاگرد اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر ہو جائین - کہین چلے جائین اور اپنی خواہش کے
مطابق کام کرین - لیکن استاد انہین کچھ نہ کہے - وہ اُن پر اسی صورت مین نکتہ چینی
کرے - جبکہ وہ دوسرون کے آرام مین خلل انداز ہون -

عجائبات سائنس

ماخوذ از وکیل امرتسر ۳ رنومبر سنہ ۱۹۱۵ء

جانورون کو مار کر زندہ کرنا - ماسکو یونیورسٹی کے پروفیسر کچی ٹیف نے تجربہ سے

ثابت کیا ہے کہ زندہ حیوانون کو اگر منجمد کر دیا جاے تو انہین دوبارہ زندہ کرنے پر ان کی جسمانی حالت مین کسی قسم کا نقص نہین پایا جاتا اس قسم کے تجربے اول اول سرد خون والے جانورون اور کیڑون پر کیے گئے۔ ایک دفعہ تیتریون کو ایک قسم کے برتن مین بند کر دیا گیا۔ جسکی حرارت نفی ۲۳ درجے سینٹی گریڈ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے جسم کے عرقیات فوراً منجمد ہوگئے اور تمام تیتریان اصطلاحی طور پر منجمد ہو گئین۔ اس کے بعد پروفیسر موصوف نے معلوم کیا کہ اگر ان کے جسم کو رفتہ رفتہ حرارت پہنچائی جاے تو نفی ۱۰ درجے سے کم کسی درجہ پر حرارت پہونچنے سے ان مین پھر زندگی کی علامات نمودار ہو سکتی ہین۔ مزید تجربون سے معلوم ہوا ہے کہ نفی ۴/۱ ۳ درجہ سینٹی گریڈ حرارت پہنچانے سے تیتریان بہت جلد اور کامل طور پر پھر زندہ ہو سکتی ہین۔ اس کے بعد بھی تجربہ گرم خون والے جانورون پر کیا گیا۔ اب تک کل ۲۰۰ مختلف تجربات کیے گئے۔ جو سب کے سب پورے ہوے۔ یہی عمل چمگادڑون پر بھی کیا گیا اور انہین کئی ہفتون تک مردہ رکھکر دوبارہ زندہ کیا گیا۔

طیور سے موسیقی کی تعلیم یوروپ کے سائنسدان زمانہ آئندہ مین نہ معلوم کیا کچھ کرنے والے ہین۔ روزمرہ نئے نئے تجربے اور نئی نئی ایجادین اور عجیب و غریب باتین سننے مین آتی ہین۔ ابھی تک تو یہ سننے مین آتا تھا کہ ہوائی جہازون کے تجربات کے متعلق طیور کی پرواز کا مشاہدہ یورپ کے سائنسدان کر رہے ہین۔ کیونکہ تیز ہوا مین اپنے پرون کو سکیڑ کر اُڑتے ہین۔ اب سننے مین آیا ہے کہ ایک اسکول مین بچون کا گانا سکھانے کی تعلیم مین پرندون سے بہت بڑی مدد لیجاتی ہے۔ جب گانے کا وقت آتا ہے تو تمام چڑیان اپنی میٹھی میٹھی بولیون سے بولنے لگتی ہین۔ اور تمام کمرہ ان کے چہچہانے سے گونج اٹھتا ہے چھوٹی عمر کے لڑکے ان کے ساتھ ان کی بولیون کی نقل کرتے جاتے ہین۔

روشنی کا اثر دودھ پر یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہے کہ سفید رنگ کی بوتلون مین رکھا ہوا دودھ جلدی خراب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کے برخلاف سرخ رنگ کی بوتل یا سفید بوتل پر رنگ کا کاغذ یا کپڑا لپیٹ دیا جائے اور اس مین دودھ رکھا جائے تو وہ دھوپ مین رکھنے پر دس گھنٹے تک خراب ہوگا۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ سفید روشنی کا دودھ پر برا اثر پڑتا ہے اور خاصکر بیمار کے واسطے جب کبھی بھی دودھ رکھا جائے تو اس بات کا ضرور خیال رکھا جاے یعنی بجاے سفید بوتل کے سرخ مین رکھا جائے یا بوتل پر سرخ کپڑا یا کاغذ لپیٹ دیا جائے کیونکہ

اس ترکیب سے وہ خراب نہ ہوگا اور اس کا ذائقہ بھی نہین بگڑیگا۔

زمانہ حال کا جاپان

(مذہب کا غلبہ)

ماخوذ از علیگڈہ انسٹیٹوٹ گزٹ ۱۰ نومبر سنہ ۱۹۱۵ء

زمانہ حال کے جاپان کو سمجھنے سے پہلے (پرکاش کے ایک واقف کار نامہ نگار کے خیال کے مطابق ضرور ہے کہ کسی قدر واقفیت اس ملک کی قدیم تاریخ اور اس کے مذہبی۔ سوشل اور پولٹیکل انسٹیٹیوشن سے ہو۔ جاپان کی تاریخ کو پڑھنے کے وقت کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ اس ملک مین زندگی کا ہر ایک پہلو سنہ ۱۸۶۶ء تک مذہب کے ماتحت تھا۔ شخصی اور قومی زندگی کے ہر پہلو مین مذہب غالب تھا۔ حتیٰ کہ اس کی حب وطنی اور اطاعت سلطنت کی بنیاد بھی مذہب پر ہے۔ ڈہائی ہزار برس پہلے ساری تہذیب یافتہ دنیا مین تہذیب اور زندگی کی بنیاد مذہب پر تھی۔ تمام سوشل اور پولٹیکل تعمیر اس بنیاد پر کی جاتی تھی۔ قوم مین جو حاکم اعلیٰ ہوتا تھا۔ وہی قوم کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا گنا جاتا تھا۔ بادشاہ اور پوپ کے اختیارات ایک ہی شخص واحد کی ذات مین مجتمع ہوتے تھے۔ قومی بہبودی اور قومی ترقی کا مرکز قوم کا لیڈر ہوتا تھا۔ اور اس کی حیثیت مذہبی ہوتی تھی۔ مذہب عیسوی کے آغاز سے پہلے رومن سوسائٹی کی مذہبی اور پولٹیکل بندش ڈھیلی ہوگئی اور رومن سوسائٹی کے کیرکٹر مین فوجی پن زیادہ داخل ہوگیا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح کا مشن اول اول سلطنت روم مین نفرت اور مخالفت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کی تعلیم اہل روم کے قومی مذہب کے خلاف تھی۔ اس لئے وہ باغی اور اُن کی تعلیم بغاوت کے پھیلانے والی خیال کی جاتی تھی۔ جب رومن عیسائیوں پر ظلم اور تشدد کرنے لگے تو عیسائیون نے جواب مین کہا کہ ہم صرف اپنے خدا کی پرستش کرتے ہین۔ ہمسکو تمہاری پولٹیکل قانون کی اطاعت مین ہرگز کلام نہین۔ اہل روما جواب دیتے تھے کہ ہمارا قانون ہمارے مذہب پر مبنی ہے۔ اس لئے جو شخص ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ وہ ہمارے قانون کے موافق نہین ہوسکتا۔ چنانچہ وہ عیسائیون کو منافق سمجھتے تھے۔ پھر اس کے بعد جب مذہب عیسائی کو فروغ حاصل ہوا تو ایک زمانہ آیا کہ عیسائی دنیا کی تمام پولٹیکل طاقت مذہب کا باعث ہوگئی اور پوپ کی ذات مذہبی اور پولٹیکل اختیارات کا مجموعہ ہوگئی۔ پوپ یورپ کی

سلطنتوں کا افسر اعلیٰ تھا۔ جو اپنے حکم سے بادشاہوں کو تخت و تاج سے محروم کر دیتا تھا۔ اور دوسروں کو بخش دیتا تھا۔ جب تک پوپ کا زور تھا یورپ کی تمام طاقت اس کے ماتحت تھی۔ یورپ میں مذہب اور پالیٹکس کی علحدگی محض دو تین صدیوں کی کشمکش کا نتیجہ ہے ابھی پچاس برس کا بھی عرصہ نہیں گزرا کہ انگلینڈ کی دونوں مشہور یونیورسٹیاں اکسفورڈ اور کیمبرج اصل میں مذہبی بنیاد پر قایم تھیں اور مذہبی تعلیم کا مرکز شمار ہوتی تھیں۔ مذہبی پابندی ہر ایک طالب علم پر لازمی تھی۔ اب بھی اکسفورڈ کا مذہبی کرکٹر بالکل فنا نہیں ہوا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اب بھی یورپ میں پالیٹکس کی دنیا سے مذہب جدا نہیں ہوا۔ تاج پوشی کی رسوم بہت حد تک ایک مذہبی رسم ہے اور اس میں سب سے بڑا پاٹ آرچ بشپ کا ہے۔ یورپ میں فرانس اور سوئٹزرلینڈ ہی ایسے دو ملک ہیں۔ جہاں مذہب پالیٹکس سے بالکل خارج ہو چکا ہے۔ پس یہ امر کسی طرح تعجب خیز نہیں کہ جاپانی پولیٹکل سسٹم ہمیشہ سے مذہب کے تابع تھا اور اب بھی کسی حد تک ہے۔ اب کیا ہے؟ اسکو فی الحال چھوڑ کر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پہلے کیا تھا۔

جاپان کے نشو و نما کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے مختصر طور پر جاپان کی مذہبی تاریخ دی جائے۔

(جاپان کی مذہبی تاریخ)

جاپان کا قدیم مذہب شنٹو مشہور ہے۔ جس کا آغاز مردہ پرستی سے ہوتا ہے۔ جو خاندان قوم کے مردہ بزرگوں کی پرستش خیال کی جاتی ہے۔ اس پرستش کی بنا اس خیال پر ہے کہ یہ بزرگ مدت کے بعد بھوت پریت کی شکل میں زندہ اولاد کے ساتھ اپنا تعلق قایم رکھتے ہیں اور مثل زندگی کی موت کے بعد بھی ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان سے مختلف برکات مثلاً اولاد۔ دولت۔ رتبہ۔ فتحیابی وغیرہ کی دعا کی جاتی ہے۔ جاپانیوں کے اول دیوتا ان کی قوم کے بزرگ تھے۔ جو اس ملک میں آئے۔ اور جنہوں نے اس ملک کو آباد کیا۔ جن کی نسل سے موجودہ جاپانی ہیں۔ ان سب میں بڑا بادشاہ کا خاندان ہے۔ جو ڈھائی ہزار برس سے زیادہ سے قوم کا اول معبود شمار کیا جاتا ہے اور جسکی پرستش ہر ایک جاپانی پر فرض ہے۔ بادشاہ وقت نہ صرف قوم کا حاکم ہے۔ بلکہ وہ قوم کا معبود یا خدا بھی ہے۔ قوم اس سے بڑھ کر اور کسی معبود کو یا خدا کو تسلیم نہیں کرتی۔ عوام الناس اسی کو خدا سمجھتے ہیں۔

بادشاہی محل قوم کا سب سے متبرک معبد شمار کیا جاتا ہے - اب تک بھی دیہاتی بادشاہی محلات کے سامنے سر خم کرتے ہین - بادشاہ سے دوسرے درجہ پر ایک ذات یا خاندان کے بزرگ ہین - ان کے نام پر لاکھون مندر بنے ہوئے ہین ہر ایک شہر گاؤن - محلہ - علاقہ مین - اُن بزرگون کے مندر ہین - جہان اُن کی پرستش ہوتی ہے - قدامت کے لحاظ سے اُن دیوی دیوتاؤن کے درجے ہین - ہر ایک انسان اول اپنے خاندان سے شروع کر کے قوم کی ساری بنیاد کے مختلف بزرگون کی درجہ بدرجہ پرستش کرتا ہے - اُن انسانی دیوی دیوتاؤن کے علاوہ قدرت کی طاقتون وغیرہ کے لاکھون دیوی دیوتا بن گئے ہین - مثلاً اول وہ دیوتا جنہون نے زمین کو بنایا وغیرہ - دوم یہ زمین و آسمان - چاند - سورج بذات خود دیوتا شمار ہوتے ہین - سوم وہ دیوتا جو ہر ایک انسانی حالت یا زندگی کی حفاظت کرتے ہین - اُن مین درجے اور قسمین ہین - اُن مین نیک و بد کی تمیز ہے - مثلاً پیدائیش کا دیوتا - شادی کا دیوتا - موت کا دیوتا - دولت کا دیوتا - طاقت کا دیوتا - ناتوانی و غربت کا دیوتا - صحت کا دیوتا - بتلایا جاتا ہے کہ جس وقت جاپانیون کے بزرگ بر اعظم ایشیا سے جزائر جاپان مین آئے اُس وقت اُن کا مذہب محض ایک سادہ درجہ کی پوجا تھی - مردہ بزرگون کی قبرون پر کچھ رسوم ادا کی جاتی تھین - یہان آباد ہونے کے بعد ہر ایک شخص کی اولاد نے اپنے بزرگون کو پوجنا شروع کیا اور اس طرح سے ذات وار دیوتا اور علاقہ وار دیوتا بن گئے - جب اُن مین سے ایک خاندان نے دوسرے خاندانون پر زور پکڑا تو اس غالب خاندان کے دیوتا قومی دیوتا بن گئے حتیٰ کہ قوم کا لیڈر سب سے بڑا دیوتا شمار ہونے لگا - بادشاہ کا خاندان اپنے کو سورج کی اولاد بتاتا ہے - اس خاندان کی سب شاخین سورج کی اولاد ہین - اور بادشاہ وقت براہ راست سورج کا قائم مقام اور اس کی اولاد سرداروں مین سردار شمار ہوتی ہے - اول پوجا قبرستان مین ہوتی تھی پھر گھرون مین ہونے لگی - پھر گھرون اور مندرون مین ہونے لگی -

(جاپانی علم اصنام)

جس طرح دیگر مذاہب اور دیگر اقوام کے لٹریچر مین مذہب کے نام سے کچھ بے سر و پا اور دور از کار افسانے داخل ہو گئے ہین (جنہین مائتھالوجی یا علم الاصنام کہتے ہین) اس طرح جاپانیون کی بھی ایک خاص مائتھالوجی ہے - حضرت آدم اور حوا اور زمین کی پیدائیش کا

بھی اُنکے ہان ایک عجیب وغریب قصہ موجود ہے - اصل بات یہ ہے کہ دنیا کی کوئی مہذب قوم نہین جسکے لٹریچر مین - جسکے مذہب مین اور جسکی تہذیب مین اس قسم کے افسانے نہ ہون - یونان وروم - مصر - چین سب قدیم قومون کا لٹریچر اس قسم کے قصہ کہانیون سے بھرا ہوا ہے - قبل تاریخ زمانہ مین لوگ سائینس کے معمے اسی قسم کے قصون کے ذریعہ سے حل کیا کرتے تھے - خیر یہ تو جملہ معترضہ ہوا -

(جاپانی کیون وطن پرست ہین - ۹)

جاپانیون کے خیال کے مطابق چاند اور سورج جاپان کی سرزمین پر پیدا کئے گئے اور پھر ان کو آسمان مین نصب کیا گیا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان مین پہونچنے سے پہلے سورج دیوی (سورج کو دیوی کہتے ہین - جیسا کہ عرب شمس کو مونث قرار دیتے ہین) جو اولاد چھوڑ گئی وہ جاپان مین آباد ہوئی اور اس کی نسل سے موجودہ جاپانی ہین جاپانی اس طرح سے اپنے آپ کو آسمانی سمجھتے ہین اور وہ کسی دیگر نسل سے اپنا رشتہ ماننے کے لئے تیار نہین ہین - ان کے مذہب کی تعلیم کے مطابق جاپان وہ مقدس اور پاکیزہ زمین ہے - جہان سورج اور چاند پہلے پیدا ہوئے اور جہان سورج کی اولاد آباد ہوئی - اُن کے نزدیک جاپان سے زیادہ برتر دنیا کے پردہ پر کوئی ملک نہین - اور جاپانیون سے بہتر یا زیادہ پاکیزہ یا آسمانی نسل کی کوئی قوم انسانی نہین - اِن کا بادشاہ ان کا معبود براہ راست سورج دیوتا کی اولاد ہے اور اس لئے ساری نوع انسانی مین سب سے بڑا - سب سے برگزیدہ سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ قابل تعظیم ہے -

جاپانیون کی حب الوطنی اور اُن کی راج بھگتی کی بنیاد اُن خیالات پر ہے - اب آپ سمجھ گئے ہونگے کہ کیون جاپانی قوم اس قدر وطن پرست ہے اور کیون ان کی وطن پرستی اور شاہ پرستی ایک ہی اصول پر مبنی ہے - جاپانیون مین اپنی اصلیت کی بابت یہ خیالات ابتک مضبوط ہین - تعلیم یافتہ حلقون مین بیشک یہ خیالات کمزور ہوتے جاتے ہین - اُنکی وطن پرستی جدید طرز کی ہے - جاپانیون کی موجودہ گورنمنٹ اور اُن کے عوام الناس کی اس گہری وطن پرستی اور شاہ پرستی سے فائدہ اُٹھا رہی ہین - اور اسی واسطے شہنشاہ میجی نے ملکی انتظام شروع کرنے کے وقت شینتو مذہب کو سرکاری مذہب قرار دیا جاپانیون کی اعلیٰ ذاتین سب اپنے آپ کو دیوتاؤن کی اولاد سمجھتی ہین - تو اب سوال یہ

ہے کہ ان کے اندر عیب اور کمزوریان اور برائیان کہان سے آئین - شینٹو مذہب کے واعظ
یہ جواب دیتے ہین کہ جو اخلاقی برائیان قوم مین ہین - وہ ان ناپاکیون سے پیدا ہوئین - جو حضرت
ازانگی (آدم) نے اپنی بی بی ناجی (حوا) کے پیچھے بھاگنے سے اپنے اندر جذب کین - یا مثلاً جاپانیون
کی موجودہ نسل کی عمرین اس واسطے کم ہوگئین کہ جاپانیون کے خاندان شاہی کے مورث اعلیٰ
کے پاس جب دیرگسہ آبہ دیوی (لمبی عمر کی دیوی) شادی کے لئے گئی تو مورث اعلیٰ نے اُس کو
بدصورت سمجھکر دستکار دیا - اور واپس کر دیا اور اس کارروائی کا نتیجہ یہہ ہوا کہ انسانون کی
عمرین بہت مختصر رہ گئین - پہلے انسانون کی عمرین ہزارون سینکڑون سالون کی ہوتی تھین
شینتو مذہب کے مبلغین نے جن زنجیرون سے اپنے معتقدین کو باندہا ہے وہ ہم کو
ہندو مذہب سے زیادہ کڑی اور مضبوط معلوم ہوتی ہین - مثلاً سینتو دہرم کا ایک
بڑا مشہور مصنف لکھتا ہے - کہ جب کوئی جاپانی ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کو جاتا ہے
تو اس کے پرانے دیوتا نئے علاقہ کے دیوتا سے سند وسبت کرنا ہوتا ہے - جاتا ہوا وہ اپنے
پرانے دیوتا سے رخصت ہونے کی اجازت مانگتا ہے - اور نئی جگہہ پہنچکر نئے دیوتا کی
قبولیت حاصل کرتا ہے - اس کے نقل مکان کی ظاہری وجوہات کچہہ ہی کیون نہ ہون -
مگر اصلی وجہ اس تبدیلی کی یہ ہوتی ہے کہ یا تو اس کا اپنا دیوتا اس سے ناراض ہوگیا اور
اس کو اپنے علاقہ سے نکال دیا - یا یہہ اس کے علاقہ کے دیوتا سے مانگ لیا گویا ہر ایک
شخص ہمیشہ ہر حالت مین خواہ وہ مردہ ہو یا زندہ یا کہین رہے کسی نہ کسی مقامی دیوتا
کی ماتحتی یا غلامی مین رہتا ہے - اس کی ماتحتی یا غلامی سے کبھی اس کو نجات نہین ملتی -

(جاپانیون کا لباس)

جاپانیون کا لباس حیرت انگیز ہے - ہندوستان کے انگریزی تعلیم یافتہ آدمیون کو
دہوتیون کا مضحکہ اُڑانے کی عادت پڑگئی ہے - اصل بات یہہ ہے کہ گرم ملکون مین چست کپڑون کا
استعمال کہین نہین ہے - عام طور پر لوگ کھلے کپڑون کو ہی پسند کرتے - جاپانیون کی پوشاک
مین اہم ترین چیز کمینو ہے جو گلے سے لے کر گھٹنون تک لمبا ہوتا ہے - جیسے انگریزون کا ڈرائنگ
گون یا ہندوستانیون کا کھلا چغہ - مگر چغہ اتنا لمبا نہین ہوتا - آستینین اس کپڑے کی
کھلے چغے سے بھی زیادہ کشادہ ہوتی ہین - آدھی سلی ہوئی اور آدھی کشادہ - سلی ہوئی
بطور تھیلی کے لٹکتی ہے - اس مین رومال وغیرہ رکھا جاتا ہے - اس کپڑے کو

کمر بند سے باندھتے ہین - بٹن اس مین کہین نہین ہوتے - گرمی کے موسم مین متوسط
درجہ کے لوگ محض یہہ کمینو پہنتے ہاین - اندر ایک مختصر لنگوٹا - جانگیا یا چھوٹا سا تہمد استعمال
کرتے ہین - مرد عورت دونون کا یہی لباس ہے - گلے سے لیکر قریباً سینہ تک یہ پوشاک
کہلی رہتی ہے اور اکثر چلنے مین پاؤن کہل جاتے ہین - زیادہ گرمی مین چلنے پھرنے مین بعض
لوگ اس لباس کو ٹانک لیتے ہین - جاپانیون کا شریفانہ لباس یہہ ہے کہ اندر ایک معمولی
کپڑے کا کمینو - اس کے اوپر ایک ریشمی کمینو - اس کے اوپر ایک جبہ - پاجامہ کی جگہہ ایک
جانگیا اور اس کے اوپر ایک غرارہ - یہہ غرارہ کمینو کے اوپر باندھتے ہین - اور اس مین عورتون
کے گھگرے کی طرح شکن ہوتے ہین - اور پاؤن مین جرابین -

فوج مین اور پولس مین یورپین لباس پہنا جاتا ہے - نئی فیشن کے جاپانی جنٹلمین یورپین
لباس پہنتے ہین - مگر عموماً بندگلے کا کوٹ پہنتے ہین - ان لوگون کی تعداد جو یورپین لباس
پہنتے ہین - بہت تہوڑی ہے - ریل کے درجہ اول اور درجہ دوم کی گاڑیون مین -
ہوٹلون مین - یونیورسٹیون مین انگریزی تعلیم یافتہ جاپانی اپنی قومی پوشاک مین کثرت
دیکھنے مین آتے ہین - میرے خیال مین نسبتاً ہندوستانی تعلیم یافتہ لوگون مین جاپانیون
کے مقابلہ مین کوٹ پتلون کا زیادہ رواج ہے - جاپانی عورتون کا لباس قریباً یہی ہے
مین نے اسی لباس مین جاپانی لڑکون کو بھی دیکھا ہے -

(جاپانی طرز معاشرت)

دوکانات پر میز کرسی کا رواج نہین ہے - عموماً فرش پر بیٹھتے ہین - اور ہماری طرح کھانے
یا لکھنے پڑھنے کے لئے لکڑی کی چپٹی چوکیون کا استعمال کرتے ہین - زمین پر بیٹھتے
ہین اور چوکی پر رکھکر کھانا کھاتے ہین - عورتین کمربند کے ساتھ پشت پر کمر کے پیچھے ایک
خاص قسم کی شکل کا کپڑا باندھتی ہین - جو زیبائش کے لئے ہوتا ہے -

جاپانیون کا طریقہ زندگی نہایت سادہ اور بے تکلفانہ ہے - کھانے پینے مین وہ کسی قسم کا
حجاب نہین کرتے - ایک ہی کمرے مین سب کام ہوا کرتے ہین - وہین بیٹھتے ہین - وہین سوتے
ہین - وہین کھاتے پیتے ہین - غرض کسی قسم کا کوئی پردہ نہین - عموماً ریل مین فرسٹ
اور سیکنڈ کلاس مین بھی لوگ گرمی کے موسم مین ران تک ٹانگین کہول کر بیٹھتے ہین
ٹھیک جسطرح گرمی مین ایک ہندو دہوتی اُٹھا کر اپنی ٹانگون کو ہوا دیتا ہے - جاپانی

اپنا قمیص اٹھاکر ہوا کا مزہ لیتے ہین۔

(مکانات)

جاپانی مکانات عموماً لکڑی کے ہین۔ دو منزلہ سے زیادہ اونچے نہین ہوتے۔ اُن مین لکڑی کے دروازے ہوتے ہین۔ جن کو آسانی سے اِدہر اُدہر پھیرایا جا سکتا ہے بعض مکانات بڑے بڑے عالیشان ہین۔ یہان کا پارلیمنٹ گھر بھی لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ ہندوستان کی طرح لوگ گلی کوچون مین بیٹھتے اور کام کرتے ہین۔

(صفائی)

صفائی جاپانیون کی مشہور ہے۔ صفائی مین یہ دنیا بھر مین اپنا ثانی نہین رکھتے۔ یورپین اقوام کی صفائی اُن کے سامنے ذکر کے قابل نہین۔ بدن کی صفائی۔ کپڑے کی صفائی۔ مکان کی صفائی۔ غرض ہر قسم کی صفائی مین بینظیر ہین۔ بدن اِن کے چمکتے رہتے ہین۔ اور ان پر میل کا نشان کہین دکھائی نہین دیتا۔ کپڑے عموماً صاف رکھتے ہین۔ جاپان کے مزدور پیشہ لوگ بھی یورپ کے مزدوری پیشہ لوگون سے بدرجہا صاف ہین۔ ہندوستان کے یا یورپ کے عام ہجوم مین انسان بدبو کے مارے تنگ آجاتا ہے۔ خصوصاً گرمی کے دنون مین۔ یورپ کے ہجوم مین علاوہ جسمانی اور لباس کی بدبو کے تمباکو اور شراب کی بدبو بیحد آتی ہے۔ اور دماغ کو پراگندہ کردیتی ہے۔ مگر جاپانی ہجوم مین آدمی کو بالکل بو نہین آتی۔ مین یہان آتے ہی اکیلا ایک رکھشا والے کے ساتھ ایک میلے مین گیا۔ ایک گھنٹے کے قریب مین اس میلے مین گھومتا رہا۔ اور بعض بعض جگہ ہجوم مین دس دس پندرہ پندرہ منٹ تک ٹھیرا رہا۔ اسی ہجوم مین مرد عورات بچے سب ہی تھے۔ مگر مجھے کسی طرح کی بدبو نہین آئی۔ جاپانی۔ مدراسی ہندوؤن کی طرح ہر صبح کو اپنا تمام مکان دہوتے ہین۔ جاپان کے گلی کوچون مین فرش پختہ نہین ہے مین شہر و دیہات کی کوچون مین بھی اب تک کہین کسی قسم کی غلاظت نہین دیکھی بلکہ کلکتہ کی گلیون مین بھی کہین کہین غلاظت نظر آئی مگر ٹوکیو مین کہین ایسا نہین دیکھا۔

(حیا اور شرم کا سوال)

بعض یورپین لوگ جاپانیون کو بے شرم بتلاتے ہین۔ اور بعض ہندوستانی بھی شاید ایسا کہنے لگین۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک قوم کا معیار شرم و حیا کا اطلاق علیحدہ ہے

اُٹھنے بیٹھنے۔ رہنے سہنے۔ کھانے پینے۔ پھرنے کے قواعد کسی قوم کے لئے جُدا نہین بنائے گئے۔ ان کا مدار آب وہوا پر۔ ضروریات ورسم ورواج اور عادات پر ہے۔ (مگر ضروری کوئی مطلق فطرت معیار مقرر کرکے جاپانیون کے معیار شرم وحیا کو اُس پر پرکھنا چاہیئے۔ داڈیٹر)

(جاپانیون کا اخلاق)

خلق اور تکلف مین جاپانی کسی قوم سے پیچھے نہین ہین۔ تکلف ان مین بے حد ہے بات بات پر جھکتے ہین۔ جیسے لکھنؤ مین بات بات پر آداب بجا لاتے ہین اور جھکتے ہین۔ یا یا جیسے یورپین لوگ بات بات پر تھینک یو یا پلیز کہتے ہین۔ یا جیسے فرانسیسی لوگ بار بار جھکتے ہین۔ ویسے جاپانیون کا بھی حال ہے۔ ان کا خلق سلیم ہے۔ اس مین کسی کو اعتراض نہین۔ بعض یورپین اقوام اور بعض یورپین اہل خیال کثرت تکلف کو غلامی کی نشانی بتلاتے ہین شاید یہ رائے صحیح ہو۔ مگر ظاہری رسوم کی کثرت اور اُن کی کڑی پابندی ہر ایک مہذب سوسائیٹی مین ہے۔ جو آدمی اُن کی پابندی نہین کرتے۔ وہ جنگلی وحشی غیر تہذیب یافتہ کہے جاتے ہین۔ ان کو کندہ ناتراش کہا جاتا ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ ایسا آدمی کسی اچھی سوسائیٹی مین نہین رہا۔ کیونکہ وہ سوسائیٹی کے رسم ورواج سے ناواقف ہے۔ اس پر سوسائٹی کا سکہ نہین لگا۔ یورپ کے اہل الرائے مین ایک جماعت پیدا ہو رہی ہے۔ جو ان سوشیل پابندیون کو بیڑیان قرار دیتی ہے اور سمجھتی ہے کہ گویا یہ کانٹے دار درخت ہین۔ جو زندگی کو دشوار بناتے ہین۔ اور جن سے مکاری پھیلتی ہے۔ انسان اپنے طریقہ سے اپنے کلام سے جھوٹ پھیلاتے ہین کہتے کچھ ہین اور مطلب کچھ ہوتا ہے۔ مثلاً یورپین سوسائٹی مین ایک طریقہ رسمی تعریف کرنے کا ہے جسکو Paying of compliment کہا جاتا ہے۔ انسان زبان سے تو تعریف کرتا ہے اور دل مین برائی ہوتی ہے۔ جب کوئی اجنبی یورپین سوسائٹی مین جاتا ہے تو اس کو مدت تک یہ پتہ نہین لگتا کہ جو تعریفی جملے اس کی بابت کہے جاتے ہین۔ وہ کس حد تک بولنے والے کے سچے خیالات کا اظہار کرتے ہین۔ یا کہ محض رسمی ہین۔ یورپین سوسائٹی مین بعض موقعون پر تعریف نہ کرنا اور چپ رہنا بھی بدتہذیبی کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً یورپین سوسائیٹی کا ایک قانون ہے۔ کہ ہر ایک عورت کو

خوبصورت کہا جائے اور عورتون ہا ہر ایک چیز کی تعریف کی جائے - حاصل کلام یہہ کہ ہر ایک قوم کا سوشیل اخلاق اس کی تاریخ کا ایک جزو ہے جو بہت حد تک مصنوعی ہے - رسمی ہے اور کسی حد تک ہر ایک ملک کی آب و ہوا اور مذہبی اخلاق کا عکس ہے - یہان تک کہ بیاہ شادی کے قانون بھی اسی زمرہ مین داخل ہوتے ہین - جاپان کی تمام زندگی مین اس وقت مغربی خیالات کی وجہ سے ایک عظیم تبدیلی ہوئی ہے - جو کچہہ اس وقت حالت ہے - یہہ کب تک رہیگی - کب تک رہنے کی امید ہے - اس پہ اس موقعہ پر مین کوئی رائے زنی نہین کرتا -

اقبال و ادبار

ماخوذ از علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۳ نومبر ۱۹۱۵ء

(رقمزدہ عالی جناب نواب عماد الملک بہادر مدظلہ)

ان اللہ یحب معالی الامور ۔۔۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ

بے عزم درست دسعی کامل ۔۔۔ کس را نشود مراد حاصل

اقبال و ادبار دو ایسے لفظ ہین کہ ہر وقت خلق اللہ کی زبان پر جاری ہین - ایک موہوم سے معنی ان لفظون کے تو البتہ ہر شخص کے ذہن مین ہین - مگر انکی اصل حقیقت کیا ہے اس پر کم کوئی غور کرتا ہے - روزمرہ کے محاورہ مین ان کا صرف اس طور پر ہے - کہ گویا یہ دونون خارج مین موجود اور بعض صفات واجب کے متصف ذاتی ہین - اور ساتھہ اس کے لوگ فعل وانفعال کو بھی اُن سے نسبت دیتے ہین - ایاب و ذہاب کا ان پر اطلاق کرتے ہین - خواب و بیداری کی حالتین ان مین بتاتے ہین اور بہ عمزدہ نازش بحسرت افسوس انہین یاد کرتے ہین - کوئی جو بڑا دقیق بین معنی رس ہوتا ہے وہ البتہ اتنا سمجھتا ہے کہ قسمت تقدیر وغیرہ کی مثال یہ بھی مشیات ایزدی کے نام ہین ورنہ جیلا تو گو زبان سے نہ کہین - مگر ان کو شریک باری بنانے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھتے اور جسطرح ہنود لچھمی اور سرستی کی پوجا کرتے ہین - اُسی کے قریب قریب بعض مسلمان بھی ان آلہ فرضی کو مانتے ہین - بہتیرے لغات ہماری زبان پر ایسے جاری ہین کہ اُنکے مدلولات محض ذہنی ہین خارج مین اُنکا وجود نہین ہے اور ایک ضرورت ذہنی کے سبب سے انسان نے انہین وضع کرلیا ہے جیسے لفظ انسان کہ اس کا مفہوم کلی کہین خارج مین

موجود نہین ہے۔ بلکہ چند افراد کو مختصر الماہیت پاکر آدمی نے ایک لفظ وضع کرلیا ہی جسکا
اطلاق ہر فرد پر ہوسکتا ہے اور ساتھہ اس کے کسی فرد خاص کا نام نہین ہے یا مثلاً لفظ
جزیرہ کہ جو کوئی ٹکڑا زمین کا پانی سے بالکل گھرا ہوا ہو اس کا نام ہے اہم ترین کہ سنگلدیپ
ہو۔ یا جزائر روق ہون یا کوئی اور سرزمین موصوف بصفات مذکورہ کہین دیکھنے مین آوے
اِن کے سوا ایک قسم کے اور لغات ہین جو بہت سے صفات مجتمعہ یا حالت مجموعی کے
نام ہین۔ مگر آدمی نے بوجہ جہل ان نامون کو اِن صفات یا حالت کا سبب اور پیدا
کرنیوالا قرار دے لیا ہے۔ اقبال و ادبار اور قسمت اور تقدیر اس کی نظیرین ہین۔ سب کہا
کرتے ہین کہ انگریزون کا اقبال آج کل یاور ہے۔ ہندو مسلمانون پر ادبار ہے اگر سرکار
انگریزی کوئی لڑائی فتح کرے کسی تدبیر ملکی مین سرسبز ہو۔ کوئی نہر عمدہ بنائے۔ کوئی آلہ نیا
ایجاد کرے تو بہرحال تعریف اُن کے اقبال کی ہوتی ہے۔

اگر ہماری قوم کے لوگ کسی قسم کی تکلیف اُٹھائین۔ کسی امر مین ناقص نکلین۔ کوئی
تدبیر اُن کی الٹی پڑے علم کی تحصیل مین کوتاہی کرین۔ حصول دولت مین ہمت ہار
جائین۔ اخلاق ذمیمہ سیکھین۔ بزرگون کا دتیرہ چھوڑ دین۔ تو بہر صورت قصور وار ادبار ٹھیرایا
جاتا ہے۔ یعنی گویا یہہ امور معلول لعلل اور مسبب باسباب نہین ہین۔ بلکہ الگ ہرمز
یعنی اقبال آسمان زمین کے کسی پردہ پر بیٹھا ہوا۔ کسی قوم کو نفع پہنچایا کرتا ہے اور اُس کے
مقابل مین ایک اہرمن یعنی ادبار بیٹھا ہوا دوسری قوم کو نقصان پہنچایا کرتا ہے۔ عقل و راے
کوئی چیز نہین ہے۔ یہ دونون فاعل مختار اور جبار جو چاہتے ہین کرتے ہین کوئی اُن پر حاکم نہین اور
یہ کسی کے محکوم اور فرمان بردار نہین۔ آدمی کے کچھہ بنائے نہین بنتی کوئی تدبیر کارگر نہین ہوتی اور اسیطرح
سہہ کر انسان ہی بیچارے کے معاملات مین اقبال و ادبار کا ہر لونگ ہے۔ ایسی بد عملی عموماً حیوان
نبات جماد کے نظم و نسق مین نہین سمجھی جاتی۔ گویا خداوند عالم و عالمیان اشرف المخلوقات سے ان پر
زیادہ مہربان ہے۔ اور ہرمز اقبال اور اہرمن ادبار کے گیر و دار سے اُنہین محفوظ رکھا ہے۔

ہر صاحب عقل اس بات کو تسلیم کریگا کہ یہ آثار و آیات بے وجہ نہین ہین۔ انتظام عالم
مین ہر نتیجہ کسی مقدمہ پر مرتب ہوتا ہے۔ ہر معلول کسی علت کے وسیلہ سے ظہور مین آتا
ہے۔ کارخانہ قدرت سلسلہ علل و اسباب سے ایسا جکڑا ہوا ہے کہ اس مین کسی خود سر
دیو یا اہرمن کا گذر نہین ہے۔ کسی مخلوق کی یہہ مجال نہین۔ کہ یہہ سلسلہ توڑ دے یا

ایک معلول کو بھی اپنی علت سے جدا کر دے ہے۔ حکیم اور فلسفی کا کام یہہ ہے کہ ہر شے کی حقیقت اور ماہیت کے تجسس میں سبب اول تک پہنچ جائے۔ جس کے بالاتر سبب حقیقی اور حکیم مطلق کے سوا کوئی نہین ہے۔ اقبال و ادبار کا نام لینا ایک خاص حالت مجموعی کے وجوہ اور علل تک نہ پہونچنے کا بہانہ ہے۔ تلاش و تفتیش علل کڑی ریاضت کا کام ہے۔ اُس کی محنت کو حکیم ہی گوارا کر سکتا ہے۔ عوام الناس آسانی سے دو لفظ گھڑ کے اپنی مشقت بچا لیتے ہین اور انہین الفاظ کو علت بلا واسطہ ٹھیرا کر اپنے دلون کو تسکین دے لیتے ہین۔ اس مین اُنہین اپنی کاہلی اور قصور کا بھی عذر اچھا ہاتھ لگ جاتا ہے۔ اور کہنے کو ہوتا ہے کہ ہم کیا کرین ہمارا اقبال یاور نہین۔ مجبور ہین۔

ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ ہماری قومی ہمدردی کا تو یہہ حال ہو کہ ہم مین سے کوئی ایک بھی ابنائے جنس کی فلاح اور بہبودی مین کوشش نہ کرے اور ہر شخص اپنے ذہن مین ٹھان لے کہ ہین ایسے کامون مین روپیہ صرف کرنے سے کیا فائدہ وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل۔ آخر کوئی نہ کوئی کر ہی لیگا۔ یکدلی اور اتحاد کی یہہ نوبت ہے کہ جو کوئی بھولا بھٹکا بھائی ہمارا جان بھی لڑا دے اور درد دل سے ہماری بھلائی کی فکر بھی کرے تو ہمکو یہہ جستجو پیدا ہو کہ اسے کیونکر بدنام کیجئے اس کی نیت کو کس طرح فاسد ٹھیرا دے۔ کیا گرفت کیجئے کہ لوگ اسے ملحد اور زندیق جانین۔ غرض اس کے بگاڑنے مین قرار واقعی داد دہش کی جاوے۔ جہان کی خاک چھانی جاوے۔ تربیت اور تعلیم کا یہہ نقشہ ہو کہ اپنا علم بھی چوپٹ ہو تحصیل معاش کا سلیقہ نہ سیکھین۔ مشقت کو ذلت سمجھین۔ مفت خوری مین شرم و حیا نہ کرین۔ اور یہہ سبب تنگی رزق عاجز کرے۔ تو خدا کی ناشکری کے سوا کچھ نہ کہین اور تامل اندیشی اور حسن تدبیر ایسی کہ عمر فکر محال اور شیخ چلی کے سے خیال پکانے مین صرف ہو جائے گزشتہ حالات پر حسرت و افسوس کیا کرین۔ آیندہ کی نسبت بیہودہ اور بے جا اُمید۔ دن مین اوقات ضائع کرین ہمیشہ یہہ سوچتے رہین کہ ہین فلان امیر کے مثل متمول فلان حاکم کی مانند صاحب اقتدار ہوتا تو کیا ہوتا اور ہو جاؤن تو کیا ہو۔ یہان تک کہ ان وسوسون مین واقعی اور ممکن الحصول مواقع تمتع کے بھی ہاتھ سے نکل جایین۔ حمیت اور غیرت اس درجہ کہ اگر دنیا مین جاہل اور نالایق ٹھیرائے جائین۔ تو یہہ کہہ کے اپنی بات بنا لین کہ دادا جان بڑے عالم تھے۔ سینکڑون شاگردون کو پگڑی بندھوا دی۔ نانا جان بڑے

مہندس تھے۔ اُن کے زیچ آج تک مشہور ہیں یہیں کبھی قابل نہیں ہوا تو کیا ہوا اور اسپر
یہہ توقع کہ لوگ اپنی بھی اتنی قدردانی اور تواضع تعظیم کریں۔ جتنی کسی صاحب علم وکمال
کی کرتے ہیں۔ امیروں کا یہہ وتیرہ ہو کہ امارت کو مقصود بالذات جانیں اور مخزن ہر فضل و
کمال تصور کریں تحشم کو عزت سمجھیں۔ اپنے خوشامدی اور دست نگر لوگوں کی ستایش
کو سچ جانیں اور اس گروہ کی واہ واہ سے پھولے نہ سمائیں۔ مال و وقت عزیز صرف
لہو لعب کریں۔ اپنی قوم اور اپنے ملک کی بھلائی میں کوشش نہ کریں اور اس کار خیر
میں عیسیہ نہ اُٹھائیں۔ شریفوں کا یہہ نقشہ ہو کہ گو کھانے کو پاس نہ ہو مگر محنت اور مزدوری
سے اِن کی شرافت میں بٹہ لگے۔ سوال سے عار نہ ہو مگر پیشہ اور حرفہ سے جی شرمائے۔ عابد و
زاہد ایسے ہوں کہ مذہب و ملت کو پیسہ بنائیں اور خانہ دروزہ کی روٹیاں کھائیں۔ حج وزیارت کے
واسطے مالیہ تحصیلتے پھریں اور اس فعل کو جسے خدا و بندۂ عالم اور ہمارے شارع علیہ التحیۃ والسلام
نے حرام کیا ہے۔ بظاہر ذریعہ جذب ثواب اور بباطن وسیلہ حصول معاش بنائیں۔ عمال و
حکام ایسے کہ ان کو پیٹ بھرنے سے کام۔ ملک خدا چاہے گڑھے اور چاہے سدھرے۔ اِنکی
بلا جانے۔ حیف صد حیف کہ ہمارا اور ہماری قوم کا یہہ حال ہے اور اس پر ہم ادبار ہی کو الزام
دیں اپنے قصور پہ معترف نہ ہوں اور اپنے ملک کی بہبودی میں سعی و کوشش کرنے
کے عوض بیٹھے ہوئے ہائے قسمت وائے نصیب کیا کریں۔

اصل میں ادبار اسی حالت مجموعی کا نام ہے۔ جس کا ایک شمہ بطور مشتے نمونہ از خروارے
اوپر بیان کیا گیا۔ اقبال کو بالکل اس کا ضد تصور کر لینا چاہیئے۔ زیادہ اس سے سمجھنا اور
ادبار یا اقبال کو ان حالات کا خالق اور سبب قرار دینا عقل سلیم کے نزدیک مشابہ
بشرک معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہہ مقدمہ تسلیم کر لیا جائے تو ظاہر ہے کہ مثل امراض جسمانی
یہہ بھی عوارض ہیں اور ہم بر ان قیاس علاج پذیر۔ اور جس طرح طبیب حاذق پہلے
اسباب وعلامات مرض کو ہر صورت سے تشخص اور محقق کر کے اس کے مناسب
نسخہ لکھتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک کے عقلا اور حکماء کو چاہیئے کہ پہلے اپنے قومی
امراض کے اسباب وعلامات بخوبی دریافت کرلیں اور پھر ہر سبب آدمی کے واسطے
علیحدہ علیحدہ دوائیں تجویز کریں۔ اگر صدق دل اور خلوص نیت سے علاج میں کوشش
کی جائے اور قوۃ الی اللہ اس امر میں اہل توفیق جد و جہد کو کام فرمائیں تو عجب نہیں کہ

اس کا ثمرہ بہت جلد ظہور میں آئے۔ السعی منا و الاتمام من اللہ

من طریق سعی می آرم بجا ۔۔۔ لیس للانسان الا ما سعی

واین مقصود اگر آرم بکف ۔۔۔ از غم و اندوہ و ماتم برطرف

ورنہ شد از جیب من کام بکام ۔۔۔ من دران معذور باشم والسلام

عماد الملک

اول اول کس نے کیا دریافت کیا

ماخوذ از کرزن گزٹ مورخہ ۸ نومبر سنہ ۱۹۱۵ء

کہتے ہیں کہ دنیا میں چاندی اور سونا سب سے پہلے وینس اور قرطاجنہ والون نے چار ہزار تین سو اڑتیس سال کے بعد از آفرینش معلوم اور کان سے نکالنا شروع کیا تھا۔ اور چاندی سونے کے ٹکڑے تبادلہ اشیاء کے کام آنے لگے۔ اس سے پہلے عام طور پر اشیاء واجناس کا باہمی تبادلہ ہوا کرتا تھا۔

مثلاً ایک کاشتکار نے غلہ پیدا کیا۔ جو اس کے پاس ضرورت سے زیادہ تھا لیکن اسے پہننے کے لئے کپڑا یا ہل کی پھالی کی حاجت تھی۔ جو خود مہیا نہیں کرسکتا تھا۔ اناج لیکر کسی جلاہے یا لوہار کی تلاش میں نکلتا۔ جسے کپڑے اور پھالی کے عوض اناج ہی کی ضرورت ہوتی نہ کسی اور چیز کی۔ جب تلاش وجستجو کے بعد کوئی ایسا جلاہا یا لوہار ملتا تو معاملہ شروع ہوتا طے کرنے میں بڑی رد و قدح ہوتی۔ خدا خدا کرکے کہیں معاملہ طے ہوتا۔ جب چاندی سونا تعین قیمت اور تبادلہ عام کے واسطے نکل آئے تو خرید فروخت میں بہت آسانی ہوگئی۔ لیکن وزن اور کھوٹے کھرے کا جھگڑا پھر بھی بہت دنون تک باقی رہا۔ یہان تک کہ دیستوقلیس اول نے مجمع الجزائر یونان پر استیلا پانے کے وقت چاندی اور سونے کا شاہی سکہ جاری کرکے اس مخمصہ کو بھی پاک کردیا۔ سفید سونا جس کا وزن اصناف تمام معدنیات سے زیادہ ہوتا ہے ۱۲۶۸ ہجری میں امریکہ والون نے دریافت کیا لیکن وہ قلیل الوجود ہے۔

سمور وسنجاب اور ایسے ہی دیگر حیوانات کی گرم و نرم نازک و خوشنما پوستین ۴۵۷ سال بعد آفرینش سے شمالی ممالک سے شروع ہوکر دنیا بھر میں رواج پذیر ہوگئین۔ اسی زمانہ میں سنگ چقماق سے آگ نکالنا اور کتون کو شکار کرنا سکھانا شروع کیا گیا۔ اس اختراع و تحقیق کا سہرا ایرانیون کے سر بندھا۔

سال و سنہ کا حساب نابو نامر بادشاہ بابل نے باندھا اور آفرینش عالم کی تخمینی تاریخ
کے عوض مین ۴۸۴۴۶ بعد آفرینش ایک شمسی سال و تاریخ کا حساب شروع ہوا اس سے
پہلے قمری سال و ماہ پر دنیا کا دار و مدار تھا۔

اساقیص ماندرو پہلا یونانی حکیم ہے۔ جسنے ۴ ہزار ۹ سو ۷۴ مین تحقیق کیا کہ زمین
گول ہے اور اپنے محور پر گردش کرتی ہے۔ ۵۰ سال کے عرصہ مین اس تحقیق نے شہرت
پائی۔ لیکن مدتہائے دراز تک علمائے ہیئت کو جو اس تحقیق کے قائل ہو چکے تھے۔
اپنے اس اعتقاد کے اعلان کی جرأت نہین ہوئی۔ کہ زمین گول ہے اور اپنے محور پر
گردش کرتی ہے۔ یہان تک کہ تیرہوین صدی عیسوی مین بھی یورپ مین زمین کی گردش
و حرکت کے قائل سولی دئے جاتے۔ اور پتھرون کے ساتھ صندوق مین بند کرکے
لڑھکائے اور ہلاک کئے جاتے تھے۔ اساقیص ماندرو نے منازل سماویہ کا ایک نقشہ بھی
بنایا تھا۔ لیکن وہ مرور روزگار نا پید ہو گیا۔ جغرافی نقشہ اول اول سنہ ۱۹۲ ہجری مین عبولہ
نام ایک مصری نے تیار کیا۔ پھر یوماً فیوماً اس کا رواج بڑھتا گیا۔ نہرون کا آغاز فراعنہ مصر کے
زمانہ سے ہوا۔ کہتے ہین کہ ناخوا نام فرعون نے ۷۷۹۴ سال بعد از آفرینش نہر سوئز کی کھدائی شروع
کرائی اور ایک لاکھ ۲۰ ہزار آدمی کھدائی مین جان بحق ہوئے۔ لیکن نہر نہ کھد سکی۔ ۵۹۹۴ سال
بعد از آفرینش تالیس نامی یونانی حکیم نے سورج گرہن اور چاند گرہن معلوم کرنے کے اصول و قاعدے
باندھے۔ کتابت کا آغاز اتھنس کے ایک بادشاہ سے پانچہزار سال بعد از آفرینش ہونا بیان
کیا جاتا ہے۔ جس کا نام مین سرات تھا۔

اول اول کیخسرو نے ملک و سلطنت کو سہولت یا انتظام کی غرض سے متعدد حصون مین
تقسیم کیا۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب اس کی سلطنت بحر ہند اور بحر خضر تک وسیع ہو گئی تو اس نے
ملک کے ۱۲۰ انتظامی حصے کئے اور ڈاک و احکام رسانی کے اصول مقرر کئے۔ اس لئے ڈاک کی ایجاد
پانچہزار ۶۳ سال بعد از آفرینش شروع ہوئی۔ ڈاک کے ٹکٹ کہتے ہین کہ اول اول
لوئیس چہاردہم بادشاہ فرانس کے زمانہ سے چلے۔ لوئیس جب پیرس اور مارسلیا جاتا اور اپنے
حاشیہ نشینون کو ساتھ لیجاتا۔ اور خاص ڈاک کے ذریعہ وہان سے ضروری احکام دار السلطنت
کو روانہ کیا کرتا۔ تو اس لئے کہ عملہ ڈاک ان کاغذات احکام کو شاہی تصور کرے لفافون پر خاص
علامت کے کاغذ چسپان کر دئے جاتے تھے۔ اس سے سنہ ۱۱۴۹ ہجری مین ڈاک کے ٹکٹ بن گئے۔

ہوا کا ثقل اولاً حکیم ارسطو نے ۵۱۴۵ سال بعد از آفرینش معلوم کیا اور متاخرین مین سے حکیم اڈو ڈوربک نے تحقیق کیا کہ ہوا کا کوئی رنگ نہین ہے کہ دکھائی دے اور یہ کہ کرہ کی ہوا کا کرہ زمین پہ چارون طرف سے سمٹ دیا ہوا ہے۔

۴۷۱۵ سال بعد از آفرینش یونان مین پن چکی ایجاد ہوئی اور یون چکی عربون نے سنہ ۱۲۱ ہجری مین ایجاد کی۔

چاندی سونے وغیرہ معدنیات کی جلا کا آغاز سنہ ۵۳۳۶ سال بعد از آفرینش مصر سے شروع ہوا۔ اور یہان تک اُس مین ترقی ہوئی کہ لوہے اور چاندی کے آئینہ بننے لگے۔ جن مین منہ دیکھا جاتا تھا۔ کانچ کے آئینہ کو جو آج کل صورت دیکھنے کے لئے مستعمل ہے۔ ایجاد ہوئے۔ پانچ چھ سو برس سے زیادہ نہین ہوئے۔ وینس والے ہر قسم کا بلور بارود کے نمک سے بنایا کرتے تھے۔ چاہین تو اس کو آئینہ حال کی ابتدا کی ایجاد کہہ سکتے ہین۔ لوئیس چہار دہم بادشاہ فرانس نے ایک آئینہ بنوایا تھا۔ جس کا طول ۲۵ گز کے قریب تھا۔ جو اب تک پیرس کے عجائب خانہ مین موجود ہے۔ ۲۷۶۵ سال بعد از آفرینش اسکندریہ مین پہلا حمام بنا اور پھر در ایام اس قدر عام ہوا کہ جب عمرو بن عاص نے مصر فتح کیا تو خاص اسکندریہ مین نہایت عمدہ چار ہزار حمام تھے۔ بعض کی تحقیق یہ ہے کہ حمام پہلے پہل ایران مین بنا تھا اور جمشید اس کا موجد ہوا۔ جسکے زمانہ سے جشن نوروز کی بنا چلی آتی ہے دو پلہ خیمہ بھی اسی کی ایجاد کہا جاتا ہے ۲۳۴۵ سال بعد از آفرینش روما والون نے پہلی گھڑی بنائی کہ جو پانی سے چلتی تھی اور وقت بتاتی تھی۔ لیکن رائج الوقت بڑی گھڑی کی اصل کا موجد ہارون رشید خلیفہ عباسی کہا جاتا ہے۔ کہتے ہین کہ بغداد مین سنہ ۱۷۵ ہجری مین یہ گھڑی ایجاد ہوئی اور ہارون رشید نے ایک گھڑی اور کینہ جامہ کی کنجی شارلمین بادشاہ فرانس کو تحفہ مین بھیجی تھی۔ مگر چھوٹی یعنی جیب گھڑی سنہ ۹۳۲ ہجری مین تیار ہوئی ہے۔ ابھی بہت زمانہ نہین گزرا سنہ ۱۶۳ عیسوی مین یونانیون نے اور بقول بعض رومانیون نے گھنٹہ ایجاد کیا۔

تراجان بادشاہ روما نے نہرون اور دریاؤن کے پلون کی تعمیر شروع کی اور پہلا پل دریائے ڈینیوب سنہ ۱۰۴ مین بنایا گیا۔ جس کا طول ۲۷۰ قدم تھا۔

کرسی اور میز کا آغاز سنہ ۹۰۳ مین فرانس سے ہوا اور سولھوین اور تیرھوین صدی مین بہت

کچھ تکلفات کا اضافہ ہو گیا۔ ٹین کے ٹب اور مٹی کے تنور اولاً چوتھی صدی عیسوی مین فرانس مین بنے۔ پانی کا ترازو مصریون کی ایجاد ہے۔ سنہ ۱۲۱ء مین اس کا سراغ ملتا ہے۔ عیسوی سنہ پادری ڈیونس نے عیسیٰ علیہ السلام سے ۵۰۴ سال بعد ارزوی انجمین قایم کیا۔

عربی خط عرب کے ایک قبیلہ مدین نے سنہ ۵۰۰ھ مین ایجاد کیا۔ اس کے بعد ابن مرۃ الانباری نے جو عرب مین ایک مشہور دانشمند گذرا ہے۔ اس نے حمیری خط مسند کی اصلاح کی اور خط کوفی کے قریب قریب صورت مین بدلا۔ یہی عربی کے باقی تمام خطوط کی اصل ہے خط کوفی سے بوعلی ابن مقلہ نے موجودہ عربی خط نسخ نکالا۔ جو اس قدر مقبول ہوا کہ باقی تمام خطوط کا تقریباً نام ہی رہ گیا۔

اسلام مین پہلے جامع مسجد مدینہ کی جامع نبوی ہے۔ جو ہجرت کے دوسرے سال بنائی گئی تھی۔ اس کے ستون اولاً کھجور کے تھے اور چھت کھجور کے پتون سے پاٹی گئی تھی۔ طول ۱۰۰ گز اور عرض ۲۹ گز اور تین دروازے رکھے گئے تھے۔

مسلمانان روس کا سیاسی و مذہبی ارتقا

ماخوذ از وکیل امرتسر ۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ عیسوی

۲۹- دسمبر کے ٹائمز آف انڈیا بمبئی مین اس عنوان سے ایک دلچسپ مضمون شائع ہوا ہے- جس کا ترجمہ ہمعصر صحیفہ سے ناظرین کرام کے تفنن طبع کے لئے درج کیا جاتا ہے

مسلمانان روس کی تعداد روس مین کتنے مسلمان آباد ہین- اور ان کی حالت کیا ہے- اس کا اندازہ کرنے کی بہت کم کوشش کی گئی- مگر حال مین چند سالون کے اندر ان کی حالت مین ایسی نمایان ترقی ہوئی ہے کہ روسی حکومت کے لئے ان کی طرف بہت زیادہ توجہ کرنا ضروری ہوا- مسلمانون کے لیڈر آہستہ آہستہ مگر استقلال کیساتھ اس امر کی کوشش کرتے رہے کہ حکومت کو اس بات کی ضرورت جتلائی جائے کہ پیروان اسلام کی جانب اس کے طرز عمل مین اصلاح ہونا ضروری ہے- اور ان کی جہد و جہد کا نتیجہ یہ ہوا- کہ ملک کے دیگر طبقات مین ان کی طرف سے ہمدردی کا احساس پیدا ہو رہا ہے- زار روس نے فیصلہ کیا ہے کہ خاص اسلامی معاملات کے لئے ایک عہدہ

قایم کیا جائے - اور قبل اس کے کہ اس پر عمل کیا جاتا - زار نے معلومات حاصل کرنے کی غرض سے حکم دیا ہے کہ مسلمانون کے عام حالات اور ان کے متعلق تازہ اعداد و شمار فراہم کئے جائین - یہہ کام وزارت داخلہ کی شاخ محکمہ امور مذہبی کے سپرد ہوا تھا اور اس کے انجام پانے پر اس کا نتیجہ حال کے "ریویو آف مسلمان" مین شایع کیا گیا ہے - ۱۸۹۷ء کی روسی مردم شماری مین مسلمانون کی تعداد ایک کروڑ ۴۰ لاکھ بتلائی گئی تھی اور حال کی رویداد مین ایک کروڑ ۶۰ لاکھ دکھائی گئی ہے مگر یہ کچھ آسان نہیں ہے کہ ان کی پوری پوری تعداد کا پتہ لگایا جا سکے - تاہم جبکہ ایسی صورت مین کہ وہ اس قدر وسیع ملک کے ہر گوشہ مین منتشر حالت مین آباد ہین - لہذا اس بات کے یقین کرنے کی معقول وجوہ ہین کہ مسلمانون کی جملہ تعداد اس سے بھی زیادہ ہے - اور ۲ کروڑ کے لگ بھگ ہے ان کا تعلق مختلف اقوام سے ہے - جن مین سے ۵۰ لاکھ سے اوپر تاتاری ہین - قریب قریب اتنے ہی کرغیز اور کوئی ۱۰ لاکھ بشکیر ہین - ان رقبون کے لحاظ سے جہان جہان یہ آباد ہین - ۵۴ لاکھ یوروپی روس مین ہین - جو زیادہ تر دریائے والگا کے کنارے آباد ہین - ۵۲ لاکھ قفقاز مین - ۸۰ لاکھ سے اوپر وسط ایشیا اور کوئی سوا دس لاکھ سائبیریا مین ہین -

معابد اور انجمنین ملک بھر مین مسلمانون کی ۲۶ ہزار مسجدین ہین - اور اسلامی امور کے متعلق ۵۴ ہزار عہدہ دار متعین ہین - علاوہ ازین مسلمانون کے دوسرے اغراض و مقاصد کے لئے حکومت نے ۷۰ انسٹی ٹیوشنون (انجمنون) کو تسلیم کیا ہے - ان مین سے پانچ صرف مذہبی اغراض اور ۲۸ رفاہ عام کے کامون کے لئے ہین اور ۳۴ تعلیمی مقاصد کے لئے وقف ہین

علمی و ادبی ترقی مسلمانان روس علمی اور ادبی ترقی کے لئے بھی جد و جہد کر رہے ہین - ان کے یہان ۱۹۴ کتب خانے اور ۲۳۲ مطابع اور ۱۵ اخبارات و رسالے ہین - یہ اس زمانہ کی تعداد ہے جبکہ سب سے پہلی مرتبہ ان کا شمار کیا گیا تھا - مگر اس زمانہ سے اب تک بہت کچھ ترقی ہو چکی ہے - اور غالباً اب اسلامی اخبارات و رسالہ جات کی تعداد ۳۰ ہو گی - یہہ ہین بعض اعداد جو روسی حکومت نے اس غرض سے فراہم کئے ہین کہ ان سے مسلمانون کی اصلی حالت کا پتہ چلے - تاکہ اس عظیم جماعت کے لئے بہتر قوانین بنائے جا سکین - جو روس کی کثیر آبادی سے مذہبی اختلاف رکھتی ہے - یہہ امر کہ ایسی کارروائی کس طرح دائرہ امکان مین آئی سوا اس کے باعث تعلیم یافتہ مسلمانون کا جوش جانفشانی اور ایثار ہے !-

اسلامی کانگرس یہہ آزادی کئی سال کی لگاتار باقاعدہ جد و جہد کے بعد حاصل ہوئی ہے

لہذا اس ارتقاء کی روش کا پتہ لگانا خالی از دلچسپی نہ ہوگا - اس زمانہ مین جو انجمنون اور
کانگریسون کا زمانہ ہے - تعجب انگیز معلوم ہوتا - اگر روسی مسلمان اپنی شکایتون کی آواز بلند کرتے
اور اپنے مقاصد اور اغراض کو ایک مرکز پر لانے کے لئے اس طریقہ سے کام نہ لیتے - پہلی کانگریس
کی بنیاد سنہ ۱۹۰۵ء مین پڑی تھی - جبکہ تمام مقامات اور طبقات کے مسلمانون نے اس امر کا فیصلہ کیا
تھا کہ بمقام نجنی نووگراد میلہ کے موقعہ پر جلسہ کرین - مگر روس اسکو اشتباہ کی نظر سے دیکھ رہا
تھا - اور اسے منظور نہ تھا - کہ یہہ تحریک جو ممکن تھا کہ آگے چلکر سلطنت کے لئے خطرہ کا باعث ہو
ٹھہرنے پائے - لہذا احکام کو حکم دیا گیا کہ کانگریس کا اجلاس نہ ہونے پائے - مگر اسلامی قائم
مقامون کی چھوٹی سی جماعت نے مستقل ارادہ کر لیا تھا کہ وہ ہمت نہ ہارے گی - لہذا اس نے
یہہ تصفیہ کیا کہ دریائے والگا کی شاخ اوکا سے گذر کر بمقام بیاسینکی پر جلسہ کا انتظام کرنا
چاہیئے - اور جب ان کا جہاز مقام مذکور پر پہنچا تو قائم مقامون نے تختہ جہاز ہی پر کانگریس
کا اجلاس کیا - فطری طور پر ان حالات کے اندر جو کچھ بھی کیا گیا - اس مین بہت کم باقاعدگی
تھی - اور دوسرے سال کانگریس کا جو اجلاس ہوا - در اصل وہی اصلی اور ابتدائی اجلاس
تھا - اس کے صدر نشین علی مردان بے تھے - جنکو مقام باکو کا ٹاپیک بچیف کہا جاتا ہے
سب سے پہلی مرتبہ جب روس مین مجلس شوریٰ (ڈوما) قائم ہوئی تھی تو یہہ اس مین باکو کی
طرف سے رکن منتخب ہوئے تھے - اور بعد مین ویبرگ مینی فسٹو پر دستخط کرنے کی وجہ سے
وہ عدالتی تحقیقات مین پیش ہوئے تھے - غرض مسلمانون نے جس حالت سے پہلی مرتبہ
کانگریس کا اجلاس کیا - اس سے اس بات کا ہر طرح ثبوت ملتا تھا - کہ انہون نے پختہ
ارادہ کر لیا تھا کہ اپنی قومیت کو منوائین - اور ملک کی دستوری حکومت مین حصہ لین -
پہلی ڈوما مین ۴۳ تاتاری شریک تھے - مگر ان مین ۱۱ ایسے تھے - جن کو جلسہ مین ہونے کے
لئے دور دراز کا سفر کرنا پڑا تھا - مسلمانون کو بعض اور تکالیف ہین - جنکو دور کرنے کے لئے
وہ لگاتار کوشش کر رہے ہین - مذکورہ بالا کانگریس اور بعد کی کانفرنسون مین جو قراردادین منظور
ہوئین - ان مین سے کئی اس قابل ہین - کہ یہان ان کا اعادہ کیا جاسے - کیونکہ ان سے کانگریسون
کے نصب العین کا پتہ چلتا ہے - سب سے پہلی قرارداد یہہ تھی - کہ ایسا انتظام کیا جائے کہ
تاتاری جو ڈوما کے رکن بنائے گئے تھے - واپس بلائے جائین - اور ان کی بجائے حکومت کی
جانب سے نامزد لوگ شریک نہ کئے جائین - ان اراکین کو ہدایت کی جائے کہ یہہ لوگ ڈوما مین

ایک پارٹی بنائین جو ان کے ان حقوق کا مطالبہ کرے جن کے وہ سلطنت کے ارکین
ہونے کے لحاظ سے حقدار ہین۔ یہ بھی قرار پایا کہ ان کے کام کا، چاہیے ہو کہ حکومت سے
اس امر کی اجازت حاصل کی جائے کہ تاتاری علاقہ کے سرکاری مدارس مین مذہب
اسلام کی تعلیم دی جائے۔ نیز یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ سلطنت کے تمام محکمون مین مسلمانون کو
مساویانہ حصہ ملنا چاہیئے۔ پانچوین قرارداد یہ تھی کہ علاقہ تاتار مین جہان مسلمان بستے ہین ان کو
انجمنین قایم کرنے کی اجازت دی جائے۔ ان مقاصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھکر مسلمانون کی
جد و جہد کو ایک مرکز پر لایا گیا۔ تاکہ حکومت پر اس کا اثر قایم ہو سکے۔

مزید آزادی کے لئے جد و جہد | کانگرس کو اب حکومت نے تسلیم کر لیا ہے اور اس کے درجہ کمال
پر پہونچنے کی ایک شکل یہ ہے کہ ۱۱ ماہ قبل کانگرس کا اجلاس سلطنت روس کے
دارالسلطنت پٹروگراد مین منعقد ہوا تھا۔ جو مذہب عیسائی کے سب سے زیادہ راسخ العقیدہ
پیرون کے مرکزون مین سے ایک ہے۔ روس کے تمام اسلامی حصص اور خصوصاً تاتاری و
وسطی ایشیا سے ۴۴ وکلاء منتخب ہو کر آئے تھے۔ ان مضامین سے جن پر بحث کی گئی ایک
یہ بھی تھا کہ عیسائیون اور مسلمانون کے حقوق مساوی ہونے چاہئین۔ روسی عموماً بڑے
راسخ العقیدہ اور متعصب عیسائی ہوتے ہین۔ لہذا ان کے نزدیک وسیع النظری گناہ
عظیم ہے۔ اس لئے یہ کوئی تعجب انگیز بات نہین کہ انھون نے دوسرے مذہب والون کی
خواہشات مین حوصلہ افزائی کرنے سے پہلے بالکل لاپروائی برتی ہو۔ سابق حکومت کی پالیسی یہ
تھی کہ عیسائیون کو مسلمانون کے خلاف رکھا جائے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ روس مین کوئی مسجد
گرجہ کے مینار سے بلند نہونے پائے۔ ہلال ہمیشہ صلیب کے نیچے رہے۔ مگر اب رفتہ رفتہ
حالت مین تبدیلی ہو گئی ہے اور مسلمانون کے حقوق کو تسلیم کرنے کا بیش از بیش رجحان
معلوم ہوتا ہے۔ بعض کالجون اور یونیورسٹیون مین مسلمانون کی تعداد نہایت ہی
محدود تھی۔ پٹروگراڈ کے مدارس صنعت و حرفت مین مسلمان طلبا عیسائی طلبا کے صرف دسوان
حصہ کے برابر داخل ہو سکتے تھے۔ اس امر کی درخواست کی گئی ہے کہ مسلمانون کی مسجدون
اور مدارس کی نگرانی کے لئے ایک خاص کمیٹی مقرر کی جائے۔ مسلمانون کے لئے ہائی اسکول
اور کالج کھولے جائین۔ اور ترکستان اور وسطی ایشیا کے مسلمانون کی پست اخلاقی
اور تعلیمی حالت مین اصلاح کی جائے۔

روس کی مسلمان خواتین اس تمام نشو ونما کی سب سے نمایان خصوصیات وہ کام ہین - جو مسلمان خواتین نے انجام دئے ہین - اور وہ مسائل ہین جو وہان کی خواتین سے متعلق ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ روس کی مسلمان خواتین کی حالت دوسرے ممالک کی عورتون سے کہان تک مختلف ہے - مسلمان خواتین پٹروگراد کی یونیورسٹیون مین تعلیم حاصل کرتی ہین پیا سال گذشتہ ایک خاتون نے وکالت مین ممتاز درجہ حاصل کیا تہا - پٹروگراد کی مسلمان خواتین نے کانگریس مین درخواست پیش کی تہی کہ اسلامی معاملات کے متعلق عورتون کو راے (ووٹ) دینے کی اجازت دی جاے - اگرچہ کانگرس کے نزدیک ایسے امور کا عورتون کی طرف سے پیش ہونا قبل از وقت خیال کیا گیا - لیکن کم سے کم اس سے اس امر کا توثبوت ملتا ہے کہ روس مین صنف نازک نے کہان تک ترقی کی ہے - عورتون کو ابتدائی مدارس مین تعلیم دینے کی اجازت ہے - اور اس غرض کے لئے وہ مدارس تعلیم المعلمین مین شریک ہوسکتی ہین - جنگ چہڑتے ہی مسلمانون نے زار سے اپنی دلی اخلاص مندی کا اظہار کیا اور حکومت کی امداد کے لئے اپنا ارادہ ظاہر کیا -

روس مین اسلام کی اشاعت - روس مین اشاعت اسلام کا کام ایک نہایت شاندار کام خیال کیا جاسکتا ہے - روس مین جو اسلام پہیلا - اس مین ایک قطرہ خون بھی نہ بہا منگولیا والون کے حملون نے وسطی ایشیا مین اسلام کی بنیادون کو ہلا دیا - مگر پہر اس نے اپنی جگہ حاصل کرلی اور اپنے فاتحون کو اپنا پیرو بناکر خود اُن پر غلبہ حاصل کرلیا - معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ اگر روسی حکومت عیسائیت کی پشت پر نہ ہوتی تو تمام وسطی ایشیا اور سائبریا مین آج مسلمان ہی مسلمان نظر آتے - تاہم گذشتہ دس سال کے اندر اسی روس کے راسخ العقیدہ عیسائیون مین سے پچاس ہزار نے اپنا مذہب چہوڑ کر اسلام قبول کیا - انہون نے روسی حکومت کو جنگ مین اخلاص مندی کے ساتھ مدد دی اور ان مین سے کئی میدان جنگ مین اپنی جانین لڑا رہے ہین - مسلمانون کی جانب روس کا یہ طرز عمل ایک جزو ہے - اس عظیم الشان انقلاب کا جو روسی حکومت کے اس تعلق مین پیدا ہو رہا ہے - جو وہ اپنی ماتحت مختلف اقوام کیساتھ رکھتی ہے -

جہنم باصطلاح اہل اسلام کیا چیز ہے

ایک یوروپین کی تحقیق

ماخوذ از کرزن گزٹ ۸ دسمبر ۱۹۱۵ء

الگزنڈر راس صاحب کی رائے قرآن شریف کی نسبت کیسی ہی خلاف کیون نہو لیکن اس مین
وصلاً شک نہین کہ بارہ سو برس کی مدت سے قرآن مجید نوع انسان کے ایک خمس کے مذہبی اور
دیوانی و فوجداری کے مسائل اور احکام کا ماخذ ہے اور ان سب کا اعتقاد یہ ہے کہ یہہ کتاب
ہمارے پیغمبر پر جبرئیل فرشتہ کے ذریعہ سے آسمان سے نازل ہوئی تھی اور اس کی تفسیرین
اس کثرت سے ہین۔ کہ منقول ہے کہ بیس ہزار تفسیرین قرآن شریف کی صرف ایک کتب خانہ طرابلس
مین موجود ہین شاید۔ الگزنڈر راس صاحب اسکول ماسٹر کے علاوہ شاعر بھی تھے اور
شعرا مذہب کے معاملہ مین ہمیشہ گمراہ ہوتے ہین۔ اگلے زمانہ کے رومیون اور یونانیون
کی بد اعتقادی کی بھی یہی کیفیت تھی۔ چنانچہ جودنل شاعر رومی لکھتا ہے کہ بچے بھی جہنم اور
روح کا اعتقاد نہین رکھتے ہین اور اس شاعر پر کیا منحصر ہے۔ پلائینی مورخ رومی بھی یہی لکھتا
ہے۔ کہ اگر حیات آخر کوئی چیز ہوتی تو ہمکو آرام و راحت کی کیا امید ہو سکتی۔ ایسی زود یقینی سے
موت کا کلمہ ہمارے ہاتھ سے جاتا ہے۔ اور موت سب سے بڑی نعمت ہمارے لئے ہے کالیمکن
شاعر نے لکھا ہے کہ زمین کے نیچے کیا چیز ہے۔ صرف تاریکی ہے۔ اور حیات
آخرت ایک چھوٹی چیز ہے۔ اور جہنم کیا چیز ہے۔ ایک افسانہ بے سروپا ہے۔ مرنے کے
بعد پھر کچھ بھی نہین ہے۔ لیوکریشس نے بھی بہشت اور دوزخ کا انکار کیا ہے اور سنیکا حکیم نے
ان چیزون کو خواب پریشان اور فسانہ یا در ہوا اور افواہ بے سروپا کہا ہے۔ پھر دوسرے مقام پر
اسی حکیم نے لکھا ہے کہ لوگون نے عاقبت کو گویا ہوا یا ہیچا بنا لیا ہے۔ لیکن مردون کے لئے
تاریکی نہین ہے نہ قیدخانہ ہے۔ نہ آگ کا دریا ہے۔ نہ کوئی عدالت ہے اور نہ کوئی حاکم عادل
و جزا و سزا ہے۔ شاعرون نے ان ان چیزون کا خوف دلا کر ہمارے دل مین دہشت ڈالدیا
ہے۔ ہمارے سب ہجوم و غموم کا انجام مردوا موت ہے اور مرنے کے بعد کوئی تلاش اور
کاوش نہین باقی رہتی۔ اور جو امن و آسایش ہمکو قبل ولادت حاصل تھا۔ وہی بعد موت
پھر حاصل ہوگا۔ مگر علمائے اسلام ایسے بہت کم ہین۔ جنہون نے ان قدیم شعرا سے اسلامی
کی طرح قیامت یا عاقبت یا بہشت دوزخ کا انکار کیا ہو۔ پیغمبر اسلام کو بھی بڑا خوف شاعرون کا
تھا۔ چنانچہ قرآن شریف مین سورۂ شعرا موجود ہے اور شاعرون کو یون ملامت کی ہے۔
الشعراء یتبعهم الغاوون الم تر انهم فی کل واد یهیمون۔ یعنی شاعرون کی پیروی وہ لوگ کرتے ہین

جو گمراہ ہین - کیا تو نہین دیکھتا کہ وہ ہر وادی مین کیونکر بھٹکتے پہرتے ہین اور جو کہتے ہین اسکو کرتے نہین ہین - سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون - یعنی جو لوگ ظلم کرتے ہین - قریب ہے کہ جائین گے کہ کیا الٹ پہیر ان کی حالت مین ہوا ہے - یعنی ان پر عذاب جہنم کا ہوگا -

جہنم کی کیفیت بیان کرنے سے قبل سوال منکر و نکیر کی کیفیت بیان کرنی ضرور ہے جسکا اعتبار ہر ایک سچے مسلمان کو ہے اور یہہ عذاب قبر کفار کو ہوتا ہے - چنانچہ سورۂ انفعال مین لکھا ہے کہ اگر تو دیکھے کہ جب فرشتے کافرون کی روح کو قبض کر لیتے ہین تو اُن کے مُنہ اور جسم پر ضرب لگا کر کہتے ہین کہ تم اس سزا یا اس جلنے کا مزا چکھو - اور ایسے ہی الفاظ سورۂ محمد مین پائے جاتے ہین - ان آیات قرآنی مین احادیث نبوی ملا کر مفسرین نے سوال منکر و نکیر کا مسئلہ بنایا ہے - چنانچہ اس عذاب قبر کو امام غزالی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب زینت الادیان مین یون بیان کیا ہے کہ دو فرشتے جن کا نام منکر و نکیر ہے - اور جنکی نہایت قبیح اور مہیب صورت ہین - اور جن کی آنکھین کرنجی ہین اور ایک حدیث مین یہہ بھی ہے کہ یہہ دونون اندھے اور بہرے اور گونگے ہین - الغرض بعد دفن ہونے کے یہہ دونون فرشتے مردہ کو قبر مین اُٹھا کر بٹھاتے ہین - مسلمان کا مردہ کفن پہنکر بغیر صندوق کے دفن کیا جاتا ہے اور قبر مین لحد اس لئے بنائی جاتی ہے کہ ان فرشتون کے سامنے مردہ آسانی سے اُٹھکر بیٹھ سکے - تب منکر و نکیر یہہ سوالات مردہ سے آسانی سے کرتے ہین کہ تیرا پروردگار کون ہے اور تیرا قبلہ کون ہے - اگر ان سوالات کے جوابات صحیح مردہ نہ دیگا تو وہ فرشتگان عذاب لوہے کے ہتوڑون سے ایسی شدید ضربین لگائین گے کہ وہ شخص جسپر یہہ عذاب ہو رہا ہے اس کے صدمے سے ایسا زور سے چلائیگا کہ اس کی آواز کو از مشرق تا مغرب سب جاندار چیزین سنین گی بجز انسان اور جن کے تب ہر ایک کی قبر مین ننانوے طنین بھیجی جاتی ہین - اب اگر تم پوچھو کہ طنین کیا چیز ہے تو یہ نام اُن سانپون کا ہے - جن کے سات سر ہوتے ہین اور گناہگارون کے بدن کو قیامت تک کاٹا کرین گے - یہہ سوالات منکر و نکیر بچون کو سکہائے جاتے ہین اور یہہ جوابات اُن کو بتائے جاتے ہین کہ اللہ جل جلالہ ربی و اسلام دینی و القرآن کتابی و الکعبہ قبلتی - خدا میرا پروردگار ہے اور اسلام میرا دین اور کعبہ میرا قبلہ ہے -

خیال کیا جاتا ہے اس عذاب قبر کے مسئلہ کو پیغمبر اسلام نے مثل دیگر مسائل یہود کی کتابون سے اخذ کیا ہے - عذاب قبر کو یہود اور اہل اسلام بھی فشار قبر کہتے ہین - چنانچہ جرمنی کے

یہودی یہ دعا آج تک پڑھتے ہین کہ خداوندا ہمکو مضر احکام اور افلاس اور غم والم سے اور
ہر قسم کے عذاب سے اور نار جہنم سے اور فشار قبر سے محفوظ رکھ اور ایلیا این حشر کہ ایک عالم
یہودی تھا اپنی کتاب مین لکھا ہے۔ کہ جب آدمی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے تو ملک الموت آکر
اس کی قبر پر بیٹھتا ہے۔ تب اُس کی روح فوراً اس کے جسم مین چلی آتی ہے۔ اور وہ اٹھ
بیٹھتا ہے ملک الموت کے ہاتھ مین ایک زنجیر نصف آہنی اور نصف آتشی ہوتی ہے۔ اس زنجیر
سے وہ فرشتہ اس شخص کو مارتا ہے۔ پہلی ضرب مین اس کے اعضا و جوارح جدا ہو جاتے ہین
اور دوسری ضرب مین اس کی ہڈیان علحدہ علحدہ ہو جاتی ہین تب فرشتے آکر اُنکو جمع کرتے
ہین۔ تیسری ضرب مین وہ شخص خاک ہو جاتا ہے اور اپنی قبر مین واپس پہنچایا جاتا ہے۔
ایک اور عالم یہود کا قول ہے کہ فشار قبر عذاب جہنم سے زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ نیکوکارون اور
شیر خوارون پر بھی فشار قبر ہوتا ہے۔ بجز اس شخص کے جو یوم السبت یعنی روز شنبہ کی شام
کو مرا ہو اور بنی اسرائیل کے ملک مین رہتا ہو۔
سوال منکر ونکیر کی تصریح تو قرآن شریف مین نہین ہے۔ مگر احادیث سے اس کی تائید
ہوتی ہے۔ چنانچہ انس ابن مالک سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جب مردہ کو دفن
کرکے اس کے دوست آشنا پھرتے ہین تو اُن کے جوتون کی آواز مردہ سنتا ہے۔
تب منکر اور نکیر فوراً آکر اس سے پوچھتے ہین کہ اے محمد اس شخص کے باب مین کیا کہتا ہے۔
منافق اور کافر کہے گا۔ کہ مین ان سے نہین واقف ہون اور لوگون سے زیادہ ان کا حال
نہین جانتا ہون۔ تب وہ فرشتے اس سے پوچھین گے کیا تو نہین سمجھتا۔ کیا تو نے نہین
پڑھا۔ تب وہ اسکو ایک بڑے ہتھوڑے سے ایسی ضرب شدید لگائین گے کہ اگر وہ ضرب
پہاڑون پر لگائی جائے تو خاک ہو جائین۔ تب آسمان سے آواز آئیگی۔ کہ اس کے
لئے آگ کا بستر اور آگ کا لباس تیار کرو اور جہنم کا دروازہ اس کی قبر مین کھول دو۔ تب وہ
جہنم کی گرمی اور باد سموم کا مزا چکھے گا۔ اور زمین یکبارگی اسپر ٹوٹ پڑے گی۔ اور اس کی
قبر تنگ ہو جائیگی اور اس کی پسلیان الٹ جائینگی۔ اور قیامت تک وہ اسی عذاب الیم
مین مبتلا رہیگا۔ ایک روز حضرت عثمانؓ ایک قبر پر بیٹھکر اس قدر روئے کہ اُن کی داڑھی
تر ہو گئی۔ تب لوگون نے آپ سے کہا کہ نار جہنم کو یاد کرکے آپ نہین روتے۔ مگر قبر پہ بیٹھکر
آپ گریہ کرتے ہین۔ انہون نے جواب دیا کہ رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ قبر پہلی منزل ملک باقی

کی ہے اور اگر آدمی عذاب قبر سے محفوظ رہے تو اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ اس کے لئے اور زیادہ سخت ہوگا۔ پھر انہون نے فرمایا کہ قبر سے زیادہ مین نے کوئی شے مہیب نہین دیکھی ہے منکر و نکیر کے بارے مین ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ اگر اُن مین سے ایک بھی زمین پر پھونک مارے تو پھر اس زمین مین کوئی سبز چیز نہ پیدا ہو۔ سورہ مومنین مین لکھا ہے کہ کفار کے پیچھے ایک برزخ روز حشر تک رہیگا۔ جوہری فیروزآبادی نے برزخ کی یہ تعریف لکھی ہے کہ ایک مقام درمیان دنیا اور آخرت کے ہے۔ جو کوئی مرجاتا ہے۔ وہ پہلے برزخ مین جاتا ہے برزخ کی ابتدا ہی سے آدمی کے لئے خراب ہے بیضاوی نے والنازعات کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ ملک الموت اور ملائکہ عذاب کافرون کی ارواح کو اُن کے قعر اجسام سے اس طرح کھینچکر نکالین گے جسطرح سے آدمی کسی چیز کو سمندر کی تہ سے کھینچکر نکالے۔ ایک حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جب کسی بدکار آدمی کی روح حضرت عزرائیل قبض کرتے ہین تو بآواز بلند کہتے ہین کہ اے روح نجس اس قالب ناپاک سے جلد نکل تب جسطرح سے کہ ایک گرم سیخ پر اون سے کھینچکر نکالا جاے اور کچھ اون اس سیخ مین چمٹ رہتا ہے۔ اسیطرح سے کچھ رگین بھی روح سے چمٹکر کھنچ آتی ہین۔ اس روح کو بہشت کے دروازے پر لیجاتے ہین۔ مگر اس کی بدبو سونگھکر بہشت کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ جب ایک مرتبہ ابوہریرہ نے اس بدبو کا ذکر آن حضرت سے کیا تو آپ نے ناک پر کپڑا رکھ لیا۔ جب بدکارون کی روح آسمان اور زمین دونون سے نکال دی جاتی ہے۔ تو سجین مین ڈالدی جاتی ہے۔ اور سجین ایک مجلس ساتوین طبقہ زمین کے نیچے ہے جو موافق ایک حدیث کے ابلیس کے جبڑہ کی ہڈی کے نیچے واقع ہے۔

روز محشر کو بعد حساب کے بدکارون کی ارواح بائین جانب پڑے گی اور پل صراط سے ہوکر گزرے گی۔ قرآن مجید مین صراط کو لکھا ہے کہ جہنم کا راستہ ہے۔ مگر حدیث مین وارد ہوا ہے کہ صراط ایک پل ہے۔ جو دوزخ پر سے گزر کے زمین سے بہشت چلا گیا ہے اور بال سے باریک تر اور تلوار کی دہار سے تیز تر ہے۔ اور اس کے دونون طرف بڑے بڑے کانٹے لگے ہوے ہین۔ پس اس ساعت تیرہ و تار مین کانٹون مین اُلجھکر بدکارون کا پاؤن اس پل سے پھسلیگا۔ اور وہ نیچے دوزخ مین گرین گے۔ پل صراط کا مضمون بھی یہود سے لیا گیا ہے۔ چنانچہ کتاب یلقوت روبینی مین لکھا ہے کہ بت پرست جہنم کے پل سے گزرین گے اور وہ مثل ریشم کے باریک ہوگا۔ اور وہ لوگ منہ کے بل جہنم مین گرین گے۔ ملا محمد باقر مجلسی نے جو ایک شیعہ

مذہب عالم تھے۔ کتاب حق الیقین مین لکھا ہے کہ پل صراط تین ہزار برس کے راستہ پر ہے۔ ہزار برس تک وہ لوگ اسفل کی طرف گرتے چلے جائینگے اور ہزار برس تک کانٹون سانپ اور بچھو کے اوپر چلین گے۔ اور ہزار برس تک اعلیٰ کی طرف صعود کرتے چلے جائینگے۔ ملا باقر مجلسی لکھتے ہین کہ اس امر کا اعتقاد کامل رکھنا لازم ہے اور اس کو دلائل عقلی سے ثابت کرنے کی کوشش کرنا وسوسۂ شیطانی پر دلالت کرتا ہے۔

سوال نکیرین قبر مین نیک وبد دونون سے ہوگا۔ اور دونون کے اعمال نیک وبد میزان مین تولے جائینگے۔ میزان اور صراط دونون بمعنی حقیقی مراد ہین نہ بمعنی مجازی اور دونون کا اعتقاد ضروریات دین مین داخل ہے اور اس کی تائید قرآن اور سنت یعنی حدیث اور اجماع سے ہوتی ہے۔ چنانچہ امام غزالی فرماتے ہین کہ مسلمانون کو میزان کا اعتقاد کرنا واجب ہے۔ جسکے دو پلے اور ایک ڈنڈی ہوگی۔ اور جو مقدار مین زمین وآسمان کے برابر ہوگی۔ خدا کی قدرت اور جبرئیل کے ہاتھ سے جب اعمال اس ترازو مین تولے جائینگے۔ سورہ انبیا مین یہ لکھا ہوا ہے کہ روز محشر کو ہم میزان عدل کو نصب کرینگے اور کسی بندۂ خدا پر ظلم بقدر ایک دانہ رائی کے بھی نہوگا۔ ہم اس کو ظاہر کردینگے اور ہمارا حساب لینا کافی ہے۔ پھر سورہ اعراف مین لکھا ہے۔ کہ اس روز کا وزن عادلانہ ہوگا۔ اور جن کے اعمال کا پلہ ہلکا ہوگا وہ لوگ ہین جنھون نے اپنے نفسون پر ظلم کیا ہے۔ وہ جہنم مین رہا کرینگے۔ اور آگ اُن کے منہ جھلسا دیگی یہ میزان کا مضمون شاید یہود سے لیا گیا ہے۔ چنانچہ یہود کی ایک مذہبی کتاب مین اعمال نیک وبد کے وزن ہونے کی مفصل کیفیت لکھی ہے۔ لیکن۔ اس کتاب مین ترازو کے پلون سے مراد ظاہر الہی یعنی مجازی ہین نہ بمعنی حقیقی۔

سورۂ اعراف مین لکھا ہے کہ ان دونون (یعنی نیکوکارون اور بدکارون) کے درمیان ایک پردہ حائل ہوگا اور اعراف پر آدمی ہونگے۔ جو سب کو اُن کے نشانون سے پہچان لینگے۔ اور اہل بہشت سے چلا کر کہینگے۔ سلام علیکم۔ وہ بہشت مین نہین داخل ہو سکتے ہین۔ اگرچہ ان کو آرزو ہے اور جب ان کی نظر اہل دوزخ پر پڑتی ہے تو وہ کہتے ہین۔ خداوندا ہمکو بدیون مین نہ داخل کر۔ اعراف سے مراد وہ حد فاصل ہے جو بہشت کو دوزخ سے جدا کرتی ہو۔ جلال الدین سیوطی لکھتے ہین۔ کہ اعراف پر وہ لوگ کھڑے ہونگے۔ جن کے اعمال نیک وبد برابر ہونگے لہذا نہ وہ بہشت مین جاسکتے ہین اور نہ دوزخ مین۔ شاید یہ مضمون بھی یہود سے لیا گیا ہو چنانچہ ایک عالم یہود کا قول ہے

جنت اور جہنم کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہے۔ اور دوسرے عالم یہود کا قول ہے کہ
ان دونوں مین صرف ایک بالشت کا فاصلہ ہے۔ دیگر علماء یہود کا قول ہے کہ بہشت اور
دوزخ ایسی قریب قریب ہین۔ کہ ایک سے دوسرے مین دیکھنا آسان ہے۔ سقراط حکیم نے
بھی اس مضمون کی تائید اپنی کتاب مین کی ہے اور اپنے دوستون سے کہا ہے کہ جو لوگ بیچ اوپر
مین ہین۔ یعنی نہ گناہگارون مین ہین نہ بیگناہون مین۔ وہ کشتیون پر سوار ہو کر اس جھیل
مین جائینگے۔ جس کا نام اچرن ہے۔ اور اس جھیل مین رہنے سے ان کے اعمال بد
ہو جائینگے۔ اس کے بعد سقراط نے لکھا ہے کہ بالکل یقین اس بات کا کر لینا کہ یہ امر ایسا ہی ہے
جیسا مین نے بیان کیا ہے کہ ایک ذی فہم کو زیبا نہین۔ پیغمبر اسلام سوئڈن برگ سے متفق الرائے
نہ تھے۔ جسنے دوزخ کے بارے مین یہ لکھا ہے کہ ایک بالکل جھوٹی بات ہے اور دنیوی
فائدے کے لئے بنائی گئی ہے۔ برزخ کوئی مقام نہین ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔
مردون کے لئے نماز یا دعا پڑھنا کار ثواب ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ کہتے ہین۔ کہ جب نماز مردہ
تک پہونچتی ہے تو سب چیزون سے زیادہ مردہ اس کو عزیز رکھتا ہے۔ اور ایسی نمازون کی
برکت سے خداوند کریم مردون کو ثواب پہاڑون کی برابر دیتا ہے لیکن اعراف کے باب
مین اختلاف کثیر ہے کہ آیا وہ ایک حالت تطہیر یا گناہون سے پاک کرنے کی ہے اور اس کا
مآل کار بہشت مین داخل ہوتا ہے۔
قرآن اور حدیث مین جہنم کا لفظ جو آیا ہے۔ تو فی الواقع یہ لفظ عبرانی لفظ جہنم سے
مشتق ہے جسکے معنی وہ ہی جنوبی شہر اورسلیم یعنی بیت المقدس ہے۔ یہ لفظ اسلام مین بذریعہ
مذہب عیسائی کے نہین پہنچا ہے۔ جیسا کہ اسکے آخری حرف م سے ظاہر ہے ابلیس و شیطان یہ
دونون عبرانی الفاظ ہین۔ پیغمبر اسلام نے حشر و نشر کے مسئلہ مین مجوس اور یہود اور نصاریٰ سے
اتفاق کیا ہے اور اس مسئلہ کو متواتر بہ تاکید تمام بیان کیا ہے۔ چنانچہ سورہ مریم مین لکھا ہے
کہ تم مین کوئی ایسا نہین ہے جو پل صراط سے نہ گزر سکا۔ تمہارے پروردگار کا حکم قطعی یہی ہے۔
نیکوکار نجات پائینگے۔ مگر بدکار جہنم مین پڑین گے۔
سورۂ لحجر مین لکھا ہے کہ جہنم کے سات دروازہ ہین اور ان مین سے ہر ایک کا علحدہ حصہ
ہے۔ اس آیت سے علمائے اسلام نے مجوس اور یہود کی تقلید کر کے سات طبقات
جہنم قرار دئے ہین۔ جن مین کفار اور منافقین کے گروہ رہا کرینگے۔ سب سے

اوپر جو طبقہ ہے اس کا نام جہنم ہے۔ اور یہ لفظ عموماً سب طبقات دوزخ پر بھی صادق آتا ہے۔ یہ طبقہ اول دوزخ کا بدکردار مسلمانون کے لئے ہے۔ یا موحدین کے واسطے ہے یہ لوگ اپنے گناہون کے معاوضہ مین معذب ہونے کے بعد آخر بخشدیئے جائینگے۔ اور اُن کا خاص جہنم توڑ ڈالا جائیگا۔ دوسرے طبقہ کا نام لظیٰ ہے یہ عیسائیون کے لئے ہے۔ تیسرے طبقہ کا نام حطمہ ہے۔ یہ یہود کے لئے ہے۔ چوتھے طبقہ کا نام سعیر ہے یہ صائبین یعنی ستارہ پرستون کے واسطے ہے۔ پانچوان طبقہ سقر مجوس ہے یعنی آتش پرستون کے لئے ہے۔ چھٹا طبقہ جہیم بت پرستون کے لئے ہے۔ اور ساتوان طبقہ ہاویہ منافقین کے لئے ہے اس کو درک اسفل بھی کہتے ہین۔ یہ سات جہنم بھی یہود سے لئے گئے ہین۔ چنانچہ ایک عالم یہود شمعون نے اپنی کتاب زہر مین لکھا ہے کہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ معصیت کی خواہش اس دنیا مین نہ تھی اور معصیت کو ایک آہنی ڈبیا مین بند کرکے سمندر مین ڈالدیا تھا۔ اس زمانہ مین آتش جہنم بجھا دی گئی اور بالکل افروختہ نہ تھی۔ لیکن جب برائی کی خواہش یعنی ہوا و ہوس نے دنیا کو پھر آگھیرا تو دنیا مین بدکردارون پر اس خواہش کا غلبہ ہوا تو آتش جہنم دوبارہ افروختہ ہونے لگی۔ کیونکہ عالم موصوف نے بیان کیا ہے کہ آتش جہنم بری آدمیونکی ہوا و ہوس اور خواہش بد سے پیدا ہوئی ہے۔ اور یہی خواہش بد اس آگ کو شب و روز افروختہ رکھتی ہے اور اس کو بجھنے نہین دیتی ہے۔ آگے چلکر اس عالم یہود نے لکھا ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہین اور سات طبقے ہین۔

یہہ عجیب بات ہے کہ جملہ مفسرین قرآن مجید نے ساتوین طبقہ جہنم مین منافقین کو جگہہ دی ہے۔ یہ امر چونکہ موافق عقل سلیم ہے۔ لہذا ہر ایک مذاہب کے آدمیون کو اس سے اتفاق ہے۔ لیکن دیگر طبقات جہنم کے بارے مین بڑا جھگڑا ہے۔

مثلاً بعض علما نے بت پرستون کو دوسرے طبقہ مین اور یاجوج و ماجوج کو تیسرے طبقہ مین اور شیاطین کو چوتھے طبقہ مین اور جو لوگ نماز نہین پڑھتے ہین اور نہ زکوۃ نہین دیتے ہین۔ ان کو پانچوین طبقہ مین اور مجوس اور یہود و نصاریٰ چھٹے طبقہ مین جگہہ دی ہے۔ بعض کا قول یہہ ہے کہ جہنم دہریون کا مسکن ہے۔ جو عالم کے قدیم ہونے کے قائل ہین اور وجود باری تعالیٰ سے منکر ہین۔ اور لظیٰ فرقہ مانیکہ کا جو دو خدا اُون کو مانتے ہین۔ اور بت پرستان عرب کا مقر ہے۔ اور حطمہ ہندوستان کے برہمنون کا اور سعیر یہود کا۔ اور

سقر نصاریٰ کا اور جحیم مجوس کا مسکن ہے۔ بعض نے دوسرا طبقہ جہنم یہود اور تیسرا طبقہ
جو سب سے خراب ہے نصاریٰ کو دیا ہے۔ مگر سورۂ مائدہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پیغمبر
اسلام کا یہ منشا ہرگز نہیں تہا۔ کیونکہ اس سورہ مین یہ آیت موجود ہے۔ ولتجدن اشد الناس
عداوۃ للذین آمنوا الیہود والذین اشرکوا ولتجدن اقربہم مودہ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ذلک
بان منہم قسیسین ورہبانا وانہم لایستکبرون۔ یعنی ہر آئینہ تو پائیگا سب سے بڑا دشمن مسلمانون کا
یہود کو اور سب سے بڑا دوست مسلمانون کا ان لوگون کو جو اپنے تئین نصاریٰ کہتے ہین۔ یہہ
اسواسطے ہے کہ ان مین پادری لوگ اور راہب یعنی سنیاسی ہین اور یہ تحقیق وغرور
نہین رکہتے ہین۔ ان مین سے ہر ایک طبقہ جہنم کا ذکر قرآن مجید مین ہے۔ مثلاً سورہ القارعہ مین
طبقہ ہفتم کا ذکر ہے۔ یعنی اس سورہ مین کہا ہے کہ واما من خفت موازینہ فامہ ہاویہ یعنی وہ لوگ
جنکے اعمال کا پلہ ہلکا ہوگا۔ ان کا مسکن ہاویہ ہوگا اور ہاویہ ساتوین طبقہ جہنم کا نام ہے۔

قرآن مجید مین دل چسپ اور پُر وحشت کنندہ اور پوری کیفیت جہنم کی ٹہیک ٹہیک بیان کی۔
قرآن شریف کی عبارت مین ایک قسم کے ڈراما کی قوت اور کیفیت معلوم ہوتی ہے اس کے
مقابل مین وہ حقیقت جو علماے مسیحی نے دوزخ کی بیان کی ہے کہ وہان آگ کی بہٹی اور
کیڑے مکوڑے اور ہاے واویلا ہوگی۔ بالکل ہیچ معلوم ہوتی ہے بدکارون کو قرآن مجید مین
اصحاب المشئمہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی بائین طرف کے لوگ اور ان کی نسبت لکہا ہوا
ہے۔ کہ ان کے بال اور ٹانگین پکڑ کر ان کو جہنم مین ڈہکیل دینگے (سورۂ رحمٰن) اُن کے لئے
آگ کے کپڑے بنائے جائینگے (سورۂ حج) آتش لے دود اور دود بے آتش مین وہ لپیٹے
ہوئے ہونگے۔ (سورہ رحمٰن) ان کو پانی مثل پگہلے ہوئے پیتل کے دیا جائیگا (سورۂ کہف)
وہ سردی یا شراب کا مزا چکہینگے سواے آب گرم وغساق کے (سورہ نباء) جتنی دفعہ
انکے جسم کی کہال جل بہن جائیگی ہم انکے بدن مین نئی کہال پیدا کرینگے (سورۂ نساء) اُن کیواسطے
باد سموم اور سیاہ دہوئین کا سایہ ہوگا (سورۂ القارعہ) وہ پہینکیگا چنگاریان مثل زرد رنگ
اونٹون کے (سورۂ مرسلات) فاتقوا النار التی وقودہا الناس والحجارۃ۔ یعنی پس ڈرو اس آگ
سے جس کا ایندہن انسان اور پتہر ہے (سورۂ بقر) آتش دوزخ کا دہوان ان کے دلون پر
چڑہیگا۔ اور ان کو چارون طرف سے گہیر لے گا۔ (سورۂ توبہ) جتنی مرتبہ وہ عذاب جہنم سے بتنگ
آکر نکلنا چاہینگے وہ اسی مین واپس کئے جائینگے۔ (سورہ حج) اسی مین وہ آہ وزاری کرینگے

اور اسی مین وہ ہمیشہ رہین گے (سورۂ ہود) ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ جہنم کے گرد ایک
دُخانی پردہ پڑا ہوا ہے - اس کی چار دیوارین ہین - اور ہر ایک دیوار کا عرض چالیس برس کی
راہ کا ہے - جلال الدین سیوطی لکھتے ہین کہ روز قیامت کو جہنم ستر ہزار رسون سے کھینچا جائے گا
اور ہر رسے کو ستر ہزار فرشتے کھینچین گے - اور وہ مثل شیر کے غراتا اور ڈکارتا ہوا آئے گا
(سورۂ فرقان مین بھی لکھا ہے کہ جون ہی دوزخ بدکارون کو دور سے دیکھیگا اس سے آواز
مہیب آئیگی - ابو دردا سے روایت ہے کہ اہل جہنم پر بھوک مسلط کی جائیگی اور انکی بھوک
اس عذاب کے برابر ہوگی جسمین وہ مبتلا ہونگے - اور جب وہ بھوک کے مارے چلائین گے
تب ان کو ضریع کا کھانا دیا جائیگا (لیس لہم طعام الا من ضریع) سورہ ص مین لکھا ہی کہ وہ
آب گرم اور غساق اور اسی قسم کی اور چیزین پین گے - ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ
آنحضرت نے فرمایا کہ اگر ڈول غساق کا دنیا مین ڈالا جائے تو اہل دنیا مارے بدبو کے پریشان
ہو جائین - دوسری غذا اہل جہنم کی زقوم ہے - یہ سب سے بدتر درخت ہے اور اہل جہنم کے
لئے بنایا گیا ہے - اس سے تلخ تر کوئی درخت عربستان کے نباتات مین نہین ہے - اس
درخت کا ذکر کتب مقدسہ مین تین مقامات پر کیا گیا ہے - اور قرآن مجید مین لکھا ہی کہ اسکی
بابت لوگون مین باہم جھگڑا ہوگا - وہ کہین گے کہ آتش جہنم درختون کو جلا دیتی ہے - پس یہ
درخت قعر جہنم سے کیونکر اُگ سکتا ہے - چنانچہ ایک حدیث مین آیا ہے کہ اگر ایک قطرہ اس کا
دنیا مین گر سکے - تو تمام اہل زمین کی غذا کو سڑا دے - پس کیا حال ہوگا اس شخص کا جسکی
غذا زقوم ہوگی - درخت زقوم کے پھل مانند سرہائے شیاطین کے ہونگے - اس کی تعبیر
جلال الدین سیوطی نے زہریلے سانپون سے کی ہے - زقوم کا مضمون بھی شاید یہود سے
لیا گیا ہے - چنانچہ یہود کی ایک معتبر کتاب مین لکھا ہے کہ بنی جہنم کے وادی مین دو درخت
خرما ہین اور ان دونون کے درمیان سے دھوان نکلا کرتا ہے - یہی دروازہ جہنم کا ہی جہنم مین
ایک کوہ آتشین بھی ہے - ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اہل جہنم
اس درخت پر ستر برس تک چڑھین گے - اور پھر نیچے گر پڑین گے - اور ہمیشہ یہی ہوا کرے گا
سورہ مومنین مین لکھا ہے کہ اہل جہنم آگ مین بھی مسکرائین گے - ابو سعید خدری نے
اس کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ ان کا اوپر کا ہونٹ اس قدر سکڑ جائیگا کہ اسکے سر سے مل جائیگا اور اس کے
نیچے کا ہونٹ اس قدر لٹک پڑیگا کہ ناف تک پہنچ جائیگا - عبد اللہ ابن عمر سے منقول ہی کہ

اگر ایک سیسہ کا گیند مثل ہیرے سر کے آسمان سے زمین پر پھینکا جائے کہ پانسو برس کا فاصلہ ہے تو وہ زمین پر سب کے قبل پہونچ جائیگا۔ لیکن اگر وہ گیند سر سے اس زنجیر آہنی کے پھینکا جائے۔ جسمین گنہگارون کو جکڑ دین گے اور شب و روز برابر چلا جائیگا۔ تو چالیس برس گزر جائینگے تب وہ نیچے پہونچیگا۔

سورۂ اعراف مین لکھا ہے کہ اہل جہنم اہل بہشت سے پکار کر کہین گے۔ کہ ہمکو تھوڑا پانی پلا دو۔ یا وہ چیز جو خدا نے تمکو دی ہے۔ اہل بہست یہ جواب دین گے۔ بہ تحقیق کہ خدا نے یہ نعمتین کافرون کو دینا منع کیا ہے۔ اس واقعہ سے بیضاوی نے یہ ثابت کیا ہے کہ جنت جسمانی حیثیت سے جہنم کے اوپر واقع ہے۔ ہم فیہا خالدون۔ یعنی وہ لوگ جہنم مین ہمیشہ رہین گے۔ یہی سزا ہے۔ ان سب لوگون کی جو مسلمان نہین ہین مثلاً یہود کو سورہ بقر مین لکھا ہے کہ وہ کہتے ہین کہ آگ ہمارے جسم سے صرف چند روز تک مس کرے گی سیوطی نے اسکی تفسیر یہ لکھی ہے کہ چالیس دن تک اور یہی تعداد ان ایام کی ہے۔ جن مین یہود کے اسلاف نے گوسالہ پرستی کی تھی۔ مگر سب مسلمان دوزخ سے خلاصی پائینگے۔ بعد گزرنے اس میعاد کے جو اُن کے اعمال کی مناسب ہوگی۔ اور جو نوسو برس سے کم اور سات ہزار برس سے زیادہ نہوگی۔ حدیث مین وارد ہوا ہے کہ ان کے اجسام آتش دوزخ سے جھلس جائینگے لیکن ان کے اعضاء سجود پر آتش جہنم اثر نہ کرے گی اور وہ سفید رہین گے اور ان ہی اعضاء کے ذریعہ سے وہ لوگ پہچانے جائینگے۔ بعض کا قول ہے کہ آتش جہنم ان کے لئے سرد ہو جائیگی اس کے شعلون کی شدت کم ہو جائیگی۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ تمام زمانہ قیام جہنم مین ان پر نوم غرق یعنی گہری نیند مسلط کی جائیگی۔ آخرالامر آتش جہنم کا دہوان اور کثافت ایک چشمہ بہشت کے پانی سے پاک کیا جائیگا۔ اور وہ لوگ داخل جنت ہونگے۔ درانحالیکہ سفید ترمروارید آبدار سے ہونگے۔ قرآن مجید مین متواتر لکھا ہے کہ بہ تحقیق کہ مین بھر دونگا جہنم کو تم سے اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ جہنم روز قیامت کو بالکل بھرا ہوا ہوگا۔ چنانچہ سورہ ص مین لکھا ہوا ہی کہ روز قیامت کو ہم جہنم سے پوچھین گے کہ کیا تو بھر گیا ہے وہ کہیگا کہ کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے۔ انس بن مالک سے منقول ہے کہ جہنم ہمیشہ بھرتا جائیگا۔ اور ہل من مزید یعنی اور لاؤ اور لاؤ کہتا جائیگا۔ یہان تک کہ خداوند عالم اپنا پائے قدرت اس مین رکھدیگا۔ تب وہ سمٹ جائیگا اور کہیگا۔ کافی کافی ہے قسم ہے تیری عزت و جلال کی اور تیرے جود و کرم کی۔ ابوہریرہ کہتے ہین کہ یہ

اس وقت ہوگا - جبکہ بہشت اور دوزخ مین باہم جھگڑا ہوگا -
سورۃ المطففین مین لکھا ہے کہ ایک روز وہ لوگ جو ایمان لائے ہین کافرون پر ہنسین گے
اور وہ اپنے بستر عروسی پر بیٹھے ہوئے دیکھین گے کہ کافرکس ذلت کے ساتھ آتش جہنم مین
ڈالے جاتے ہین - اور یہ بھی لکھا ہے کہ بدکارون کو ایک دروازہ جنت کا دکھایا جائیگا اور
اُن سے کہا جائیگا کہ اس دروازہ سے بہشت مین داخل ہو - لیکن جب وہ اس
دروازے کے قریب پہونچین گے تو وہ فوراً بند کر دیا جائیگا اسوقت مومنین ان پر ضحکہ
کرین گے - اس قسم کا مسئلہ دین مسیحی مین بھی ہے اور یوحنا حواری کیطرف منسوب کیا گیا ہے -
بت پرستون کے باب مین یوحنا کی انجیل مین لکھا ہے کہ ان پر آتش جہنم کا عذاب موجود گی
ملائکہ اور روبرو دوست بھیڑ (شاید اس سے حضرت عیسٰی مراد ہین) کے ہوگا -
ابو محمد الحسن ابن مسعود ابن محمد البغوی جنہون نے ۵۱۶ ہجری مطابق ۱۱۲۲ء مین وفات
پائی ایک عالم علمائے شافعی مین سے تھے - یہہ عالم امام وقت تھے اور زاہد بھی تھے - ان کی
معمولی خوراک نان خشک تھی - لیکن جب ان کو لوگون نے تصنع پر محمول کیا اور کہا کہ امام
صاحب زاہد بنتے ہین - تو انھون نے روغن زیتون بھی نان خشک کیساتھ شریک کرلیا -
انھون نے ایک کتاب احادیث تالیف کی اور اس کا نام مصابیح السنن رکھا - اسمین
وہ احکام اور احادیث صحیحہ لکھی ہین - جو آنحضرت کی طرف منسوب ہین - اس کتاب کی تلخیص
چند مدت کے بعد شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد ابن عبداللہ الخطیب نے کر کے اس کا
نام مشکات المصابیح رکھا - یہ کتاب ۷۳۷ ہجری مین ختم ہوئی - اس مین مختلف احادیث
صحیح اور حسن اور ضعیف لکھی ہین - جو پیغمبر اسلام کی طرف منسوب کی گئی ہین اور جس کا سلسلہ
روایت صحابہ اور اُن کے تابعین کے ذریعہ سے آنحضرت پر منتہی ہوتا ہے - منجملہ ان احادیث
کے بعض روایت جو جہنم کے باب مین ہین - ناظرین کو دلچسپ معلوم ہونگی - ابوہریرہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ دنیا مین جتنی آگ ہے - وہ ستر وان حصہ آتش دوزخ کا ہے
تب ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری دنیا کی آگ کیا کم ہے - آنحضرت نے فرمایا کہ آتش
جہنم اس دنیا کی آگ سے انہتر حصہ زائد ہوگی - ابوہریرہ کہتے ہین کہ آتش جہنم ہزار برس
تک افروختہ رہی تب سرخ ہوگئی - پھر ہزار برس اور سلگائی گئی تب سفید ہوگئی - پھر ہزار
برس اور مشتعل رہی تب سیاہ ہوگئی - اب آتش جہنم مین روشنی بالکل نہین ہے -

بلکہ صرف سیاہی سیاہی ہے۔ جیسا کہ ملٹن شاعر نے اپنی مثنوی میں نظم کیا ہے۔ پھر ابوالحسن نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ روز قیامت کو آفتاب اور ماہتاب مثل پنیر کے جہنم میں ڈالدئے جائینگے۔ راوی ابوالحسن نے پوچھا کہ ان دونوں کا کیا قصور ہے کہ جہنم میں ڈالے جائینگے۔ ابوہریرہ نے کہا کہ میں رسول کے قول کو نقل کرتا ہوں تب ابوالحسن خاموش رہا۔

نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ سب سے کم عذاب جہنم اس شخص پر ہوگا جسکی آتشین نعلین اس کا مغز مثل پانی کے گھڑے کے ابلنے لگے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ سب سے کم عذاب جہنم پیغمبرؐ کے چچا ابوطالب پر ہوگا۔ جو نعلین آتشین پہنے ہوں گے جس ان کا بھیجا ابلا کرے گا۔ ایک روایت میں وارد ہے کہ بعض اہل جہنم کے پاؤں کے گٹوں تک آگ ہوگی۔ بعض کے گھٹنوں تک بعض کے کمر تک۔ اور بعض کی گردن تک۔ انس بن مالک سے منقول ہے کہ اس دنیا میں جن لوگوں نے سب سے زیادہ عیش و عشرت کیا ہے روز قیامت کو وہ آگ میں غوطہ دئے جائینگے اور ان میں سے ہر ایک سے کہا جائیگا کہ اے ابن آدم کیا تو نے کوئی اچھی بات کبھی دیکھی ہے کیا کبھی عیش تیرے پاس سے بھی ہوکر گزرا ہے وہ شخص کہیگا واللہ نہیں اور روز قیامت کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جن پر عذاب جہنم سب سے کم ہوا ہے فرمائے گا کہ اگر ہر ایک چیز جو زمین میں ہے۔ تیرے پاس آجائے تو بھی کیا تو اس کے ذریعہ سے اپنے تئیں اس عذاب سے چھڑا سکتا ہے وہ جواب دیگا نہیں تب اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ جب تو آدم کے صلب میں تھا تب میں نے تیرے لئے اس سے کم عذاب تجویز کیا تھا۔ اور میں نے تجھہ سے کہا تھا کہ میرا شریک کسی کو نہ سمجھنا۔ مگر تو نے میری نافرمانی کی۔

عبداللہ ابن الحارث سے منقول ہے کہ جہنم میں سانپ مانند بخارا کے اونٹوں کے ہیں جن کے دو کوہان ہوتے ہیں۔ اور جب ان میں سے ایک سانپ ایک دفعہ کاٹتا ہی تو اس کا زہر اہل جہنم کو چالیس برس تک محسوس ہوتا ہے۔ جہنم میں بچھو بھی گدہے کے برابر ہیں۔ ان کا کاٹنا بھی وہی اثر رکھتا ہے۔ جو سانپوں کا کاٹنا رکھتا ہی۔ ابوہریرہ سے منقول ہے کہ جب خدا نے آگ کو پیدا کیا تو جبرئیل سے فرمایا کہ اس کو جاکر دیکھ۔ پس جبرئیل نے اس کو جاکر دیکھا اور خدا سے عرض کی کہ خداوندا قسم ہے تیری عزت و جلال کی۔ جو تیرا مبارک نام لیگا۔ وہ اس آگ میں داخل نہ ہوگا۔ تب خدا نے اس آگ کو واسطے

خواہش ہائے نفسانی اور شہوات شیطانی کو پیدا کیا اور جبرئیل سے فرمایا کہ اب پھر جا کر اس کو دیکھو۔ جبرئیل نے پھر جا کر اس کو دیکھا۔ اور عرض کیا خداوندا قسم ہے تیری عزت و جلال کی کوئی نہوگا۔ جو اس آگ مین داخل نہو گا۔

انس ابن مالک سے منقول ہے کہ ایک روز آن حضرت نے نماز جمعہ پڑہانے کے بعد ممبر پہ جا کر اور قبلہ کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس وقت جب مین تمہارے لئے دعا کر رہا تہا۔ تو مجھکو بہشت اور دوزخ دکھایا گیا اور آج ہی مین نے نیکی اور بدی کو دیکھا ہے عبد اللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ اس جہنم مین بہت موٹے تازے رہین گے۔ اور اس قدر فربہ ہونگے کہ ان کے کان کی لو اور اُن کے شانے کے درمیان سات سو برس کے سفر کا فاصلہ ہو گا۔ ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ جو جہنم مین ہو اس کے شانون کے درمیان اگر کوئی گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا جائے تو تین دن مین پہونچے گا۔ وہ اپنی زبان چار فرسخ تک پہیلا دیگا۔ یہان تک کہ لوگ اس پر چلین پھرین گے۔ اس کے دانت مثل کوہ احد کے ہونگے۔ اور اس کی کھال کی مٹائی ستر ہاتھ کی ہوگی۔ اور ابو ہریرہ سے یہی منقول ہے کہ کافر کی ران مثل کوہ بیضا کے ہوگی اور اس کے سرینون کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا۔ جتنا مکہ اور مدینہ مین ہے۔ انس ابن مالک سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ گریہ کرو۔ ایہا الناس اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو۔ یہ تحقیق کہ اہل جہنم کی آنکھون سے آنسوؤن کے دریا جاری رہتے ہین۔ اور جب آنسو موقوف ہو جاتے ہین۔ تو اُن کی آنکھون سے خون بہتا ہے اور ان کی آنکھین سوجی رہتی ہین۔ ابو ہریرہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک وادی جہنم ہے۔ اس کا نام ہب ہب ہے یہ وادی مغروران کی قیام گاہ ہے۔ جابر سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مجھکو جہنم دکھایا گیا اور مین نے اس مین ایک عورت کو بنی اسرائیل سے دیکھا۔ جسپر عذاب اس وجہ سے ہو رہا تہا کہ اس نے ایک بلی کو پکڑ کر باندہ رکھا۔ مگر اس کو کھانا نہین دیتی تہی۔ اور نہ اسکو کیڑے مکوڑے کھانے دیتی تھی۔ یہان تک کہ وہ بلی بھوک کے مارے مرگئی۔

آسمانی بجلی

از کرزن گزٹ دہلی ۱۵ دسمبر ۱۹۱۵ء

فرنیکلن سب سے پہلا شخص تھا۔ جسنے کرہ ہوائی مین برقی قوت کی موجودگی کو معلوم کیا۔ پہلی

مرتبہ ۱۷۴۹ء مین اس نے ایک رسالہ لکھا۔ جسمین اس نے چند ایسے تجربات کا ذکر کیا ہے
جس سے کرۂ ہوائی مین بجلی کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ آخر ۱۷۵۲ء مین اس نے اس بات
کو پایۂ ثبوت کو پہنچا دیا کہ ایک دن جبکہ مطلع ابر آلود تھا۔ اس نے ایک پتنگ چڑہائی جس کے
سرے پر ایک کیل لگی ہوئی تھی۔ اور جس کا دوسرا سرا ایک درخت سے باندہ دیا گیا تھا۔
تھوڑی دیر بعد جبکہ ایک جھلا پڑ چکا تھا۔ وہ اپنی انگلی ڈور کے قریب لیگیا۔ اور فوراً ایک خفیف
دہکا مع ایک چھوٹے سے شعلہ کے محسوس ہوا۔ اس کے بعد صدہا تجربات کئے گئے۔ جن سے
یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کرۂ ہوائی مین برقی قوت کی موجودگی صرف بارش ہی کی حالت مین محدود
نہین۔ بلکہ ہر موسم مین پائی جاتی ہے۔ یہ قوت عموماً مثبت قسم کی ہوتی ہے۔ مگر بعض
اوقات منفی بھی پائی گئی۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ مثبت قسم کی بجلی ہمیشہ بلندی پر ہوتی ہے
زیادہ بلند مکانون کی چھتون۔ مینارون اور دیگر اونچے مقامات پر سے جب کبھی تجربہ کیا گیا ہے
تو عموماً اس خیال کی تائید ہوئی ہے۔ مگر فراخ میدانون مین کبھی کبھی صرف پانچ چھ فیٹ
کی بلندی پر ہی اس کی موجودگی محسوس کی گئی ہے۔ برخلاف اس کے پلٹیر کے تجربہ پر زمین
کے قریب ہمیشہ بجلی منفی قسم کی ہوتی ہے۔ جبکہ آسمان صاف ہو تو بجلی اکثر تبدیل ہوتی
رہتی ہے۔ یعنی بعض اوقات ایک ہی مقام پر دن مین کئی کئی مرتبہ کبھی مثبت اور کبھی
منفی بجلی پائی گئی ہے۔

کرۂ ہوائی مین بجلی کی موجودگی کا سبب

مختلف قیاس کرہ ہوائی مین بجلی کی موجودگی کے سبب کے متعلق پیش کئے جاچکے ہین
مگر یقینی طور پر کسی کو صحیح نہین کہا جاسکتا۔ بعض کی راے مین یہہ ہوا کے زمین سے
مسلسل رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ بعض نباتات کی نشو ونما کو اس کی پیدایش کا
سبب جانتے ہین۔ بعض کا خیال ہے کہ پانی کا بصورت بخار تبدیل ہونا اس کی
موجودگی کا باعث ہے۔ اس مین شک نہین کہ آخر الذکر کو اس سے کچھہ نہ کچھہ تعلق ضرور
ہے۔ چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ شدید گرج اور چمک کے بعد بارش کی تیزی نسبتاً
بڑہ جایا کرتی ہے۔ جس سے اس خیال کو تقویت ہوتی ہے کہ بخارات کا منجمد ہو کر آب باران
کی صورت مین تبدیل ہوجانے کو برقی جزر ومد سے کچھہ تعلق ہونا ممکن ہے۔ نیز یہ بھی دیکھا
گیا ہے۔ آتش فشان پہاڑون کی آتش فشانی کیساتھہ بخارات کچھہ بلندی تک اُٹھکر

سیاہ بادلون کی شکل مین منجمد ہو جایا کرتے ہین۔ اور کچہ دیر زور شور سے چمکنے اور گرجنے کے بعد پھر بصورت بارش ٹپک پڑتے ہین۔

قوت، مقدار برقی

بجلی کا کوئی حصہ اس وقت تک صحیح طور پر سمجھ مین نہین آسکتا۔ جب تک کہ لفظ پوٹنشل یا قوت مقدار برقی کی مختصر تشریح نہ کردی جاے۔ بجلی کے لئے پوٹنشل وہی چیز ہے۔ جو گرمی کے لئے حرارت۔ جس ایک گرم لوہے کو پانی مین ڈال دو تو تھوڑی دیر مین لوہا نسبتاً سرد اور پانی بہ نسبت پیشتر کے گرم ہو جائیگا اور امتحان کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اب لوہے اور پانی کی حرارت مساوی درجہ پر ہے اس سے ثابت ہوا کہ انتقال حرارت ہمیشہ زیادہ گرم چیز سے کم گرم چیز مین ہوتا ہے اور یہ سلسلہ انتقال اس وقت تک جاری رہتا ہے۔ جب تک کہ دونون چیزون کی حرارت مقدار مین یکسان نہو جائے۔ بالکل یہی حالت بجلی کی ہے۔ اگر ایک چیز مین برقی قوت مقدار یا پوٹنشل زیادہ ہے اور دوسری چیز مین کم تو فوراً زیادہ مقدار والی چیز مین سے انتقال قوت واقع ہوگا۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک کہ دونون چیزون کا پوٹنشل برابر نہو جائے۔

بجلی کیون چمکتی ہے

دوران بارش مین یا جبکہ سطح ابر آلود ہو۔ تمام بادلون مین مختلف مقدار مین برقی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ یا ممکن ہے کہ پیشتر سے موجود رہتی ہو۔ اور جب تک کہ تمام بادلون کی قوت مقدار برقی برابر رہتی ہے۔ اس وقت تک تو سکون رہتا ہے۔ لیکن جب ذرا کمی واقع ہوئی تو قریب کے بادل فوراً اپنی بجلی اس کمی کے پورا کرنے کے لئے خارج کرتا ہے۔ اور سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ توازن قایم نہ ہو جاے۔ انتقال قوت ہمیشہ ایک چمک اور گرج کے ساتھ عمل مین آتا ہے۔ جسکی تشریح بعد مین کی جائے گی۔

بجلی گرنا

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بادل سے زمین تک ایک سلسلہ قوت برقی کا قایم ہو جاتا ہے۔ اگر زمین کا پوٹنشل کسی طرح کم ہو جائے تو فوراً قریب کے بادل سے انتقال قوت برقی واقع ہوتا ہے۔ اور اسی کا نام بجلی گرنا ہے۔ چونکہ پوٹنشل ہمیشہ نوکدار اور بلند

مقامات پر زیادہ ہوتا ہے اس لئے ایسے ہی مقاموں پر پوٹنشل کی ذرا سی کمی سے بجلی گرنے کا احتمال ہوتا ہے۔

بجلی کی قسمیں

بادلوں کی بجلی کی بلحاظ چمک چار قسمیں ہیں۔

(۱) سیدھی چمک یہہ بالکل سیدھی لکیر کی صورت ہوتی ہے۔ ایسی چمک شاذ و نادر ہی ہوا کرتی ہے۔

(۲) لہریہ دار چمک۔ یہ بالکل عام ہے۔

(۳) شاخدار چمک اصل لکیر نمبر ۲ کے مشابہ ہوتی ہے۔ مگر اس میں درختوں کی جڑوں کی طرح جگہہ جگہہ سے شاخیں پھوٹی ہوتی ہیں۔

(۴) پیچدار چمک۔ اس قسم کی چمک ایک مقام سے شروع ہو کر ایک پیچ در پیچ لکیر کی صورت میں دور تک پھیلتی جاتی ہے اور شاذ ہی دیکھی گئی ہے۔

بجلی کا رنگ

بجلی کا اصلی رنگ نافرمانی یا بنفشئی ہے۔ مگر زمین کے قریب اکثر کسی قدر سفیدی مایل معلوم ہوتی ہے۔ مگر جس قدر بلندی پر جاؤ جہاں ہوا کے اجزا بہ نسبت زمین کے زیادہ لطیف ہیں۔ اسی قدر اس کا اصلی رنگ کھلتا جاتا ہے۔

چمک اور آواز

چمک اور گرج ہمیشہ ایک ساتھہ ہی ہوا کرتے ہیں۔ مگر چونکہ روشنی کی رفتار بہت زیادہ ہے۔ اس لئے چمک پہلے دکھائی دیتی ہے اور آواز بعد کو سنائی دیتی ہے حساب سے معلوم ہوا ہے کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھہ چھیاسی ہزار فی سکنڈ ہے حالانکہ آواز کی رفتار صرف گیارہ سو فیٹ فی سکنڈ ہے۔ اس کے علاوہ چمک ڈیڑھ سو میل سے بھی زیادہ دور تک بھی آنکھہ کو محسوس ہو سکتی ہے۔ مگر آواز ستر میل سے زیادہ دور تک کی نہیں سنائی دیتی۔ ایسی چمک کو جبکہ آواز نہ سنائی دے کوندا ہونا کہتے ہیں۔

برقی گولے

گرنے والی بجلی کی ایک شاذ و نادر قسم اور بھی ہے۔ جسکو کرہ برقی کے نام سے موسوم

کرتے ہین۔ بعض وقت بادلون مین سے ایک چمک کیساتھ ایک سرخ آتشین گولہ زمین تک آتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور زمین سے ٹکر کھانے کے بعد کبھی تو پھر اُسی تیزی کیساتھ واپس چلا جاتا ہے۔ مگر بعض وقت ایک نہایت دہشت ناک اور مہیب آواز کیساتھ پھٹ جاتا ہے۔ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا کئی ہزار توپین ایک ساتھ چھوڑدی گئین۔ یورپ مین اس قسم کی کئی مثالین موجود ہین

چمک کا وقفہ

بجلی کی چمک ایک سکنڈ کے ایک لاکھوین حصہ سے زیادہ دیر تک نہین رہتی بادی النظر مین یہ بات کسی قدر مہمل معلوم ہوگی مگر وایٹ سٹون نے اس بات کو ایک تجربہ کے ذریعہ سے پورے طور پر ثابت کر دکھایا ہے۔

برقی روشنی کی مقدار

بجلی چمکتے وقت جو روشنی دکھائی دیتی ہے وہ اصل روشنی سے بدرجہا کم ہوتی ہے۔ اس کی ایک آسان مثال یہ ہے کہ ایک لاٹھی کے دونون سرون پر کپڑے کے دو لٹو بناؤ۔ اور ان کو تیل مین بھگو کر آگ لگادو۔ ظاہر ہے کہ ایک اندھیرے مکان کو یہہ لٹو اچھی طرح روشن کردینے کے لئے کافی ہین۔ اب اس لکڑی کو نہایت تیزی کیساتھ گھماؤ تو تمام روشنی غائب ہوجائے گی اور ایک نیلے نیلے گول آتشین دائرے کے سوا کچھہ معلوم نہین ہوگا۔ جس قدر تیزی سے لٹو گھمائے جائین گے اسی قدر اس کی تیزی کم ہوتی جائے گی۔ جب ہاتھ سے گھمانے والی بنیٹی سے یہ حالت پیدا ہوسکتی ہے تو بجلی جیسی چیز کے لئے جسکی سرعت ناقابل بیان ہے کہ اپنی اصلی روشنی سے وہیٹ سٹون کے تجربے کی بناپر چمک مین ایک لاکھ گنا معلوم ہونا کچھہ زیادہ قابل حیرت نہین اپنی اصلی حالت مین اس کی روشنی یقینی سورج کی روشنی سے کسیطرح کم تیز نہ ہوتی ہوگی۔

گرج

بجلی کے ایک بادل سے دوسرے بادل مین ناقابل بیان تیزی کے ساتھہ گزرنے سے گردوپیش کے اجزاے ہوائی مین تلاطم سا پیدا ہوجاتا ہے۔ اور ان اجزا کے ایک دوسرے کے ٹکرانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس کا نام گرج ہے گرج کی آواز ہم تک پہنچتے پہنچتے نہایت کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ آواز کم و بیش تمام فضاے بسیط مین

منقسم ہوتی ہے ۔سب سے زیادہ آواز اس مقام پر سُنائی دیتی ہے ۔جہان پر بجلی گرتی
ہے اور اس صورت مین آواز ایک کرخت کڑک کی سی ہوتی ہے ۔لیکن جبکہ ایک بادل اور دوسرے
بادل مین برقی قوت کا تبادلہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے اور وقفہ سے ہوتا ہے تو آواز اتار چڑھاؤ
کیساتھ سُنائی دیتی ہے ۔

گرجنے والے بادل

گرجنے والے بادلون کی مجموعی صورت نیچے سے چپٹی اور اوپر سے ایک مخروطی شکل سے
ہوتی ہے بادل اوپر سے جتنا زیادہ نوک دار ہوگا اتنی ہی زیادہ قوت سے زیادہ چمک
اور گرج اس مین پیدا ہوگی ۔ ایسے بادل عموماً تین چار فٹ کی بلندی پر سرد مقامات
اور نو دس ہزار فٹ کی بلندی پر گرم مقامات مین پائے جاتے ہین۔

بجلی گر کر کیا ہوتا ہے

بجلی گرنے کے بعد زمین کے اندر چلی جاتی ہے ۔ لیکن یہ حالت اس وقت ہوتی ہے
جبکہ بادلون مین مثبت اور زمین پر منفی قسم کی بجلی کا پیٹنشل ہو ۔ لیکن جبکہ حالت اس کے
برخلاف ہو یعنی بادلون مین منفی اور زمین مین مثبت قسم کی بجلی ہو تو عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ
ایسی صورت مین بجلی پھر ایک چمک اور گرج کے ساتھ بادلون مین واپس چلی جاتی ہے

بجلی گرنے کا اثر

بجلی گرنے سے آدمی اور جانور عموماً مر جاتے ہین ۔مکانات ٹوٹ جاتے ہین ۔ اشیائے
مین آگ لگ جاتی ہے اکثر دھاتین پگھل جاتی ہین ۔ جب لوہے پر بجلی گرتی ہے تو اس مین
مقناطیسی قوت پیدا ہو جاتی اور مقناطیسون مین اکثر تبادلہ قطبین واقع ہوتا ہے ۔بجلی جب
ہوا مین سے گزرتی ہے تو اس مین ایک گیس پیدا کرتی ہے ۔ جسکو اوزون کہتے ہین ۔
جسکی وجہ سے بجلی گرنیوالے مقام کے قرب وجوار مین ایک خاص قسم کی بو سی معلوم ہونے
لگتی ہے ۔جب کسی جگہ بجلی گرتی ہے تو آس پاس کے آدمیون کو ایک خاص قسم کا دھکا
محسوس ہوا کرتا ہے ۔جسکی وجہ قرب وجوار کے مقامات کے پیٹنشل کا ایک ناقابل بیان
قلیل عرصہ مین توازن قوت برقی قائم ہونے کے لئے دفعتاً زائل ہو جاتا ہے ۔

بجلی کا خوف

بعض لوگ بجلی سے اس قدر ڈرتے ہین کہ تعجب معلوم ہوتا ہے ۔لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو

ہے اس قدر مخدوش نہیں جس قدر کہ جاڑا۔ بخار۔ اور دیگر وبائی امراض و حادثات ہوتے ہین۔ بجلی کے حادثات شاذ و نادر ہی ہوا کرتے ہین۔ مگران امراض سے تو صدہا جانین روز ضائع ہوا کرتی ہین۔

حفظ ما تقدم

طوفان باد و باران کے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ دیوار سے لگ کر نہ بیٹھین۔ نہ کسی دہات کی چیز کو جس کا باہر کی ہوا سے تعلق ہو ہاتھ لگاوین۔

مکانون کی حفاظت

بجلی سے مکانون کو محفوظ رکھنے کا عام طریقہ یہی ہے کہ مکان کے سب سے زیادہ بلند موقع پر ایک لوہے کا نوک دار تیر اس طرح لگا دینا چاہیئے کہ اس کا ایک سرا اوپر کی طرف ہو اور دوسرا زمین تک آکر چھ دہ فٹ کی گہرائی پر آویزان کر دیا جاوے۔ تاکہ جو برقی قوت مکان کے اوپر پیدا ہو جائے وہ بذریعہ تار زمین مین سے گزرتی ہے۔

شفق شمالی

قطب شمالی مین یہ دیکھا گیا ہے کہ شام ہونے سے پیشتر اول اول ایک ہلکی سی چمک مقناطیسی خط نصف النہار کی سمت مین دکھائی دیتی ہے یہ روشنی ایک ہلکی زعفرانی قوس کی سی شکل اختیار کرنا شروع کر دیتی ہے جسکے مدور حصہ کا رخ ہمیشہ زمین کی طرف ہوتا ہے۔ پھر اس مین سے کرنین پھوٹنی شروع ہوتی ہین۔ جو اول زعفرانی۔ پھر گہرا سبز اور آخر مین شہابی رنگ اختیار کر لیتی ہین جسکے بعد ایک دل فریب رنگین پیالہ کی سی بن جاتی ہے۔ یہ پر لطف سین کبھی گھنٹون تک قایم رہتا ہے۔ پھر یا تو بتدریج یا دفعتاً نگاہ سے غائب ہو جاتا ہے۔

شفق شمالی کا رخ ہمیشہ مقناطیسی خط نصف النہار کی سمت ہونا اور اس کا مقناطیسی سوئی پر اثر ڈالنا ضرور اس خیال کی تائید کرتا ہے۔ کہ اس کے بالائی حصہ کا کرہ ہوائی کی برقی لہرون کے ذریعہ ہونا ممکن ہے۔ اس خیال کو ان وجوہات سے اور بھی تقویت ہوتی ہے کہ جس وقت شفق شمالی اپنی پوری آب و تاب پر ہوتی ہے۔ تو ان ممالک کی تار برقی خبرون مین جو قطب سے قریب ہین رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات تو خبرون کا سلسلہ گھنٹون تک بند رکھنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ مقناطیسی سوئیون کی سمتین اکثر تبدیل ہو جاتی ہین۔ اور برقی گھنٹیان خود بخود بجنے لگتی ہین۔